بعون صانع علیمین و بکرم و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنے

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

جزو

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہر جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہر جسکے ملاحظہ و مطالعہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہر اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادہ ہین ہم انہین کتب مذہب اہل سنت و جماعت کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہر اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

(فقہ) اُردو

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ -

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری -

حقیقۃ الصلواۃ - مع رسالہ لبیہ نمازیان -

ترجمہ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی -

کشف الحاجات - ترجمہ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین -

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ - (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و دو مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیہ شریفہ (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - از افاضات مولوی عبد السلام -

شرح محمدی منظوم - مسائل فقیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -

حیرت الفقہ - مسائل مشکل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا -

کنز الدقائق - اُردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو بہت مستداول ہر دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف

حج الحج - مسمے بہ نہایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -

تحقیق الانساب - از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق

تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -

تبیان - در حکم تماکو حقہ از ملا معین الدین -

مبدء الخیر منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی

نامہ حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - صد مسائل از مولانا احمد اللہ جہید اللہ

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسلک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی اللہ یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم عبد البدیع

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشے مع مسائل

مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ

شرح مختصر وقایہ کو میری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -

فتح القدیر - پیشانی پر ہدایہ اور تحت مین حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ شمس الدین افندی کامل چار مجلد ضخیم -

عینی - یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتمد کامل شرح - چہ مجلدات ضخیم -

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زواید و فواید محشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین (مجلد اول) دونون جلدین اولین عبادات

فہرست جلد چہارم غایة الاوطار ترجمہ اردو در المختار

تمت

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الجریدۃ المنیفۃ کہ یہ چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

...بہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و محفوظ کاپی رایٹ

...بع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاجارۃ
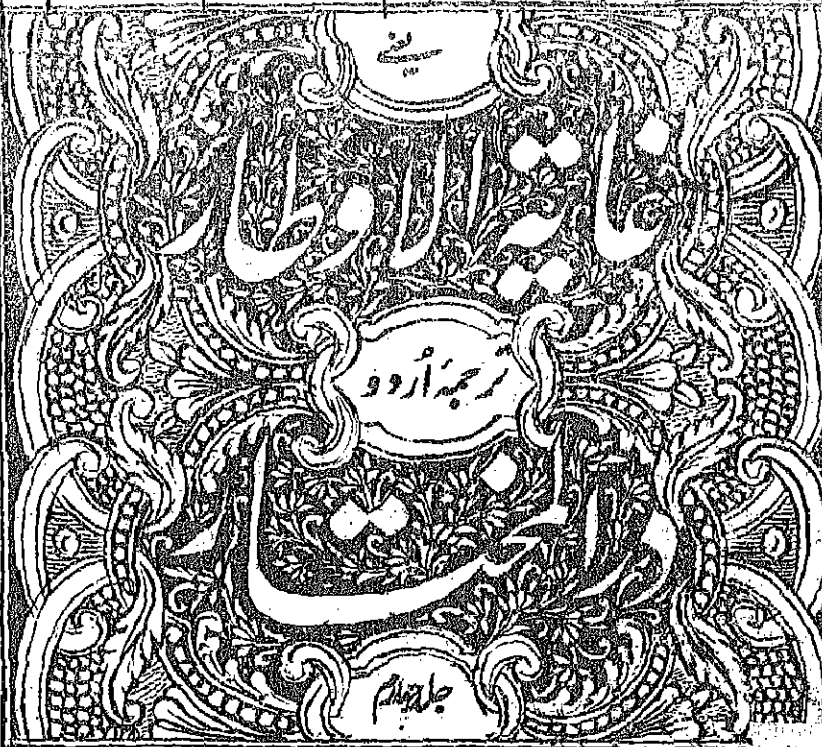
یہ کتاب ہی اجارہ کے احکام مین مترجم کہتا ہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدم البتہ لکونہا تملیک عین وہذہ تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنے اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وہی ما یستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو ولہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین کہ خدا تجکو اجر عظیم دیوے ہم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدوری کا اور اجیر اور اجارہ کام کی خرچی خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء الطحطاوی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اسپر دلالت کرتی ہی انتہے یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کراء اجیر اور اجیر کی تفسیر المستحق علی عمل الخیر کی ہی وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ لیجنبہا بین یدیہ او دارا لا لیسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذلک لا لیستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجئ اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہی اس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لیتا کہ اُنسے تجمل اور آرایش حاصل کرے یا گھوڑا مثلا کرایہ لے تا کہ اپنے آگے کوتل چلاوے یا گھر کرایہ لے اسواسطے کہ اُسمین سکونت کرے یا غلام یا درہم یا سوائے اسکے اور چیز کرایہ لے اسواسطے کہ استعمال مین نہ لاوے بلکہ تا گمان کرین آدمی کہ وہ چیز اُسی کی مملوک ہی تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجرت نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہی عین سے کذا فی البزازیۃ اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم نفع کی قید سے بیع اور ہبہ خارج ہو گئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونے کی قید نہین لگائی اشیاء مذکورہ کے اجارہ مین اجرت ثابت نہوگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود مین استعمال کرے اور یہ جو فقہا کا قول ہی کہ اجارہ فاسدہ مین انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہی تو اُس صورت پر محمول ہی جب کہ نفع مقصود مین استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ اور جو چیز ثمن یعنے بیع مین بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ثمن دین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہی تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی ولا ینعکس

قال الطحطاوی
قال یعنی ای
شرح الکنز الا انہ
الاجیر وہی الاجرۃ
من کراء الاجیر
المستحق علی
الاجر الخیر ولذا یدعی
عمل الخیر
یقال اعظم اللہ
اجرک انتہی ۱۲ منہ
یعنی بیع عین بعین
عقد بیع

کلیا بخلاف العکس ای لایجوز ثمنا لایجوز اجرۃ لجواز اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجی اور قول شرح منح عکس یعنی عکس کلی نہیں ہو یعنی یون نہ بولینگے
کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہیں اسکا اجرت ہونا جائز نہیں بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے بعوض منفعت کے بسبب کہ دونون منفعتین
مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہی اور بیع
مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی و تحقیقہ بابحر تکہ ہذا و الدار شہرا بکذا لان العاریۃ
بعوض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا مہینہ بھر کو بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت
بشرط عوض کے اجارہ ہی بخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہیں ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسد
ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وہبتک او اجرتک منافعہا شہرا بکذا یا منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو
ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر بعوض اسقدر کے افاد ان رکنہا
الایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب اور قبول ہی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہی
کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ نہیں ہوسکتا بدون ایجاب اور قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ کیفیت ایجاب و قبول کی منعقد بے لفظ سے
نکلتی ہی اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب و قبول کے ربط سے وشرطہا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان جہالتہما تفضی الی
المنازعۃ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت کا اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعہ کی طرف پہونچاتا ہی وحکمہا وقوع
الملک فی البدلین ساعۃ فساعۃ اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین دمبدم اور گھڑی
گھڑی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوتی جاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا تو
بالضرورۃ تراخی فی المنفعۃ موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر و ہل
ینعقد بالتعاطی ظاہر الخلاصۃ نعم ان علمت المدۃ وفی البزازیۃ ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب و قبول لفظی
ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد
ہوتا ہی اور اگر کمتر نہ ہو تو منعقد نہیں ہوتا ہم امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین
تو جائز نہیں اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہ اجارہ
جدید ہوگا تعاطی سے اور تتمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی نادین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین
جاتا ہی یا سقے سے پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے
عقد کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیۃ ویعلم النفع ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت
وان طالت ولو مضافۃ کاجرتکہا غدا وللموجر بیعہا الیوم وتبطل الاجارۃ بہ یفتی خانیۃ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ
سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے
تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول
پر فتوے ہی کذا فی الخانیۃ ہم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر اور مستاجر اس مدت تک زندہ نہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہی اور
بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی اور تابید مبطل اجارہ ہی یہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی ولم تزد فی الاوقاف

علی ثلث سنین فی الضیاع وعلی سنۃ فی غیرہا کما مر فی بابہ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین
اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین جیسا کہ گھر اور دکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد
عقودا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج
ہو تو اجارۂ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت
حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اسکا فسخ کرڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط
الواقف ان لا یوجرہا الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا فیوجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارۂ وقف
کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیروی لازم ہے مگر جب کہ اُسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اُسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ
قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ
ولو بعقود وسیجیء متنا فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارۂ طویلہ پر فتوی ہے اگرچہ بعقود
جداگانہ ہو اور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اُسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ
اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری
الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی انفع الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح ہوگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد
جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی ہے انفع الوسائل
کے قول پر جو انفع الوسائل مین مذکور ہے کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہے تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہے تو
ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ
کثیر ویساقی علی اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اُس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے انگور وقف لینے
سے یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا
کرتا ہے وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے یعنے ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے
مساقی معین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ مین نہ مساقات
مین یعنے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہے درختون کے
سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید
تو مفاد اُس کا یعنے منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولی فساد ہے مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک اُن دونون مین سے
یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض
وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اس واسطے کہ اجارۂ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال
ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہ ہوگا اسکے
وجہ اولویت کی یہ ہے کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونون ہے اور باوجود اس کے فاسد ہے تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو جیسا کہ
مساقات مذکورہ تو اُسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہے ضمیر مفادہ کی اُسکی طرف راجع ہے جو اُسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی

قلت وقيد دا لسراية الفساد في باب البيع الفاسد بالفساد القوي المجمع عليه فيسري كجمع بين حر وعبد بخلاف الضعيف المختلف فيه فيقتصر على محله و
لا يتعدا كجمع بين عبد ومدبر قلت بہ مین کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہانے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد
مین فساد پھیلیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہر رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا
جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد مین تو اسکو تامل کر ہم یہ شارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد
ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہرا رہیگا اور اصل تک نہ پہنچیگا کذا فی الطحطاوی وعليه ايضا من الفساد الطاري فتنبه اور یہ بھی ہے کہ فقیہون نے طول اجارہ کو فساد
طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہو ہم یہ دوسری تائید ہے یعنی جب کہ یہ فساد طاری ہے تو کل عقد مین ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے مین تامل ہے یعنی
اسواسطے کہ صلب عقد مین داخل ہے اور طاری وہ ہے جو ابتدا عقد کے لاحق ہو ومن حوادث الروم وهي زيد باع ضيعة من تركة ابن علي انها ملكه ثم ظهر ان بعضها
وقف مسجد هل يصح البيع في الباقي اجاب فريق بنعم وفريق بلا والف لبعضهم رسالة ملخصها ترجيح الاول فتامل اور ملک روم کے حوادث سے
یہ مسئلہ مسئولہ ہے کہ زید کے وصی نے اسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا اس دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا
کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا باقی زمین مین بیع صحیح ہوگی یا نہین علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہان باقی یعنی غیر موقوف مین بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے
جواب دیا کہ نہین باقی مین بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہے تو اسکو تامل کر ہم شارح نے امر بالتامل
سے انفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہین ہے کہ عقد واحد مین بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری سے یہ دلالت کرتا ہے
کہ عقد جب ایک ہے تو فساد متعدی ہوجاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفي جواهر الفتاوى اجر ضيعة وقفا ثلث سنين وكتب في الصك انه اجر ثلثين عقدا كل عقد
عقيب الآخر لا يصح الاجارة وهو الصحيح وعليه الفتوى صيانة للاوقاف ثم قال ولو قضى قاض بصحتها وتجويزه يرتفع الخلاف انتهى اور جواہر الفتاوی
مین ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز مین لکھا کہ اسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنی
عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اوقاف کی حفاظت کے واسطے یعنی
تاکہ اتنی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم
دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہوجائیگا انتہی ہم یہ رفع خلاف اسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ مین حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی
اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت ويجيء ان المتولي او الوصي لو اجر بدون اجر المثل يلزم المستاجر تمام اجر المثل وانه يعمل
بالانفع للوقف مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اسپر عمل ہوگا جو زیادہ تر
نافع ہے وقف کیواسطے وفي صلح الخانية متى فسد العقد في البعض بمفسد مقارن يفسد في الكل اور صلح خانیہ مین ہے کہ جب عقد بعض مین فاسد ہو بسبب اس مفسد کے جو
مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ہم مصنف اپنی شرح مین اس قول کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کیواسطے ويعلم النفع ايضا ببيان العمل كالصناعة
والصبغ والخياطة بما يرفع الجهالة اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اس طرح کا بیان جو
جہالت کو دور کرڈالے ہم عمل زرگری مین ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ مین کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز
اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے اور دوخت مین جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب مین کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے ولہذا
محیط مین ہے کہ اگر بن دیکھے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہوچکا ہو اسواسطے کہ کپڑا
غلظت اور رقت مین مختلف ہوتا ہے انتہی فيشترط في استيجار الدابة للركوب بيان الوقت او الموضع فلو خلا عنهما فهي فاسدة بزازية تو سواری کیواسطے

جانور ہے کہ کرایہ لینے مین بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسوا سطے
کہ بیان مذکور رفع جہالت نہین و یعلم النفع ایضا بالاشارۃ کنقل ہذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لیجانا
اس طعام کا فلانے مکان تک معلوم ہے چنانچہ منفعت مشار الیہ نہین ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر و الاملا ان
الاجر لا یلزم بالعقد و لا یجب تسلیمہ بل بتعجیلہ و شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہین عقد سے تو واجب ہے ان
اس کی تسلیم یعنی اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارۃ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہے اور جب
کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کر دی تو اب اسکو نہین پھیر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الغایۃ اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل
اجماعا اور اجارہ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق و قیل تجعل عقودا فی کل الاحکام
فیفتی بروایۃ تملکہا بالشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیہ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاوے پھر اجرت
کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاوے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی ہم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بلا تفصیل
مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا مین متعارف ہے صورت اسکی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے
ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نرہے اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز
مین مختلف ہین بعضے مجوز ہین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین سو اسلئے کہ اگر عقود اعتبار کیجئے تو سوا ئے عقد اول
کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارہ مضافہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہے صدر الاسلام نے کہا ہے
کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ درحق سائر احکام عقود متعددہ کہئے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجئے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ ہے کہ
اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ اسمین اشتراط تعجیل باطل ہے اور باطل سے اجرت لازم نہوگی چنانچہ طحطاوی نے بیان کیا
ہے و انت خبیر نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہے اور اگر شارح یون کہتا (قیل یجعل عقدا و علیہ فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط
التعجیل ای علی ہذا القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کر لینے سے او تمکنہ منہ الا فی ثلاث
مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صور تون مین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ہم جب
سوجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اسوقت مین اگر
مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی تو اگر موجر کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہین یا فارغ
تسلیم کی مدت کے بعد نہین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اسکو محل اجارہ مین رکھا اور اسمین کوئی عذر ہے مانع یا موجر کی طرف سے کوئی
عذر نہین لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صور تون مین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صور تون مین سے پہلی صورت
یہ ہے کہ قدرت علی الاستیفاء اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اسپر سوار
نہو تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو
پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علیہ بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت و لم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت
واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور رہنے کو اسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہے و ہذا اذا کانت

ف تفصیل ...

الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسطہ فی العمادیۃ اور یہی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اُس وقت ہی
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارہ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع فقط قدرت سے چنانچہ اُسکو عمادیہ مین بشرح بیان کیا ہے و
ظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف فتجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا مخالف ہے اسکے وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد
اجارہ مین بھی واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ہم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارہ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو
اجرت لازم نہین متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہو جاویگی کہ متاخرین کا خلاف اسمین نظر نہین آیا اور اجناس مین
خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور بعض نے تصریح کی ہے عدم وجوب اجر پر جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا اسمین شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی بیع
الوفاء علی ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہو اور بیع الوفا کے
اجارہ والی چیز ہو جیسا فتوا ہے علماے روم بھی اسیطرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کچھ تردد کا مقام نہین
چنانچہ ہم مذکور کر چکے ہین اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اسمین کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اُسکے حکم مین کچھ تغیر نہین استیجار بیع الوفا کی یہ صورت
ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اُس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ مین اجارہ
صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اُسکے ہاتھ مین باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا اسمین حیل ہے کہ
بعد انقضاے مدت اجارہ پہلا اجارہ نہین کذا فی الطحطاوی وبقولہ وتسقط الاجرۃ بالغصب ای بالحیلولۃ بین المستاجر والعین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور
مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے
کہ حقیقت غصب کی جاری نہین ہوتی زمین مین یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی ولا تنفسخ بالغصب قال
فی الہدایۃ نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ مین کہا کہ ہان فسخ ہو جاتا ہے بخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض المدۃ فبحسابہ
اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ مین تو بحساب اُسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ
مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زر سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ ہم اگر بدون خرچ نکالنا
اخراج مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اُسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اُسکا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیہ مین ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب المؤجر وادعاہ المستاجر ولا بینۃ لہ حکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہون تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ہم یعنی اگر مستاجر گھر مین تنہا ہو غصب
کے حال مین تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اُسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر مین
اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری رہنے اور انقطاع مین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو موجر کا
قول مقبول ہوگا ورنہین تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد ذخیرہ اور گھر کے رہنے والے کا قول قبول نہوگا اسواسطے
کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرہ یعنی مسئلہ غصب مین ساکن وارث کا قول معتبر نہین اور اگر گھر مین کوئی ساکن نہین تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ
وبقولہ ولا یعتق قریب المؤجر لو کان اجرۃ لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور نہ آزاد
نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا اجارہ مین اسواسطے کہ موجر اُسکا مالک نہین ہو گیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اُس کی یہ ہے

کہ زید کا بھلا ہو خالد جو محمود کا بھائی ہو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اُسکی اجرت مقرر کی تو خالد بھی بوجہ عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ بوجہ عقد کے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی ملوک نہیں ہوجاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع
اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہو مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت کے لینے سے فلو سلم العین الموجرۃ بعد مضی
بعض المدۃ والاجرۃ فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی الباقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیہا لاجلہ
اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذرجانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے
امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکساں ہو جسمیں امتناع
دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی او حوانیتہا زمن الموسم فانہ لا یرغب فیہا بعد
الموسم فاذا لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ویسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے
کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں ہوا سواسطے کہ بعد موسم حج اُن کی خواہش
نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اُس وقت میں تسلیم نہ کرے جسکی خواہش ہوتی ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے
نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذرجانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید
میں اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی
سو مستاجر اُس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہوجانے کنجی کے تو اگر اُس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں
تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمیں رہ مگر اُسنے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا
میں اُسمیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ
قفل توڑڈالا اور کیوں نہ اُسمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریۃ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بہذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح صیرفیہ
میں کہتا ہوں اور اگر اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی
الصیرفیہ ولو اختلفا تحکیم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور رہا لانا کہ کنجی مستاجر کے پاس
ہو مستاجر کہتا ہو کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہو کہ تو قادر ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال
سے مراد یہ ہو کہ مستاجر سے کہا جاوے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہو اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہو کذا فی الطحطاوی
ولو برہنا فبینۃ الموجر ذخیرہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہو یہ تشبیہ ہو عجز
مستاجر کی ساتھ منح الغفار میں کہا گھر خرید کیا اور کنجی اُسکی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں
کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فہو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہو کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور
دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہو اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہو وللموجر
طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہو گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز
اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہوگیا ہو تو وہی متعین ہوگا
شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلم فہلکہ قبل تسلیمہ یسقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور

پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہے جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی ایسی مزدوری کا مطالبہ بدون نہین بلکہ کام
کر چکے اور پہونچا دینے کے بعد ہے تو اس چیز کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کردیتا ہے ہم کہتے ہیں کہ کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اسکی بابت
جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی ہے یہ ہے وکذا کل من لعمله اثر اور اسیطرح
ہر ایک اُس پیشہ ور کا حکم ہے جسکے عمل کا اثر موجود ہو جیسا کہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہے اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان
اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر له کحمال له الاجر لما فرغ وان لم یسلم یعنی جسکے
اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا جیسا حمال تو اُس کو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم کہتے ہیں تو بعد فراغت کے تلف
ہوجانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان عمل فی بیت المستاجر دوخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغ
اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہے کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم
نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ زیلعی مین ہے کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہے بمجرد فعل کے اور اسواسطے کہ وہ مستاجر
کے گھر مین ہے اور گھر اُس کے قبضے مین ہے تو یہان تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو موجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف
ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت ساقط نہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب بحر نے اگرچہ یہ تفصیل ذکر کی ہے لیکن تسلیم بیان نہین کی اور یہ یون ہے کہ
اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تاوقتیکہ عمل سے فارغ نہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہوگا
اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحاوی اور صدر الشریعہ مین ہے کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض
ثوب کی دوخت کرے پھر اسکی چوری ہوجاوے تو بقدر دوخت اسکی اجرت ثابت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہے انتہی اور [illegible] ہے کہ
ہدایہ و تجرید مین مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر مین مذکور ہے کہ جب بعض
دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اسکے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہو جاوے کچھ سینے کے بعد تو اسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی
ثم لو سرق بعد ما خاط بعضه او انهدم بعد ما بناه فله الاجر بحسابه علی المذهب بحر و ابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہو جاوے بعد اسکے کہ درزی نے اسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار
گر پڑی بعد بنانے کے تو اُسکا اجر ثابت ہوگا اُسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر و ابن کمال ہم یہ استدراک بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے
گھر مین ہے تو اجرت واجب ہے خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہے تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار
اٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہے کہ مسئلہ بنا خود اصل مین متفرع ہے کہ بعض عمل سے اجرت اسکی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے
اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور اسی پر یقین کیا ہے غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا اور اسی لئے مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسکو
پسند کیا ہے اگرچہ اسکی عبارت کنز مین مطلق ہے کذا فی الطحاوی ثوب خاطه الخیاط باجر ففتقه رجل قبل ان یقبضه رب الثوب فلا اجر له بل له تضمین
الفاتق کپڑا ہے جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی
کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے ولا یجبر علی الاعادة وان کان الخیاط هو الفاتق فعلیه الاعادة کانه لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی
اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اُس نے نہ سیا تھا بخلاف
اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وقیل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطة الاصح لا اشباه لکن فی حاشیتها
معزیا للمضمرات المفتی به نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتهی ثم رایت فی التاتارخانیة معزیا للکبری ان الفتوی علی الاول فقال اور

کیا خیاط کے واسطے کپڑا بیونت سے بدون دوخت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہیں کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ میں حضرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہاں اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا جواب لائق یہ ہے کہ رواج پر حکم ہو انتہی مجھ پر میں نے تاتارخانیہ میں فتاوے کبرے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کرو صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اُسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ کل کام ہو چکا تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ بعض حضرات اور صاحب کبری دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو تامل کذا فی الطحطاوی والخباز والطباخ الاجر الخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور لان تمام عمله بالاخراج لعبض کسی نانبائی نے جو دستہ اور روٹی پکانے واسطے کوروٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد اس واسطے کہ نانبائی کی تمامی کام اسیطرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوہرہ فان احترق بعدہ ای بعد اخراجہ الخبز فلہ الاجر لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ ولاغرم لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر او الخ شاء ضمنہ الخبز واعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جلجاوے تو اُسکا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جلجانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اُسکی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اُس کے آٹے کے برابر اور اُس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اُس کو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر لہ ویغرم اتفاقا لتقصیرہ درر وبحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُس کی مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اُسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لم یکن الخبز فیہ ای فی بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر لہ لعدم التسلیم حقیقۃ ولا ضمان لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لهما وہی مسئلۃ الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نانبائی کے گھر میں ہو یا کہیں اور پھر جل جاوے یا چوری جاوے تو اُس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اُسپر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اُس کے پاس امانت ہے برخلاف صاحبین کہ اُنکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج فعلیہ الضمان ثم المالک بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر وان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ للهلاک قبل التسلیم ولا یضمن الحطب والملح اور اگر روٹی جل گئی یا اُسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو نانبائی پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اُس سے پکی روٹی کا تاوان لے تو اُسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہوجانے کے قبل تسلیم کے اور اُسپر لکڑی اور نمک کا تاوان نہیں والطباخ بعد الغرف الا اذا کان لاہل بیتہ جوہرہ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جبکہ بخت مستاجر کے گھر والون کیواسطے ہو نہ اہل دعوت کیواسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ یہی رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہے تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد ہم ریلی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای الطعام الطباخ او احرقہ او لم ینضجہ فهو ضامن للطعام یعنی اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا

عادت اہل بستی و محلہ کو دخل ہے ۱۲

اسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا الغمر صاحب الدار لو احترق شیٔ
من السکان لعدم التعدی جو بہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اسمین سے ایک چنگاری
گھر میں پڑی اور گھر جلگیا تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ کبھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاوے رہنے والونکا بوجہ عدم تعدی
کے ہم لوٹاوی نے کہا یہ مسئلہ منصوص ہی یا جہر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستاجر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہو ولیضرب اللبن اجرۃ الا باقامتہ وقالا بعد تشریجہ
ای جعل بعضہ علی بعض یعنی بعقولہا یعنی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری واسطے اینٹ کھڑی کردینے کے ہی اور صاحبین نے کہا
کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگادینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کا قول پر فتوی ہی نقل کیا ہی ابن کمال نے عیون سے
وہذا اذا ضرب فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجرۃ حتی یعدہ منصوبا بعد العد وشرط جمع الزیلعی اور یہ اسوقت ہی جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر
کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جبتک شمار نکرے کھڑی کرکے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر صاحبین ہی کے نزدیک یہ کذا فی الزیلعی
مستحقی میں تسلیم شرط کی ہی شمار اور شرط تسلیم کی ہی اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر مسائل شتی سے
واللبن علی اللبان فالتراب علی المستاجر واخراج الخبز علی الخباز والمرقۃ الاشہر اینٹ پاتھنے والے کے
ذمہ ہی اور مٹی اینٹ بنانے واسطے مستاجر پر اور روٹی کا نکالنا تنور سے اسکا ذمہ اور شوربا نکالنا باورچی پر
شرط کر لینے سے والاکاف والحمل علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور جوالق اسی طرح واسطے بار لادنے جانور پر باندھنا مکاری پر اور اسی طرح
اسی طرح رسیاں اور کونین مکاری پر ہیں وانہم علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدہا اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ پر ہی اور کاغذ
شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا فاسد ہی کذا فی الظہیریۃ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار فلہ حبسہا لاجل الاجر اجیر کے عمل اور
کام کا اثر موجود ہو چیز میں چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے دھوبی
دھوبی سے مراد ہی جو کپڑا دھونے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر فقط غاسل ثوب جبس یہ ہی کہ مشہور علیہ وصف ہی جو عمل میں ثابت ہی حق حبس بلا
واسطے ہوا چنانچہ بیع میں کذا فی الدرر المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغراء ومجرد ما یعاین ویری فیدخل الثانی فتاسل الثوب وکاسر
الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف وحالق راس العبد لہم حبس العین بلا اجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی
چیز مملوک مراد ہی چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہی جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمین دو قول ہیں یعنی ایک قول یہ ہی کہ
چیز مملوک عامل مراد ہی اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آسکے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہی تو کپڑا دھونے والا
اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا چیز کا اجرت
لینے کے واسطے جائز ہی بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ثم بحر الرائق میں ہی کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ مجرد ما یعاین میں حق حبس نہیں
تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہی اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہی کذا فی الطحطاوی اور درر میں نہایہ سے
قاضی خان مذکور ہی کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سوا سے میل چھڑانے کے اسمین اختلاف ہی صحیح تر قول یہ ہی کہ اسکو حق حبس ثابت ہی ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی
مخفی تھی جو ظاہر ہوگئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اسنے سپیدی ایجاد کردی ظاہر کردینے سے وہذا اذا کان حالا اما اذا کان الاجر مؤجلا فلا کما لا حبس لہ لو عمل
فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنی حق حبس اسوقت ہی جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہوگئی ہو تو اجیر اسکے حبس
کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے ولیضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر پر تاوان

الا ان جزو ... سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی النہایۃ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے
چیز روک رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اسکی مزدوری نہین اور نہ وہ ضامن ہوگا اسواسطے عدم تعدی کے ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ والدابۃ
والملاح وغاسل الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ یعنی فلیس لہ ان یحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین جیسا کہ اپنی پیٹھ پر یا جانور
پر بوجھ لادنیوالا اور ملاح اور کپڑا دھونیوالا اجیر کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونیوالا مراد ہے جو کپڑا دھووے
اسکے ظاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبیٰ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اسکے فعل سے
ظاہر ہوگئی تو گویا اسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو حسن ثوب حابس کا مالک ہوگا نہ ظہر ثوب ... کہا اگر غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اسکے
عمل کا اثر نہین فلو حبس ضمن ضمان الغصب یجئی فی بابہ یعنی اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے
باب مین ہم یعنی اگر حبس مین وہ چیز تلف ہوجاے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار ان شاء ضمنہ
قیمتہا ای بدلہا شرعاً محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جوہرہ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اسکو محمول اعتبار کرکے اسکی قیمت
یعنی اسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرۃ واذا شرط علی الصانع
بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصہ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نلے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور
بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ ہم خانیہ مین ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھودے پھر اسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی وان اطلق کان لہ ای للاجیر ان یستاجر غیرہ اذ و بالاستیجار انہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبہ
صرح فی الخلاصہ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کردیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا بصورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو بتصریح بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانہ لو شرط الیوم او غدا
فلم یفعل ... سرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصہ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج
یا کل کے دن کی شرط کی سو اسنے اسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر لازم
نہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان اعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یون کہنا کہ
استیجار ہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اسکے اہل وعیال کو لے آوے سو انمین کوئی شخص مرگیا اور وہ باقی
لوگون کو لے آیا تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی اسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہوگا پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہون تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہون تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا
وقید بقولہ لو کانوا ای عیالہ معلومین ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بکلہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اسکے اہل وعیال معلوم ہون یعنی
عاقدین انکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سبکے مقابلہ مین پڑے واذا لم یکونوا معلومین فکلہ ای کل الاجر ونقل ابن
الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام سغدی نے
کہ اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہوجاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لا لایصال خطه ای کتاب او زاد الی زید ان رده ای المکتوب او الزاد لموته ای زید او غیبته لا شیء له لانه نقضه بعوده کالخیاط اذا خاط ثم
فتق یعنی اگر کسی نے مقرر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اسکے واسطے
کچھ مزدوری نہیں اسواسطے کہ اسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جبکہ سیا پھر اسکو
ادھیڑا الامام مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا ہو اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی
چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لیجانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الخانیة استاجر لیذهب الی موضع
کذا ویدعو فلانا باجر مسمی فذهب الی الموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے معین دور کی
پر پس اجیر وہاں گیا اور اسنے اس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی ہم خانیہ میں تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکسان
(پہونچانا پیام کا ۱۲)
قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع الخط الی ورثته فی صورة الموت او من یسلم الیه اذا حضر فی صورة غیبته وجب الاجر بالذهاب وهو نصف
الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعه المصنف ولکن تعقبه المحشون وهو اولی للزوم کل الاجر لکن فی القهستانی عن النهایة انه ان شرط المجیء بالجواب فنصفه
والا فکله فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثوں کو درصورت موت زید کے یا اس شخص کو دیا جو زید کو پہونچا دے
جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہے
صاحب درر کا لیکن درر کے محشیوں نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب
لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول
ہے اور محشیوں کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے وان لم یجده ولم یوصله الیه لم یجب له شیء لانتفاء المعقود علیه وهو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو
پایا اور خط اور توشہ اسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما
لو فرقه اور اس میں اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک آمد کی مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف
اجرها بغیر اجر المثل یلزم مستاجرها ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیه بعضهم تمام اجر المثل علی المفتی به کما فی البحر عن الملتقط وغیره متولی ارض وقف نے
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں ملتقط
وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وکذا الحکم وصی الاب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ
مجمع الفتاوی میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ نے غیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر ویفتی بالضمان فی
غصب عقار الوقف وغصب منافعه وکذا یفتی بکل ما هو انفع للوقف فیما اختلف فیه العلماء حتی نقضوا الاجارة عند الزیادة الفاحشة نظرا للوقف وصیانة
لحق الله تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں
اور اسیطرح ہر ایک اس چیز کا فتوی ہے جو وقف کیواسطے نافع تر ہے جسمیں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے فقہانے زیادت فاحشہ کے نزدیک
بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب
فروع میں مذکور ہوگا مات الاجر وعلیه دیون حتی فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر اولی من فی یده ولو العقد فاسدا فهو احق بالمستاجر من غرمائه حتی یستوفی
الاجرة المعجلة مر گیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اسپر لوگوں کے دین ہیں تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی
چیز کا اسکے اور قرضخواہوں سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ عقد فاسد اسکے تصرف میں ہو

کذا فی الاشباہ ھم یعنی جبکہ موجر مرگیا اور اسپر غیر مستاجر کے دیون ہین پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی قرضخواہون سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے
مستاجر اسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین بہلاکہ ای ہلاک المستاجر
لانہ لیس برہن مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز بسبب رہن نہین جو ساقط دین ہو بخلاف
الرہن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما حقق فی بابہ مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہوجانے کے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی مین مرتہن پر تاوان ہے کمتر کا
مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن مین آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ھم قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین ترکیب فاسد ہے اسواسطے کہ اس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہووے تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاوے سو دونون مین سے جو اقل ہو وہ تاوان آتا ہے تو ترکیب
صواب یون ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو صورت مین بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی فرع مسائل شتی شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر
تصح فی المدۃ وبعدہا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت مین اور بعد مدت کے ھم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور
منح الغفار کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولو لیتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک مین ہو
اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہین چنانچہ اگر اجرت ارزان ہو جاوے تو معتبر نہین ھم یعنی بعد اجرت معین ہو چکنے کی اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر وقف مین اسکا
اعتبار نہین مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجرہا الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل فلو ادعی رجل انہا بغبن
فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف مین ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدون پوچھے مستاجر اول کے لیکن قول اصح
صحت اجارہ مذکورہ ہے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ھم اشباہ مین لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل ہے وقوعہا صحیحۃ
باجر المثل فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسیطرح ہوا ہے جیسا دعوے مدعی غبن فاحش کے ساتھ ہوا تھا تو
قاضی اجارہ کو فسخ کرڈالے ھم شارح کو یون کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار
خبر کرے یعنی بعد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل البصیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شہدوا
وقت العقد انہا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہون نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا اولا فان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور
اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہوگی ھم اضرارا و تذلیل کی زیادت
وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص بنا بریں ہو کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرہا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اسکو
قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کرڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اسکو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھم زیادت اجر مثل سے
مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاوے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاوے لوگون کی رغبت کے سبب سے
کسی چیز کے اجارہ لینے مین تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغۃ عرضہا علی المستاجر فان
قبلہا فہو احق بہا والا لزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول
کرے تو وہی اسکا زیادہ ترحقدار ہے اور اسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول
کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل وادعی انہا اضرار فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعوی کرے
کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلہا اجرہا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے

شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو قاضی انکار زیادت ہو مقدم کرتا وان کانت بغیر زرع فلم تصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع لکن تصح الاضافۃ
من قبل تھا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اسکا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت زیادہ لائی جائے مستاجر پر زیادہ ہونیکے وقت سے
وان کان نحو او غرس فان کان لمستاجر یا مشاہرۃ فانہا توجر لغیرہ اذ فرغ الشہر الا انہا لا تنعقد الا فی کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دیجائے جبکہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے ماہواری کے
ہر مہینے کے سرے پر ہم کہتے ہیں یہ کہ غیر کو اس صورت میں اجارہ دیا جائے جبکہ رفع عمارات کے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ
سے زیادتی نہ ہو تو اسی اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحطاوی وفی البنا تملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر
مالک ہوگا واسطے وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر اور یہ بہتر ہے تخلص بنا وہ یا مستاجر صبر کرے یہاں تک کہ اسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد
اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم توجر لغیرہ وانما تضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ و بہا زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا
اجارہ نہ دیا جائے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت لائی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے واما اذا زاد اجر
المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وعلیہ الفتوی اور جبکہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جائے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا
اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ فتاوی الصغری اور جبتک اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں
فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبنا تملکہ الناظر الخ انہ تملکہ جہۃ الوقف قہرا علی صاحبہ ہذا والارض منتقص بالقلع والا تشتر برضاہ کما فی عامۃ الکتب
منہا البحر والمنح فیعول علیہا لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی میں کہتا ہوں اور اسکا یہ قول والبنا تملکہ الناظر الی آخرہ اسپر دلالت کرتا ہے
کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص
ہو جاتی عمارت کے کھود ڈالنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک نہیں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے از انجملہ بحر الرائق اور
منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جائے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوے کی نقول
شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی مویدزادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ سے ان میں
منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہو جائیگا کذا فی الطحطاوی وفی مختصر اداء فی فتاوی مویدزادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیہ ساکنہ بلا اذن
متولیہ ان لم یضر رفعہ رفعہ وان ضر فہو المضیع مالہ فلیتربص الی ان یتخلص مالہ من تحت البناء ثم یاخذہ اور مویدزادہ کے فتاوی میں ہے کتاب الوقف سے فصولین سے منسوب کیا ہے کہ
ایک دکان ہے وقف کی جسمیں اسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی تو اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا
ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیئے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اسکو لے لے ولا یکون بناؤہ
مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا اس عمارت پر قبضہ
نہیں اس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہیں کرسکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیہ صح اور اگر اسپر اتفاق
کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کردیں بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نہ کرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت میں سے
جسکی قیمت کم ہو اس سے اسکا ثمن زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الاجر دین رفع الامر الی القاضی لیفسخ العقد ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر
موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تا کہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور
اسی پر فتویٰ ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کراسکے اس چیز کو بیچکر دین ادا کرے دیکھو ہمیں

الاجرۃ باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیوجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ یتقدر بالرضی بہ المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر میں لوگون کو تغابن ہوتا ہے نہ اسقدر میں جسمیں تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اسکے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی مافی فتاوی مولانا زادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان الاجرۃ اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا ینقض قال وبہ اجاب تتبعہ الخیر الرملی فلیحفظ اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دین کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے انکے تابع خیر الدین رملی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہون نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اُس سے متصل ہو گا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ۔

باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا ای فی الاجرۃ

یہ باب ہے اُس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارہ یہ باب ہے اُن افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں تصح اجارۃ حانوت ای دکان و دار بلا بیان ما یعمل فیہا لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اُس فعل کے جو اُنمین کیا جاے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اُسمین سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت نہیں ہے و بلا بیان من یسکنہا فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ و غیرہا کما سیجی اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی وله ان یعمل فیہما ای الحانوت والدار کل ما اراد فلہ ان یربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید ان ضر بہ یفتی قنیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو یعنی گاڑی اور اپنے جانور اُنمین باندھے اور لکڑیان توڑے اور اُسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنا دے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اُسوقت جائز ہے جبکہ جانورون کیواسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو معطل نہ بنادے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید ان کان لا یضر یمنع علیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوی ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ اُسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اُس فعل سے راضی ہو جاے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ لا یسکن بالبناء للفاعل او المفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذالک فی عقد الاجارۃ لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو یہ بات درست ہے سوے اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اُسکی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے ہم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حداد کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے ہے ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر شروط ہونے میں مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اُسی کا قول مقبول ہوگا وان اقاما

البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لانہا تثبت الزیادۃ کذا فی الخلاصۃ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی
الخلاصۃ وفیہا استاجر للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے تو اسکو اسمیں آہنگری درست
ہے اگر گاذری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل ما لیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لایجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے
جو اسکو درست نہیں ہے تو اسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اس کام سے عمارت منہدم ہو جاوے تو اسکا تاوان دیوے اور اس صورت میں کرایہ
نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولہ ان یسکن بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل بطل
فیہ التقیید لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے کہ آپ رہے اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال
کرنے والے کے اختلاف سے اسمیں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ قید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف
ما یختلف بہ کما سیجیٔ بخلاف اس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مثلاً چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا
کہ اسمیں تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف استعمال کے تو تاوان لازم ہوگا بصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو
اجارہ دیوے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی خیرات کرے ہم یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات
کرے اپنے صرف میں نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئاً مگر دو صورتوں میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے کہ گھر کو کرایہ دیوے
مخالف جنس سے یا گھر میں کچھ درستی کردی ہو ہم خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی
کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کردے یا اس پر دروازہ لگاوے کہ ہوئی نے کہا اگر ناد دینا اصلاح میں داخل نہیں ولو آجر بالمؤجر لا تصح وتفسخ الاجارۃ
فی الاصح بحر معزیا للجوہرۃ وفی تصحیح علامہ قاسم قنیۃ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق
میں جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو غور وارد رہے یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وحاشیہ وغیرہ سے نقل کریگا
وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان یزرع فیہا ما شاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب
صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اسمیں بوئی جاویگی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیا ہوں
اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم
مزروع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسد پلٹ کر صحیح ہوجاویگا اسکی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار
نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان
زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جبکہ جہالت دفع ہوگئی
زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت
ہے ہم اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے
واسطے اور بدون دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع
جائز ہے اور اسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف میں
ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاشتغالہا بالسقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد
جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہ ہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے آ غیر یا وہی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہے تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیتی کاٹے اور
زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکر جائز ہو جائیگا مالم یستحصد الزرع فتجوز ویومر بالحصاد والتسلیم بہ یفتی بزازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ
جائز نہیں جبتک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرہا مضافۃ الی
المستقبل فتجوز مطلقا مگر جبکہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ہو بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی العمادی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ اور کہا اولا فتاوی قاری الہدایہ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایہ وفی الوہبانیہ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ وابتداء
المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اسکے خالی کر دینے
کا اور ابتداے مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وتمامہ فی المتفرقات اور اشباہ
میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آوے گا وتصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے
اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں
کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر ہے اجارہ
زراعت کے واسطے نہیں ہے یا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما
سو اگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے ہم حموی
نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کیا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا بان تقوم الارض بہما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جبکہ موجر مستاجر کو کھودے ہوے مکان یا درخت کی قیمت کا
تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر
تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار وتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہو واسطے
کہ اسمین مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب ہے یغرم پر عطف ہے قال فی البحر وہذا الاستثناء
من لزوم القلع علی المستاجر فافادانہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص تملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا
اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں
اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کرکے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو
اسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس
لہذا والارض لہذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجر کی شارح نے کہا یعنی عطف ہے بعذر پر یہ و بہذا الترک ان یا مر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجراہا لثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض
بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ یعنی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھود دینے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ
اجارہ ہے والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور دونوں شخص اجرت کو زمین
کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی ثم مثلاً اگر زمین کی قیمت
دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو ہو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن
القیم ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون
اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھود ڈالنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اسکی قیمت دلا دینے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کیجاوے
الی اخر العبارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلا دے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارضا وقفا وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر
استبقاؤہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین
اجارہ لی اور اس میں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہے جبکہ اس باقی
رکھنے میں وقف کو ضرر نہو اور جنپر زمین وقف ہے وہ نہ مانیں سوا اسکے کھود دینے کے تو انکو اسکا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ ثم ظاہر بیان مصنف سے دلالت
کرتا ہے کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا حکم
اور اسعاف اور حاوی میں قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اسکے کھود دینے پر بنانے والے پر زبردستی کیجاوے انتہی اور علما
ذکر کیا ہے کہ قنیہ کا نرالا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابوں کے مخالف ہو یا اسکو خلاف مشایخ پر محمول کیجیے کذا فی الامداد مختصرا
قال فی البحر وبہذا العلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضا فی اوقاف الخصاف بحر الرائق میں کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ
معلوم ہوتا ہے اور وہ اوقاف خصاف میں بھی منقول ہے یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط اجتماع عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر باقی رکھے اور
اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کے واسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہے خلو کا جو اول کتاب البیع
میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھود ڈالا
جاوے مدت گذر جانے کے بعد رطبہ مابین شجر اور گیاہ کے ہے فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں بیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال ہوتا ہے اسواسطے وہ
در حکم شجر ہے نہ در حکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابدا وانما یقطع ورقہ ویباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے جسکی جڑ زمین
میں ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑے جاویں اور بیع ہوں اما اذا کان لہا نہایۃ معلومۃ کما فی [illegible] والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع فیترک
باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق
یہ ہے کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑی جاوے اسیطرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اسکو
تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم مولی اور گاجر کی مثال درست نہیں ہے اسواسطے کہ ایکبار اکھاڑ لینے
سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الحلبی فلیحفظ تقیید میں کہتا ہوں
یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایسی چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا نیشکر [illegible] اور سرکنڈے تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کما فی فتاوی ابن الحلبی
تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جاوے اجرت مثل لیکر اسکے

پکنے تک دونوں جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہی پس اگر مدت مذکور ہو چکا ہم یعنی مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہوا تو
پکنے تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہی جو دونوں میں مقرر ہو چکی بخلاف موت احدہما قبل ادراکہ فانہ یترک
بالمسمی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان ابقاءہ علی ما کان اولی ما دامت المدۃ باقیۃ اما بعدہا فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا موجر کہ کھیت
پکنے سے پہلے ہو اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہو گیا ایک شخص کی موت سے ہو اسواسطے کہ اسکا
باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہی جبتک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاے مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی ویلحق بالمستاجر المستعیر کما فی الدرر اکا اجر
المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہی تو تعرض نہ کیا جاے کھیت سے اسکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر اسنے
چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر لون اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجرت مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر یہی حکم
ہی عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیومر بالقلع مطلقا لظلمہ اور غاصب کو کھیت اکھاڑ
ڈالنے کا حکم ہوگا اسیطرح اگرچہ کھیت پکا ہو اسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب العدم ہی نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولہم یترک الزرع باجر المثل قضاء وتقدیرا
حتی لا یجب الاجر الا بالعقد کما فی القنیۃ فلیحفظ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہاء کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نہ کیا جاے اجرت لیکر مراد یہ ہی کہ قاضی کے حکم
سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہوگی بلکہ قضاء یا عقد متعاقدین سے چنانچہ قنیہ میں ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا
فی البحر وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہی کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر
لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہی اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ اور مین کافی سے منقول ہی کہ اگر
بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہی ولا تصح اجارۃ الدابۃ لیجنبہا ای لاجل ان
یجعلہا جنیبۃ بین یدیہ بلا رکوب اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اسکو خالی لے چلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اسکو کوتل کر لے چلے اپنے سامنے
اور اسپر سوار نہ ہو ولا تصح اجارتہا ایضا لاجل ان یربطہا علی باب دارہ لیراہا الناس فیقال لہ فرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اسکو
باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلا صاحب خانہ کا ہی او لاجل ان یزین بیتہ او حانوتہ بالثوب لما مر انہا
ای ہذہ منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارات ثلثہ مذکورہ اسی دلیل سے
جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں مذکور کر چکے کہ جانور کا کوتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت
غیر مقصودہ ہی گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیان اور چاندنیان کرایہ لے تا اپنے گھر میں انکا فرش کرے اور انپر نہ بیٹھے اور نہ سووے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جبکہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا لو استاجر بیتا لیصلی
فیہ او طیبا لیشمہ او کتابا ولو شعرا لیقرأہ او مصحفا شرح وہبانیہ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اسمیں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سونگھنے
کے واسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا
نماز کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہیں اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت
انتفاع کی جہالت سے ہی تو اگر مدت معین ہو جاے تو اجارہ صحیح ہی اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے
تو بھی اسیطرح کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی وان لم یقید بالرکب واللبس ارکب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی آ
اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جسکو چاہیے سوار کرے اور جسکو چاہیے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسیطرح کی تعمیم ہی کہ مستاجر کہے موجر سے کہ سوار کروں یا

پہنائونگا جسکو مین چاہونگا کذا فی الحموی) اور یہ مراد نہین ہے کہ رکوب مطلق کہے اسواسطے کہ یہ اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح ذکر کریگا
وتعین اول راکب ولابس اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہوجاویگا کہ یہی شخص
اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اسپر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذا فی الدرر عن الکافی وان لم یبین من یرکبہا فسدت للجہالۃ اور اگر مستاجر نے
بیان نہ کیا کہ کون اسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو یون کہنا صواب تھا (ولو استاجرہا للرکوب مطلقا)
یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے
کذا فی الطحطاوی وتنقلب صحیحۃ برکوبہا او لبسہا اور اجارہ فاسد مذکور پلٹ کر صحیح ہوجاویگا جانور پر سوار ہونے سے خواہ مستاجر آپ سوار ہووے یا غیر کو سوار
کرے از راہ استحسان اجرت مسمیہ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی
تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہائی تعیین کو ابتدائی تعیین کے مانند قرار دیتے ہین اور سوار پر تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے
اسواسطے کہ وہ متعدی نہین بجہت عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید براکب او لابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور
اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والیکی قید لگائی سو مستاجر نے اسکے مخالفت کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ جانور ہلاک ہوجاوے اور اسپر اجرت نہین (زیادتی کرنے والا)
اگرچہ اسنے تسلیم کی بوجہ مخالفت سے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی واقفیت مین متفاوت ہوتے ہین اسواسطے کہ اکثر ہلکے اور پتلے بھی
کہ انکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقفکاری کے اور بہت موٹے تازے بھی جنکی سواری سے جانور کو ضرر نہین ہوتا کیونکہ سواری سے
واقف ہوتے ہین بخلاف ما لا یتفاوت فقید فیہ حدادا وشبہہ حیث یجب الاجر والعلم لانہ لما لم یبین لم تتحقق المخالفۃ وانہ مما لا یوہن الدار کما فی الغایۃ بخلاف اس
دکان کے جسمین مستاجر نے مثلا لہار کو بٹھلایا اسواسطے کہ اسمین اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہوا اسواسطے کہ جب اسنے دکان
تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہین کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہین کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحطاوی نے کہا اسمین گفتگو ہے
اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانہ مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہین ہوتی ہم یہ دلیل ہے
مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی البحر ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط اور جانور کی سواری کے مانند حکم مین ہر چیز ہے جو متفاوت
اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ درحکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ کے کھڑے کرنے مین
اور مکان نصب کے تجویز کرنے مین اور اسکی میخین گاڑنے مین متفاوت ہوتے ہین بعضے با سلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہین اور بعضے
بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہین اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم مین نزاع اسمین ہے کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہین (اور رسیان اجرت
وفیما لا یختلف فیہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لان التقیید غیر مفید اور جس چیز مین تفاوت نہین باوجود اختلاف
مستعمل کے تو اسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ مین ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اسکے غیر کو اسمین بسنے دے اسواسطے
کہ مذکور ہو چکا کہ یہان قید لگانا مفید نہین وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار
کا چنانچہ گیہون بقدر ایک کر تو مستاجر کو اسکے مانند اور اس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ ترضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا کہ گیہون سے زیادہ ہے
اسمین بارہ صاع غلہ سماوے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمینا اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہون کے برابر اور گیہون کے
وزن کے برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہون کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہون کے عوض جائز نہین والاصل ان من استحق منفعۃ
مقدرۃ بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو یا اسکی

سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ
روایت میں جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صور
مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی وبلا تعرض رحلا لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ کذا عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف روایت
کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہریگا تو اسپر اجرت لازم ہوگی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ
کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل بالمخالفۃ فاینا مل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ جبرہا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج
وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وجوب اجر مع الضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کیونکر یہ ہو
اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے
سوار ہو یا پیچھے دونوں صورتوں میں حکم یکسان ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا
ذکر بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب بار ولیت ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا ہوا اور اجتماع تاوان
کا اجرت کے ساتھ وہاں ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہوجاوے اور یہاں ایسا نہیں ہے فان استاجرہا لیحمل علیہا مقدارا فحمل
علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ ترلادا اور وہ ہلاک ہوگیا تو
تاوان دے بقدر زیادہ بوجھ لادنے کے ہم مثلا تین من لادنا مقرر ہوا تھا چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے کہ تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا
تاوان لازم ہوا وہذا لو حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عمادیۃ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خود
مستاجر اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی العمادیہ خواہ کم
زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیوں نہ قبول کیا تھا علامہ
مقدسی نے کہا اسمیں تامل ہے اسمیں اشارہ ہے کہ تاوان مستاجر کا سبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کے تتمہ
تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملاہ معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ وہدر فعل ربہا یعنی اور اگر مستاجر اور
مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا
فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی العینی ولو کان الیشلانی یقینین فحمل کل واحد منہما جوالقا ای وعاء کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا اتفاقا فلا
الضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلا گیہوں ہوں دو گون اور مستاجر اور مالک ہر ایک نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد
اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک بار ہے کہ جیسے کے مانند مثلا ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر ہو الوجہ
ثم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا
پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ ہو ما یوجد
فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی فتنبہ
میں کہتا ہوں اور جو خلاصہ میں ہے وہ اس متن کے بعض نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی

پھر جانور کے مالک نے اور اگر اُسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصہ توضیح وار بہر صورت
قول غیر مقیدہ وہذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق مثلہ اور یہ یعنی سابق اولی میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادتی نقل کے
اسوقت ہے جبکہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر
للحمل والضمان للزیادۃ غایۃ اور جبکہ جانور اُتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور
مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنیکے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنیکی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب اسلئے
سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں جمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے
کہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ
ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہے
تو اگر زیادتی اُسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا جیسا کہ اس صورت میں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال لم یعتبروا الاجر او طلعت لتعدد وجوب المسمی فقط وان جاوزہا المستاجر الی منافع الغصب لا تضمن عندنا
صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جبکہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط
مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکۃ اور ظہور وجوب مسمی
سے معلوم ہو گیا کہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جبکہ حمل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہونچا تو زیادہ لادنے سے کچھ کا استحقاق
ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا وکبحہا باللجام لتقیید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے
درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کرایہ کے
مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہان تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جاوے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب او الوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بزجرہ
تعزیرہ تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مر جاوے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا
لا یضمن بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام
کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے
قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا یضمن بسوقہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایۃ ان للمستاجر الضرب
للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ
اباحت ضرب متفاد ومعلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربہا اصلا وتمامہ فیما زاد علی التادیب اور مالک
کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اُسکو بالکل نہ مارے اور اُس سے مواخذہ ہوگا اُس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہو ہم یعنی
ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جبکہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج ووضع الاکاف سواء یوکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے
زین کے اُتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا
اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت
نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالاسراج بما لا یسرج بمثلہ ضمن جمیع قیمتہ اور اسطرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس

گدھے پر نہیں باندھا جاتا اُسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہی تو تاوان لازم نہیں مگر بصورت زیادت
وزن حقائق میں عیون سے منقول ہی صاحبین کے قول پر فتوی ہی کذا فی الطحاوی ولو تبدلہ او اسرجہا مکان الاکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا
فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپر باندھا جاتا ہی یا بجاے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ ہوگا مگر جبکہ تول میں
زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ھم یعنی اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین ہو چار سیر کا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجر بلا ضیر لجام فالجمہا بلجام لا یلجم بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا در صورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے
پھر اُسکے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم
ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدلکر لگائی جیسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی ہو اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ھم
طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر متعدی ٹھہرا و سلک طریقا غیر ما عینہ المالک وتفاوتا او تا بعد او
وعورا او خوفا بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغائر تھی اُس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہیں
متفاوت تھیں دوری یا سختی ہونے یا خوف میں اسطرح کہ لوگ اُس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قیدہ بالبر مطلقا سلکہ الناس
او لا لخطر البحر فلو لم یقیدہ بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لا دلیگیا دریا میں جبکہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ
لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب خطرہ ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی ثابت ہو جانے سے وان بلغ
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا یا دریا کی راہ سے تو اُسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے
یعنی تو گویا اُس سے مخالفت متحقق نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے
گیہوں بونیکا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر نقصان ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہی گیہوں سے یعنی اسواسطے کہ
رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجیء اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اسواسطے کہ رطبہ
بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہی اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنی میں اجرت ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضررا لا
یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان میں مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب
ہوگی ھم اقل مضرت کی صورت یہ ہی کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہوں بویا وضمن بخیاطۃ قباء وامر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اُسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھم قبا اُسکو کہتے ہیں جسکا آگا کھلا ہوا اور
قمیص وہ ہی جسکا آگا اور پیچھا دونوں سیا ہو وله ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثله لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اُسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہی قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہی یعنی
اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہی جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا لو اخاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح قنیۃ
الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جبکہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہی اصح قول میں یعنی مستاجر
مختار ہی چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اُسکی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہی ھم درر میں تخییر کا حکم در صورت قمیص اور قبا
کے مذکور ہی مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا اتفاقی ہی ہر مخالفت کا یہی حکم ہی وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض و
ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو اتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز
کیواسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی ولو صبغ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض خلاصہ
اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشہ والوں کے نزدیک تو
سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان ہو کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان
اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول و عرض اور آستین اسقدر ہو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو
معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اسکا تاوان ہے وقال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص
کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اسکو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہیں تو اسپر تاوان
لازم ہوگا یعنی ہے اسواسطے کہ اسنے دھوکا دیا ولو قال اکفینی قمیصا فقال نعم فقال فاقطعہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا
کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہیں کرتا تو اسپر تاوان لازم
نہیں ہے اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بسرقۃ او مطر ضمن لو
السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اترا میدان میں اور وہاں سے کوچ نہ کیا یہانتک کہ مال فاسد ہوگیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش
وہاں اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا یعنی ہے اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہاں کے چھوڑنے سے اور اگر
غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ میں ہے مددگاری
چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اسکا مال بیچدے سو اسنے مزدوری مانگی تو انکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت اسنے مال بیچدیا پھر مزدوری مانگی تو
اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں وکذا لو
ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کرانے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوب اور عدم وجوب
اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر
عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اسکو کپڑا بننا سکھا دے اور مولی نے استاد پر
ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام
میں معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولی کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد کو
لازم ہوگی کذا فی الدرر وعن قاضی خان فیمن استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وہو قولہما والیہ رجع الامام
کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک
ہوگیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا صحیح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقا اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے
رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ضمن مطلقا یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت
یہانتک کہ تاوان لازم آویگا مطلقا مکان معہود کے تجاوز سے وفیہ خوفوا المکاری فرجع واعاد الحمل لمحلہ الاول لا اجرۃ وینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگوں نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والیکو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اسپر زبردستی کیجاوے
دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی الصباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ ورد علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو

تاُسکو رنگنے کے مقدار اجرت پر پھیر مالک بولا کہ اُسکو مت رنگ اور مجھکو پھیر دے سو اُسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو رنگریز پر تاوان نہیں ذخیرہ
سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلا لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وامتنع بسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اُس شخص کے
حکم کا سوال ہوا جسنے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ اُسکا کام کرے زمین میں سو جب کہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اُسکے سبب
کیا اُسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فرضیت فحملہا دونہا ہل للمکاری
الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اُسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہو گیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے موافق
کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ مستاجر اسقدر کے لادنے پر راضی ہو گیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتوہین البناء
وحکم القاضی بمنعہ ہل یسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا الا اذا منعوا من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی ہو اُسکو پڑوسیوں نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے
مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کرایہ ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر میں پیسنے سے منع نکیا
جائیگا ہم مراد یہی ہے واللہ اعلم کہ لوگ اُسکو چکی نہ پیسنے دیں یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دیں کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ فغرق مدۃ ہل
یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے
جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوہبانیۃ ما یسقط فی وقت العمارۃ مثل ما لو انہدم بعض الدار فالمدہ تحرر اور وہبانیہ میں
ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت میں مانند اُس صورت کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جاوے تو انہدام تخمین کیا جاوے یعنی مقدار انہدام
تخمین کر کے بقدر اُسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے گر جانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آجر یقدم فیہا قول الآمر اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار
میں تو اسمیں مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں
مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے
کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجر بمجرد الامر یعنی الآتی تنور وبالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ میں کہتا ہوں
اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اُس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو مجرد امر کرنے سے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ کے بنانے میں رجوع مجرد امر سے نہیں کیونکہ
ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجر پر ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں مذکور ہے
اسطرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بناوے مالک کے امر سے تو جسقدر اُسکا صرف ہوا امر سے پھیر لے اگرچہ رجوع صریحا شرط نہو پھر
قاضی خان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ میں رجوع مجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی ما فی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح ہے نہ مفاد ولو خرب
الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ ما لم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہو گیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہیں ہو جاتا
جب تک اُسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے ہم اگر بعض مکان گھر کا منہدم ہو گیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے حیلہ سے قاضی کی
مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی اُسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کر دے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بنیت لا خیار لہ
اور جبکہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا وفی سکنی عرصتہا لا یجب الاجر قالہ
ابن الشحنۃ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ ارید المسمی لا اجرۃ المثل او حصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتاملہ وسیجئ فی فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے پیش
دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں کہ اسکی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت

معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اُس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونیکا کوئی قائل نہیں اور فسخ اجارہ کے باب میں وہ قول ذکر کیا جو لزوم اجرت کا
مفید ہوگا سو خبردار رہنا ہم باب الفسخ کا قول کہ کرایہ ہے یعنی سے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور وہ مکان ہوا سے پیسنے کے لائق انتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت
لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اُس کے حصہ کے اجرت لازم ہوگی انتہی در فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی گھر
منہدم ہوجاوے تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ پیش دروازے سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی استاجر حماما وشرط حط اجرۃ شہرین للعطلۃ فان شرط
حط قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کرلی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البزازیہ
ہم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون علی رب الدین
خزانۃ الفتاوی کرایہ قیدخانہ کا اور اجرت قیدخانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی یعنے اسواسطے کہ اُسی
کے واسطے تو مدیون مقید ہوا ہے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لا یلزمہ الکراء لہذہ السنۃ لانہ لم یسکنہا علی وجہ الاجارۃ
کذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی ید امرأتہ لان المرأۃ لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک برس
سال اُسمیں رہا تو اُسپر کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسیطرح اگر مدت اجارہ ہوجاوے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر
کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اسواسطے کہ عورت اُسمیں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دارہ کل شہر بکذا فلکل الفسخ عند تمام الشہر فلو غاب المستاجر قبل تمام الشہر
وترک زوجتہ ومتاعہ فیہا لم یکن للآجر الفسخ مع المرأۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ اجارتہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی فتنعقد الثانیۃ فتخرج منہا المرأۃ وتسلم
للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے
سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اُسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مستاجر کا خصم نہیں اور مستاجر کی عورت
سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ
منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اُسمیں سے نکلیگی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقود میں سے عقد فاسد وہ ہے کہ اصل مشروع ہو نہ وصف
اُسکا ہم عدم مشروعیت وصف جہالت سے یا اُس شرط کے اشتراط سے عارض ہوتی ہے جسکو عقد مقتضی نہیں والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ
اور عقد باطل وہ ہے جو کسیطرح مشروع نہو نہ اُسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اُسکا ہم اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا العوض مردار اور خون کے اور بت تراشی
یا تصویر بنانے کیواسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب
ہونا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اُس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو اُس عمل میں یعنی جو ایسا
کام کرتا ہو اُس مال اور مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو لوگوں میں تو متوسط کا اعتبار ہوگا
اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اُسکا سبب حرام ہے یہ قول ہے حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں یہی قول صحیح تر ہے اور اجرت مثل
وہاں علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور درصورت تسمیہ اجرت مثل اجر مسمی سے زیادہ نہوگی اور ظاہر ہے کلام شارح اُسپر دلالت کرتا ہے کہ درصورت تسمیہ
اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجر فیہا بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت
نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ

فاسدہ

فاسدہ مین منافع مستاجر کی ملک مین نہین آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد مین مبیع مملوک ہوجاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے
بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارہ فاسدہ کے کہ اسمین منافع مملوک نہین ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا
تو اسکو جائز نہین کہ اور شخص کے اجارہ مین دے ولو آجرہا وجب اجر المثل ولا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر معزیا للخلاصۃ اور اگر مستاجر نے اسکو اجارہ دیگا
تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک موجر اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے
خلاصہ سے منقول ہے فی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جازت وقیل لا اور اشباہ مین ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ہم
معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز مین دو قول ہین اور دونو کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی
العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہین وہ شرطین جو مقتضائے عقد کے مخالف ہین ہم چنانچہ پن چکی کے اجارہ مین شرط ہوئی کہ اگرچہ پانی منقطع ہوجاوے
تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر تفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ
ومدۃ وعمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر او خراج ومؤنۃ رد اشباہ جو چیز بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہوچکی وہی
چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے
گھر کی مرمت اور اسکے مصارف اور زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہونچا دینے کا خرچ شروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ
یہ ہے کہ اعمال مذکورہ تمہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہین اور جہالت بعض اجرہ موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ
لابی السعود وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ افتح المسائل وعمادیۃ من الفصل الثلثین اندر
شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو
اجارہ دے یا دو شریکون مین سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ افتح المسائل اور عمادیہ مین ہے تیسوین فصل سے ہم فصولین مین ہے کہ ایک زمین مشترک ہے
چند شخصون مین تو اگر ایک شریک سب شریکون کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہین واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد علی
الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر لواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری
اجارہ کا مفسد نہین بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ
دی پھر ایک موجر مر گیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصون کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مر گیا ہم صورتین اخیر تین مین میت کے حصہ مین اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ
کے حصہ مین اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کما لو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز مین اجارہ کر
پھر بعض مین فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ مین چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہوجانا ہم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اسکی دو تدبیرین
ہین ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب مین مشاع کا اجارہ جائز ہے سو
وہ اسکے جائز ہونیکا حکم دے الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز وشیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جبکہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے
دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا
یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال مین یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ مین ہو یا غیر محتمل مین اور اسی قول پر
فتوی ہے کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق مین یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح مین رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی مین ہے ایسا
شاذ ہے جسکا قائل معلوم نہین تو وہ اعتماد کے لائق نہین ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین مین ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور یہی

اعتماد کیا ہے اور یہ بات صحیح ہے اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرایا قلت فی البدائع لو اجرنا ما یحتمل القسمۃ فقسم ... جاز لزوال المانع ولو ابطلہا الحاکم ثم حکم
میں کہتا ہوں بدائع میں ہے اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے بسبب دور ہو جانے
مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں ... جامع
فصولین میں الفصل الحادی والعشرین یعنی اکیسویں فصل میں ہے اور فتوی دیا جاتا ہے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اسکی دوسرے شخص کی چنانچہ
فصولین میں ہے اکیسویں فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے یعنی اگر صاحب عمارت اسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اسکے غیر کو تو جائز ہے
اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجہالۃ المسمی کلا او بعضا کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا
المستاجر بعضہ ورثۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا
سو درہم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی
اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہوگا اور کپڑا اور جانور تمام اجرت کے مجہول ہونے کی مثال ہے اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کونسا کپڑا اور کونسا جانور اور سو درم
اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وتفسد بعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نام نہ لینے سے یا شراب یا سور کے نام
لینے سے اور عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فاذا
فسدت بالاخیرین لجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت سے
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی متوسط اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہ ہوگی مسمی سے علم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں خلل ہے اس واسطے کہ
دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں اس واسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ
حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہ ہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل
کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہی کیوں نہ ہو بسبب نہ ہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا جاوے ولا ینقص عن المسمی
اور اجرت مثل کم نہ ہو مسمی سے علم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع الیہ کے مخالف ہے وان فسدت بالشرط او الشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد
اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہ ہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو
اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوگی بسبب راضی ہو جانے موجر و مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے علم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ
میں اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا میں عدم زیادت علی المسمی اس واسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ انکی قیمت عقد یا شبہ
عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جبکہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اس واسطے کہ عاقدین اسکے
اسقاط پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول او معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسطرح لائق
ہے اس واسطے کہ عبارات قوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے
واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ
لیا اس شرط پر کہ مستاجر اسمیں سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اسمیں سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو علم یہ فساد
اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر
علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی مجہول ہے تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت

قاعدہ مذکورہ سے یہ استثنا نہ بطور لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمی فافہم وعلی کل فلا استثناء حقیقۃ لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت
مسمی کی طرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر یہ استثنا تو نہیں ہے تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہے تو استدراک
بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر پہ کہنا بھی بلا وجہ ہے اس واسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت فینبغی استثناء الوقف الان لو اجب فیہ اجر
المثل بالغا ما بلغ فتامل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اس واسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جس قدر کہ اجرت مثل
ہو سو غور کر فان اجر دارہ تفریع علی جہالۃ المسمی بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ فی الباقی من المدۃ
سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کے واسطے اجرت مثل دینی پڑیگی
جس قدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ عبارت سمی پر متفرع ہے آجر دارا او حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی یعنی کہا
دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل منہما نقضہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل
ہوا ایسی چیز پر جسکی نہایت معلوم نہیں جیسا کہ بچپن یا ایام اور شہر تو اسکا کمتر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ
فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ختم ہو چکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ای اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی صح ایضا
اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہیگا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اسکا دن ہے عرف
میں اور اسی کا فتوی ہے حکم یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں
وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار
ہے ہر چند اول ماہ رویت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاند رات اور اسکا دن معتبر ہوا کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی
ینقضی الا لعذر بکالو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر
نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اس واسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کی
مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور
معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے ہم یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا
فی السراج وان آجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم تسویۃ اور جبکہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت
مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر تقسیم ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتداء مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں
مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہے والا فوقت العقد اور اگر ابتداء مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے
فان کان العقد حین یہل بضم یاء وفتح ہاء ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبر بالاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جبکہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں
کا شمار چاند رات کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا وفتح ہا یعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا
فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہ ہوا ہو تو مہینوں کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا یتم الاول بالایام
والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے یعنی اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ تیس دن کا ہوا

توسال تمام ہوگا دوسرا سال کی نیچہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر
عبدا باجر معلوم و بطعامہ لم یجز کما تلبعض لاجر کا مرنوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے
بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی خوراک مجہول ہی یعنی معلوم نہین کہ خوراک کسقدر آدہ
سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہی مبسوط مین ہی کہ جس اجارہ مین خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہی وہ اجارہ فاسد ہی یا دایہ کا اجارہ
کہانے اور کپڑے پر درست ہی انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے
قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ مین تو غلام کہاتا ہی مستاجر کے مال سے بنابر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی و جاز اجارۃ الحمام
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ وللتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف
لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہی کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے ہین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہان کے
ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہی تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہی اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین ہوتا ہو اسیواسطے مین ہی کہ دخول
حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما راٰہ المؤمنون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما
ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہی مین کہتا ہون اور اہل حدیث
کے نزدیک مشہور یہ ہی کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہی یعنی یہ قول صحابی کا ہی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان
کیا ہی ہم مقاصد حسنہ مین ہی کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہی کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل دیکھے سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک ہی اور جسکو
مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہی اور یہ حدیث موقوف حسن ہی اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین مذکور کیا ہی کذا فی الطحطاوی یہ حدیث
حجیت اجماع کی دلیل ہی و جاز بناؤہ للرجال و للنساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے
کے واسطے جائز ہی یہی قول صحیح ہی بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہی اسواسطے کہ عورتون کے نہانے کے اسباب بہت
ہین وکراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہی اس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو
کذا فی الزیلعی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام فی قول وقیل الا لمریضۃ او نفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق کشف
العورۃ وقد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات مین ہی اور مکروہ ہی عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورت بیمار اور نفاس
والی کو جائز ہی اور قول معتمد یہ ہی کہ مطلقاً کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین بے پردگی کے ثبوت سے اور
اسکا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہو چکا ہی و الحجام لانہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطا اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ
جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہی و الظئر
باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہی بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے
کیواسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظاء معجمہ و سکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہی و کذا بطعامہا
وکسوتہا ولہا الوسط وہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کہانے اور کپڑے پر جائز ہی اور اسکے واسطے
متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہی اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہی

بچے کی خدمت اور شفقت سے ہم فتاوی کبریٰ میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین
اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت (وقت معین کرنا ۱۲)
نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہیں ہے وللزوج ان یطأہا خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے بخلاف امام مالک کے کہ انکے
نزدیک جائز نہیں لا فی بیت المستاجر لانہ ملکہ فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت کرے اُس سے مستاجر کے گھر میں نہ اسواسطے کہ گھر مستاجر کا ملوک ہے
تو آمین داخل ہو مگر اسکے اذن سے وللزوج فی نکاح ظاہر ای معلوم بغیر الاقرار فسخہا مطلقا شانہ اجارتھا او لا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اُس
نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اسکو عیب لگتا ہو بواسطہ اسکی شہرت
یا عیب نہ لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان علم باقرارہما لا یفسخہا الان قولہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونوں کے
اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نہ کریگا اسواسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وفجورہا فجورا بینا
ونحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اسکی بیماری اور اسکی ظاہر بدکاری سے اور مانند اسکے
اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ لڑکا اسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہے یا دایہ سارقہ ہے یا لڑکا اسکا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل
جو ہم صغیر کو مضر ہو تو اسکا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر ظئر ہو اسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے مستثنی
ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی لا بکفرہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اسکا صغیر کو ضرر نہیں
کرتا ولو مات الصبی او الظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا مر گیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہیں
ٹوٹتا ہے اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اُسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال الصبی اجارہ باطل ہوگا وعلیہا
غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن للعرف والمعتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اسکے کپڑوں کا دھونا
اور اُسکا کھانا درست کرنا اور اُسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح دال
عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اسکی شرط نہوئی ہو اجارہ میں تو اس میں
رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اُس پر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اس
قول کو صحیح ترکہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہو جائے اور اُس صغیر کا
کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا ثمنہما ای ثمن شیء من ذلک وما ذکرہ محمد من الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں
اُن چیزوں کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی وہو ای ثمنہ واجرۃ عملہا علی
ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اُسکے دودھ پلانے کی اجرت اُسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال
نہو اور اگر اسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اُسکا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فان ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام
ومضت المدۃ لا اجر لہا سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اُسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اُسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان
المعقود علیہ ہو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ غایۃ اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط ارضاعہا
علی الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اُسنے اُسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اُس عورت کو

یا کہ بکریاں چرائے یا کہ صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی یا کہ سبب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلانے سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے نہ اصح بلکہ فتاوی صغری سے منقول ہے اور قول اوجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو اجرت نفسہا لانہا تقوم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعتہا وفرغت اثمت ولہا الاجر کاملا علی الفریقین شبہہا بالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی البنایہ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ پر دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اسنے دونون لڑکون کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونون فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفا عمل دونون جگہ ممکن ہے بخلاف اسکے مانند اور یہی صحیح قول ہے شرح ابن کمال میں یون مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی لاتصح الاجارۃ لعسب التیس وہو نزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے کے واسطے ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیون پر چھوڑتے ہیں بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اسپر اجرت لینا جائز نہو گا حاشیہ چلپی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہون کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر روے اور اسکی خوبیان بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل غیر ہما یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی طرح طبل قافلہ درست ہے منتقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکون کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہیں تو اسکو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہیں جاتی کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدۃ شرح وہبانیہ من الشرکۃ ویحبس بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاوے اسی قول کا فتوی ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی رغبت جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کرین تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جاوین لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا

اجرت ملیگی دایہ کو دونوں طرف سے

حرام ہے اجرت نوحہ گری اور باجون کی

جواز اجرت تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان

فی المنح وعیسیٰ سرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ باطل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ ضرورت واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر
کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی ما یہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہداء الحلاوی اور معلم قرآن کے
نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں کے شروع کرنے پر چنانچہ
سورۂ تبارک اور فتح اور یٰسین پر دینا اسکی شیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق میں یہ عادت تھی اور اب تو شہر
ہر ایک میں بلاد میں ہے ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل
لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو
بن دے اسکی نصف پر یعنی نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اسکے گیہوں
پیس دے کچھ اسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول
اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم
ذکر کرچکے ہیں بیع الوفا کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتوں میں قادر نہیں بلکہ عاجز ہے یعنی
بعض منسوج یا محمول یا طحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا غیر کے فعل سے ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا ہے
کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ تل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر
یا زمین دی تاکہ دوسرا شخص اسمیں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت دونوں مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا
ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکی عمل کی اور اسیطرح روئی کاتنا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و
بیش پر اور جوار باجرے کا ماندنا یعنی بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور باندھنا اسکے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی
الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز
آٹا ہے اسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر اللہ تعالی روزی دے وہ دونوں
میں نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال میں پانی اونٹ پر لاد لائیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن حامل کا ہوگا اور حامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم
ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنے والے کا ہے اور
جال کی اجرت مثل اسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دیں اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں
نصفا نصف ہیں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اسنے اپنا چارہ دیا تو اسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف
ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گائیوں اور مرغیوں کو اسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون
ہے دوسرے شہر میں ہے اسنے مزدور سے کہا کہ اسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لادیگا تو تجکو دس درم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور
مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ معنی قفیز طحان ہیں کذا فی العالمگیریۃ ہم تمام مسائل مذکورہ
قفیز طحان میں داخل ہیں والحیلۃ ان یفرز الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل مذکورہ میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت پہلے سے جدا
کرلے یعنی جلاہا کو سوت اور حمال کو طعام قبل النسج والحمل دے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یوں نہ کہے کہ اس گیہوں
کا آٹا پھر اسکو ایک قفیز آٹا اسکے پیسے آٹے سے دے تو جائز ہوا اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کی طرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا معجل

مشار الیہ ہونا جائز ہے اسیطرح اُسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اُسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے
کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ
غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کا
من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اُسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لاد لیجل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اُسنے پورا من لادا تو اُسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی
کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اُس غلہ کو لادے جو اُسمین اور اُسکے غیر مین مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہین ہوتا اسواسطے کہ جو عمل اپنے
شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا دفع اشکال از زیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین
اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اُسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح مین امام زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال ذکر کیے ہین اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور
حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مملوک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر
ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب
یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین ہے اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بسبب عقد اور
تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ
شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفار معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین تنافی نہ ہوئی بلکہ اول سودی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ
یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کردینے اجرت کے
اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلا نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت
واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال صرحوا بان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا تخصیص عنہا شئی بالعرف کما زعمہ مشائخ بلخ
نے اپنی شرح مین کہا اور علمانے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زیلعی مین ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے عمل
باہم کو بعض معمول اور نسیج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر محمول کرتا ہے
حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہے تعارف سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کی نص اسکو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص
ہوجاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا ہے کہ استصناع مین قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اسکی تخصیص ہوگئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس
تخصیص کو جائز نہین رکھتے ہین اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اسی سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہوسکتی بخلاف استصناع کے کہ اسکا رواج جمیع بلاد مین
ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوجاتا ہے انتہی اور عنایہ مین ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے
بعض معانی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے کپڑا بننے مین تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص
مین عموم ہی نہین کہ اسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی او استاجر خبازا لیخبز لہ کذا کقفیز دقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما فیفضی
الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منہ الیوم جازت اجماعا یا نان پز سے اجارہ کیا کہ اسکو اتنے لیے مثلاً ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درہم کی مزدوری
پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر
اجارہ کرے کہ آج ہی اس روٹی پزی سے فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام و صاحبین کیونکہ جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

اور کوئی اُنمین سے اونی نہین تو یہ جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہین تا تو گویا یون کہا کہ اگر
بعض یوم مین تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو نان پزی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی النہایہ مختصراً او اضیا بشرط ۔ شہنہا ای یحرثہا
مرتین ویکری انہارہا العظام او لیسیر فیہا البقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اسکو دوبارہ جوتے یا اس شرط پر
کہ زمین کی بڑی نہرون کو کھودے اور صاف کرے یا زمین مین مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کامونکے اثر کے مالک زمین کیواسطے
تو اگر انکا کچھ اثر باقی نرہے تو اجارہ فاسد نہوگا م دو بار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت
دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیون کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کیواسطے مفسد اجارہ نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے
کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہین اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کیواسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا
تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے جیسا کہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس
ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری لما یجیء ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے
اجارہ لیا کہ مستاجر زمین مین زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے تو اجارہ فاسد
ہے اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے م مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ سکنے
کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل مین اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات مین ہے اور یہان مقدرات مین گفتگو نہین تو بہتر تعلیل
یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اگر
جنس مین اگر استیفائے منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف و قولہ فسدت جواب الشرط وہو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ
قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اسکے جمیع معطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجرہا علی ان یکربہا و
یزرعہا او یسقیہا ویزرعہا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اسکو جوتے اور بووے یا اسکو سینچے اور بووے اسواسطے
کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لیحمل طعاما مشترکا بینہما فلا اجر لہ لانہ لا یعمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک
سے اجارہ کیا اس غلہ کے لادنے کا جو دونون مین مشترک ہے تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہین اسواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل
خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہوگا م اور اگر شریک کی ناو یا گرہی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اسکے غلام یا جانور
کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیہ کراہن استاجر الرہن من المرتہن فانہ لا اجر لہ لنفسہ بلکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن
کیواسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے م حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہے اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو
تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف نہین کرسکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی
مملوک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواہر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یستر بعض المعقود علیہ وہو منفعۃ الحمام
فی المدۃ ولا یسقط شیء من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی مین ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے
تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ
بعض معقود علیہ معلوم نہین استاجر ارضا ولم یذکر انہ یزرعہا او ای شیء یزرعہا فسدت الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی
اور یہ بیان نکیا کہ اسمین زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو جا(ئز)

کہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے فاذا لم یوقت
وعین الحطب فسد اور اگر شکار کیواسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا
عین الحطب وہو ای الحطب ملکہ فیجوز تحقیقی ویفتی بہ حسب فیہ مگر جبکہ عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کر دی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی
المجتبی اسی کا فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی المضمرات یعنی اگر وزن کا ذکر ہوگا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یہ فتویٰ حاوی میں مذکور ہے اور مضمرات میں تو عدم جواز
ہے اگرچہ ایام مذکور ہوں جیسا کہ ہم اشعار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی فی فروع مسائل متفرقہ تتارخانیہ سے استاجر امراتہ لتخبز لہ خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز مضمرات فیہ
اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں اور بیچنے کیواسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی المضمرات فیہ
عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کے واسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار دیانت کے ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی مرتضیٰ اور
فاطمہ زہرا علیہا السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضیٰ پر کذا فی الطحطاوی آجرت دارہا لزوجہا فسکنا فلا اجر اشباہ وخانیہ
لکن فی حاشیتہا منح الغفار عن المضمرات معزیا الی الکبری قال قاضیخان ہہنا الفتویٰ علی صحتہا لتبعیتہا فی السکنیٰ فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں نے
اس گھر میں سکونت کی تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیہ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ
کے حاشیہ منح الغفار میں مضمرات سے بنسبت بغدادی کبریٰ یہ منقول ہے کہ قاضیخان نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ زوجہ زوج کے
تابع ہے سکونت میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے پھر طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاویٰ قاضیخان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتویٰ جواز کا شرح جامع صغیر
یا شرح زیادات میں قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزین
العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیہ اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دلہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ ثم شرنبلالی
نے لکھا ہے کہ بزازیہ میں کہا العمل والمدۃ کا واؤ بمعنی او ہے وجاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ
اسی قول کا فتویٰ ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات ہم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں ہو اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور
حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتویٰ ہوا ہے؛

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک وخاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامۃ لا لواحد
کالخیاط ونحوہ تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا چنانچہ درزی اور مانند اسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے
کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک شخص کے او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کیواسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اسصورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی غیر مستاجر
کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترعی غنم غیری یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ
ایک شخص کو اجارہ لیا ایک مہینہ تک بکریاں چرانے کیواسطے ایک مہینہ ایک درہم کو تو یہ اجیر مشترک ہوگا مگر یہ کہ مستاجر نے یوں کہا
کہ چرا تو میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا کہ فی جواہر الفتاوی [illegible] ان المعقود علیہ العمل
اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ چرواہے کو اجارہ لیا تاکہ بکریاں چرائے پھر اس چرواہے نے [illegible] دوسرے شخص نے اجارہ کیا تو دونوں عقد صحیح ہیں اسواسطے کہ عقد
منفعت ولا یستحق المشترک الاجرۃ حتی یعمل کالقصار ونحوہ کالقتال والحمال والملاح والراعی اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہوگا جبتک کام نہ کرے چنانچہ دھوبی اور مانند اسکے

پہنچانیوالا یعنی بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور دلال وَ خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہی ہر ایک اُس عمل مین جو مختلف ہو جاتا ہی محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبی هم مجتبی مین ہی کہ دھوبی سے ثوب مردے کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا مین راضی نہین تو یہ اسکو جائز ہی اور یہی درزی کا حکم ہی اور اصل یہ ہی کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہی محل کے اختلاف سے اُسمین خیار الرؤیت ہی محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہین اُسمین اجیر کو اختیار نہین چنانچہ معین گیہون کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی حجامت کذا فی الشیخ

ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم اصحاب المتون فکان المذہب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اُس چیز کا جو اُسکے پاس تلف ہو جاسے اگرچہ اُسپر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت مین باطل ہی جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہی اور اسی قول کا فتوی ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہی تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ هم اشباہ مین ہی کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہی انتہی امام کا یہی مذہب ہی کہ اجیر مشترک پر ضمان نہین خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتشزنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہی فاروق رضہ اور مرتضی رضہ سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر تاوان ہی مگر جس امر سے احتراز ممکن نہین وہان ضمان نہین اور یہ قول بھی مروی ہی فاروق رضہ اور مرتضی رضہ سے زیلعی مین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہو گئے ہین اور لزوم تاوان سے لوگون کے اموال محفوظ رہین گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ مین ہی کہ امام کے قول پر فتوی ہی تو اس مسئلہ مین فتوی مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی یا ہی هم ظہیریہ مین ہی کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک مین صحابہ مختلف ہین لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی یا انتہی بزازی نے کہا اور بعضون نے زبردستی صلح پر فتوی دیا ہی تا دونون قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف مین ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یومر بالصلح عمادیۃ اور بعضون نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکوکار ہو تو اُسپر تاوان نہین اور اُسکے برخلاف ہو یعنی فاسق بیباک ہو تو تاوان اُسپر ہی اور اگر اُسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہی کذا فی العمادیۃ قلت وہل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم لکن تمت مدتہ فی وسط البحر او البریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر مین کہتا ہون اور صلح پر کیا زبردستی کیجاسے یا نہین تنویر البصائر مین تحریر کی ہی کہ ہان زبردستی ہوگی صلح پر مانند اُس شخص کے کہ اُسکی مدت اجارہ پوری ہو گئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی هم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار مین مذکور ہی کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہی اور علماء سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہی بلا جبر ویضمن ما ہلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہ جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوہ کما یاتی عمادیۃ اور اجیر مشترک پر اُسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اُسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پانون رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیۃ هم غرق کشتی مین کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اُسپر کوئی چیز گر نے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہو گی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا مین صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث کے مذکور ہی سو تامل کر هم حاصل تقریر درر یہ ہی کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی اٹکل سے دریافت کر سکتا ہی کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہی یا نہین لہذا اُسکے فعل مین سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہی تو حجام اور فصاد اُسکو دریافت نہین کر سکتا لہذا اُسکے فعل مین سلامتی شرط نہین صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین کہا یہ جو فقہا نے کہا ہی کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اُسپر تاوان ہی مین کہتا ہون لائق یہ ہی کہ اُسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہو گیا ہو چنانچہ حجام کے

عمل مین علیم تاوان سے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لکن قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط
وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے اور جو قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ اسان
اور لائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ ہذہ اذا لم یکن رب المتاع اووکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ
اور خانیہ مین ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اسکا وکیل کشتی مین موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر
ضمان نہوگا جبکہ وہ معتاد سے تجاوز نہ کیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہے یعنی فقط اجیر ہی وان نہین بلکہ صاحب متاع یا وکیل اسکا بھی ان ہے
تو وہ صور فقط اسکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور خانیہ مین ہے کہ اسباب کے
مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اسپر سوار ہوا پھر اسکو کرایہ کرنیوالے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہو گیا تو اسپر تاوان نہین بالاتفاق یعنی
اسواسطے کہ محل عمل اسی کیطرف مسلم نہین قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للخانیۃ ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ مین کہتا ہون کہ ہم اشباہ سے نسبت خانیہ ہی مقدم ذکر
کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہو جاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام مین مجھکو معلوم نہین ہوئی
ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ والجنایۃ لاذن
فیہ جو آدمی ناؤ مین ڈوب گئے انکا تاوان یعنی دیت لازم نہین ہوتی ملاح پر بہرطرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول الصحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو
تاوان نہین اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا ضمان عقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہان جنایت
نہین ہے اسواسطے کہ اسکا اذن ہے اسمین یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ
ولا اجر او فی موضع الکسر اجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ مین ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے محل کے
مکان مین اور اسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلا گیا ہو تو نصف اجرت
اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان زحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اسصورت مین ہے کہ مٹکا اسکے فعل اور کرتب سے
ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگون نے اسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین کے صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا
تاوان واجب ہے اور اجرت اسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہین ہے کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد
اور تاوان نہین حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا ہو یعنی جتنے موضع مقرر
سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام و جراح پر تاوان نہین فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم
یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک
نہو گیا ہو ہم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتری مین مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاوے زخم ماذون کے ساتھ پھر اسکی
قیمت کیجاوے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت مین دونون طرح قیمت ٹھہرائی جاوے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاوے بکیفیت مقدمہ
واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اسپر لازم
ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد مین مثلاً
نشتر لگایا جاوے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونون فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان
لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبری المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما بری کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

احتمال رکہتا ہی کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہوگا اور یہہ بھی احتمال ہی کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہی اسکا بیان ہو مدت خاص اسمین منظور ہو
اسی واسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہین تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہین ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا
جبتک اسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا لیکن
مذکور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام
کریگا تو اسکی اجرت سے بقدر اسکے عمل کے کم کردیا جاوے کذا فی فتاوی النوازل ح ان هلک فی المدة نصف الغنم او اکثر من نصفه فله الاجرة کاملة
ما دام یرعی منها شیئا لان المعقود علیه تسلیم نفسه جوهرة وظاهر التعلیل بقاء الاجرة ولو هلک کلها وبه صرح فی المواهب اور مدت اجارہ مین آدہی یا زیادہ بکریان
ہلاک ہوگئین تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہی جبتک کہ بعض کو انمین سے چراوے اسواسطے کہ ذکر ہوچکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہی نہ عمل کذا
فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہی کہ اجرت پوری باقی ہی اگر سب بکریان ہلاک ہوجائین اور اسی کی تصریح کی ہی مواہب مین ح یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا
نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہی اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہی تو یہ قول جوہرہ کی تقیید بہلاک بعض پر مقدم ہوگا لا یضمن ما هلک فی
یدہ او بعملہ کتمزق الثوب من دقه الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اسکا نہ دیگا جو اسکے ہاتھ مین یا اسکے عمل سے تلف ہوگیا
جیسے پہٹ گیا کپڑا اسکے کوٹنے سے مگر جبکہ وہ قصدا بگاڑے تو تاوان دیگا امانت دار کے مانند وصورتہ ... عدم تاوان اسوقت ہی جبکہ عمل معتاد
ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اسکی کہوپری پہوٹ جاوے یا پانون ٹوٹ جاوے تو تاوان دیگا اسواسطے کہ ضرب چرانیکی عقد مین داخل نہین اور چرانا تو ہانکنے
اور ضرب خفیف سے بہی ہوسکتا ہی ثم فرع علی هذا الاصل بقوله فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدها او سرق ما علیه من الحلی لکونها اجیرة خاص ...
نے اس قاعدہ پر تفریع کی یعنی اس قول سے تو تاوان نہین انا پر اس لڑکے مین جو اسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اسپر تہا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر
خاص ہی ح اجیر خاص اسوقت ہی جبکہ مستاجر کے گہر رہتی ہو اور اگر اپنے گہر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق
وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہین بازار کے چوکیدار اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر جو چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہی اور
صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ہی لیکن ذخیرہ مین ہی کہ اول قول پر فتوی ہی کذا فی الحموی عن البزازی وصح ترديد الاجر بالترديد فی العمل کان خاطه
فارسیا فبدرهم او رومیا فبدرهمین اور اجرت کی تردید صحیح ہی عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلا بطور فارسیون کے
سیئیگا تو ایک درہم اجرت ہی اور اگر رومیون کے طور پر سیئیگا تو دو درہم اجرت ہین ح تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور
ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانه فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یثبت فی نسخ الشرح اور زمان عمل کی تردید صحیح ہی اول مین ...
ہی یہ مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی شرح نہین کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ وزمانہ ...
مین ح یعنی قوله وزمانه فی الاول نسخ الشارح مین داخل نہین لیکن نسخہ متن مین داخل ہی بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناه یجوز فی الیوم الاول وفی الثانی کان خاطه الیوم
فبدرهم او غدا فبنصفه ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانه فی الاول کا مطلب یہ ہی کہ تردید جائز ہی پہلے دن مین نہ دوسرے دن مین چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون
کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سیئی تو ایک درہم مزدوری ہی یا کل سیئے تو نصف درہم مزدوری ہی ح ومکانه کان سکنت هذه فبدرهم او هذه فبدرهمین او مکان
عمل مین تردید صحیح ہی چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گہر مین تو رہیگا تو ایک درہم کرایہ ہی یا اس دوسرے گہر مین رہیگا تو دو درہم کرایہ ہی والعامل
کان سکنت عطارا فبدرهم او حدادا فبدرهمین اور تردید صحیح ہی عمل کرنیوالے مین چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گہر مین عطار کو رکہیگا تو ایک درہم کرایہ
ہی یا لوہار کو رکہیگا تو دو درہم کرایہ ہی والمسافة کان ذهبت للکوفة فبدرهم او للبصرة فبدرهمین اور تردید صحیح ہی مسافت مین چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کو فوت ہو گیا تو ایک درم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہے و الحمل کان حاملہ شعیر فبدرہم او بر فبدرہمین او ربوجہا لا بہمین تردید صحیح ہے خیاط
یون کو ساحال ہے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہوں لادیگا تو دو درم و کذا لو خیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان در
مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل مین اگر اسکو اختیار دے تین چیزون مین و لو بین اربعۃ لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزون مین اختیار دے تو تردید یہ
تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین و یجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطۃ فی الاول ما سمی و فی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم و لو خاطہ بعد
غد لا یزاد علی نصف درہم و فیہ خلاف لما ہو مذکور اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اسکی اجرت واجب ہوگی سوا تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی دوخت
مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی دوخت مین وہ اجرت مثل جو درم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو پرسون سیے گا تو اسکی اجرت مثل نصف
درم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی دوخت
مین ایک درم اور دوسرے دن کی دوخت مین نصف درم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی مین مذکور
ہین بنی المستاجر تنورا او دکانا عبارۃ الدرر او کانونا فی الدار المستاجرۃ واحترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعضے مکانات یا پورا گھر جلگیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہین خواہ اسنے صاحب خانہ
کی اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجاے دکان مذکور ہے ہم کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان کے
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقاد نار لا یوقد مثلہا فی التنور او الکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اسنے مستاجر زیادتی کرے اسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ندمن قطیعۃ شاۃ فخاف
علی الباقی الہلاک ان یتبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلا گدہا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے یعنی ظن غالب
کہ اسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانے والا جسکی ریوڑ سے مثلا ایک بکری بہاگی سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اسکا پیچہا کریگا تو باقی
جانور تلف ہو جائینگے تو اسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اسنے تو محافظت عذر سے چہوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین قالا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین
نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے و لو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگون کی
بھیڑ بکریان ملادی ہین اگر اسکو جدا کر دینا اسکا ممکن ہو تو اسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کر دینے مین اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط و القول لہ فی قدر القیمۃ عمادیۃ اور اگر اسکو جدا کر دینا ممکن نہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملانے کے دن تہا اس جانور کی قیمت
ہوا و مقدار قیمت مین چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیۃ و لیس للراعی ان ینزی علی شیء منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن و ان نزی بلا فعلہ فلا ضمان
جوہرہ اور چرانے والے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ
پر بلا فعل راعی کے تو اسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرہ یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی و لا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ مقیمۃ
اور مستاجر سفر مین نہ لیجاے اس غلام کو جسکو اسنے خدمت کے واسطے جاکر رکہا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ ترشاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک علیہ یا ام لک مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری منفعت یا مضرت کے واسطے زیادہ تر
موکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اسمین یا نقصان و کذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

مستاجر کا سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہی اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہی ہم معلوم ہونیکی صورت یہ ہی کہ اجارہ کے قبل
وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا الا ان تکون علیہ برخلاف اُس غلام کے جسکی
خدمت کرنیکی بابت کسی شخص کے واسطے وصیت کی ہو تو اُسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہی ہر طرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو
اسواسطے کہ اسکا خرچ موصی لہ پر ہی اپنے بخلاف غلام اجیر کہ اسکا خرچ مولی پر ہی نہ مستاجر پر ولو سافر بہ المستاجر فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ
وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان خلافا للشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لے گیا پھر غلام مرگیا تو اُسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا
اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور امام
شافعی کے نزدیک اسکے واسطے اجرت مثل ہی ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعودہ بعد الفراغ صحیحا استحسانا اور مستاجر
غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اُسنے اُسکو دی اُسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور
استحسان کے یعنی وہ غلام اور صغیر یا صبی ہی جسنے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہی کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب
عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی آجر العبد نفسہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب کی
اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت مذکور کے سبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہی مال محرز متقوم کے تلاف
سے اور یہ مال محرز نہین ہی اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہی غلام کا اور نہ اُسکا نائب اور غلام اپنے اختیار مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہی تو وہ
مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہی اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا
لو آجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا للمالک بنا پر قیاس غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ وائمہ ثلاثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ اب اجرت غاصب
کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم کہتے ہی غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا
لو آجر نفسہ لا لو آجرہ المولی الا بوکالۃ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہی اگر اُسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہی غلام کا قبض کرنا اگر
مالک نے اُسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہی اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہی اور دوسری مین عاقد مولی ہی کذا فی العنایہ
فلو وجدہا مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہ لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو
لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہرچند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی ملک اسمین ہنوز باقی ہی لہذا
اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ ولعکسہ خمسۃ دو مہینے کو
اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہی بترتیب مذکور پس اگر اول مہینے مین فقط عمل کرے گا تو چار
درم پاوے گا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جریان ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول
من یشہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اُسکی بیماری مین یا پن چکی کے پانی جاری ہونے مین تو حال
حکم اور پنچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اُسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اُسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر
واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جسطرح حال حکم ہوتا ہی اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین اور بائع اور
مشتری پھل کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اُسکا قول ہی جسکے ہاتھ اور قبضہ مین پھل ہو والاصل ان القول لمن یشہد
لہ الظاہر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ اُس شخص کا قول مقبول ہی جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

ہے جیسا یہ دو عادت عادت اور خلاصہ مین ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہو گیا تو اُسکے حساب سے موافق اجرت ساقط ہو گی اور اگر پانی پھر جاری ہو گا تو اجارہ پھر
آویگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا
قول مقبول ہے اور اگر خود پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر
وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم یعنی مالک تو
کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے
کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان
الصانع حریفا لہ فلہ الاجر والا فلا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر دربار کے ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی ورنہ نہین
یعنے اگر پہلے اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل ای وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ
کان القول قولہ بشہادۃ الظاہر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور
اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا
قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی
سینے اور رنگنے کے بعد مثلا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فروع مسائل ملحقہ شارح کے فعل الاجیر فی کل
الصنائع یضاف لاستاذہ فلہ الضمان الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اُس کے استاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف
کریگا تو اُس کا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی مالک چیز تلف ہو تو یہ بھی استاد اُسوقت تاوان دے جب تک مزدور کی طرف سے
زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور درصورت قصور مزدور ہی تاوان دے گا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دوکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اسپر
تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دوکاندار کا لہذا اسپر تاوان نہین مگر درصورت قصور وفی الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن الدار المعدۃ للاستغلال الغصب
لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ قنیہ اور اشباہ مین ہے کہ سرائے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو
مکان کہ کرایہ کے واسطے بنا اسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین
ہے اسطرح عدم اجارہ تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا حکم ہے یعنے دعوی غصب سے اسکی بھی اجرت
ساقط نہین بقول مفتی بہ تو آگاہ رہیو وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ
قلت وہو ما اعتمدہ فی الولوالجیہ اور اشباہ مین ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنابر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے
پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول
کو معتمد کہا ہے ولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج
واجب نہین ہوتا ہے ہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ ما بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی
اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نرہے جسمین اعادۂ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت
کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اُس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شئی
حیث قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خان مین

عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہو گئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہے اسقدر حصہ
کہ مستاجر اسکو ہو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہیٰ ہم یہ قول محیط کے قول منہی ہے کے مخالف ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارہ

یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام میں تفسخ بالقضاء او الرضی بخیار شرط و رویۃ کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضا سے عاقدین
کے سبب خیار شرط اور خیار رویت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی کے یعنی جو کہ اجارہ عبارت ہے شراء منافع سے لہذا اسمیں بیع کے مانند خیار شرط
تین دن تک فسخ عقد میں اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اسکے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیار شرط
صحیح نہیں اور بے دیکھے چیز کا اجارہ درست ہے و بخیار عیب حاصل قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے خیار العیب سے جو
حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار و انقطاع ماء الرحی و انقطاع
ماء الارض جس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہے جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور
زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے و کذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ ای و ان لم تنفسخ
علی الاصح کما مر اور اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہے آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہو گیا تو اجرت نہیں کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط
ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ سے اس باب سے پہلے ہم خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے
اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ اسکے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور ظاہر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے و لہذا مصنف نے تفسخ کہا ہے
ینفسخ و فی الجوہرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضها فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلها او ترک و دفع بحسابہ ما روی منها اور جوہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا
جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہاں پانی نہیں
پہونچا اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اسکے حساب کے موافق اجرت دے و فی الولوالجیۃ لو استاجر ارضا بغیر شربہا فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی
فلہ الخیار و ان انقطع قلیلا قلیلا و یرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اس زمین کی آب پاشی
کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اسکی امید باقی نہیں رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور
اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اسقدر سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے و فی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ فنفر الناس و وقع الجلاء سقط الاجر عنہ
وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گانو میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈر سے اور کوچ کر گئے
تو مستاجر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گانو کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی او بخلل عطف علی بفوت بہ ای بالنفع بحیث
ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد و دبر الدابۃ ای قرحہا و سقوط حائط دار اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اسطرح پر کہ اس
عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا
گر جانا و فی التبیین لو انقطع ماء الرحی و البیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین میں
ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے
اسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہاں کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت
بقدر اس کے حصہ کے اسپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع بالمخل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا

فعل انداز نہ ہو یا موجر اُس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اُسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل
ہوجانے سبب فسخ کے مثل عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اُس کے بال جھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہے کہ دار مستہدم کو
موجر جلد تیار کر دے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور
اجارہ کے گھر کی مرمت اور اُسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز مین قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت مین
خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہے ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہے جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہے
کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد رآہا
لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اُس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر
اجارہ لیا ہو تو آپ نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار
لکن لا یجبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج ان ابی ربہا خانیہ ای الا اذا رآہا کما مر اور کوئین کے پانی
اور نجس پانی کے چہ بچے اور بدررو کی صلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے لیکن اُسپر یہ درستی نہیں ہے واسطے کہ مالک پر ملک کے درست
کرنے کو زبردستی نہیں کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر کو اُس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اُسکا مالک
امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ یعنی مگر اُس صورت مین نکلنا درست نہین جبکہ اُسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم
حاکم ولو استاجر دارین فسقطت احداہما او تعیبت لہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سوا ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اُسکو
دونون کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونون پر باہمی یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا
قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للبنایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا لا ینفرد وہو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیہ اشباہ مین بنایہ سے
منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر
عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین منفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر
ظاہر ہو تو منفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو منفرد نہین کذا فی فتاوی قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد
کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ وموت عرس او اختلاعہا استوجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد
کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اُس ڈاڑھ
کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اکھاڑنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور دلہن کا مر جانا یا اُسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے
باورچی کو اجیر کیا ہم یعنی جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے مین صریحا مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر
مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر بخیار شرط پر عطف ہے کنز مین مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز
ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بالعیان ان کان
او ببیان ای بینۃ او اقرار ویدل الحال انہ لا مال لہ غیرہ ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہین ہے اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادا سے دین کے واسطے نہ بیچی جاے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس
ہوگا تو اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی
الاشباہ ہم یعنی اگر قیمت گھر کی سو درہم ہو اور مستاجر نے سو درہم اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو انقضاے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار
کرے تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے
اُس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین تجارت ممکن نہین و بعذر
افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرۃ استاجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے
کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اصطلاح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس
کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہے و بعذر بدا لمکتری دابۃ من سفرہ
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ہم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اُسکو سفر کرنا
بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ
کا کذا فی قاضیخان و لو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجران استو یا صعوبۃ و سہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ و خانیہ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر
سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا
کذا فی شرح وہبانیہ والخانیہ بخلاف بدا المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال اجیرہ برخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر
نہین ہے اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے و فی الملتقی و لو مرض فعذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ
الاصل قلت وبالاول جزم فی الملتقی اور ملتقی مین ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور
پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہے ثم قال و لو استاجر دکانا لعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل آخر فعذر کہہ صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی درزی
کے عمل کے واسطے پھر اُسنے درزی کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ہم یہ قول تفصیل فتاوی کبرے کے مخالف ہے
فتاوے عالمگیری مین کبری سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان مین مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو
نقض جائز ہے انتہی اور اسی کو شارح بعد اسکے ولو الجیہ سے نقل کریگا کذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہی اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو
اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی مانی الملتقی و فی القہستانی سفر مستاجر دار لا سکنی عذر دون سفر موجر ہا اور قہستانی مین ہے سفر کرنا اس مستاجر کا
جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین و لو اختلفا فالقول للمستاجر فیحلف
بانہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یون قسم کھاے کہ اُسنے سفر کا ارادہ کیا ہے
و فی الولوالجیۃ تحولہ عن صنعۃ الی غیرہا عذر و ان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ مین ہے کہ پھر مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے
پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہوگیا ہو جبکہ اُسکو اُس پیشہ کا کرنا دکان مین ممکن نہ ہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین
و فی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام و انما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ مین ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہین
اور نہ بھیجنا غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے و بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبدا یخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان العمل
برخلاف اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا درزی کے واسطے پھر درزی ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے

کہ جمع بین الطلبین ممکن ہے یعنے دونون کام ہوسکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ہم
طحطاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا (وبخلاف خیاطۃ استاجر
عبد الخیاطۃ فترکہا لیعمل فے الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ ایضا لیس بعذر بدون لحوق دین کما مر ویوقف بیعہ الی انقضاء م
دتہا وہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچڈالنے موجر کے اُس چیز کو جسکو اُس نے اجارہ دیا کہ
وہ بھی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اُسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور
یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر
فاراد المستاجران یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر
نے چاہا کہ اُسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اُسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اُسکی بیع فسخ کرے ام لیکن عمادیین
فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اُسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے
مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدہا لنفسہ بدون فسخ کرنیکے اجارہ فسخ ہوجاتا
ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اُسکو جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے
عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیؤجرہا لہ امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہم
اجرۃ الایاب ان برہن علی دفعہا ویقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا
ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے
تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ
دے مستاجر کو اگر وہ امانتدار ہو جانور کو بقیمت بیچڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون
سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اُس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اُسکے قبضے
مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی
اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایکمہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اُسمین دو مہینے سکونت کی اُسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین
اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہے تو اجرت
لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ مین کہتا ہون
اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت
شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اُسپر اجرت لازم ہوگی اُسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل
یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اُسکو اُسکی اجرت لازم ہوگی
یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین
کے مانند ہے ہم یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو
لازم نہین وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ بل یلزم المسمی

اوا جر المثل ظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اور رائق بقواعد فقہ یہ ہی کہ یہان اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہ ہو جبکہ وارث موجر کا مکان
خالی کردینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہوا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی اور کیا اجرت
معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہی اور اُسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہی وفی المنیۃ مات احدہما والزرع
بقل بقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ مین ہی کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہی یعنی ہنوز کھیتی خام ہی تو عقد اجارہ
باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضاء مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وہو کبیر
ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای یجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای یجوزہا بالتعاطی فتامله اور جامع الفصولین مین ہی اور اگر موجر کا وارث
بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اُسپر راضی ہو تو جائز ہی انتہی مافی الفصولین یعنی باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجائیگی یعنے
جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کر وفی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من
سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا فاسوۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ مین ہی کہ مستاجر اور مرتہن او مشتری زیادہ ترحقدار ہین عین کے باقی قرضخواہون
سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن او مشتری برابر ہین اور قرضخواہون کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہین اگر
موجر مرگیا اور اُسپر دیون ہین تو اورون سے مستاجر زیادہ ترحقدار ہی اور اسیطرح مرتہن احق ہی اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبض مین نہین آئی کہ بائع
مرگیا اور اُسپر دیون ہین تو مشتری احق ہی یعنی او مشتری اپنا حق لیگا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہیگا تو اور ارباب دیون پاوینگے فان عقدہا
لغیرہ لاتنفسخ کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہوگا جیسا کہ اجارہ دینے کا
وکیل یعنے مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اُسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا
اسواسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار فاذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل لشراء المنافع فصار کالتوکیل لشراء
الاعیان فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل وہو معنے قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی
شرح المجمع البزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائیگا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہی
تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہی تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہی
ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہی ایسا نقل کیا ہی مصنف نے ذخیرہ سے مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع
اور بزازیہ اور عمادیہ مین ہی ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ماذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ماقالہ ابوطاہر
من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا مین کہتا ہون یہ یعنی مسئلہ
کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہو مستقیم ہوتا ہی کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہی پھر موکل کی طرف
منتقل ہوتی ہی اور وہ جو ابوطاہر نے یہ کہا ہی کہ ملک موکل کے واسطے ابتداء سے ثابت ہوتی ہی اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین اور یہی صحیح تر قول ہی
چنانچہ بحر الرائق مین ہی تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ماذکرہ الکرخی ایضا لاتفاقہم علی
عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا مین کہتا ہون اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد
نے اعتراض کیا ہی اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اُس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہی غیر مستقیم ہی بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابتدار
وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہین اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہی نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اُسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارة لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہے واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم و وصی واب وجد وقاضی ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتے لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اُسکی موت سے کذا فی الدرر اور مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للوہبانیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتے قاری الہدایہ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اُسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اُسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے میں کہتا ہوں اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا ہی مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجر الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علے معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتدا عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف میراث ہوجائیگا دی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایتہ فی عدة نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے فتاوی مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہو یہ مخالفت فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ المفرد فتنبہ اور اُسی فتاوے میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنے وہبانیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا یبطل لانہ آجر لغیرہ انتہے ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجاوے تو استحسان میں اجارہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہیں نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ میں ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہے تو ان کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفس فقط

وبقیت فی حصتہ انتہی اور دو مستاجر ہون یا دو موجر دون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اس کے
حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ مین

فروع مسئلۃ ملحقۃ شتی کالی وقعت الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح ینبغی للمتولی ان یذہب للتسلیم
مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یبعث وکیلہ او رسولہ الیہا لمال الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی
قاری الہدایۃ اذا مضی مدۃ یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا انتہیہ اور اشباہ کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ مکان
بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض و تصرف مین کر دینا باطل ہے تو اگر گاؤن اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہے تو اسکا تخلیہ
صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤن تک جاوے مستاجر کے ساتھ یعنی اسکے وکیل کے ساتھ تخلیہ کر دے درمیان
مستاجر اور درمیان گاؤن کے یعنی بلا مزاحمت احدے اسکے تصرف مین کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اس کے ساتھ بھیجے
مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین فتاوی
قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاوے کہ جسمین مستاجر گاؤن کی طرف جاوے اور اس کے
داخل ہونے مین قادر ہو تو وہ گاؤن کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی
زواہر الجواہر مین ذخیرۃ الناظر مین ہے کہ اگر گاؤن اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار
اسکا باطل ہے تا وقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے کہ جسمین وہان جاوے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر
اپنے وکیل یا رسول بھیجین کذا فی الطحاوی مسائل شتی یہ چند مسائل متفرقات ہین احرق حصائدہ ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض
مستاجرۃ او مستعارۃ یعنی جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین قصب یعنی بانس اور نرکل
بطریق مثال کے ہے اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی کھونٹیون کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی وشملہ ارض

بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرق فیہ
مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علی ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو
قافلون اور بھاری اسباب کے اتارنے کے واسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے مین کہتا ہون
اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین مین تو اسپر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اسی
مکان مین بمجرد رکھنے آگ کے نہ اس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا ہی کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
فاحترق شئ من ارض غیرہ لم یضمن لانہ تسبب لا مباشرۃ اجارہ یا عاریت کی زمین مین کھیت کی کھونٹیان جلائین تو غیر شخص کی زمین
سے کوئی چیز جلگئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہے اسواسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے
تسبب ان لم یضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط سے ہے کہ ہوائین
زور سے نہ چلتی ہون اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اسکی زمین مین ٹھہری
نہ رہیگی تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنی جلانے والا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ انتہی کذلک الوضع
لا یضمن علی کل حال اذا تلفت بہ لانہ الموضوع شئ سواء تلفت بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسی طرح جس موضع مین کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہیں ہر حال مین جب کہ اُس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاسے خواہ چیز تلف ہوا اس حال مین
کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہوا اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع
حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شی وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا عن رکوضع جرۃ فی الطریق ثم اخر اخری فتدحرجا فانکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہ
ان زال بنفسہ کیونکہ حل الضمین الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے کہ جبکہ رہنے والے کا حق
مکان مین رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اُس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضوع
اپنے مکان مین ہے اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ مین پھر
دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہان رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے
اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلون مین
چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بہ شیء ضمن لتعدیہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے
قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین سو اُسکے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے
سے هم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اس
موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہیں هم حق مرور خانیہ مین مذکور نہیں اسمین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صاحب
خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ذہبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو دحرج
السیل الحجر وبہ یفتی خانیہ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اڑا لیجاسے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے
کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی
تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و
احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان مین پھر اُسپر ہتوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری
نکل گئی اور اُسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اُسپر ہتوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین
کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر التسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر
بکثرت سینچی کہ زمین اسکا تحمل نہ کر سکی سو پانی ابلکر اُسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اُسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے
کہ وہ مباشر ہے فساد کا نہ سبب انگیز اقعد خیاطا او صباغا فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار
صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع ہذا بوجاہتہ یتقبل وہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اُس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا
کام لیکر دے کہ نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی
کے ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہے صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی
وجاہت اور روداری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کاستاجر جمل لیحمل علیہ محملا وراکبین الی
مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورؤیتہ احسن وکذا اذا لم یر الوطاء واللحاف جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اُسپر محمل لادا جاسے اور دو
سوار اُسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنے قطع نزاع کے واسطے اور اسیطرح اجارہ

جواز کرایہ با وجود عدم تعیین جانور

جائز ہی جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو ہم شامل ہین مذکور ہی کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسا اور دو شخص اوسپر
سوار ہون اپنا اوڑھنا بچھونا ایکر سو مکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہین دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کچھ مین
ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لاد دے اور اُسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لاد دیگا
جسقدر لوگ لادلاتے ہین تو یہ اجارہ فاسد ہی قیاس مین بسبب غیر معین ہونے بوجہ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہی اسواسطے کہ اسکا رواج
جاری ہی انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہی کہ معقود علیہ راکب ہی سو معلوم ہی اور محمل تابع ہی اور اُسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہوجاتی
ہی اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہی کذا فی الطحطاوی وفی الدر المختار و لو تکاری ابل مکۃ بلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز و محمل المعقود علیہ
علی ما فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ و جہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ بحمل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور در المختار
مین ہی اور اگر کرایہ پر دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے کہ مکہ معظمہ تک تو جائز ہی اور معقود علیہ بوجھ قرار دیا جاتا ہی مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ
کے آلات ہین اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہین ہی مین کہتا ہون کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہین بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے
مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹون کے تو صحیح ہی واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہی کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہی استاجر جملا لیحمل مقدار من الزاد فاکل
منہ رد عوضہ من زاد و نحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ مین سے کچھ کھا لیا تو اسکی عوض توشہ
یا مانند اسکے اور چیز پھر اُسپر لادی جاسکے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی
لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے
گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہی اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ
لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت مین کرایہ واجب نہ ہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی
ملک گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر بہ ای بملکہ ولکن لم یرض بالاجر
لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے عدم رضا کی
تصریح کر دی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی و قبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل او قال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما سمی
اور اشباہ مین ہی کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہی تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کرو
نہین تو نکلجا یا چرانے والے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اُسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی
یعنی اُسنے معین کی تھی سکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان کان بہ صمم نعم والا لا اعلاہ ظاہر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے
سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اُسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر وہ شخص بہرا ہو تو اُن
تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل بظاہر جاز للمستاجر ان یوجر المؤجر بعد قبضہ قیل و قبلہ من غیر موجرہ واما من
موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہی کہ اجارہ والی چیز بعد اسکے قبضہ کرنے کے اُسکے مالک کے سوا
اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہی اور اُسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین
اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی
ہی بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے کہ ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہی اور مستاجر اُسکے قائم مقام ہی کذا فی الطحطاوی وہل تبطل الاولی

بالاجارۃ و للمالک تصحیح لا وہبانیہ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا ہی یا نہیں جواب یہ ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ باطل نہیں ہوتا مین کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہی قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہی کہ اور اسی قول پر فتوی ہی و قدمنا عن البحر معزیا للجوہرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثم ونقل ہنا عن الخلاصۃ ما یفید ان قبضہ منہ بعد ما استاجرہ بطلت والا فلیکن التوفیق فتامل اور ہمنے بحرالرائق سے نسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ ہان اجارہ باطل ہوجاتا ہی مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہی اس قول کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح مین یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہی جو اسکا مفید ہی کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہین تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کرے یعلم یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول علم قبض پر محمول ہی اور بطلان کا قول قبض پر محمول ہی جیسا مین ہی کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہی ہل تسقط الاجرۃ مادام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجر کے قبض مین ہی اسمین اختلاف ہی جو شرح وہبانیہ مین مشروح مذکور ہی وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین المؤجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ویرجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابۃ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہی اسواسطے کہ وہ اصل ہی عقد کے حقوق مین اور وکیل اجر بھرلے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے مین تو موکل حکما قابض ٹھہرگیا یعنی وکیل موکل سے اجرت بھر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الامر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لمصیرورۃ الامر قابضا بقبضہ مالم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہی اگر وکیل نے پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ بھر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہ ہووینی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کرسکیگا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہی دستاویز اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہی ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہی نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے ہون اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے حق الشغل سے سکہ زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیۃ وتمامہ فی قضاء الوہبانیہ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہی فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہی نہ انگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہی تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی

قاضی را اخذ اجرت بر نوشتن ... جائز است ... [illegible]

البزازیہ ہے اور یہی بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہے وفی الصغریٰ قیل حکم وطلب اجرۃ لکتابۃ شہادۃ جاز وکذا المفتی لو فی البلد غیرہ و
قیل مطلقا لان کتابۃ لیست بواجبۃ علیہ اور صغریٰ مین ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھ دے تو جائز ہے اور یہی
حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر مین اسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضون نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت
پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہین مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی
کے دستخط یا مہر والا بیان اگرچہ قاضی مین ہے کہ شاہد ہین اور وہ ہوشش مجیب جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ
وفیہا استاجر لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صغریٰ مین ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اس
واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھ دے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی
تو معلوم ہو گیا اسقدر سطور کی اسمین گنجایش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہرا خط سے
مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہین تو اس صورت مین لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہین اور لفظ
مکتوب منح الغفار مین صغریٰ کی نقل عبارت مین نہین ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ
لیتے ہین کذا فی الطحطاوی المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی المالک العین مستاجر مدعا علیہ
نہین ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہین ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہین ہے مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا
سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ مین ہے یا میرے پاس گرو ہے یا مین نے اسکو خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق
ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونون کے یعنی مشتری اور موہوب لہ
عین کے مالک ہین تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہین اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے وہل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان ذکرہما حامد
ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ مین شرط ہے اسمین دو قول ہین ایک قول مین شرط ہے اور دوسرے قول مین نہین فسخ الاجارۃ وتصحہا
والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون
کل واحد منہا مضافا الی الزمان المستقبل کاجرتک او فسختک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی
مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضمانی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف
جب کہ ہر ایک ان مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہون چنانچہ مین نے تجکو اجارہ دیا یا تجسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ مین تو صحیح ہے بالاتفاق ہم
ایصا کی مثال یہ ہے کہ مین نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت
کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لا البیع مضافا للاستقبال کل
من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقد مر فی
متفرقات البیوع صحیح نہین مضاف بزمان مستقبل جو شی کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت
اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات مین ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے
غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ مین نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح مین داخل ہین کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی ہے اسواسطے کہ
اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی

یہ یعنی اجرت مثل سے زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو بڑھا دے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک
متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتوے ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی
مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا والعین فی ید المستاجر فلیحفظ موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو
حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہان تک کہ عوض کا مال پھیر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ
مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا او فارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ
المشغول ویومر بالتفریغ والتسلیم مالم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین
چنانچہ مذکور ہوچکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا
اور تسلیم کا جبکہ خالی کرنے مین ضرر نہو تو اسکو اسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز
لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین بسبب عدم رواج کے
المستاجر فاسدا اذا اجر صحیحا جازت لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل وکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جبکہ اور شخص کو اجارہ
صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہین اور سب
مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہوچکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشروط الاجارۃ
فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمناہ فی الجہاد دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار
معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ
بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کردی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم ببیان الاجرۃ والمدۃ
صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان
دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جاکر پھر اسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی
اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اسپر سوار نہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر
جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلا اسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اسکا قصور ہے
اخطا الکاتب فی البعض ان اخطا فی کل ورقۃ خیر ان شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ واخذ منہ القیمۃ کاتب چوک گیا بعض سطور مین اگر خطا
ہر ورق مین ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اسکو لے اور اسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اسکو اسپر چھوڑ دے اور کاتب
سے قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقون مین ہو تو اسکو اجرت معینہ
دے اسکے حساب کے موافق ہم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون انکی اجرت ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اسکے موافق
اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی یا جبر اذا ظہرت الزیافۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ
کھوٹا ہونا سب درہم یا دنانیر مین ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اسکے حساب سے استرداد ہوگا
والبینۃ ۱۲
دلنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشی لاجلہ اگر کہا کہ فلانی چیز بتا دے تو اسکے واسطے اجرت ہے سو اسکو بتا دی تو بتانے والے کیواسطے
اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے دلنی علی کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لمن دلہ الا اذا عین الموضع جو شخص

مجھکو فلانی چیز بتا دے تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو یہ باطل ہی اور بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہین مگر جبکہ موضع دلالت معین کیے
ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہی اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ طحطاوی نے
بزازیہ سے یون نقل کیا ہی کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اُسنے کہا کہ جو مجھکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو اُسکی دو صورتین
ہین اگر اُسنے یہ کلام بسبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجھکو بتا دے تو اجرت باطل ہی اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل
نہین ہی جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نملیگی اور اگر بسبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھکو
فلانی چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہی تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہی جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہی عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل
واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہی
نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ (فائدہ) کی عبارت بزازیہ کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی استاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ و بین العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ
کان له ربع الاجر الکل من الاشباہ اجارہ لیا دہ دردہ حوض کے کھودنے کا اور اُسکا عمق بیان کردیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا سو مزدور نے پنج در پنج
کھودا تو اُس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ دردہ
یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس
چوتھائی ہی سو کی تو جو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہی نہ مثل طلاق مین کذا فی الطحطاوی و فیہا جاز استیجار طریق
للمرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا ہذا قولہما و ہو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہی کہ جائز ہی اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور بیان کیا ہو
مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہی کہ یہ صاحبین کا قول ہی اور یہی مختار ہی کذا فی شرح المجمع جواز اجارہ طریق اس صورت مین ہی کہ جب طریق ایک شخص کی ملک
مین ہو کذا فی الطحطاوی و فی الاختیار من دلنا علی کذا جاز لان الاجر متعین بدلالۃ اور اختیار مین ہی مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجھکو فلانی چیز بتا دے اُسکا اتنا
اجر ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ اجر متعین ہوجاتا ہی اُسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہی اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ مراد یہ ہی کہ اس کلام کا مخاطب معین ہی اور
اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہی کیونکہ اجرت مسمی مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ
ابی السعود علی الاشباہ و فی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان مین ہی کہ میرا گھر تیرے
واسطے اجارہ ہی ہبہ تو اجارہ غیر لازم صحیح ہی تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا جائز ہی اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی
طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے
سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی و فی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان [illegible] عدم لزومہا بان علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ
کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہی اُسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہی کہ عدم لزوم پر فتوی ہی
و فی المجتبی لاتجوز اجارۃ البناء و عن محمد تجوز لو منتفعا بہ کجدار و سقف و بہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے
ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہی اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ زمین کا
بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہی کذا فی الطحطاوی و منہ اجارۃ بناء مکۃ و کرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا
اور اُسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہی ہم مختارات النوازل مین ہی کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی ایک روایت ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی الوہبانیۃ و فی الکلب والبازی قولان و ابنا بہ کام الفری اذ قصدا لیس تو جر + اور وہبانیہ مین ہے اور کتے اور باز کے اجارہ مین اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت مین اختلاف ہے اسواسطے کہ وہان کی زمین کا اجارہ نہین ہوتا ہے کتے اور باز مین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور بلی کا اجارہ چوہے پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدلال ثوبا للتاجر + لیقلبہ لوراج لیس بتسیر اور اگر دلال نے وہ کپڑا جسکو بیچ کے واسطے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال بری ہوا الا نہین ومن قال قصدی ان اسافر فاتحلف او فاسال رفقاء اللہ کرد اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کرون سو اجارہ کو فسخ کر تو اسکو قسم دے یا اُسکے رفیقون سے سوال کر یا وہ بیان کردین ھم یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمھارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہے یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو عذر فسخ ثابت ہوگا وفسخ من ترک التجارۃ دیا الکری + ولو کان فی بعض الطریق وموجبہ + لہ فسخہا لوبانت منہا معین + والطلق ابقو سب و بالمعین نبذکرہ + اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اُس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹون کے اجارہ مین ایک اونٹ مرجاے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی اونٹ معین ہون خواہ غیر معین ہر کیف فسخ جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا مصنف کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہین ھم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مر گئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھ حاجت نہین ہے اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے تعیین کی موت سے کذا فی الطحطاوی وایجار ذی صحت من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذاک اکثر اور اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اسکے اجر معین سے زیادہ ہو ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا کل مال مثلاً پانچ اونٹ ہین اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہے اور اسیر دیون ہین اور اسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دیے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکور جائز ہے اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ + فوفاہ للمستاجر الحبس اجدر اور جو شخص مدیون مر گیا اور اُس نے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اُسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے ھم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اُسکے ارباب دیون اُس نے مین مثل تجیرہ مین اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام مین مناسبۃ للاجارۃ ان فی کل منہما تملک الرقبۃ لشخص ومنفعۃ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہے کہ دونون مین رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اسکی غیر شخص کو ہے مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین رقبہ موجر کا مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ من الکتب بمعنی الجمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے ھم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے کاتب یکاتب مکاتبۃ سے اور مولی مکاتب ہے بکسر تا اور اصل اسکی کتب سے

ہوا کہ کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے ہے کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اسی سے ہے کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کا یا اسی سے
ہے کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اسمین ملانا ہے حریت ید کا حریت رقبہ کے
ساتھ یا اسواسطے کہ اسمین قسطین یا زیادہ جمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولی دستاویز لکھدیتے ہین اور یہی وجہ ظاہر تر ہے اور معنی شرعا
تحریر المملوک یدا ای من جہۃ الید حالا و رقبۃ مالا یعنی عند اداء البدل حتی اداہ حالا عتق حالا اور شرع مین کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد
کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے
فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فورا آزاد ہوجاتا ہے یعنی جب کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا سو درم پر مثلا یعنی اگر سو درم کما لاوے
تو آزاد ہوجاے تو سمجھنا اس کلام سے کہ غلام آزاد ہوگیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے
ہین ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولی کے اذن کی حاجت نہین اور جب سو درم ادا کریگا تو اسکی گردن آزاد ہوجائیگی تو مکاتب عبد اور
حر دونون سے مشابہ ہے عبد سے اسواسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہین تا ادا ے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح تصرف
کرتا ہے اور رکن کتابت کا مالک سے ہوتا ہے ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او ما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتابت یا
جو لفظ کہ بمعنی کتابت ہو ہم مثلا مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے
اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کر یا یون کہے مجھکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کرکے ادا کر اور تو
آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہوگئی اور بلفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہوگیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب
عجز سے پھر رقیق ہوجاتا ہے نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے
اس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رقیت کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت
فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کونہ منجما او مؤجلا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح
ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہے کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک
مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جسکی کئی مدتین ہون مثلا ہزار درم کی دس قسطین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انفکاک الحجر فی الحال
وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا
آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادا ے بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال
ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملکیۃ اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر
کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اسپر مولی قبض کرے اور غلام کا پھرنا مولی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادا ے بدل کتابت سے عاجز
ہو کاتب قنہ ولو کان صغیرا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او مؤجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجوما
اولہا کذا و آخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد وکسبہ صح وصار مکاتبا بالاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام
کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اسکی
قسطین مقرر ہوگئی ہون چند مہینون پر یا مولی نے یون کہا کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر
قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہے اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب

ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ فکاتبوھم یعنی غلاموں کو مکاتب کرو ھم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور رجال نقد اور
موجل اور منجم سب کو شامل ہی والامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہی بنابر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داود ظاہری کا
مذہب ہی اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہیں والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہی کہ مسلمانوں کو غلام ضرر نہ پہونچاوے
آزاد ہونیکے بعد ھم یعنی یہ جو قرآن شریف میں وارد ہی کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہی فلو یضر
فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو ضرر پہونچاوے تو افضل یہ ہی کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز و نصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التاتارخانیہ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہی اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولی اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہیں تاکہ غلام کا
حق عتق باطل ہوجاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ میں ہی واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یودی کل البدل لحدیث ابی داود
المکاتب عبد ما بقی علیہ درہم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکلگیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ
تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابی داود کہ مکاتب غلام ہی جب تک کہ اسپر ایک درم باقی رہے ھم اور یہی مذہب ہی زید بن ثابت کا اور اسی پر
عمل ہی علماء امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولی عشر قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولی پر ھم عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہی اور
لونڈی میں اسکی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا فانہ یغرم ارشہا یا مولی
مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولی قتل کرے تو دیت دے او
اتلف المولی مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لاحد ولا قود علی المولی للشبہۃ شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہوگیا ہاں یہ البتہ ہی کہ مولے پر حد نہیں وطی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولی مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولے
کا حق ہی سو اسکو اسکے اسقاط میں اختیار ہی بلا اخذ بدل وفسدان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت
مذکورہ جائز ہی ھم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہی کہ فاسدہ میں مولی کو اختیار ہی کہ اسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولی کے
فسخ جائز ہی کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہی اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ھم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہی اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہی غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ھم معین کی قید سے
نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہی اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقود متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار
لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہی سو دینار پر تاکہ اسکا مولی اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول
ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہی اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فهو ای عقد الکتابة فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتوں
مذکورہ مین فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لمالیتهما فی الجملة وسعی فی
قیمته بالغة ما بلغت ای قبل ان تترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب
مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملة یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور
اپنی قیمت مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا امر قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ام یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل
ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل دفع مین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی واعلم انه متی سمی مالا وفسدت
الکتابة بوجه من الوجوه لم ینقص من المسمی بل یزاد علیه اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جاوے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ سے
تو مال مسمی سے نقصان نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبه علی میتة ونحوها کالدم بطل العقد لعدم مالیتهما اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء
الا اذا علقه بالشرط صریحا فیعتق بالشرط لا بالعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اسکے جیسے خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ
مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق
کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجکو دے تو تو مکاتب
ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسه فقط اسمه لا نوعه
وصفته ویؤدی الوسط او قیمته ویجبر علی قبولها اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور پر کہ فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مکاتب
اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب مثله
کافرا مثله علی خمر لمالیتها عندهم معلومة ای مقدرة لعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جیسے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن
او الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جاوے مجہول باقی نہ رہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وای من المولی
والعبد اسلم فله قیمة الخمر وعتق بقبضها لتعلیق عتقه باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمته کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب
کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے
غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمته شهرا له ای للمولی او لغیره اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے
مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی او حفر بئر او بناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئین کھودنے
پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاوے کہ نزاع کو رفع کر دے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت
کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا تفسد الکتابة بشرط لشبهها بالنکاح ابتداء لانها مبادلة بغیر مال وهو التصرف کتابت
فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال آدمیت
غلام کو ہے ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاوے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت
باعتبار ابتدا عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ
غیر مال سے ہے یعنی آزادون کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان
یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبهها بالبیع انتهاء لانه فی البدل هذا هو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو

تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل میں واقع ہوا ہے یہی قاعدہ کلیہ ہر اس مطلب
عقد میں شرط ہونا چاہیے چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہے کہ مبادلہ ہے مال کا مال سے
انجام کار میں تو جیسے بیع فاسد ہوجاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد میں متمکن ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعل

وما لا یجوز یہ باب ہے ان افعال میں جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہیں للمکاتب البیع والشراء ولو بمحاباۃ یسیرۃ مکاتب کو
خرید و فروخت جائز ہے اگرچہ خرید و فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک صفقہ میں کاہے نقصان قبول کرتے ہیں
تاکہ دوسرے میں فائدہ حاصل کریں کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہے اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی
اسواسطے کہ سفر میں سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج امتہ وکتابۃ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح
کردینا جائز ہے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر و نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہے بلکہ اس سے
زیادہ تر والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے
مکاتب اول کے آزاد ہوجانے کے بعد والا بان ادی قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح
کہ قبل اسکی آزادی کے ادا کیا یا دونوں نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اسکا مولی یعنی پہلا مالک دونوں مکاتبوں کی میراث لیگا لا التزوج
بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہیں یعنی اسواسطے کہ یہ اکتساب میں داخل نہیں اور اسمیں مولی کا ضرر
بھی ہے کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ
خیرات کرنا جائز ہے مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہے ہم ذخیرہ میں ہے کہ ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت
یسیرہ درست ہے ولا التکفل مطلقا ولو باذن مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہے مطلقا اگرچہ مولی کے اذن سے حاضر ضامنی
کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہے اور مکاتب تبرع کا اہل نہیں ہے ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو
آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو وبیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہے غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے
وتزویج عبدہ لنقصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہوجانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم
ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہے نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے والاب والوصی والقاضی وامینہ فی
رقیق صغیر تحت حجرہم کالمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اسکا امین اس صغیر کے غلام میں جو انکی پرورش میں ہے مکاتب کے مانند
ہیں تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی میں یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے اور اعتاق عبد اور عبد کو
اسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کردینا جائز نہیں بخلاف مضارب وماذون وشریک ولو مفاوضۃ علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارۃ بخلاف
مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہیں
اسواسطے کہ انکا تصرف تجارت میں مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہے ولو اشتری اباہ او ابنہ تکاتب
علیہ لانہ والمراد قرابۃ الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اسکی کتابت میں داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے
قرابت ولادت مراد ہے نہ اور قرابت سواے اسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا اور اسنے بدل کتابت دے تو اسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب

ادا سے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب
نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا جیسا بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا یہ خلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک
داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہ جوہرۃ لم یجز بیعہا لتبعیتہا للولد بادلکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب
نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اُس فرزند کے ساتھ جو اُسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے
تابع ہو لیکن فرزند کی کتابت مین وہ داخل نہوگی ام ولد کے تابع ہو یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہین اُسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے
درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہو کہ ام ولد کو اُسکے ولد نے آزاد کردیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان
یطأہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اُسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک نہین ہوا
تو مکاتب کو جائز ہو کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح لونڈی
مکاتبہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اُسکے شوہر کو اُسکی وطی بملک نکاح جائز ہو غیر ان لہا بیعہ مطلقا الا ان الحر تملک
من عبدہا مگر اتنا فرق ہو کہ مکاتبہ کو شوہر فرزند کو کی بیع مطلقا جائز ہو اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا لیکن
برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے مراد یہ
ہو کہ بیع شوہر کی جائز ہو اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحاوی ولو ملکہا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما
اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اُسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہو برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ دخل فی کتابتہ
علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اُسکی لونڈی سے پھر اُسنے اُسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اُسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی
تبعیت سے ہم بعضون نے اعتراض کیا ہو کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہین اُسکا جواب یہ ہو کہ نسب ملک پر موقوف نہین چنانچہ اپنے
فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہو حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور
مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہو یعنی فرزند کسب ہو باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب کا کسب
ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح
کر دیا اپنے غلام سے پھر دونون کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اُسکی کمائی اور اُسکی قیمت اگر اُسکو کوئی
قتل کر ڈالے مکاتبہ کی ملک ہو نہ اُسکے شوہر کی اسواسطے کہ مان کی تبعیت غالب تر ہو باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود مین وہ صفات
شرعیہ جو مان مین ثابت ہین چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحاوی مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت
انہا حرۃ باذن مولاہ علی ینکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے
اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اُس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اُسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر
نکلی تو لڑکا غلام ہو لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانیوالے کا فرزند ہو
امام محمد کا یہ مذہب ہو کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اُسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن انکے نزدیک قیمت دینا
مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص
کیا ہو صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے اور وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم
ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولی مفروض ہے تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال قیمت لازم ہووے نہ مکاتب
پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ نہر کا یہ سبب ہے اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولی نے تو نکاح کا اور اسکے متعلقات یعنی مہر و نفقہ کا
اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولی اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مخ متصرا ولو اشتری
المکاتب امۃ شراء فاسدا فوطیہا ثم ردہا للفساد وشراہا او شراہا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابتہ
لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے
یا اسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھیر دینی کی صورت میں ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اسکے آزاد ہونے سے پہلے سبب
داخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت میں ہے اسواسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنیکا اذن ہے اور لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی
اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی ہے اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل
نہیں کذا فی الطحطاوی مخ متصرا ولو وطیہا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی کو سے قربت
کی اوپر ہلہ اس نکاح کے جو اسنے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ
داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہوچکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہیں وہ المأذون کالمکاتب فیہما ای الفصلین
اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں ولو ولدت مکاتبۃ من
سیدہا فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا واخذت العقر منہ او ان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ وثبت النسب بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃ
اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر چاہے
اپنی ذات کو عاجز کرلے یعنی ادا سے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت
ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد
مجانا بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد
کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیدہ فقیرا لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر خواہ کورا اپنی قیمت کے
دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہوکر مرنے سے بسطرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سواے اس مدبر کے ولو
دبرہ مکاتبۃ صح فان عجز بقی مدبرا والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموتہ ای المولی معسرا لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا
تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے اور اگر نہیں
اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولی کے اسطرح محتاج ہوکر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا ہو سواے اس مدبر کے ولو کان
مات موسرا بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجانا لالتزام ملکہ اور اگر مولی اسطرح
مالدار ہوکر مرگیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکلتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو
آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالا صح استحسانا ہونے مکاتب کیا غلام کو ہزار درہم میعاد
والے پر پھر مکاتب سے صلح کرلی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے ولو مرض کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی

مسئلہ فات المریض و قال ان قیمتہ الف درہم ثم لم تجز الورثۃ التاجیل و لم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد
ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ اور درصورت التیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایکسال کی
مدت مقرر کرکے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایکہزار درہم ہین اور مولی کے وارثون نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولی نے سواے
اُس مکاتب کے اور مال نہین چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نہ کر سکے تو پھر کر غلام بنایا جاوے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے
بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث مین نافذ ہوگی و ان کاتب علی الف الی سنۃ و قال ان قیمتہ الفان و لم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ
حالا و سقط الباقی اور درصورت انما لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فتعتبر بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کرکے اور
حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی آخر
ساقط ہوگا یا اگر ادا نہ کرے تو پھر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور یہ حکم بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل مین تو محاباۃ بعض ثلث
مین جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم علی انی ان ادیت الیک الفا فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا ثم علم
قبل المولی ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط و کذا لو لم یقل ان ادیت فادی یعتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل ما لیس بضرر ولا یرجع الحر
علی العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اگر مین تجکو ہزار درہم ادا
کرون تو وہ غلام آزاد ہے سو مولی نے اس شرط پر اُسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درہم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط
مذکورہ کے اور اسیطرح اگر اُس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اُسنے ہزار درہم ادا کیے تو غلام نامزد آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے
تصرف فضولی کے ہر ایک امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درہم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے معاوضہ م قولہ قبل المولی
شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے و اذا بلغ العبد فقال الا قبلت صار
مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچے یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی
تو وہ مکاتب ہوجائیگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اسپر لازم ہوجاوے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین
بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی و عن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا
فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلانے غلام کی
طرف سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالۃ صحیح ہے اور غائب
غلام مین تبعا و ایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع و یجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا
کریگا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اُسکے حصہ کے مطالبہ نہ کرسکیگا اور مالک پر جبر کیا
ہوگی قبول بدل کتابت پر آیا کی طرف سے یعنی دونون غلامون کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا و لا یطالب
العبد الغائب بشی لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اُسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اُسنے عقد کتابت قبول
نہین کیا کہ اُس سے کچھ مطالبہ ہو و قبولہ الکتابۃ لغو لا یتغیر بہ ردہ ایا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہین جیسے اسکے رد
کرنے کتابت کا اعتبار نہین ہم قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہین کہ عقد کتابت بدون اُسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکی تو بعد اُسکے

قبول اور عدم قبول کا کچھ اعتبار ہی ولو حررہ سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اسکا
حصہ بدل کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ غائب عقد مین تصدا داخل ہی اگرچہ مقصود بالخطاب نہین لیکن بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ اُس سے
مطالبہ بدل کا نہین ہی لو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل
کتابت سے نقد ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاویگا ولو ابرا الحاضر او وہبہ اعتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا
تمام بدل کتابت اُسکو ہبہ کر دیا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے مفت ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے
کذا فی الطحطاوی ان کاتب الامۃ عن نفسہا وعن ابنین صغیرین لہا وقبلت صح استحسانا کما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد
کیا اُسکی ذات سے اور اُسکے دو چھوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کرلیا تو عقد صحیح ہی باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃ لونڈی کی طرف
سے اور تبعا اُسکے بیٹون کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہی وای ادی من ذکر لم یرجع علی الآخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی آخر ما مر اور اشخاص مذکورین
مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہی اور مولی پر ہر شخص کے ادا سے بدل کے قبول پہ جبر ہوگا تا آخر
احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی مین ہی کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر
اُنکے حصہ کے اُسکو فی الحال ادا کرین اور مولی مکاتبہ بدل کا اُنکی ماں سے کرے نہ اُنسے اور اگر مولی اُنکو آزاد کرے تو اُنکی ماں پر سے اُنکا حصہ ساقط ہوگا
اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا اُنکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اُنکی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اُسکے ساتھ اُسکی
اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہی مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ المعتقد شایع کاتب نصف عبدہ فادی الکتابۃ عتق نصفہ و
فی بقیتہ قیمتہ وقالا العبد کلہ مکاتب علی ذلک المال وبہ نأخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف
غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اُسی قدر مال پر
اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہی عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک
الماذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہی دو شریکون کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک
کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اُسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط
اُسی کے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اُنکے نزدیک مانند اعتاق کے اور اُس کے شریک کو
فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اُسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہی کہ اُسکے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور در صورت عدم اذن اُسکو فسخ
مین اختیار ہی اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہی کہ مال مقبوض سے اُسکا حق منقطع ہوجاوے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام
کو اسکا اذن ہی کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اُسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادا ے بدل وہ مکاتب کو منع
کرے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنہ لہ
بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادا ے بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال
مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اُسنے اذن یا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم

قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جاویگا ہم نے ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ جسقدر کو قابض نے قبض کیا ہے کذا فی الطحطاوی امۃ بین
شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی صحت دعوتہما لقیام ملکہ
ظاہراً فالہا ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اسکو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے
اسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی
کا دعوی کیا تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہراً اسکی ملک ہنوز قائم ہے یہ بخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے
بنا بر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن
شبہ ملک کے سبب سے اسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وتبین انہا فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من
الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی اور اسے بدل کتابت سے ادا نہ کیا یعنی دونوں وطی اور دونوں دعوت کے بعد تو یوں ٹھہرایا جاویگا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی
اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک
اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت
زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملتقطا ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے یہ جواب ہے
اس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک
اول اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالص کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے حقیقت میں غیر کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہے اسواسطے کہ اسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی ملک جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اسکی ملک اسمیں نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہے اس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت ترده للمولی اور دونوں
شریکوں میں سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادا بدل کتابت
سے تو عقر مولی کو پھیرے وان دبرالثانی ولم یطاہا والمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اس سے
وطی نکی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی ادا بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اسمیں ملک باقی نرہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اسکی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہے وان کاتباہا فحررہا احدہما موسرا فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنیوالا اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع ہو علیہا
اور تاوان دینے والا شریک اسکو مکاتبہ سے پھیر لے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنیوالے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر غنیا
او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مردون کا ایک غلام ہی ایک نے اسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے
اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور دولت مند ہی یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد
کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کراوے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہی مکاتب کی موت اور اسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان له مال سیصل الیه لم یعجزہ
الحاکم الی ثلاثة ایام لانها مدة ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہی کہ عاجز ہو گیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اسکو ملیگا
چنانچہ اسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے
کہ یہ مدت ہی کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہی ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مرتد کی مہلت دینے مین اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی
مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرا دے وفسخہا بطلب مولاہ
او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز
کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد تعجیز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابة فاسدة فالمولی له الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت
فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب ہی گناہ مٹانے کے واسطے وللمکا
تب فسخہا مطلقا فی الجائزة والفاسدة وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی
راضی نہو وعاد رقیقا اور اسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبة وما فی
یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہی اگرچہ خیرات ہو اور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات وله مال کفی
بالبدل لم تنفسخ وتودی کتابته من ماله اور اگر مکاتب مرجاوے اور اسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہوگی اور بدل
کتابت اسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاے کتابت اور ادا بدل کتابت سے فائدہ یہ ہی کہ ہنگام کتابت کے فرزند اسکے آزاد ہون اور اگر مال ادا
کتابت سے بچے تو وہ اسکے وارث ہون وحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاته اور حکم ہوگا اسکی آزادی کا اسکے اجزاے حیات مین سے اخیر جزء مین ہم یہ مذہب ہی جمہور
کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابته لا قبلها چنانچہ حکم ہوگا اسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اسکی کتابت
کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ انکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول وفروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خرید کیا وہ آزاد
نہونگے حالانکہ انکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابته یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اسکی کتابت مین
کذا فی الحلبی والباقی من ماله میراث لورثته اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادا بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اسکے وارثون کی میراث ہی ہم یعنی اگر
قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اسکے مال کے وارث ہونگے اور انمین سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم یترک
مالا وترک ولدا ولد فی کتابته ولا وفاء بقیت کتابته وسعی الابن فی کتابة ابیه علی نجومه المقسطة اور اگر مکاتب مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک
اسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادا کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت مین
کوشش کرے بموجب اسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیه قبل موته وعتقه تبعا پھر جب اسکا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اس کے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا
او ردالی حالہ رقیقا وسویا بیتہا اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اُسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو
فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیر جائے یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ
اُسکا باپ اور صاحبین نے دونون بیٹون کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنی بموجب اقساط کے
بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے واما الابوان فیردان للرق کالامۃ وقالا ان ادیاحالا عتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے مان باپ کا تو یہ حال ہے کہ پھر
موت مکاتب کے مولی کی طرف پھیر جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون فی الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہین تو آزاد نہ ہونگے
م شرح مجمع اور شرنبلالیہ مین مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہین ادا بدل کتابت مین بموجب اقساط معینہ کے تو غور کرنا
چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لو تھرا
عن ابن حر کا مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مر گیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادا سے بدل کتابت کے واسطے کافی ہے تو اُسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد ہو کر مر گیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر جیسا کہ مذکور ہو چکا ہم یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اُسکے ساتھ
اُسی وقت اُسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی وکذا یرثہ لو کانا ای الولد والمکاتب
دانیہ الکبیر مکاتبین کتابتہ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور یہطرح مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا
بالغ بیٹا مکاتب ہون ایک کتابت سے بسبب ہوجانے دونون ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خطا صریح ہے کہ
مخالف ہے حیث قال لا ولو کتب ہو وابنہ صغیرا او کبیرا کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ
بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت مین فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یفی بہ فجنی الولد فقضی بہ بانی علی
عاقلۃ امہ ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیزا لابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے
لوگون پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اُسکی مان کی برادری پر دیت کا حکم کیا
اس ضرورت سے کہ اُسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا بعدم ادا ے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافاۃ کے یعنی
حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ہم حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا
مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین یعنی مان کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو
رجوع نہین کر سکتی ہے اسواسطے کہ جب اُنھون نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے
بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لا یتأتی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا
متروکہ عین ہوگا تو مان کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے ادا ے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ
بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بالعجز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی مان کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت
کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہم یعنی جبکہ بیٹا مر گیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور مان کی قوم کے درمیان اُسکی میراث مین سو قاضی نے مان کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی تھا اور عدم بقاے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہوگی بدون اسکے یعنی اگر کتابت قائم

ہو کہ بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہر گیا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نہ رہیگی تو میراث ماں کی قوم کیواسطے ہوگی اور
صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مر جاوے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہوکر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب
ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مر گیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق
نافذ ہوجاتا ہے تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز لتبدل
الملک وفی جملۃ حدیث بریرۃ ھی لک صدقۃ ولنا ھدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے
مولی کو حلال ہے اگرچہ مولی خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے
ہدیہ ہے ہم یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہوگئی اور آپکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کیواسطے
صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے یہ اسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت میں مکاتبہ تھیں کذا فی الزیلعی و فی الہدایہ کما
بالہبۃ و حرۃ تعین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقۃ اخذھا وارثہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو اس
صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے
تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے و کما فی ابن سبیل اخذھا ثم وصل الی مالہ ھی فی یدہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اس مسافر میں جسنے زکوۃ کا مال لیا
پھر مسافر پہنچگیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ میں ہے تو وہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ محتاج تھا کفقیر استغنی وھی فی یدہ فانہا
تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہے تو زکوۃ اسکو حلال ہے ہم اسواسطے کہ غنی پر ابتدا سے اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمین
ذلت ہے تو اسکو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت میں لیا تو بعد اسکے نہیں مگر استدامت تو حلال ہوگا
کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت ہے اور پچھلے دو مسئلوں میں تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباح لغنی او ہاشمی عین
زکوۃ اخذھا لا یحل لان الملک لم یتبدل بر خلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں
اسواسطے کہ ملک متبدل نہیں ہوگئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہیں ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی
عبد وکاتبہ سیدہ جاہلا بالجنایۃ او جنی مکاتب فلم یقض بہ حتی عجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا
اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے یا مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا
تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب
مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اسپر
حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جائیگا اسمیں اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضا کے
سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحلبی عن النہایۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب
کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہیں اسکے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اسپر جو کمتر ہے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کمتر ہے دیت
سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ و او بعدہ فقیم اور اگر قبل از
قضائے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اسپر لازم
ہونگی ہم یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی
تو اسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ فی کسبہ لو بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی
جنایت خطا کا اقرار کیا تو اسپر قیمت لازم ہوگی اسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو والا لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر
قاضی کا حکم اسپر نہوا ہو یہان تک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدر عن القاعدیۃ یعنی در حق مولی جنایت باطل ہوا اور اسکا
مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر
وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مرگیا تو کتابت فسخ نہین ہوجاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور جیسا کہ دین کی میعاد
باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے
بعد اسکے وارثون کو اسکی قسطون کے موافق دین کی میعاد کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اسکے وصی کو دیا جاوے
کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب ہٹ جانے اسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مرجاوے تو میعاد باطل ہوگی
اسواسطے کہ اسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ مین میعاد نہین کذا فی الزاہدی فان اعتقہ وارثہ صح ولو فی مرضہ لانہ تاجیلہ الاستیفاء
پہنچے ادا کرنا مال اقساط سابقہ کے بموجب اسوقت ہے جبکہ مولی نے اسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت مین اور اگر اسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اسکا تہائی
ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حرروہ
ای کل الورثۃ فی مجلس مع اعتق مجانا استحسانا وجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس مین تو وہ مفت آزاد
ہوجاویگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابراء قرار دیا جاویگا بطریق اقتضاء کے ہم قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین ہوا اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوگا
وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابراء قرار دیا جاویگا بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا معاف
کردینا ہوگیا بطریق اقتضاء کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہوگیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہوگیا کذا فی الطحطاوی فان حررہ بعضہم فی مجلس
والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس مین آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس مین آزاد کیا
تو اسکا عتق نافذ نہوگا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اسکا مالک نہین ہوا فان عجز بعد موت المولی اعاد رقہ اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادا بدل کتابت سے بعد موت
مولی کے تو اسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہوجاویگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا تحل لہ ان یطاہا حتی
تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اسکو اسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اسکا مالک ہوا تو اسکو اسکا وطی کرنا حلال نہین تاکہ
کہ وہ لونڈی سوائے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہوچکا ہے اپنے مقام مین ہم یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو
دو طلاق دے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہین تا وقتیکہ اسکے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند ہین ورید ام ولد کا بیٹا اور غلام
ساعی ہم اسواسطے کہ عدد طلاقات مین عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہے تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوجاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو
خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا لہما کتابۃ واحدۃ او ای بعقد واحد فعجز المکاتب لا
یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب بعضہم مجتبی دو مالکون نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونون نے غلام کو مکاتب
بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تا وقتیکہ دونون مالک جمع نہون اسواسطے کہ دونون ایک شخص کے مانند ہین بخلاف وارثون کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہرا دیگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبی وفیہ کاتب عبدیہ بکتابۃ واحدۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبی میں ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کرلینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونیکے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیرا گیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادا سے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی مین جائز نہین ہم عالمگیریہ مین محیط سے یون منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسط مین تاخیر کردی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیرین تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ شتی ہے اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی و مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار مین تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیون کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس نہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین مین جو دین کہ حال کتابت مین مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوا دین کتابت مین دو قول ہین حبس اور عدم حبس مین کذا فی السراجیہ ہم سوائے دین کتابت چنانچہ دین استہلاک یا وہ دین جو اسنے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اسیر ثمن معین تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ شعر وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا ؛ مکاتبہ والعبد فیہا مخیر مین کہتا ہون اور وہبانیہ کی کتاب اعتاق مین یہ ہے اور غیر جنس حق مین مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت مین مختار ہے ہم اس بیت مین تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہین اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہوا اور مولی اسکو لیکر بدل کتابت مین مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہین کر سکتا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت مین غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولی راضی نہ ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ شعر ولاء لاولاد الزوجین حررا ؛ لمولی ابیہم لیس للام معشر ؛ اولاد زوجین معتقین کی میراث انکے باپ کے مولی کی ہے ماں کے موالی کو اسمین دخل نہین ہم ہرچند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونون کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث مین نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر توفی وما وفی فناء المیت ؛ من الولد یسعی ویحضر ؛ مکاتب مر گیا اور بدل ادا نہین کیا تو مکاتب کی اس ام ولد کو جسکا بیٹا مر گیا بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر کرے قسط بندی کے موافق ای ان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان استسعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاسے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاسے مکاتب کی قسطون پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ؛

کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولا کے احکام مین ہم کتاب الولا کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنح ہو لغۃ النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولا لغت عرب مین بمعنی نصرت اور محبت کے مشتق ہے ولی بالفتح واو و سکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہم اور قرب ولا مصطلح مین حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنی ارث قریب کا اور حاصل ہوجاتی ہے بلا فصل جبکہ اسکی شرط پائی جاسے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع مین ولا عبارت ہے باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالات

سو ذانی الذریعۃ ہم مقاصد اعتاق سے حاصل ہوتا ہے وبہذا معتق کی طرف سے اُسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولا شرعی عبارت اُس قرابت سے رکھی ہے جو
قرابت نسبی کے بعد قریب قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اسکے نکاح کرنے اور اُسپر نماز پڑھنے کی ولایت اُسکو حاصل ہوتی ہے انتہی اور یہ تعریف
بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئندہ یہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث
والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولا کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت
مولی کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو گیا کہ ولا نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہ
تعریض ہے صدر الشریعہ کی طرف کہ انھوں نے ولا کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم غیر ناجود نہیں وسببہ العتق
علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد والارث والتدبیر یحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہو جانا ہے مولی کی ملک سے نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلیے کہ
استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت والے کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولی کے
کی موت کے بعد بدون کسی آزاد کرنے کے اور قرابت والا بحکم میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولا عتق علی الملک اولی ہے نہ اعتاق
فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولا اُسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری ہے غالب حال پر ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی
اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہ ہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص نہ ہوتی شارح نے جواب دیا کہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے کہ حصول
عتق ای حصل لہ العتق باعتاق ولو من وصیہ او بفرع لہ ککتابۃ وتدبیر واستیلاد او بملک قریب فولاؤہ لسیدہ جو شخص کہ آزاد ہو یعنی اُسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے جیسے کتابت اور تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت وار کے مالک ہونے سے تو اُس آزاد ہو جانے والے کی ولا اُسکے مالک کے واسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت
یہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اُسکو آزاد کر دیا تو اُسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا
فعل موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتے ہیں اُسکا جواب یہ ہے کہ صورت اُسکی یہ ہے کہ مولی مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا تو اُسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہو کر
آیا سو اسکے ام ولد اور مدبر مر گئے تو اب دونوں کی ولا مولی کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت
ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا مولی کیواسطے ہو چکا ہے اسواسطے کہ ولا کا حق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اُسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولا مولی کی
طرف سے اُسکے عصبہ کو پہونچتی ہے کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتیں نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے ہم حق ولا مولی کا ہے اگرچہ عتق کفارۂ قتل اور کفارۂ
افطار اور کفارۂ ظہار سے یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولا حق ہونے کا ہے اگرچہ
عدم ولا مولی شرط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امتہ والحال ان زوجہا قن ای عبد
فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لاینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اُسکا شوہر
غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اُسکا ولا منتقل نہ ہوگا
اُسکی ماں کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اُسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو بالیقین
معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اُسکا حمل بھی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اُسکا جزو تھا اور اعتاق واقع ہوا ہے اُسکے

تمام اجزا پر تو بچہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اُسکا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر و
الآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توأمین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی
ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہو اسواسطے کہ دونوں
لڑکے توام بالضرورۃ ہیں ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ
ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا عتق سے منتقل نہ ہوگی فان ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاۃ لمولی
الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اُسکی بھی میراث موالی ام کیواسطے
ہوا اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہوا اُسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق القن وہو الاب قبل موت الولد لابعدہ جر ولاء ابنہ
الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاویگا
بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکوں کا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے
ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اُسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اُسکا باپ
آزاد ہو گیا تو اُسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب
باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی
مستحق ولا ہو چکے تھے اُسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا لم تکن معتدۃ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے
ابتدا اعتاق اُسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت میں نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لاینتقل لموالی الاب سو اگر
لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے
مالکوں کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ اولم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لایکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو لعربی فولدت منہ
فولاء ولدہا لمولاہا اُس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اُسکا ویسا مولی نہو نکاح کیا اُسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو معتقہ
اُس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اُسکے مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی اُنکے انساب کے قوی ہونے سے
ہم عجمی کے مولائے موالات ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا اسواسطے اُسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے ایک مرد سے
عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولی کے واسطے
ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ لا فی العجم وولاء الموالاۃ موالائے معتقہ کے
واسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولائے عتاقہ قوی چیز ہے یہاں تک کہ اُسمیں کفاءت یعنی ہمسری معتبر ہے نہ عجم اور ولائے موالات میں ہم یعنی
لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اُسکو کفاءت میں اعتبار کرتے ہیں تو صبیح کا معتق کفو نہیں ہے شریفہ کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے
اسواسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے و لہذا کفاءت اُنمیں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد
اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہیں معتبر ہیں حق نسب اور خود نہاد نہیں ہیں
اسواسطے کہ عرب میں باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے پھر ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور آزاد کرنے والا
مولی مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہوں اور ترکہ باقی رہے اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر اُنکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اُسکو لیگا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے
ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر ومؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا مؤخر ہے عتیق کے عصبات نسبی سے اسواسطے
کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر۔ فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی الذکور تحقیقہ
فی بابہ سو اگر مولی مرے پھر اُسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اُسکے مولی کی عصبات ذکور میں سے اُس عصبہ کو ملیگی جو
مولی سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اُسکو محقق بیان کرینگے اُسکے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی و لیس للنساء
من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتوں کے واسطے ولاء عتیق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد
کریں تو انکی ولاء ہوگی چنانچہ اُس حدیث میں یہ صریح ہے جو درر وغیرہا میں مذکور ہے لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او
کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ وسیجیٔ الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی
وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اُسکی اصل صحیح نہیں ہے اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آویگا ہم جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کے کلام
سے مؤکد ہو تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر انکو جنکو انھوں نے مکاتب کیا
یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شیء لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال بہ صنف
قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اُسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سوا اپنے آزاد کرنے والے کے بیٹی کے تو اُسکے واسطے غلام آزاد
کی کچھ میراث نہیں اسلیے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اُسکا مال بیت المال میں رکھا جاویگا ہذا ظاہر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا
لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن والبنت رضاعا کذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول
عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے کہا ہے کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی
بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسیطرح جو مال کہ فاضل
باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اُسکو پھیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جاوے کذا
فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا واذا ملک الذمی عبدا او مسلما و اعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب
فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ والعقل عنہ وہذا اصح نسا والقول بان الولاء ہو المیراث حق الاتضاح اور جسکہ کافر ذمی غلام کا مالک
ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہے اور وہ اُسکو آزاد کرے تو اُس غلام آزاد کی ولاء ذمی کے واسطے ہے اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل
ذمہ ولاء کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اُسکو آزاد کرے تو ذمی
اُسکی میراث نپاویگا اور نہ اُسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولاء حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے
واضح ہوگیا کہ ولاء تو وہی میراث ہے ہم یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اُسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولاء اور میراث متحد الحقیقۃ
نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولاء کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہ ہوگا کہ وارث کی شرط حاصل نہیں یعنی
اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جاوے اور عتیق مسلم اُسکے بعد مرے تو اُسکو میراث اُسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب
عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں
حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہ ہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کر دے پھر جب اُسکو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبض و

تدبیر مین لکھے تو وہ اُس وقت مین آزاد ہوجاویگا اور اُسکی ولا اُسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اُسکا عتیق دونون مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آوینگے تو حربی
اُسکا وارث نہوگا برخلاف مذہب ابویوسف کہ اُنکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی سے
غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولا اُسپر نہین ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکرسکے ولو دخل
مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب مین گیا سو اُسنے وہان غلام خرید کیا پھر اُسکو زبانی
بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب مین تو وہ آزاد ہوجاویگا ھ یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب مین
آزاد کرے تو اُسکو اُسکی ولا حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا
اور شرنبلالی مین نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولا اور میراث متحد کحقیقۃ نہین واللہ اعلم ولو کان لعبد مسلما فاعتقہ مسلم او
حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای للمعتق اور اگر غلام مسلمان ہو سو اُسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام مین آزاد کرے تو اُسکی ولا اُسکو ملیگی یعنی اُس کے
آزاد کرنیوالے کو فرع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصون نے میت کی ولا کا دعوی کیا
اور ہر شخص اُسکے گواہ لایا کہ اُسی نے اُسکو آزاد کیا ہے تو دونون مدعیون کے واسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی المستحق للولاء اولا
تنفذ منہ وصایاہ ویقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی اور اُس کے
دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون
الدباغ ہمسری زوجین کی اعتاقت مین معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت (چمڑہ پکانا ۱۲) کرنیوالے کا غلام آزاد ھ تو اگر سوداگر
کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اُسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا کانت حرۃ الاصل
یعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو یعنی کہ جسکی اصل مین لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اُسکے فرزند پر ولا نہین ہے اگرچہ اُسکا
باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت مین لڑکا مان کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ھ حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون مین مستعمل ہے ایک
یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اُس شخص
سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل مین رقیق ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل مین مطلقا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذالک فلو عربیا فلا ولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ
اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اُسکے ولد پر ولا نہین مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولا ہے نہ مان کی قوم کے واسطے ولو عجمیا فالولاء علیہ لقوم الام
ویرث معتق الام وعصبتہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اُسپر ولا نہین باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنے والا اور اُسکا عصبہ
برخلاف مذہب ابویوسف ھ ابویوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا مین چنانچہ شخص عربی مین تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے
اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہین عجمی باپ کی طرف سے اسواسطے کہ
عرب سوا عجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے درر مین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون بمعنی مذکور تو ولد پر ولا نہین اور اگر دونون معتق ہون یا اُنکی اصل مین معتق
ہو تو ولا باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی بمعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہین اور اگر باپ غیر عربی ہو تو
قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابویوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام مین ھ موالاۃ لغت مین بمعنی متابعت ہے اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے

مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں یا ورنہ کوئی مددگار سو مجکو تو اپنی طرف ملا لے اور اپنی قوم کی طرف تا میں تیری جماعت میں گنا
جاؤں سو تو میری مدد کیجیو اور میری دیت دیجیو اور مصائب دور کیجیو اور اگر میں مرجاؤں تو تو میرے مال کا وارث ہے تو دونوں شخصوں میں عقد موالاۃ
منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف
ولاء موالاۃ کہ وہ نقل ہو سکتی ہے قبل ادا دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک
اسکا کچھ اعتبار نہیں والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید آخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ مجہولا لا مسلما علی ما مر یعنی علی ان
یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع
ہوا اس شرط پر کہ متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح
نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے پھر ذکر ہوگا اور اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ
ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اسواسطے کہ اس میں ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح
نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور
دیت اسفل کی اعلی پر ہے اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونوں جانبوں
سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے ثم لو ارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابوں میں بلا
خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی
اسواسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ
منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا
عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک
کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے واخرہ عن ارث ذوی
الرحم لضعفہ اور ولاء موالاۃ کی ارث ننہالی رشتہ دار سے موخر ہے اسکے ضعف کے سبب سے اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو انکے غیر پر وہ
لازم نہ ہوگی اور ننہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اسکے ابطال کے مالک نہیں وله النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ وعن ولدہ فان
عقل عنہ او عن ولدہ لا یتحول لتاکدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلی نے اسکی طرف
سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولاء موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ دیت کے
نے اسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی المعتق احدا للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب
لازم ہونے ولاء عتاقت کے امراۃ والت ثم ولدت مجہول النسب یتبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جنی کہ جسکا
باپ معلوم نہیں یعنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور میں وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشائہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور
اسیطرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد میں اسواسطے
کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق میں جسکا باپ معلوم نہیں وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ الا نسبۃ غیرہ الیہ
فقیر بالنعم عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہ ہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب کا مانع نہیں کذا فی العنایہ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہ منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی والثانی ان لا یکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہے کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لا یکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اسکے واسطے ولاے عتاقت نہو اور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اسکی طرف سے دیت دے چکا ہے والرابع ان لا یکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو ھم تو اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہے شرح طحطاوی مین ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنایت اسکی بیت المال پر ہے اور اسکی میراث بھی بیت المال لے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اسکو اختیار ہے جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت دی گئی ہے بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ الذمی الذمی وعکسہ الذمی الذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسطہ فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہے چنانچہ اسکو بشرح بیان کیا ہے بدائع مین ھم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونون مین فرق یہ ہے کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا موالی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ شعر ویعتق عبد عن ابیہ ولاؤہ + لہ والوہ بالمشیۃ یوجر + اور وہبانیہ مین ہے اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہے اور اسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب انشاء اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہے اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الٰہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مومن یکون الاجر لہم من غیر ان ینقص من اجر الابن مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایماندار کے واسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جائے کذا فی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بناے مسئلہ اسپر ہے کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہے اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور یہی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہے جسکا نام کواکب نیرات ہے خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہے کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ہو لغۃ حمل الانسان علی شئی یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہے انسان کو برانگیختہ کرنے سے اس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اسکو برا لگتا ہے خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اسکو ناچاری کرنا پڑے ھم فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے

قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی ہے صورت مذکورہ ہم قہستانی میں ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اُسکو کسی چیز سے تہدید
نہ کی اگرچہ مامور ڈرتا ہو دلالت حال سے کہ اگر اُسکو قتل نہ کریگا تو آمر اُسکو مار ڈالیگا یا اُسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفتح
ہے یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کذا فی الطحطاوی درر غرر میں ہے کہ اکراہ شرعی یہ ہے کہ فعل کروانا بواسطہ اُس تہدید کے جو رضا سے غیر کو
نیست و نابود کرے نہ اُسکے اختیار کو لیکن تہدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور گاہے نہیں الحاصل عدم رضا معتبر ہے اکراہ کی سب صورتوں میں اور
اصل اختیار ثابت ہے سب صورتوں میں لیکن بعضی صورت میں اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور بعضی صورت میں فاسد نہیں ہوتا انتہی اور تحقیق اسکی شرح وقایہ میں
یوں مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ میں جبر ہے پس حبس یا ضرب کے اکراہ میں بالاتفاق کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت
ہے بیع وغیرہ کا سالم رہا اسواسطے کہ اختیار فاسد ہو جاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے لزوماً ... جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو تمام اس کے جیسے حیوانات کی
پیدائشی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ قوت ناسکہ انسان بلکہ تمام حیوانات کو کس طرح روک رکھتی ہے اوپر سے مکان کے گرنے اور آگ میں گھسنے سے درصورتیکہ گمان تلف ہو تو آگے
بازرہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن بظاہر کام اختیاری ہے جیسے قریب ہے اسیطرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار متفاوت ہے لیکن اختیار فاسد ہے اسواسطے کہ انسان اسپر
مخلوق ہے اس راہ سے کہ طبیعت اسپر مجبول ہے باوجود اسکے اہلیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں بواسطہ تحقیق عقل اور بلوغ کے وہو تام وہو الملجی
بتلف النفس او عضو او ضرب مبرح والا فناقص وهو غیر الملجی اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کردے جان یا عضو کے
تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے ہم ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو
کی چنانچہ بدائع میں ہے وامثالہ القانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہو اور غیر ملجی چنانچہ
ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیاں پاؤں میں ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ہدد بہ سلطانا او لصا
اونحوہ اور اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اُس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اُسنے تہدید کی ہو خواہ حاکم ہو یا ڈاکو
ہو یا چور ڈاکو یا مانند اسکے اور شخص جابر ہو مانند اسکے زوج کے اپنی زوجہ کے حق میں اور صبی غیر متحکم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون نے کسی
ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اگر اُسکا وارث ہے
اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ہدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجا اور دوسری شرط خوف ہے
مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطر اور مجبور
ٹھہر جاوے ہم اور اگر ظن غالب ہوا کہ نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہاں سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشیٔ المکرہ بہ متلفا نفسا
او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور
اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کر دے ہم شرح وقایہ میں ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہے اور
اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب میں رضا فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی
ہے اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اُسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہوا انتہی اور موجب غم گاہے حبس ہوتا ہے اور گاہے ضرب اور اکراہ میں مقدار حبس یہ ہے
کہ جس سے غم صریح حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمیں ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہو سکے اسواسطے کہ نصب
مقادیر رائے سے ممتنع ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف ہے باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وہذا ادنی مراتبہ وہو یختلف باختلاف الاشخاص
فان الاشراف یموتون بکلام خشن والارذال ربما لا یموتون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے

اسواسطے کہ اشراف تو ہلکین ہوجاتے ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر از رد وہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ
ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ یا لفتح
کا قبل از اکراہ اُس فعل سے جسکے واسطے اُسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اُسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا
مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی وجہ سے نہ کرتا چنانچہ شراب خواری اور زناکاری ہم اپنے مال
کے بیع مین اکراہ غیر بھی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
والعینین فزائزہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہین مگر آلات تناسل اور
آنکھوں پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ ہم زیلعی سے مذکور ہوچکا کہ ضرب شدید حاکم کی راے پر مفوض ہے اسکی کچھ حد معین نہین اور تصرفات مذکورہ متن کی اکراہ
غیر ملجی سے ہوتی ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی او حبس
او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قیدہ او ضرب غیر شدید الا الذی جاہ در ریا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یک روزہ یا قید یک روزہ
یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہین ہے مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر ہم قید سے مراد بیڑیان پانون مین ڈالنا ہے نہ حبس چنانچہ مشہور ہے
عوام مین حتی باع او شتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہان تک
کہ اُسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر ڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے
مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابرا مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما او
حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اُسکے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ
زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ چنانچہ بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا و تضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان
لازم ہوگا مشتری پر اُسکی تعدی کرنے سے دیکھو انہ لیستر دوران تداولتہ الایدی اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند بار اُسکی
بیع ہوگئی ہو او مضی لان الاکراہ الملجئ وغیر الملجئ یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود وکذا الصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء یا مکرہ بالفتح چاہے
تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضامندی کو نیست و نابود کر دیتے ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط
ہے اور اسیطرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اُسکا حق ہوگیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ
عندنا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیون کے نزدیک ہم مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید
ملک ہین مالک کے ثابت رکھنے سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قہستانی کا یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی فساد
عقود نہین اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مطلب یہ ہے کہ مفید ملک ہین منفاے مالک سے اور اگر یون تاویل نہ کیجیے تو یہ
کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہوجاوین ورنہ ہین مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہوجاتے ہین بیع فاسد کے مانند
اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے ہان یہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی الطحطاوی مختصرا
تبصرف و حینئذ یملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ اور اُسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اُسپر قبضہ کرلے
تو مشتری کو غلام مبیع کا آزاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہے جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد

طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لانا لہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہوگی لازم
ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین نفذ
یعنی لزم لما مران عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبر اکراہ
ہوا اگر ثمن اسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود
ہمارے نزدیک نافذ ہین اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال
نے ایضاح مین اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہم کہتے ہین بتسلیم بیع لازم ہوگی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہو کر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار
باقی نہ رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اسکی تاویل ابھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہین
مگر اسکو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر نفاذ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہین اسواسطے کہ خود ابن کمال نے
تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا بیشک بیع کو
صحیح کر دیتا ہے اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق مین کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ
منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہے اور منار اور اسکی شرح مین مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے عدم رضا
کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط ان مالا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلہ ابطالہ مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو
عقد کہ صحیح نہین ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز ہے وما یصح یصح فیضمن
الحامل کما سیجیء اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک اسحامل یعنی اکراہ کرنیوالے
سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہوگی وردہ ولم یضمن ان ہلک الثمن
لانہ امانۃ وردان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اپنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہ ہوگا لکنہ یخالف البیع
الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتون مین تجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت
قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہین ہوتی والثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور
دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور
بیوع فاسدہ مین حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ مین حق العبد کی جہت سے فساد ہے اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد محتاج ہے اور حق تعالیٰ
غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ مین وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے
وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمین وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری
فلا یضمنان بلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ مین بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن
سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہین برخلاف ان دونون ثمن اور مثمن کے بیع فاسد مین کہ امانت نہین ہوتے کذا
فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہے جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعد بادشاہ کا امر اکراہ
ہے اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا

اور نہین تو مین تجھکو قتل کر دونگا تو اُسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہی جبکہ اُسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤنگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اُسنے نہ کھایا
اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت
کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اُسکو ظن غالب ہی
کہ بادشاہ اُسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوشی طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہی تو اُسکو کھانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ
اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اُسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہی اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجھکو قتل کر دونگا تو اُسکو اپنا قتل
کرنا جائز نہین انتہی مختصراً و ملتقی اور اُسکی شرح مین ہی اور اکراہ بتہدید قتل ہوا اُسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گھس جائے یا اور مہلک چیز ہی
تو اُسکا اختیار ہی امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً والامر بغیرہ لا لان
تعلیم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضرباً یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی و بہ یفتی اور بادشاہ
کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہین لیکن جبکہ مامور دلالت حال سے سمجھتا ہو کہ اگر اُسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اُسکو قتل کریگا یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اُس کو
اسطرح ماریگا جس سے اُسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہی وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق
منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہی کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اس سے اکراہ ثابت ہی ہم تہدید زوج اُس صورت مین اکراہ ہی جبکہ وہ قادر ہو اُسکے کرنے
پر اور یہ دو روایتون مین سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجوراً عند اللہ تعالی اشباہ احرام
باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اُسنے انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور اگر
محرم شکار ماریگا تو قیاس مین اُسپر کچھ نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اُسکے امر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونون پر کفارہ
ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری
پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین تو مشتری اُسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ہم تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اُسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہی کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے
اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اُسکے پاس تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو تاوان اُسپر نہین کیونکہ وہ اس صورت مین اُسکے پاس امانت
ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایاً شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے
تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری
سے قیمت اُسکی پھیر لے یعنی اسواسطے کہ وہ ادا سے ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ
لو ضمن المشتری الثانی مثلاً لمصیرورتہ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہو جاے گی
ہر خریداری کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ خریداری کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلاً مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان
دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اُسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن مین بیان کر دیا
پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے
دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا
ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہو جاوینگی

طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور یہ پہلا مسئلہ مشتری واحد میں
مفروض ہے فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعہ لو تداولت وحینئذ الا المشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھیر لے بخلاف ما اذا اجاز المالک
احد البیاعات حیث یجوز الجمیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے بیکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ میں
سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم
او لحم خنزیر او شرب خمر باکراہ غیر ملجی بحبس او ضرب او قید لم یحل الا لضرورۃ فی اکراہ غیر ملجی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کا
گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر جو اسطرح اکراہ ملجی کے جیسا کہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں ہوا اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہیں
اکراہ غیر ملجی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں جیسا کہ مخمصہ میں اور سبب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہ ہوا تو ضرورت ثابت
نہ ہوئی کذا فی المنح نعم لا یحد الشرب للشبہۃ ہاں یہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیوے تو اسپر حد جاری نہ ہوگی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکرہ
بملجی بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید یا تلف کے کذا
صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہوگی
مسائل اکراہ کی تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جسمیں اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کریگا یہانتک کہ قتل ہوگا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم میں عزیمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجرائے کلمہ کفر اور دشنام
نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہی اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری قسم میں امتناع عزیمت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ
قتل نفس معصوم محترم ہے یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد مغایظۃ الکفار فلا باس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں
صبر کیا یہانتک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھجلانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم وجہ بیان یہ ہے
کہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو نہ کھانے سے تلف کرنا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل
کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نہ جانتا ہو تو گنہگار نہ ہوگا اسسبب سے کہ مخفی ہونے
اباحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدای اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے ہم اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور
اسمیں اختلاف بھی علما اور صحابہ کے کہ ان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ٹھہرا کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصۃ کما قدمناہ فی الحج جیسے شدت گرسنگی میں محرمات
مذکورہ کے نہ کھانے اور مر جانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام
کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے
درانحالیکہ اسکا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہو یا بغیر تقیید وہم توریہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم ان وری لا یکفر وبانت
امرأتہ قضاء لا دیانۃ پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہ ہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ میں خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی الطحطاوی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام کرے

وقت میں نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمہ کفر اسکی زبان پر گذرا اور
دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اُسنے ارادہ نہیں کیا وان خطر بباله التوریة ولم یور کفر وبانت امرأته دیانۃً وقضاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اسکے دل میں
توریہ منظور ہوا اور اُسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اُسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیہ ہم اسواسطے کہ جب
دل میں توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکرہ
کہے کہ میرے دل میں توریہ منظور ہوا لیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اسکی عورت جدا نہ ہوگی استحسان میں اسواسطے کہ
جب اسکے دل میں سوائے اسکے کچھ منظور نہ ہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت میں اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اس
حالت میں لازم ہے جبکہ اسکے دل میں توریہ منظور ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ویوجر لو صبر لترکه الاجراء المحرم اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے
اجراء محرم کے ہم عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمین مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیئے گئے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثله سائر حقوقه تعالی کافساد صوم وصلوٰة وقتل صید حرم وکلما ثبت فرضیته بالکتاب اختیار اور اکراہ
علی الکفر کے مانند ہیں رخصت اور صبر میں باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم وصلوٰۃ کا فاسد کردینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور جس
چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ہم زیلعی میں ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک
اسکے کرنے میں رخصت ہے اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوٰۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہیں تو اسمیں اصلاً اباحت
متصور نہیں اور سوا اسکے کفر کے اگرچہ عقلاً محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقاً
اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاجراء بغیرهما بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال اذ التکلم بکلمة الکفر لا یحل ابداً اور
اجراء کلمہ کفر رخص نہیں بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی سے اسواسطے
کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے سو وہ بھی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور
عدم حلت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص له اتلاف مال مسلم او ذمی
انتہاءً بقتل او قطع ویوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کرڈالنے میں تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور
اسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکره بالکسر لان المکره بالفتح کالآلة اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان
لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہیں ایک فعل وہ ہے جسمیں مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکھتا کہ اس فعل میں مکرہ بالکسر
کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہاں اکراہ کرنیوالے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں
آلہ نہیں ہوسکتا تو وہاں فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہ ہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہیں کھا سکتا اور نہ
دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے
مال پر پھینک دے اور مال تلف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتله او سبه او قطع عضوه وما لا یستباح بحال اختیار اور رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان
کے قتل کی یا اسکے گالی دینے یا اسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اس فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار ہم لیکن قہستانی میں مضمرات سے
منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ [illegible] باپ کو مار ڈالنا اور [illegible] کا جلانا اور پانی میں گرا کے
ڈبوتا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکره بالکسر لو مکلفاً [illegible] خلافاً لما فی النہایة [illegible] لان القاتل کالآلة اه [illegible]

ہمارے نزدیک فقط مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل و بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اس قول کے جو نہایہ میں ہے فقط مکرہ بالکسر پر اسواسطے
قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند ہے هم سخ اقتھار میں ہے کہ عنایہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ
انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضاے اسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اس فعل میں جسمیں وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی تلاف
میں گناہ میں اور یہ اسواسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضاے اپنی طبیعت کے عمل کرے جیسے تلوار کہ قطع کرنا اسکی طبیعت ہے جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور جیسے آگ کہ اسکی طبیعت
جلا دینا ہے اور جیسے پانی کہ اسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی یعنی اکراہ ملجی میں آمر پر
قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی و اوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کہا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما
للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب آمر اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ
فعل اسی سے پایا گیا ہے حقیقۃ و حسا و حکما یعنے در حق گناہ تو اسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعھا اور اگر زنا
پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہیں ہے اسواسطے کہ اس میں جان کا قتل کرنا ہے کہ اسکے ضائع ہو جانے سے ہے اسواسطے کہ ولد الزنا حکما ہالک ہے اسواسطے
کہ اسکا کوئی پالنے والا نہیں ہے تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانا لیکن مامور پر حد نہیں از روے استحسان کے بل یغرم المہر
ولو طائعۃ لانہا لا یستقل الا جیما شرح وہبانیہ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں سے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے
کذا فی شرح الوہبانیہ هم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ
الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب میں رخصت ہے اسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب ولد
کا اسکے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر الا انہ لا یکون سببا
الحد فی زناہا الا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہیں رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کے
زنا میں حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا میں اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اسکے واسطے شبہ نہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے فرع
مسئلہ ملحقۃ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکونہا قبیحا عقلیا
ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے
مانند ہو بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مرخص ہوا اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے
زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اس وجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسی واسطے اغلام بہشت میں نہ ہوگا بر مذہب صحیح یہ
کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں هم مصنف کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اسکی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس سے واضح ہے کہ
اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ ہلاک ولد کا موجب نہیں اور نہ مفسد فراش ہے اور زنا پر اطلاق صفت فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول
سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال هم لیکن جوہرہ کی روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ
آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان طلق قبل
اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت پھیر لے اور نصف مہر مسمی پھیر لے اکراہ کرنے والے سے اگر اسنے مطلقہ کی وطی نہ کی ہو یعنی عتق
غلام میں قیمت لے کر یا اکراہ سے اور نصف مہر مسمی بسبب بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمی نہ ہو تو وہ متعہ جو بسبب اسکے لازم ہوا کذا فی الدرر و نذرہ و یمینہ و ظہاره

ورجعته وایلاؤہ وفیئه فیه ای فی الایلاء بقول لا فعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر کرنے کی اور قسم اسکی اور ظہار اور رجعت اسکی اور ایلاء اسکا اور رجوع
کرنا اسکا ایلاء میں قول سے یا فعل سے کذا فی الدر المنتقی اور زیلعی اور درر میں فقط قول مذکور ہے نہ فعل والاسلام ولو ذمیا کما ہو اطلاق کثیر من المشائخ
وما فی الخانیة من التفصیل فقیاس والاستحسان صحته مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہے
اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ میں تفصیل ہے کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہے مطلقا خواہ حربی
ہو یا ذمی ہم اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہے نہ قیاس پر سوائے چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا
کذا فی الطحطاوی بلا قتل لو رجع للشبهة کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہے بدون اسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہیں بسبب شبہہ
چنانچہ باب المرتدین گذر گیا ہم شبہہ یہ ہے کہ شاید اسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیله بطلاق وعتاق
وما فی الاشباہ من خلافه فقیاس والاستحسان وقوعه اور صحیح ہے وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ میں اسکے مخالف مذکور ہے سو
قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ہم اشباہ میں ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوتا وجہ
قیاس یہ ہے کہ وکالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اسکے وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہیں بلکہ اس کے
فساد کا موجب ہے تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شرط فاسدہ کا اثر وکالت میں نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع
الہزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیه الاکراہ وعدہا ابو اللیث فی خزانة الفقه ثمانیة عشر وعددناہا فی باب الطلاق
نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت میں یہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہے اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہے
اسمیں فسخ کا احتمال نہیں اور جسمیں فسخ کا احتمال نہیں اسمیں اکراہ اثر نہیں کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہیں انکو فقیہ ابو اللیث نے خزانة الفقه
میں اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق میں ہمنے انکو نظم میں بیس گنا ہے ہم غیر محتمل الفسخ میں اکراہ اثر نہیں کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہیں ہوتا اسواسطے کہ
اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہے عدم لزوم عقد میں اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہے فسخ عقد پر تو اکراہ اسکو قدرت
دیتا ہے فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد میں کہ فسخ کا احتمال نہیں اسمیں اکراہ عمل نہیں کرتا کذا فی المنح لا یصح مع الاکراہ ابراؤہ مدیونه او ابراؤہ کفیله بنفس
او مال لان الابراء لا یصح مع الہزل صحیح نہیں اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مالی ضامن
اسواسطے کہ ابرأت صحیح نہیں ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعة فسکت لا یبطل
شفعته اور اسیطرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اسکا باطل نہوگا ولا ردة بلسانه وقلبه مطمئن بالایمان
فلا تبین زوجته لانه لا یکفر به والقول له استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافه فلعله قیاس فتامله اور نہ اسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ
اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہے تو اسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی میں
اسکا قول معتبر ہے استحسان کی دلیل سے میں کہتا ہوں اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہے نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان
سو اسکو تامل کرو ہم نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ درصورت توریہ زوجہ قضاءً چھوٹ جاویگی نہ دیانۃً اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا با وجود
اسکے دل میں مخطور ہونے کے تو دونوں طرحسے چھوٹیگی کرہ القاضی رجلا لیقر بسرقة او قتل رجل بعمد او لیقر بقطع ید رجل بعمد فاقر بذلک فقطعت
یدہ او قتل علی ما ذکر ان کان المقر معروفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقة معروفا بہا او بالقتل لا اقتص من القاضی استحسانا
للشبهة خانیة قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدا کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اسنے

اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے
قصاص لیا جائے اور اگر مفسد چرانے کے ساتھ متہم ہوا در چوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل
سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیہ ہم شبہ یہ ہے کہ شاید اسنے کیا ہو جسکا اسنے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک
فہو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر والا فلا قنیہ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس شربت کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ
بیچ تو وہ اکراہ ہے اگر شربت یعنی پینے کی چیز شریعت مین حلال نہ ہو جیسا کہ شراب اور اگر شربت حلال چیز ہو تو اکراہ نہین کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا
اور اسیطرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جو اسنے بیچا تو اسمین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے
صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی
سو اسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہم یعنی بادشاہ نے مال
طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ ادا ے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا
فی العالمگیریہ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ بیع فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان
سے دون میرے پاس تو مال نہین پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج
بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہان تک کہ اسنے اپنا مہر معاف کر دیا
تو بخشنا صحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونون کو شامل ہے لیکن قاضی کے فتاوے مین ضرب متلف
کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہے وان ہددہا بالطلاق او تزوج علیہا او تسری فلیس باکراہ خانیہ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی
یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ
افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبتہ
بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا
استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ
اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اسکو اپنا مہر بخشدے سو اسنے کچھ مہر بخشدیا تو
ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتا سے حادثہ کا جواب وہ استفتا
یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہدان
کرا اپنے اس اقرار پر گواہ کر دے کہ اسنے اپنی مان کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہے سو اسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اس عورت
کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی
بحث مین ہم ظاہرا مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہے اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز ہے اور ہبہ کل مہر کا مثل
بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی
المکرہ باخذ المال لا یضمن باخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال مین
لینے کا تو اسپر تاوان نہین جو اسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال کو پھیر دیگا اسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان

اسپر لازم ہوگا ہم یعنی پھیر دینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہو نہ لینے والے پر و اذا اختلفا ای
المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا ضمان مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہو کہ اسنے پھیر دینے
کی نیت سے نہین لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو اور اُسپر تاوان لازم نہ ہوگا کذا
فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہرا اکراہ ظالم قرینہ ہو مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یبرء ما دام حاضرا عند المکرہ والا لا لزوال القدرۃ والالجا
بالبعد منہ وبہذا یتبین انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہو کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اُسکو
لینا اور دینا اُسوقت تک جائز ہو جب تک اُس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل
ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہو جانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر بدکارون کو کچھ عذر نہین
ناحق مال چھین لینے مین حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مبسوط مین ہو کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے
غیر کا مال چھین لینا جائز ہو نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اُسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجکو پاویگا ہان اگر امیر کا فرستادہ
مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اُسکو پکڑ لاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ
شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام
کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بدلے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے
کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست
بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکناک وان قلت نبی قتلناک وسعہ لامتناع الکذب علی
الانبیاء کفار حربیون نے اُس نبی سے کہا جسکو اُنہون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجکو قتل
کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہ نبی نہین ہو تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دین اور
اگر تو کہیگا کہ یہ نبی ہو تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اُسکو یہ کہنا جائز ہو بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان
واقعی منظور ہو تو ظاہر ہو اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہو تو غیر ظاہر ہو اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہو نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی
لرجل ابن لی نعت جاریتک لازنی بہا دفعت لاکسا الحق اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اُس سے بدکاری
کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہم اسواسطے کہ یہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہو چاہے اُنکو
خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اکرہ لیعتق عبدہ فکما لم یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول مین
وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہو یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہو کہ ہان معتبر ہو ہم ینابیع مین ہو کہ
سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اُسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین
ضمان ہو اور اگر وصی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لیگا اور بعض چھوڑ دیگا اور مال متروک اسکو کفایت
کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اُسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہو یتیم کے مال دینے مین اُسپر
تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت مین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال لشعر ان
یقل المدیون انی مرافع بتہدید فالاکراہ معنی منہ ہو اور وہبانیہ مین کہا ہو اور اگر مدیون نے کہا اُن سے کہ مین تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہون حاکم سے

ورنہ تو مجھکو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا کام شرنبلالی مین ہی کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ
اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ آدھا نہین اور اگر تو قبول نہ کریگا تو مین حاکم سے ظاہر کر دونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہی یعنی اور حاکم اُس مال
کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ درحقیقت اکراہ ہی اور اسکو جائز
ہی کہ اسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اُس صورت مین ہی جبکہ حاکم ظالم ہو کہ چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی مشہر وصح فی الاستحسان
اسلام مکره + ولا قتل ان یرتد بعد یجبر + اور استحسان مین صحیح ہی اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہین ہوگا اور اسپر
جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہ مسئلہ مشروحا بیان ہو چکا مبسوط مین ہی کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ مین تیرے باپ یا بیٹے یا کسی اور
قرابت دار محرم کو قتل کر دونگا یا تیرے باپ کو حبس کر دونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اُسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہ بیع جائز ہی اور
استحسان مین باطل ہی اور تصرف مذکور نافذ نہین ہو اسلیے کہ یہ اکراہ ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم وتم ہذا الحکم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہی حجر کے احکام مین ہم مصنف نے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہی مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہی حجر سے اسواسطے
کہ اکراہ سلب اختیار اُس شخص کا ہی جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کا مالک ہی بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور نیز اسمین حجر رعایت اور شفقت
ہی مجبورین پر اور گاہی غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہی چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام پر رعایت حق مولے کے ہی
لغۃ المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہی مطلقا یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطالب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ
حا مہملہ و سکون جیم مذکور ہی وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا
اور روکنا ہی تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اُسکے واقع ہو جانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور
نہین ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور یہہ نفاذ سے مراد لزوم ہی اسلیے کہ مجبور کا عقد موقوف ہی طحطاوی
کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہی لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہی جسمین ضرر ہو اور جس تصرف
قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور اسلام تو اسمین صغیر بالغ کے مانند ہی قلت یشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ
فی البدائع اللہم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ اخر لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے شبہ
واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ اُسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہی یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا
بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہی یا حسد ایا مگر یون جواب دیا جاسے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو
یہی ہی کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن یہ اخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اُسکے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کرنا
ہم مانع حق مولی ہی یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اسمین بیچا جاسے اور اسمین حق مولی کا ابطال ہی طحطاوی نے کہا اشکال اُسوقت مین
واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین گا ہے ماخوذ ہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمہ کممیز
کما سیجیی فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہی جو شامل ہی قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل ممیز
کے مانند ہی چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہی یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہی کہ
اپنے نفع وضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین اُنکے تصرفات قولیہ ممنوعا غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہر چند عاقل ہی لیکن چونکہ جو اُسکے پاس ہی وہ مولے

کی ملک ہی تو برعایت حق مولے اُسکا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن و یفیق فحکمہ
کممیز نہایہ تو صحیح نہین طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش مین نہین آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار
تو اُسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہی کذا فی النہایہ ہم نہایہ اور غایۃ البیان مین ہی کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہی اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہی اور زیلعی
مین ہی کہ وہ عاقل کے مانند ہی شلبی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ مین کوئی عقد منعقد
کرے تو اُسمین نفاذ عقد کا حکم ہی عاقل کے مانند اور اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اُسمین توقف کا ہی صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول
پر محمول ہی اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا اعتاقہما واقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہی
برعایت اُن کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہی اُنکے حال پر وصح طلاق عبد و اقرارہ فی حق نفسہ
فقط لا سیدہ اور صحیح ہی طلاق غلام کی اور اُسکا اقرار فقط اُسکی ذات کے حق مین نہ اُسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقہ لو لغیر مولاہ ولو لمولاہ ہدر
تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اُسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اُسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے
تو لغو اور باطل ہی یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر و یحد و یقود فیہم فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام
نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اُسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر ومن
عقد عقدا یدور بین نفع و ضرر کما سیجئی فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین وہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ او ردہ
اور جو کہ ان محجورین مذکورین مین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہی درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ
عاقد اُسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہی اور شرا املاک مشتری کو کھینچ لاتی ہی تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کر ڈالے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہی اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہین ولی سے مراد قاضی اور
باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہی اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اُسکا باپ نمانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وان لم
یعقل فباطل نہایۃ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہی کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سواء عقلوا اولا درر شیئا متقوما من
مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعلی اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہون یا نہ بوجھتے ہون کذا فی الدرر تلف کر ڈالین شئی متقوم کو مال ہو وہ شئی یا
جان تو ضمان اُنپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اُنکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد
ہونے کے ہی چنانچہ گذر گیا درفی الاشباہ الصبی المحجور یواخذ بافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ وما
اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ مین ہی کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہی اپنے افعال سے تو اُس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اُسنے
تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل کریگا تو دیت اُسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلون مین صغیر پر تاوان نہین اگر اُسنے تلف کیا وہ مال جو اُسنے قرض لیا اور تلف
کی وہ چیز جو اُسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اُسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کیواسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اُس سے
بدون اذن کے ہم عدم اذن ولی چارون مسئلون کی قید ہی تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہی کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ایداع
یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع والاخذ او ایداع صغیر
سے مستثنی ہی وہ صورت جبکہ صغیر محجور مثلہ اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہی تو مالک کو جائز ہی چاہے
ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم اس مسئلہ مین یہ قید بھی ہی کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی

ولا حجر علی حر مکلف سفیہ ہو مبذر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل ورو ولو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیہ عندہما وتمامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہین کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد بیجا صرف مال اور اسکا ضائع کرنا ہر خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگر امر خیر مین صرف مال کرے جیسا کہ بنانے مساجد اور اسکے مانند امور دین مین مال صرف کرنے تو اسکا تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہے ہم سفہ لغت مین عبارت ہے حماقت اور خفت عقل سے اور شرع مین سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہے خلاف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب جیسا کہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح مین داخل نہین حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلائے دیندار غرض شمار نہین کرتے جیسا کہ مغنیون اور لاعبین کو مال دینا اور آڑانے والون کبوتر دن کو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بامحصرت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہے کہ اول رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اسکا مال اسکو نہ دیا جائے گا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی و فسق و دین غفلۃ اور ہر مکلف مجبور التصرف نہوگا گنہگاری اور لہو و لعب لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک ہم دین سے دو دین مراد ہے جو اس کے اموال سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہے جو تصرفات نفع دینے والی نہ پہچانتا ہو اور تجارت مین نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا او لتسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جائے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے ارتداد سکھانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاوے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاوے ہم زیلعی نے کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکھاوے اور حرام کے حلال کہنے اور حلال کے حرام بتانے مین بے پروا اور بیباک ہو جاوے قاضیخان مین ہے کہ مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نہ جانتا ہو اور فتوی دینے پر جرات کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع کیا جاوے علاج کرنے سے طبیب جاہل ہم طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا امراض پر شدت کرے تو اسکا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان مین ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگون کو سخت اور مہلک دوا پلا دے اور وہ اسکو شفا اور دوا جانتا ہو و مکاری مفلس اور منع کیا جاوے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا امام حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور غلامی اور جنون اور انکے ساتھ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہے امام اعظم سے اور تینون سے تین اور ملحق ہین تنگ یعنی جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اسکو نہ بیچے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے جیسا کہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہین ابن ضیاء نے شرح مجمع مین کہا کہ یہ جو امام سے مروی ہے کہ انکے نزدیک حجر نہین مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک دیوے تو جائز ہے اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اسکی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی سے ظاہری مراد ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین مین فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل انکے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس انکے اموال تباہ کرتا ہے اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ ہے نہ اور جانور جسپر باربرداری کرے اور نہ اسکے پاس مال ہے جس سے جانور باربردار خرید کرے اور لوگ اسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سفر کا وقت آتا ہے تو وہ چھپ رہتا ہے اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق تک کو پہونچتا ہے مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ہوا نہ از باپ پھر تو سنا قص لازم نہ ہوا کذا فی الطحطاوی وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ بہ ای بقولہما افتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک
حجر کیا جائیگا آزاد و بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے اُسکے مال کے بچانے کے واسطے وعلی قولہما المفتی بہ یکون فی حکم
الصغیر اور بموجب قول انکے کہ صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام میں صغیر نابالغ کے مانند ہیں ہم یعنی پس نابالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہوگا
چاہیے جاری رکھے چاہیے فسخ کردے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ اُن تصرفات
میں ہے جنمیں فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کردیتی ہے سو ہم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص
بتصرفات مذکورہ ہے چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیر ذلک واما ما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال لا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد
وتدبیر ووجوب زکوۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب
من الثلث فہو ای فی ہذہ کبالغ اور اُن تصرفات میں کہ جو فسخ کے متحمل نہیں اور اُنکو ہزل باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے
مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے
اور اُسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہوجانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام
صحت اقارب میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال ہے کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر محجور ہے یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات
صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے انہیں صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارۃ کعبد اشباہ اور سفیہ کفارہ میں غلام کے
مانند ہے کذا فی الاشباہ ہم خزانۃ اکمل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کا مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی
والحاصل ان کل ما یستوی فی الہزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیہ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جد برابر ہے وہ محجور
کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہیں وہ تصرف محجور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا
وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اُسکا مال اُسکو نہ دیا جائے یہانتک کہ وہ ۲۵
برس کو پہونچے ہم درر میں ہے کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برس کو پہونچ
جاتا ہے خزانۃ اکمل میں ہے کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اُسکا مال اُسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اُسکو کچھ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزاد کردے پس اگر اُسکو مصلح
پاوے تو اُسکا مال اُسکو دے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اُسکو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع وصح تصرفہ
قبلہ ای قبل المقدار المذکور من المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اُسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکورہ سے پہلے ہم یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ
کا تصرف کریگا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کے واسطے تھا وبعدہ
یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہانتک کہ اگر اُسکا ولی
اُسکو مال نہ دے اُسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہوجانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہیں چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے
معلوم ہوتا ہے ایسا کہا ہے ہمارے اُستاد نے وان لم یکن رشیدا وقالا لا یدفع حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائیگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار
بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائیگا یہانتک کہ اُسکی ہوشیاری معلوم نہو اور اُسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی ہوجائے
والرشد المذکور فی قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالی کے اس قول میں کہ اگر تم
یتیموں کا رشد معلوم کرو تو اُنکے مال اُنکو دو تو مراد اُس سے یہ ہے کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نے صم صلاح فی المال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال میں صرف کرے نہ حرام میں اور مسرف نفقہ و لغو نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد صلاح
فی المال اور صلاح فی الدین ہے دونوں مراد ہیں کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو
تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے ہم اوپر کہ آئے ہیں کہ دین کا واجب ہونا مدیون پر اور مطالبت یعنی تقاضا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون
کا حبس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراهم دینه من دراهمه یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اسکے دین کے روپے کو مدیون کے روپوں
سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسیطرح اگر دین اشرفیاں ہوں تو مدیون کی اشرفیوں سے ادا کرے وباع دنانیره لدراهم دینه وبالعکس استحسانا
لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیاں بیچ ڈالے اُدھار کے روپیوں کیواسطے اور روپیہ بیچے اشرفیوں کے ادا کرنے کے واسطے استحسان کی وجہ سے
اس واسطے کہ ثمن ہونے میں اشرفی اور روپیہ دونوں متحد ہیں لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما یفتی اختیار
وصحح فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے
اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادائے دین کیواسطے بیچ ڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار میں ہے اور صحیح
کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری میں ویبیع کل مالا یحتاج فی الحال اور بموجب قول مفتی ہے کہ حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز کہ مدیون کو فی الحال حاجت نہیں ہم ادا
دیون کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہیں وہ بھی بیچی جاسکے تو مثلا اور اونی قالین موسم گرمی میں بیچا جاسکے
اور شطرنجیاں موسم سرما میں اور دوسرے کی انگیٹھی بیچی جاسکے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال لزمه بعد الدیون مالم یکن ثابتا
ببینة او علم قاض فیزاحم الغرماء بمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان
دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال کو گواہوں سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہوا اور اگر ثابت ہو تو مقر له اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی
انکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اُس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہیں ہے فعل میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور قول معتمد یہ ہے کہ قاضی کو
اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم دینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی
ثمنه ایک شخص مفلس ہو گیا اور اسکے پاس وہ متاع ہے جو اُسنے خریدی اور قبضہ کیا ہو اُس متاع پر اسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اُسکا ثمن ادا نہیں کیا تو
اُسکا بائع اور دین والوں کے برابر ہے متاع کے ثمن میں ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہیں لے سکتا بلکہ وہ متاع بیچی ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون
کو اسکا ثمن حصہ رسد دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ کسی مرد مفلس
کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اسکا حقدار ہے تو
اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اُسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہیں رہی
اور نہ اُسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہر گئی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکلگئی اور بیع اور قبض سے اُسکا ضمان لازم ہو گیا کذا فی الطحطاوی
بتوضیح فان فلس قبل قبضه او بعده لکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہو گیا قبل قبض
بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اُسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا
کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وهو ساقط من الدرر والمنح جاز اطلاقه قاضی نے
ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اسکو روک دیا پھر اُسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو اُسنے اُسکو کھول دیا مطلق اُسکو کر دیا
اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط ہو رہ گئی ہے درر اور منح الغفار سے

وما صنع المحجور فی مالہ من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی او بعدہ وکان جائزا لان حجر الاول مجتہد فیہ فیتوقف علی امضاء قاض آخر اور جو تصرف کہ محجور
نے کیا اپنے مال میں بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس
موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل الحجۃ شارح نے یصح الحجر علی الغائب لکن لا ینحجر مالم یعلم حاشیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب
پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے بغیر التصرف منع کردیا ہے کذا فی الخانیہ م اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے
تصرفات نافذ ہیں اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور
محمد کے نزدیک محجور رہیگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب
قاضی اسکو اٹھانے کا حکم دیوے ولو ادعی الرشد وادعی خصمہ بقاءہ علی السفہ وبرہنا ینبغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا
اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونوں گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا
فی الاشباہ م طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہوگیا قاضی نے اسپر
حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے اسکو خرید کیا تھا تیری صلاح کی حالت میں
اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت میں تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی کے صحت کے گواہ مقبول ہیں انتہی اور ذخیرہ ناظر میں ہے
کہ بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہیں وفی الوہبانیہ شعر ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ + ومن یدعیہ وقتہ فہو اجدر اور وہبانیہ میں ہے
اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر قبول ہے م شارح وہبانیہ نے
مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہوجانے کے بعد کہ میں نے جو ہزار درہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر میں کیا تھا اور صاحب مال نے کہا
کہ تو نے اسکا اقرار اپنی صلاح کی حالت میں کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو وہ حقیقت میں منکر ٹھہرا تو اسی کا
قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہے کذا فی الطحطاوی شعر ولو باع والقاضی اجاز وقال لا + تودی فما اداہ من بعد تحجر + اور اگر محجور نے بیع کی اور
قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا م
اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادائے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو
مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادائے ثمن سے مشتری کو منع نہیں کیا
اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے میں
م بلوغ لغت میں پہنچنے وصول ہے اور اصطلاح میں عبارت ہے انتہاے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک نہایت تھی
تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اسی کے بیان میں ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال بالغ ہونا
طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کردینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ میں اصل انزال ہی ہے
م عقل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہیں بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہیں ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اسکے علامات سے
ہیں والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یوجد منہا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہوجانے سے اور مصنف
نے صغیرہ کے بلوغ میں انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے م موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں
معتبر نہیں اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہیں یا بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منہما شیء فحتی یتم لکل منہما

خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا یعنی اگر صغیر و صغیرہ مین ہو مذکورین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم ہوگا یہان تک کہ صغیر اور صغیرہ
کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہی بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے ہم درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک
صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہی اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہی اور امام سے بھی ایک روایت ہی وجہ فتوی عادت غالبہ ہی
اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہو جاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اُس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین
ہوئی کذا فی الدرر اور مشایخ نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا وادنی مدتہ اثنا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر
مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہی چنانچہ احکام صغار مین ہی ہم شرح مجمع مین ہی کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ پانچ یا اس سے
کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہی اور اختلاف ہی چھ اور سات اور آٹھ سال مین
اور کافی مین بعضون سے منقول ہی کہ کمتر مدت گیارہ سال ہی کذا فی الطحطاوی فان راہقا ای بان بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر
کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیہ پھر اگر صغیر اور صغیرہ
قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہون اور دونون کہین کہ ہم بالغ ہو گئے ہین تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب نکرے کا
اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہی عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط اشتراط ہی اسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے
وہ شرط یہ ہی کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور
صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال انکا انکے قول کی رد
کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اُسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین
بہ شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اسکی حالت کے تو اسکی قسمت
اور بیع منقوض نہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہی کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین بالغ ہون پھر اسکے بعد اسنے کہا کہ مین بالغ نہین تو جبکہ
اُسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہی تو اقرار اسکا صحیح نہین
اور ظاہری یہی ہی کہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یقبل قول المراہقین قد بلغنا مع تفسیر کل بما ذا بلغ
بلا یمین اور شرح اشباہ مین ہی کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہی کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا
بدون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ ضرور لازم ہی وفی الخزانۃ اقر بالبلوغ قبل اثنی عشرۃ سنۃ لا یصح الا ببینۃ
وبعدہ یصح انتہی اور خزانہ مین ہی کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہی
انتہی کلامہم معاینہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الماذون

یہ کتاب ہی عبد ماذون کے احکام مین ہم ماذون وہ غلام ہی جسکو مالک اُسکا سوداگری کی اجازت دے ہم مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے
لایا کہ اذن مسبوقیت حجر کو مقتضی ہی الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت مین عبارت ہی اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس مین اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور
ہی وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع مین اذن عبارت ہی منع تصرف کے دور
کر دینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقاً مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے و اسقاط الحق اور
شرع مین اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق ہے اسواسطے کہ اس صورت مین اذن فقط غلام کو شامل
ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونون کو شامل ہے المسقط وہو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولی ہوگا اگر
ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر والشافعی ہو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے توکیل کرنے اور نائب کرنے
سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے آئین کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہیں کرسکتا وکیل کیطرح اور ہمارے نزدیک صحیح
نہیں ہو ثم یتصرف العبد لنفسہ باہلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس
تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص
ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل و بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے
پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعہدۃ علی سیدہ لفکہ الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع
اسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کر دینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اسکے ثمن کا مطالبہ
مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے تصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت
پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہان تک کہ مولے اسکو منع کرے اسواسطے کہ
اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہین کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولم یتخصص بنوع فلو اذن فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلہا لانہ
فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم مین اذن دیا تو اسکا اذن عام اور شامل ہوجاویگا تجارت
کی سب قسمون کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو خشکی کی تجارت کا بھی
اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے بھی واقف ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ وبالشخصی
استخدام پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ حد فاصل تجارت اور استخدام مین یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد
واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہین تو وہ تجارت کا اذن نہین بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت مین یعنی اگر مولی نے کہا کہ کپڑے کی خرید فروخت
کر تو وہ ماذون تجارت مین ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام مین مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارۃ نہین ہوا اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر
کہا کہ لوگون کے یہان فلانے کام مین مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا
اذن بھی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگون پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی
ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہین ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالۃ فعبد رآہ سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک
مولاہ لم یجز حتے یاذن بالنطق بزازیہ ودرر فی الکتابۃ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی
اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر مین ہے حاشیہ سے ہم اذن
جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف مین جسمین سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہ مراد نہین کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات مین بھی اذن
ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن سوی بینہما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی

ورجح فی الشرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولی کو برابر کہا ہی زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور
صاحب ملتقی نے دونون مالون کی برابری کا یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین دونون کی برابری کی ترجیح دی ہی اسطرح پر کہ جو روایت کہ متون اور شروح مین
ہی وہ مقدم اور اولی ہی اُس روایت سے جو فتاوی کی کتابون مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے مَیں یہ کہتا ہون کہ یہ استدراک بیموقع ہی اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام
ماذون ہوجاتا ہی اُس فعل سے جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ بنایہ اور درر کے مغائر ہی اسواسطے کہ نزاع بنایہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہی اور یہ بمقتضی تحریر
فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اُسکے مابعد مین اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون
ہوگا مابعد مین نہ اُس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی وفی شری مالا او سکت السید ماذون خبر لمبتدا ای جس غلام کو اسکے مولی نے مال اجنبی کی بیع
کرتے اور خریدتے یا اسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ ہو لا فی ذلک لانہا ہی شارح نے کہا ماذون خبر ہی مبتدا کی ای جزا
ہی نفیر مراد الا اذا کان المولی قاضیا اشباہ سکوت مولی کا اذن ہی مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک
الشیء او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وہو باطل ولیکن غلام ماذون نہ ہوگا اُس چیز مسکوت عنہ
کی بیع یا اُسکی خرید مین تو مولی پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہی کہ غلام ماذون ہوجاوے ماذون ہوجانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہی
قلت لکن قیدہ القہستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم
نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہی بیع کے ساتھ نہ اُس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اسمین ہی خرید صحیح ہوگی اور بر بموجب قید
ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دے فرق بیان کرنے کی ہم کہتے ہین کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا
مولے کے درہم یا دنانیر سے اور اسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہوگیا انتہی تو غلام اُس عقد مین ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ ہی کہ خرید مین مبیع داخل
ہوجاتی ہی مولے کی ملک مین تو کچھ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اسمین زائل ہوجاتی ہی مولی کی ملک سے تو اس بیع مین سکوت اذن نہ ہوا لیکن اسمین خلل یہ ہی کہ
بیع اور شرا دونون مین ادخال اور اخراج ہی حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہی جو فقہا نے باب الفضولی مین مذکور کیا ہی کہ شرا اسرع نفاذا ہی بیع سے اور شری الفضولی
نے اس عقد کو موقوف رکھا ہی مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدے تو نافذ ہی اور اگر باطل کردے تو باطل ہی کذا فی الطحطاوی وثبت صریحا فلو اذن
مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہی صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ہم
اذن مطلق کی یہ مثال ہی کہ مولی کہے کہ مین نے تجھکو اذن دیا سوداگری مین یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور
نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی النہر وان قیدہ فبقید نا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن مین قید عام لگاوے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام
ثابت ہوگا بر خلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے
ساتھ ہو بر خلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک بیع اور شرا بالغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہی ولہ ان یوکل ویرہن ویرتہن ویعیر الثوب والدابۃ لانہ
من عادۃ التجار اور خرید فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریۃ
دے اسواسطے کہ یہ سوداگرون کی عادت ہی ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دیکر صلح کرے اُس قصاص سے جو واجب ہو ماذون کے غلام پر
ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل فلا تو ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین ہم اور بیع کمتر
قیمت سے بطریق اولی جائز ہی ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے وللمولی حبس المبیع لقبض
ثمنہ من العبد اور مولے کو جائز ہی روک رکھنا مبیع کا اُسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لما صححہ شارح مجمع لو سلم المبیع

قبل قبضہ لانہ لا یجب لہ علی عبدہ دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد ونہا لکہ لو ان الماذون مدیونا والا لم یجب بیعہا بیع نہایہ اور ثمن باطل
ہوگا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت میں ثمن دین ٹھہریگا اور مولی کا دین اسکے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو مبیع مولے کے
ہاتھ سے مفت نکلگئی تو اگر ثمن متاع ہو جیسے کپڑا اور زرّی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد کے سے اور بسبب مذکور یعنی ماذون کی بیع
مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر صحیح ہے کہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اسکے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ ہم حسب غلام
ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونون میں جائز ہوگئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مال ہے تو خرید فروخت
اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یومر السید بان یفعل احدہما لحق الغرما اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے
ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جاے کہ دونون کامون میں سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے
سبب سے فیما کان من التجارۃ مولی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز میں جو تجارت کی قسم سے ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم میں نے کتابون
میں نہیں دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہو اس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اسمین فسخ بیع نہیں تو اسکی تفتیش اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ علیہ ای
علی العبد الماذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و دیعت کی گواہی یا اسکے
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا مہر یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اسکا مولی اسوقت حاضر نہو
او محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اسکے مولے پر مقبول نہیں بلکہ غلام محجور پر
مقبول ہوگی سو اسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ
او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولے اور اگر مولی اور غلام محجور دونون حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی
مولے سے مطالب ہوگا کہ اسکو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہوگا یعنی عتق
کے بعد اس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی
دین غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اسکے مولی پر حکم نہ ہوگا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان
اسکا عمادیہ میں ہے ویاخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرا ثم یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ و مزارعت
کے اور وہ بیج خرید کرے جسکو بو دے ویواجر ویزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے
کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویستاجر ویواجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ
اپنی ذات کا اجارہ ہو ہم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک
غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین
لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما در اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور شخص کا
دین ہو تو اقرار صحیح اسکا ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین
کے کذا فی الدرر یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو انکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہو تو بعض صحح ان لم یکن مدیونا
وہبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص متقوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فی الوہبانیہ ویہدی
طعاما یسیرا لا ابعد مغالا ومفادہ انہ لا یہدی کثیرا الا کول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اسطرح پر کہ وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہوا اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھلانے کے سوا اور چیز اصلاً تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسپر ابن شحنۃ
ہم ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اُنہوں نے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی و المحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا باس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور
ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا اسواسطے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کیواسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس
صورت کے کہ اگر اسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا باس للمراۃ ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف
ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولےٰ یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ہم یعنی
بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی ناراضمندی
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اسقدر بھی جائز نہیں ولمضیفہ من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اسکو کھلاتا ہے ویتخذ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر
مالہ اور کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے حکم محیط سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن بعیب قدر ما یحط
التجار اور ماذون کم کرے اپنے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے بقدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہو وہ بحالی ویؤجل مجتبی
اور ماذون جنس بیچے اسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ہم قاموس میں ہے کہ محاباۃ عبارت ہے عطا سے بلا عوض اور بلا احسان سے
اور محاباۃ عبارت ہے تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اُسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ
تعجیل ثمن اور تاجیل اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو بھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے
مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمین ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولی اور
سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنادے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ
وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کردے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی
ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اُسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہ ہو اور بدل
کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخرہ یا مراد ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ
کہ مولے اسکو جائز رکھے تا آخر شروط مذکور یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا
بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل
مطلقا بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقا حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اُس قصاص
سے جو اسپر واجب ہوا ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے
اُس قصاص سے جو اسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا کالمسئلۃ الاولی کبیع وشراء واجارۃ واستیجار
والمسئلۃ الثانیۃ کغرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر جحدہا بلا ہم فتنبہ وعقر وجب بوطی مشتراۃ بعد الاستحقاق کل ذلک متعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو خوبی تجارت
کے ہو اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی جو بمعنی تجارت کے ہے مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اس غصب اور امانت کا تاوان جسکا

ماذون انکار کرچکا اور وہ مہر جو وہ عیب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہی اذن کی گردن میں وہ دین استہلاک
اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند یا ماذون بیچا جاویگا اس دین میں یعنی اسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یون ہی اوغرم ودیعۃ وغصب
وامانۃ وغیرہا جحدہا بعد ان مہم کے سوا آگاہ رہنا مصنف کی عبارت مین ضمیر تثنیہ کی ہی تو اسکا فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت
مین ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولہم استسعاء ایضا زیلعی اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہی
کذا فی الزیلعی یعنی اس سے کسب کروانا اور اسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہی ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون
لہا ذلک ایضا بحر من النفقۃ اور ثبوت اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک
کیواسطے تو اسکو بھی یہ جائز ہی کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم
فیہ دیون مذکورہ مین ماذون بیچا جاویگا اسکے مالک کے سامنے یا اسکے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف کسب
ماذون کہ اسمین حضور مولی کی حاجت نہین ہی اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہی اپنے کسب مین اور اسکی ذات کی بیع مین اسکا مولی صاحب معاملہ ہی
ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والون مین حصہ رسد وتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق
ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد وتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق
اس چیز سے ہی جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید للکسب لا الایہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہی کسب
اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع مین ادائے دین کیواسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہی اسواسطے کہ وہ صاحب
معاملہ ہی اپنی کمائی مین ثم انما یبدأ بالکسب فعند عدمہ یستوفی من رقبتہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ادائے دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے
کے وقت اسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب
المحجور شیئا واودعہ عند آخر وہلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب فتاملہ مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہی اذن سے پہلے سو وہ مولی کا
حق ہی تو مولی کو اسکا لینا مطلقا جائز ہی خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر غلام محجور کوئی
چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ مین وہ چیز تلف ہو جاوے تو مولی کو اس سے تاوان لینا جائز ہی اسواسطے
کہ غاصب مودع کے مانند ہی سو اسکو تامل کر لا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولی نے اس سے
لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا اور ماذون
سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی ادا کرنے
کے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اسکو جانکر خریدنہ کریگا تو بیع اسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا و
لمولاہ اخذ غلۃ مثلہ بوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذہا بعد لحوقہ
استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فیفسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اسکے مدیون ہونے کے جائز ہی اور جو اس سے
زیادہ ہو تو وہ دین والون کا حق ہی یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درم مثلا لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے
بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہی اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جاوے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کردے تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند
ہوجاوے تو دین والون کا نقصان ہوگا ویحجر بحجرہ ان علم بہ اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا

مولی کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اُسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہوا گر مولی کا ماذون مشہور ہو بازاریوں مین
ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اُس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون مجبور ہو سکے بدون اُسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے
وہ دین اُسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط علم
علم اکثر اہل سوقہ لانتفاع الضرر اور جبکہ اذن مولی کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اُسکے مجبور کرنے مین فقط اُسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اُسکے ساتھ
اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علیہ علم اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحۃ
البیع وان علیہ دین لا لعدم صحۃ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اُسپر کسیکا دین نہ ہو تو وہ مجبور ہو گیا خواہ اہل
بازار کو اُسکے بک جانیکا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اُسکی بیع کے اور اگر اُسپر دین ہو تو مجبور نہ ہوگا جبتک کہ اُسکا مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے
بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وہل للغرماء فسخہ ان دیونہم حالۃ نعم الا اذا کان بالثمن وفاء او ابراء او اجاز او ادی
المولی وتمامہ فی البحر اجنبۃ اور کیا دین والون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر اُسکے دیون بلا مدت کے فی الحال ہون تو ہان فسخ اُنکے
اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا دیون ممکن ہو یا دین والون نے اُسکو معاف کر دیا ہو تو مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا بیان
اسکا بحر مین ہے وبموت سیدہ وجنونہ مطبقا وکذا بجنون الماذون ولحوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکما اور ماذون مجبور ہو جاتا
ہے اپنے مالک کی موت سے اور اُسکے جنون مطبق ہونے سے اور اُسکے دار الحرب مین لجانے سے مرتد ہو کر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اُس کے
لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہو کر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ
سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی ویحجر [illegible] اباقہ وان لم یعلم احد کجنونہ ولو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد
الاذن فی الصحیح زیلعی وقہستانی اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے اُسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر
آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہو جاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی والقہستانی وباستیلادہا ای بان ولدت منہ فادعاہ
لکان حجرا دلالۃ مالم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ مجبورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اُسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا
حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اُسکے خلاف کی تصریح نکرے ہم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور
مالک اُسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کردے
اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر ماذونہ مجبور نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ
مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہما فقط للغرماء لو علیہما دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد
اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہووے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو
اُسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ مبتدا بعد حجرہ ان ما معہ امانۃ او غصب او دین علیہ لآخر صحیح خبر مجبور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار
کرنا کہ جو اُسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اُسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہوا اور صحیح اُسکی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا لا
یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسکا اقرار مذکور صحیح نہین وان احاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ [illegible]
کا دین محیط ہو گیا اُسکے مال اور اُسکی ذات کو تو اُسکا مالک اُسکے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا ہم اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اُسوقت مالک
ہوتا ہے اُسکا خلیفہ ہو کر جب اُسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہو وہ اُسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اُسمین خلیفہ نہوگا اور

وہ مال اُسکی ملک میں داخل نہ ہوگا فلهم العتق عتقہ ابن کمال بحر ہو لاہ و فالاباؤا العتق و علیہ قیمتہ ہو سہو اولو معسرا فلهم ان یضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی
المولی ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اُسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے
مال کا مالک ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے اُسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اُسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو
ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے پھر لے کذا صحح ابن کمال فلو اشتری ذا رحم محرم من کسبہ
لم یعتق ولو ملکہ یعتق اور اگر ماذون نے مولی کا قرابتدار محرم خرید کیا ہے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اُسکا محرم آزاد
ہو جاتا بحر خرید کے ہم یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن و لو فلا لهم الضمن خلافا لهما بناء علی ثبوت الملک و عدمہ اور اگر مولی تلف کرڈالے اسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہیں تو مولی پر تاوان
لازم ہوگا اور اگر مولی اُسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا اتفاقا
امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی
حالت میں اگرچہ دین محیط ہو ہم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے بخلاف توقف ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرماء
الاقل من دینہ و قیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کمتر اُسکے دین اور قیمت سے ہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان
دے اسواسطے کہ اُنکا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اُنکا دین متعلق ہے اُسکی ذات سے اور ذات کو
اُسکی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاءوا اتبعوا العبد بکل دیونهم و باتباع احدهما لا یبرأ الآخر فهما کالکفیل مع المکفول عنہ اور اگر دین والے
چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کیواسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولے
اور اُسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ہم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ
کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب بما بقی من دینهم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو اُنکا دین باقی رہ گیا اُسکا مطالبہ
ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اُس کے ذمہ پر مطالبہ اسوقت ہوگا جبکہ اُسکی قیمت ادائے دین کیواسطے کفایت نہ
کریگی وصح تدبیرہ ولا تحجر وتخییر الغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہوگا
اور دین والوں کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اُسکے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کریگا
اُسکا پھرنا درست نہیں کذا فی شرح التکملہ ہم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اُسکے آزاد ہو
جانے اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دیں تو اُسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی
التکملہ وفی الهدایہ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتهما لانهما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون
مدبر یا ام ولد ہو تو اُنکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق اُنکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین
میں بیچے نہیں جاتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور اُنپر لوگوں کا دین لازم ہو پھر اُنکو مولی آزاد کر دے تو مولی پر تاوان قیمت لازم
نہ ہوگا ولو عتقہ المولی باذن الغرماء فلهم تضمین مولاہ ایضا اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے آزاد کر دیا تو اُنکو اُسکے مالک سے تاوان
لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون و غیبہ المشتری قیدبہ لان الغرماء اذا

قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اسکو غائب
کر ڈالا قرض دین والے بیچنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے
جب غلام پر قادر ہوں تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رویۃ او شرط او بعدہ بقضاء
رجع البائع بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے
یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرویۃ یا خیار الشرط یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اسکی قیمت پھیر لے دین والوں سے اور دین والوں کا حق
غلام مذکور میں پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع کے کہ وہ یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی النہر وان رد بعد القبض بلا قضاء
فلا سبیل لہم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والوں
کے واسطے کوئی راہ نہیں غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعاء کی اور نہ مولی کے واسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اسکا استرداد
نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق میں یعنی غلام کے حق میں کذا فی الطحطاوی وان فضل
من ثمنہ شیء رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والوں کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اسکو پھیر لین اسکی آزادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا المشتری ہو عطف علی البائع ای ان شاء ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین عبد غائب کے
مشتری سے یعنی اگر چاہیں تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا المشتری یہ بائع پر عطف ہے ہم طحطاوی نے
کہا یوں کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھیں اور اسکا ثمن لین نہ قیمت
غلام کی ہم زیلعی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والوں کو تین چیزوں میں اختیار ہے چاہیں بیع کو جائز رکھیں اور چاہیں بائع سے تاوان لین چاہیں مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا بری الذمہ ہو جاویگا وان باعہ سیدہ مطلقا بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا لما یجیء لتحقق المخاصمۃ وسیقید اخیار المشتری لا
الغرماء اور اگر ماذون کو اسکے مالک نے بیچا اسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ انکا مسئلہ عنقریب آویگا اقرار دین کی قید اسواسطے
لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ہم قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو یوں کہنا شارح کو بہتر تھا واقر
المشتری بہ تا احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت میں تو اس حالت میں وہ مخاصم نہ ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والوں کو رد بیع میں اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان فی قبضہم الثمن
دلیل الرضی بالبیع رد بیع میں اختیار ہے بشرطیکہ دین والوں کو اسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ انکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ فقبض الثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن میں محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والوں کو رد بیع جائز
ہے اگرچہ ثمن قبض کر چکے ہوں اسواسطے کہ وہ کہیں گے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہیں ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن
دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والوں کا کذا فی الطحطاوی
فاما ان یرفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین
حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح میں کہا کہ یہ یعنی دین والوں کو رد بیع کا اختیار اسوقت
ہے جبکہ انکا دین بلا مدت ہو اور بیع انکی خواہش سے نہ ہوا ہو اور ثمن غلام کا انکے ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہیں تو بیع نافذ ہوگی زوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین مؤجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین میں کافی ہو تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اُسکا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہو گیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لہم لو منکرا وصیۃ خلافا لابی یوسف وان کان مقرا
فخصم لہم اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اُسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا
منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اُسکا اُلٹا ہو یعنی مشتری غائب ہو اور
بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اُسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو
جائز رکھنا اور اُسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فہو ماذون وشیئا یلزمہ کل شیء من التجارۃ
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اُسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اُسوقت میں اُسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہوگی ہم یہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہ خبر ہے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم ولو اشتری العبد وباع ساکتا عن
اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورۃ التعامل و امر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ درر درۃ شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور اسیطرح کا
حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل
کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اُسکی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ
کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اُسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام
کافر ہو تو ماذون ہونا اُسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لا یباع لدینہ او المدین کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن او اثبتہ الغریم بالبینۃ ولیکن غلام مذکور
اپنے دین میں بیچا نجا دیگا جبکہ اُسکا کسب ادا سے دین کیواسطے کافی نہ ہوگا مگر جبکہ اُسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت
کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب صح بلا اذن جو صغیر او رمعتوہ کہ بیع اور شرا کو
سمجھتا بوجھتا ہے اُسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق
والصدقۃ والقرض لا وان اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اُن
تصرف کا صغیر او رمعتوہ کے اذن دیا ہو ہم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اُسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین
نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازہ نفذ اور عقودوں میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہے چنانچہ
بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اُس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ہم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجائے حتی لو
بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فہما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر او رمعتوہ
کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کی مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں ہم منجملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا
ایک قسم کے ساتھ مقید نہ رہیگا اور مخصوص بزمان نہ ہوگا اور اگر صغیر او رمعتوہ کو اُنکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا وغیر
ذلک من احکام الماذون وشرط لصحۃ الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن
الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر او رمعتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک
کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا
ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ ثم جدہ

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہی پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہی عمادیہ سے ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا
ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہی اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا
سردادا پھر اُسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہی پھر والی یعنی حاکم ولی ہی بطریق اولی ھم قہستانی اور
زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہی اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم
القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم بعدہ قاضی یا اُسکا وصی ولی ہی قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی انمین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا سو
اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین
دون الام او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر یہ نہ مان یا اُسکا وصی یعنی مان صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال
مین ہی بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ام اور مان کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عمہ اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا
فی الطحطاوی رأی القاضی الصبی او المعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کالیتیم یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ
یا دونون کے غلام یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا مسئلہ بالتی ذکر کیا
ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذا لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی ابی الولی من الاذن عند طلب
ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہی کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام
کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہی جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو
قاضی سے کذا فی الزیلعی ھم یہ ترکیب مصنف کی مخل ہی بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذا کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر صغیر یا معتوہ کا
باپ یا اُسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نہ مانا تو
قاضی کا اذن جائز ہی اگر قاضی کی ولایت متاخر ہی باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر
کا باپ زندہ ہی اور اذن کو مکروہ جانتا ہی تو جائز ہی چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہی اور
وہبانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہی کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا
حجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم الا بحجر قاضی اخر فتدبر مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہی اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے
تو قاضی کا اذن اُسکے واسطے صحیح ہی شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اُسکے بعد صغیر اصلا محجور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہی اور حکم دفع
نہین ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فرع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقرا لما بایدیہما من کسب او ارث صح علی الظاہر
ماذون ورنہ اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اُس مال کا جو دونون کے پاس ہی کمائی سے یا میراث سے تو اقرار اُنکا صحیح ہی بموجب
ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہی وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہی
تو یہ اقرار صحیح ہی اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہی کہ کسب مین اقرار صحیح ہی میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال
بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوہ وہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے
سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید و فروخت کی
اور حالانکہ غلام اُس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاویگا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت

کردیا اذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبل علم ماذون ہو جاتا ہے اور دوسری روایت میں ماذون نہیں ہوتا اور اسیطرح صغیر میں
دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہیں
غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اُس غلام کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں ہیں اور اگر مالک کے پاس گواہ
ہوں غصب کی گواہی دینے اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بہما فی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون مجور نہیں ہو جاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہو جانے سے
قول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی لطفل وقد ابی + ابوہ یصح الاذن منہ فیخبر + اور وہبانیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ
اُسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ + وتحلیفہ یفتی بہ حیث ینکر + اور ابو یوسف نے تاوان
لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے
نزدیک اُسپر ضمان ہے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر ودیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تاوان نہیں اور اگر ماذون ہے قبض ودیعت یا تجارت میں
یا مکاتب ہے اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اُسپر اُسکا تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اُسکی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار
میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر ولو رہن المحجور او باع او شری + یجوزہ المولی فما شئت یخبر + لتوقف تصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر مجور نے
رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولی نے اُسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغییر نار پر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف مجور کے اجازت پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر
عاقل فلو لم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہ العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہ لم یصح اجازتہ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا
اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اُسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو مگر اُسکو آزاد کر دیا سو اُسنے عقود مذکورہ کو
جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح نہیں قال فکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا کرے قلت ولا یخفی ان ما ہو تبرع
ابتداء وانتہاء فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ ضرر ہے تو اُسمیں ولی صغیر کے اذن سے
صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض ضرر محض ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہ اعتراض
اُسپر ہے جو وہبانیہ میں مذکور نہیں اور نہ اُس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم +

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام میں ہو لغۃ اخذ الشیء مالا او غیرہ کالحر علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطور
زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کجحود ما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت
ہے قبض محق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اُس ودیعت کا جسکو اُسنے مالک سے لیا تھا
ہم قبضہ مودع بالفتح کالعینیۃ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اُسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکماً باثبات ید مبطلۃ غصب
عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا حقیقت ہے غصب کی ہم بعضوں کے نزدیک غصب
عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ میں موتی ہو اور دوسرا آدمی اُسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا میں گر پڑے تو تاوان لازم
ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک
غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اُسمیں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھیر دینے کا موجب ہے تو اُسمیں اثبات قبض بھی شرط ہے واعتبر الشافعی
اثبات الید فقط والثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا لہ اور امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور

ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین ہو باغ مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدر یعنی اگر پھل غاصب تلف کر ڈالے تو اسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور انکے نزدیک تاوان ہی اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے کذا فی الطحطاوی فی مال فلا تتحقق فی میتۃ وحر لازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین سو اسطے کہ وہ مال نہین متقوم ای مباح نفعا قہستانی فلا تتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کی شراب مین سو اسطے کہ شراب مسلمان کے حق مین مباح الاستعمال نہین محترم فلا تتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہے کافر حربی کے مال مین سو اسطے کہ اسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا تتحقق بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف محمد کے ثم غیر وقف مین شیخین کا قول اصح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ والعاریۃ لان المودع مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمالک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن لکان اولی کذا فی ابن کمال ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہرچند ازالہ بھی ہے اور مال متقوم محترم قابل النقل ہے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا غصب داخل مین اور یہ معلوم کرکہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ مال کسی کا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبضہ ہو بدون اذن اس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے جیسا کہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنی سو اسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو ندبطریق خفیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اسکے داخل ہونے کا غصب مین منافی نہین سو سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے جیسا کہ بیع الفضولی غصب ہے حالانکہ کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور اسکو یہ نکتہ معلوم نہ ہوا سلئے لا علی سبیل الخفیۃ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکلجائے فاستخدام العبد وتحمیل الدابۃ غصب لا ازالۃ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھا لادنا غصب ہے بسبب دور کردینے قبضہ مالک کے یعنی اور اثبات قبضہ ناحق کے ثم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق جیسا کہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی بساط لعدم ازالتہا فلا یضمن مالم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبضہ مالک کے تو بالیس ہے تاوان لازم نہ ہوگا جبتک کہ فرش تلف نہ ہوجاوے اسکے فعل کے سبب سے سو اسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل دار انسان واخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یحولہ ولم یجحد لم یضمن مالم یہلک بفعلہ لو بخرجہ من الدار خانیۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہو گیا تو اسپر تاوان ہے اور اگر اسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اسکے لینے کا انکار نکیا تو تاوان نہین جبتک وہ چیز ہلاک نہو جاوے اسکے فعل کے سبب سے یا اسکو گھر سے نکال لیجاوے کذا فی الخانیۃ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین مگر بہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ہم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی

گناہ نہ ہوگا چنانچہ وہ دوسرے شخص کا مال تلف کرڈالے اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فرد
العین قائمۃ والغرم ہالکۃ بفعلہ او غیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اسکا تاوان دینا اگر
وہ تلف ہو گئی ہو خواہ اسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ثم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اسکے گھر سے
آیا اور اسکے پاس تلف ہو گیا تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیران فلا اثم لانہ خطاء
وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب نادانستہ پر گناہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور
حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں ہے بموجب حدیث کے والمغصوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف
المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املا من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب
ہو گیا وہ مختار ہے دو چیزوں میں غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے
تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو
اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ
ثم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور
چونکہ عبارت شارح کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے
شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کرلی اور اب اسکی قیمت زیادہ ہو گئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار
ہے اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے
کذا فی الطحطاوی وفی غصبہا ثم غصب عجلا فاستہلکہ ویبس لبن امہ ضمن قیمۃ العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اسکو ہلاک
کیا اور اسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اسکی ماں کے نقصان کا اسواسطے کہ بچھڑے کا غصب ماں کے نقصان کا
موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یومر بعمارتہ الا
فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اسکے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے
کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ثم قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے
تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان
باذنہا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا
قول مقبول ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اسکے اذن سے تھا اور وارث اسکا منکر ہو تو
زوج کا قول مقبول ہوگا ویجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر بتغیر
فاحش نہ ہو گیا ہو کذا فی المجتبی ثم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اسکا نام اور اسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک
اس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور
اگر مغصوب ناقص ہو گیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز
ہے کذا فی الطحطاوی فمغصوب کا نام زائل ہوتا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اُسکے غصب کرنے کے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے اور اگر ردّ کیا ولو
بغیر علم المالک فی البزازیہ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ
خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے درہم اُسکی تھیلی سے غصب کیے پھر انکو اُسمین رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسیطرح اگر مغصوب سپرد کر دیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسیطرح اگر مغصوب مطعوم ہو اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اسکو
کھا لے تو بری الذمہ ہوگا بخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب
کا اگر وہ ہلاک ہو جاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت
ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف رح یوم الغصب وعند محمد رح یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہو جاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا نجاوے اُس بازار میں جسمیں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اسکی قیمت خصومت کے دن
کی یعنی بوقت حاکم کا حکم ہو اُسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع
کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی ثم خزانۃ میں امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ میں اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ میں ابو یوسف
کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی چیز میں غصب
کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے ثم بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اُسکی قیمت واپس لایا مالک نے
کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں تجکو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اسکی
گود میں رکھدیوے یا اُسکے دونوں ہاتھوں میں تو وہ بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر اُسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور غصب میں سامنے
رکھدینے سے بری الذمہ ہو جاویگا کذا فی الطحاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کدہن نجس قیمی فتجب قیمتہ یوم غصبہ
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے ملگئی ہو جیسے گیہوں مخلوط جو کے ساتھ اور تلوں کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اسکے غصب میں اسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ثم فتاوی رشید الدین میں ہے کہ دو وزنی چیزیں جب
ملجاویں اسطرح کہ جدا نہو سکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہو جاتی ہیں کذا فی الطحاوی وکذا کل موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر وزرد ودبس ذکرہ فی الجواہر
اور اسیطرح قیمت والا ہو جاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ شیرہ ترکھجور کا کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وقطر لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہما ولا یثبت دینا فی الذمۃ مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک اُنمیں سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اُسمیں صحیح نہیں اور وہ دین ہو کر
ذمہ پر ثابت نہیں ہوتا ہم یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اُسمیں جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفی الذخیرۃ والجبن قیمی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم
میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور پنیر قیمتی ہے تاوان میں اور مثلی ہے سوائے تاوان کے چنانچہ سلم میں وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی میں ہے
کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھوننے سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ الخبز واللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ میں ہے کہ روٹیاں اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما الحلیب المخیر بالفصولین وغیرہ وکذا الصابون والسرقین والورق الابر
والمعصفر والصرم والجلد والدہن المتنجس وکذا الفقہ وکل مکیل وموزون تستوعب علی الاملاک مضمون بالقیمۃ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح

انہا من مکیل او موزون لتضمن قیمتہا ساعتئذ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ میں بیان اور حلبیہ تاسیر کے قاعدے میں فصولین وغیرہ
کی طرف نسبت کر کے وارد ہوا اور اسیطرح صابون اور ریاس اور ورق یعنی درخت کی پتیاں اور سویاں اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور زنا پاک تیل اور
اسی طرح مٹھی بھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اسکی قیمت ہو
چنانچہ گرانبار کشتی جب ڈوبنے لگے اور اسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اسمین تھی گرادی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا کذا فی المجتبی
ہم ورق سے بیان کاغذ مراد نہیں ہے اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی البحر فیمن صب ماء فی حنطۃ فافسدہا وزاد فی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ الماء لا
مثلہا اذا لم ینقلہا فلو نقلہا الی مکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان
کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فاحفظ اور صحیح فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالا یا گیہوں میں سو اسکو بگاڑ
دیا اور اسکے کیل میں زیادت ہو گئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اس کی قیمت تھی یہ اس صورت میں ہے جبکہ
اسنے گیہوں کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھا لیگیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور حالانکہ
وہ اسوقت مثلی تھا برخلاف اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان میں جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انتہی ما فی البحر ملخصا اور حاصل کلام اور خلاصۂ مقام
درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل درمانند بازارون میں بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور
تفاوت معتدبہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ حبسہ بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل او القیمۃ مخلص
علی الراجح حبسہ حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہر ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل من مثل وقیمۃ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانے کا دعوی کرے تو وہ
محبوس کیا جاوے یہان تک کہ حاکم کو معلوم ہو جاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا
حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاے ہلاکت وجوب رد عین سے متعلق ہوا ۱۲
ہوا اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص ہے یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا اسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی
ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک
عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہو جانیکا اسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا
یعنی اسکے تلف ہو جانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس
ہو گیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجئ
اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اسکا بیان آگے آوے گا
ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہیں ہے تو غاصب
ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد
وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا
اور اسکے ہاتھ میں آسمانی آفت سے تلف ہو گیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں شیخین کے نزدیک برخلاف
محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب میں بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف میں علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر
ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان ان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی میں ذکر

کیا ہے کہ موقوف غیر منقول اور موقوف گھروں کے غصب میں لزوم تاوان کا فتویٰ ہے اور منافع وقف کے غصب میں لزوم ضمان کا فتویٰ ہے ہم طحطاوی نے
کہا کہ لفظ موقوف عقار اور دور دونوں کی طرف راجع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والیتیم اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اُس میں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا ملک تھا تو مشتری پر اجرت مثل
لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ الفیض انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراءہ فیتحقق الا تری انہ یتحقق
فی الرد فانہ فی الاتفاق الاجرۃ انتہی فلیحفظ اور فیض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان دینے
کے حکم میں اور لزوم تاوان کے ماسوا میں تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے اسیطرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگر
وقف اور مال صغیر نہ ہو انتہی ما فی الفیض تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول مصنف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول صحیح کا استروشنی اور عماد الدین ہیں دونوں نے یہ قول اپنی فصول
میں کہا ہے وکذا بالجحود فی العقار المودع اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اُسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی النہر وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہے گواہی
کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کردینے کے بعد صورت اسکی یہ ہے کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے
سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدوں پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف کا
ہے نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعدہا ثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں مگر چند مسائل میں تاوان ہے اور ان تینوں
مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کردے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب اور مفتی بہ یہ ہے کہ زمین
خرید ہونیکا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان
ہے فیعطی ما زاد البذر وصححہ فی المجتبیٰ یعنی مغصوب منہ غاصب کو اُسقدر روپے دے جسقدر بیج نے اسکی مالیت زیادہ کردی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبیٰ میں ہم یہ مسئلہ
ظاہر مرتبہ معلوم ہوتا ہے یا قول سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جدا گانہ مسئلہ ہے زیادتی تخم کی یہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم زمین کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم علیحدہ نہیں بلکہ وہ تخم جسکے ذبیحت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونوں میں تفاوت ہوا اسقدر مالک غاصب کو دے اور
اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے
بلا اعتبار قلع وفی الصیرفیۃ ہو المختار اور صیرفیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبیٰ اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اُسکا اکھاڑنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبیٰ میں ہے ہم مجتبیٰ میں ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین میں زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اُسکے اکھاڑ ڈالنے کا
کہے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے
بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قلع الاشجار جیسے کہ مغصوب منقول میں بالاتفاق اسقدر تاوان لازم
ہے جسقدر ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار میں ضمان لازم ہے ہم منقول مغصوب کے نقصان میں مطلقا ضمان لازم ہے خواہ غاصب
کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اُسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین میں مصرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو خربہ رجل لاخر ہدم البناء ضمن

ہو الا ان غصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا فاجرہ فنقص فی
مدۃ الاجارۃ بالاستعمال فی ہذا ساقط من نسخ الشرح لذا جعلہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ میں دیا پھر
غلام میں کچھ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے اسسبب
داخل ہے اسمضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے
ساتھ ہے وان استغلہ فنقص بالاستغلال ای بالاستعمال فنقص ضمن النقصان وتصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب
کرایہ میں ہو یا سوا اسکے نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی پھر اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو
باقی رہے ضمان کے بعد کرایا اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن
البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تو انگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ
کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادا ے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادا ے ضمان
غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ او ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ
اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ
کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو درم اور دینار او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب و
نقدہا یا متعین ہو خریدنے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انھیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا کان
متعینا او غیر متعین ونقدہا یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا ے ثمن مغصوب کے دراہم
کرے یعنی یا یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونوں
اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہوں وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا ونقدہا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور
ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ دراہم تو چار صورتوں پر ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انھیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی
متعین ہونے کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اشار الی غیرہا ونقدہا او اطلق ولم یشر ونقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا
اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم ذکر کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو
ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی
قولہما وعند ابی یوسف رح لا یتصدق بشی منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے
میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو
تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح کہ تاوان میں دراہم
دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الزیلعی فتنبہ فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا نام اور

اعظم منافع یعنی اسکے اکثر مقاصد زائل ہو گئے مع زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کرڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان میں مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اسکو حلال بکری بولتے ہیں احتراز عن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ
لکن بقی اعظم منافعہ ولذا لاینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اشتراط منافعہ کما ظنہ ط لاحصر وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید ان دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہو گیا لیکن اسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرائش اور
اسی واسطے مالک کا حق درہم سے جو پگھلا ہوا ہے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر ولاحصر وغیرہ
نے گمان کیا ہے اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہوں کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ اسم گیہوں کا جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ اسکا بونا اور ہریسہ پکانا وغیرہ یہ سب
سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برہ ببرہ او یمکن بحرج کبرہ بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع قبل
اداء ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاضی یا بدل گیا مغصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہوں کا ملجانا
غاصب کے گیہوں سے یا جدا کرنا سخت دشواری سے ممکن ہو جیسے گیہوں کا اختلاط جو سے تو ان تینوں صورتوں میں غاصب تاوان اسکا دیوے اور اسکا مالک
ہو جاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اسکے تاوان کے اور ادا سے ضمان سے رضامے مالک مراد ہے خواہ رضا ادا ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینے سے ہو
یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو ہم تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے ضمان نہیں
جائز نہیں و القیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا بابتلاعہ حلالا فی روایۃ وحراما فی المنتقی حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور
اختلاط سے مغصوب بلا رضاے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اسکو چبایا یہانتک کہ وہ مستہلک ہو گیا تو اسکو حلال نگلیگا ایک
روایت قیاسی کے اور حرام نگلیگا بنا بر استحسان منتقی کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضاے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ
کھلتا ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح
کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے وطبخہا وشیہا وطحن بر او زرعہ وجعل حدید سیفا وصفر انیۃ
چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہوں کا پیسنا یا اسکا کھیت میں بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا یہ مثالیں
ہیں تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند قیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ بملکہ الباقی بالقیمۃ اور چنانچہ
عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اسکی قیمت دیکر شارح نے
کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون اور یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھ ممکن ہے کذا لو
غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار او سقط
دینارہ فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ
اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پھر اسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ میں ڈالدیا یا بوتا ودیعت رکھا سو مودع
کی کوٹھری میں جوان اونٹ ہو گیا اور اسکا نکالنا ممکن نہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات میں گرپڑی اور اسکا نکالنا متصور نہیں
مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالیں تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط لیکن جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دیکر اسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر بسکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف میں یہ سب کچھ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لایشق بطنہ لان حرمۃ الادمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی

الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الجنائز عن الفتح انہ یشق ایضا فلا اختلاف وفی تنویر البصائر انہ الاصح فلیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر
انسان موتی نگل گیا پھر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جاویگا موتی نکالنے کے واسطے اسلیے کہ آدمی کی حرمت مال کی حرمت سے عظیم تر ہے اور قیمت اُس
موتی کی اُس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کر کے
شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ موتی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جاویگا تو اب شافعیہ و حنفیہ میں کچھ
خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے بنی لو کانت قیمۃ الساجۃ والبناء سواء فلو
اصطلحا علی شیء جاز وان تنازعا بیع البناء علیہما وقسم الثمن بینہما علی قدر مالہما شرنبلالیہ عن البزازیۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر
ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم الفریقین بیچی جاوے اور اسکا ثمن دونوں
شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر انکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیہ عن البزازیۃ بنی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجۃ ہل لہ ذلک ان قضی علیہ بالقیمۃ
لا یحل وقبلہ قولان لتضییع المال بلا فائدۃ وتمامہ فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست
ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جائز ہے اور
دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب الحجرین درہما ودینارا او اناء لم یملکہ وہو
لمالکہ مجانا خلافا لہما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اسکے مالک کی مملوک
ہے برخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک ہوا اسواسطے منت مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم
نہیں فان ذبح شاۃ غیرہ ونحوہا مما یوکل طرحہا المالک علیہ واخذ قیمتہا واخذہا وضمنہ نقصانہا پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کے
مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اسکی قیمت اُس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اسکے
نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں
امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم لو قطع یدہا او قطع طرف دابۃ غیر ماکولۃ کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر غیر سدید بہما قلت قولہ غیر سدید غیر سدید لثبوت الخیار فی غیر
الماکولۃ ایضا لکن اذا اختار ربہا اخذہا لا یضمنہ شیئا وعلیہ الفتوی کما افادہ المصنف عن العمادیۃ فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیہ الارش اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی مالک
مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر
یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض
کا قول غیر سدید یا ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اُسکا لینا اختیار کرے
تو اس سے کچھ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام
کے اسمیں تو خون بہا ہے ہم عینوں میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا خچر ہلاک کر ڈالے اسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے اگر مالک چاہے غاصب سے
ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کردے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی توجہ
ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان
نقصان اور اُسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اُسکے دینے اور اسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتوی
تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے اسکا اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلا شک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں

غیر واجب ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا و ہو ما فوت بعض العین و بعض نفعہ لا کلہ فلو کلہ ضمن کلہا یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کرے کچھ کپڑے اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ
خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے
وفی خرق یسیر نقصہ ولم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینہ لیس غیرہ لقیام العین من کل وجہ ما لم یحدث فیہ صنعۃ او یکون ربویا کما
سیجیء زیلعی اور جس پھٹنے میں یہاں تک نقصان ہوا در خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کیا تو مالک نقصان کا تاوان لے مع لینے کپڑا اپنے کے ساتھ
اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جسمیں
بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک کا
منقطع ہوگیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہے سواے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں بسبب فاحش ہو یا یسیر مالک
کی تخییر ثابت کرتی ہے اسکا عین یا بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین مع تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے
بیاج ثابت ہوتا ہے وسنعلم جواب حادثۃ وہی غصبت جیا فضۃ فہو تہ بالذہب فزال تمویہا بخیر الکیر ہل تضمینہا مموہۃ او اخذہا بلا شئ لا الثانی لئلا یہلک
اور اس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اس کا
ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کا ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع
مستہلک ہوم اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء فزال تمویہا فہنۃ فلا رد لتعیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنمہ
نقل من صحح بقالہ شیخنا اور اگر بجاے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب
عیب دار کردینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہوگیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے
تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ اکثر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیرالدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ
بغیر اذنہ امر بالقلع والرد لو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑ
کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاوے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر
امر بقلعہ ای مستحق القلع فیقوم بدونہما و مع احدہما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو
تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون
عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے
ولو زرعہا یعتبر العرف فان اقتسموا الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع و علیہ اجر المثل واما فی الوقف فتجب الحصۃ او الاجرۃ بکل حال فصولین اور
اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار
ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین
کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین ہم ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضا
الغاصب زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا غیرہ للالوان بل حقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فالمالک
مخیر ان شاء ضمنہ قیمتہ ثوبہ ابیض و مثل السویق غیر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ہنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار وقدمنا ثوبین

من الیوم بتی کپڑا غصب کیا پھر اسکو رنگا تاوان کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے
ملا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے
کہ ستو میں ملانے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہاں مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان
کر چکے ہیں مجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی یا قیمتی ہونے میں دو قول ہیں ہو ان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ والسمن لانه
مثلی وقت اتصاله بملکه واقیم مقام السمن مثلیا قبل اتصاله بملکه لامتزاجه بالماء یعنی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ سے
کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اسکا اور گھی کا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کے ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل از اتصال
بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبی ورد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمانه غاصب کے غاصب نے
مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہو گا کما لو اتلف المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمة الی الغاصب
فانه یبرأ ایضا لانها قامت مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہو گیا غاصب کے غاصب کے ہاتھ میں سو اسنے اسکی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ
ہو گا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضه القیمة معروفا بقضاء او بینة او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسه عمادیه
اور اگر قیمت سے غاصب ثانی اسوقت بری الذمہ ہو گا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق
سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہو گا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار
کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب
اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبه آخر منه فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضه من الثانی فانه له ذلک
سراجیه والمالک بالخیار فی تضمین ایهما شاء واذا اختار تضمین احدهما لم یملک ترکه وتضمین الآخر وقیل یملک عمادیه غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے
غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے
پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کر لے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہیگا اور بعضون
نے کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازة لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیره تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباه معزیا للبزازیة
لکن نقل المصنف عن العمادیة ان الاجازة تلحق الافعال هو الصحیح قال وعلیه فتلحق الاتلاف لانه من جملة الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر
غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہو گا کذا فی الاشباہ منقولا من
البزازیہ لیکن مصنف نے شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہو گی
اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے
حموی نے کہا بعضے افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الخشب کسرا فاحشا ملکه
ولو کسره الموهوب له لم ینقطع حق الرجوع اشباه غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اسکا مالک نہ ہو گا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہو جائے توڑنے سے کذا فی القنیہ
اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو واہب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وفیها آجرها الغاصب ورد اجرتها الی المالک تطیب له لان اخذ الاجرة اجازة
اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل الفقه
شارح کے استعار شیئا فانقطع فی نشء توصله بلا اذن المالک انقطع حقه وعلی المستعیر قیمته منکر الشرح وهبانیه عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا جیسے میں سو اس نے

جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہو گیا اور تغیر پوٹلے آٹے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیہ رکب دار غیرہ
لاطفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شی برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوہرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو
جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اُسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو
اُسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوہرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اُسکی اجازت سے
مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو
اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اُس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اُسکو خبر
کرونگا تو وہ اُسکو خود دبا لیگا حفر قبرا فدفن فیہا آخر میتا فہو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا
فکذلک ولا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی سو اُسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑ دیا
تو وہ تین صورتیں ہیں اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہو تو اُسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اُسکا قبر کھودنے
کی قیمت یعنی اُجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اُسکی اُجرت ثابت ہے اور یہ مکروہ نہیں اگر وہ زمین وقف کشادہ ہو اسواسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں
جانتا کہ کس زمین میں مریگا ہم ولوالجیہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اُسمیں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت
ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابو اللیث نے اسواسطے
کہ جسنے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی الطحطاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی
الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اُسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں
ہم منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے ما یحتاج خرید کرنا بغیر اُسکے اذن کے جائز ہے اور اسیطرح والد کو فرزند کے واسطے اُس کے
مال سے خرید درست ہے لیکن اور چیز سوائے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اسواسطے کہ ما یحتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ
یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اُسکے اذن کے صرف کرنا اُس مکان میں درست ہے جہاں رائے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اُسپر ضمان لازم
نہ ہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مر گیا تو باقی رفیقوں نے اُسکا اسباب بیچا اور اُسکی تجہیز و تکفین اُسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اُس کے
وارثوں کو دیا تو اُنپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شی کیف یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بہ غیر + گدھی
ایک شخص نے غصب کی سو اُسکا بچہ اُسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اُسکو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اُسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان میں یوں مذکور
ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اُسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ غیر ہو جاوے ہم عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدھی بلا اجازت ہانک
لے گیا اور بھیڑیا اُسکا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اُسنے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر
بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اُسکے ہانکنے کے تو اُسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ
بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطے وہ ابتداً ہی ٹھہرا شعر وغاصب نہر ہل لہ منہ شربۃ + وہل ثم نہر طاہر لا مطہر + اور نہر کے غاصب کو اُسمیں سے پینا درست ہے یا نہیں
اور کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اُسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اُسمیں سے پانی پینا اور وضو
کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور وضو بھی درست ہے اور دوسرے سوال کا
جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی من شرح الوہبانیہ فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی [illegible]

ہوتہ یا ملکا مستندا الی وقت الغصب فیظہر ان الاکساب لا الاولاد لانھم غاصب نے جو غصب کیا اُسکو غاصب کر ڈالا اور اُسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا
تو یہ واسطے نزدیک ہے وہ اُسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیاں حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی الملتقی والقول لہ
بیمینہ لو اختلفا فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادة اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف
کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہن او برہنا فللمالک ولا تقبل بینة الغاصب لانہا علی نفی الزیادة ہو الصحیح زیلعی
پھر اگر یا مالک گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی
زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب والمودع المتعدی لا اعرف قیمتہ
لکن علمت انہا اقل مما قالہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع
متعدی کہے کہ میں مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اسکی اُس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع
کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاویگا ہم بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارة تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ
اُس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمتہ یعنی
اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ کرے تو اُس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اُسکو لازم ہوگی وان حلف المالک ایضا
علی الزیادة اخذہا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اُسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمة او
ردہ واخذ القیمة وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اُسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر
دینا اور اُس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر المغصوب وہی ای قیمتہ
اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ علی الاصح عنایہ فالاولی ترک قولہ وہی اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور
حالانکہ اُسکی قیمت زیادہ تر ہے اُس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اُسکے یا کمتر ہے اُس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اپنے
قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اُسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکسان ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب
ولو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی نعم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیة مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب
کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہاں جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اُسکو خیار العیب
اور خیار الرویت ثابت ہے کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیة اُسکو لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقول المالک
او برہانہ او نکول الغاصب فہولہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اُسکے گواہ لانے یا غاصب
کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اُسمیں اختیار باقی نرہیگا اُسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ
مالک نے فقط اُسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اُسکا تاوان لیا
تو غاصب کی بیع نافذ ہوجاویگی وان حررہ ای الغاصب لان تحریر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع
لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کردیا پھر مالک نے اُس سے اُسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی
ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے

واجب ہے کہ اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو ردمین کو یہ جائز نہیں اور اسپر کرایہ کی ہے نہیں ہے چنانچہ
اشباہ میں قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت وتستثنى ايضا سكنى شريك اليتيم فقد نقل المصنف وغيره عن القنية انه لا شيء عليه وكذا الاجنبي بلا عقد وقيل وارثه
اليتيم كالوقف انتهى میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہے اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے
کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسیطرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجہ
اجرت میں مطلقا انتہی قول المصنف ومنه يفتي ابو السعود کہا یہی قول معتمد ہے کہ مال یتیم وقف کے مانند ہے تو در حقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ولكن حمل كلام القنية
على قول المتقدمين بعدم اجرته واما على قول المتأخرين انها كالوقف فتجب الاجرة على الشريك والزوج لكون سكنى المرأة واجبة عليه وهو غاصب لدار اليتيم فتلزمه الاجرة
وبه افتى ابن نجيم میں کہتا ہوں اور استثنا کے دونوں مسئلوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متاخرین کے قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر
وقف کے مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک پر اور اسکی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب
ہے تو اسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے ثم اور اگر یتیم کی ماں اسکے گھر میں رہے درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اسپر
اجرت نہیں کذا في الطحطاوي عن الحموي وما في الصغرى من التفصيل لو اليتيم يقدر على المنع فلا اجرة والا فعليها غير ظاهر اور صغری میں جو تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع
پر قادر ہے اور اسنے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو ردمین پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے ثم قول مذکورہ کی ظاہر اغیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ
ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور عدم منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعليه فهو عليه لا عليها كما افاده في تنوير البصائر اور بموجب اسکے یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت
زوج پر واجب ہے نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانية
ان مسئلة الدار كمسئلة الارض وان للحاضر ان يسكن فيها اذا كان لا يضر بها فلو غاب ان يسكن قدر شركته قالوا وعليه الفتوى پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے موجب ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہے کہ اسمین بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علمانے کہا اور اسی پر فتوی ہے ثم عمادیہ میں مذکور ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین میں زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی مالک کی ایسی
صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا في الطحطاوي او معدا اي اعده صاحبه للاستغلال ان
بناه لذلك او اشتراه لذلك قيل لو اجره ثلث سنين على الولاء یا اس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہے جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اسکے مالک نے اسکو
تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اسکو اجارہ (کرایہ پر) دیا ہو تین برس علی الاتصال في
الاشباه الصحيح لا يصير معدا له باجارته ولا ببنائه لها ولا شرائه لها ولا باعداد البائع بالنسبة للمشتري اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اسکے
اجارہ دینے سے بلکہ اسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے بنسبت مشتری استغلال کیواسطے ہو سکتا ہے ويشترط علم المستعمل بكونه
معدا حتى يجب الاجرة اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی والا يكون المستعمل مشهورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ثم اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو اسپر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور دونوں
مسئلوں کی وجہ یہ ہے کہ اسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرکے کذا في الطحطاوي قلت ولو اختلفا في العلم وعدمه فالقول له بيمينه لانه منكر والآخر مدع میں کہتا
ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہے کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہے
کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اسکی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شيخنا وتجد

رب الدار بیعہ لا یبطل الا عداد ہمارے استادون نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اسکے بیچڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے
ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ وشہر الناس جاز ذکرہ المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اسکو کرایہ کے واسطے مہیا
کرے تو اگر وہ اپنی زبان سے کہے اور لوگون کو اسکی خبر کر دے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہا فان سکن
بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء فی الملک ولو یتیم کما مر عن القنیہ فتنبہ مگر اس گھر مین ضمان نہین جو کرایہ کیواسطے تیار ہوا جبکہ اسمین کسی شخص نے سکونت
کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمین شرکا ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب ذکر ہو چکا ہے قنیہ سے
تو خبردار رہنا ہم شارح نے خبردار کر دیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر بنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت مین اما فی الوقف
او اسکنہ احدہما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان مین جبکہ ایک شریک اسمین سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او
کبیت الیتیم اذا سکنہ المرتہن ثم بان للغیر معدا للاجارۃ فلا شیء علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر مین مرتہن نا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص
کا ہے اور اسکا الیکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن کے ذمہ کچھ ضمان نہین یعنی لو آجر الغاصب عدا بالمستاجر المسمی لا اجر المثل ثم الاجر للغاصب الاجر لکن یردہ
للمالک اشباہ وقنیہ باقی رہی یہ بات کہ تمام صورت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت مسمی دا
ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم ہوگی بلکہ جو تمام غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیہ وفی الشرنبلالیہ وینظر لو عطل المنفعۃ ہل
یضمن الاجرۃ کما لو سکن اور شرنبلالیہ مین ہے اور اسمین نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑدے کیا اجرت کا ضامن ہوگا
چنانچہ سکونت کے حال مین وبخلاف خمر المسلم وخنزیرہ بان اتلفہما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے
اس طرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اسکی ملک مین باقی رہے جبکہ دونون مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہین یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق
مین شراب اور سور مال متقوم نہین وضمن المتلف للمسلم قیمتہما لان الخمر فی حقنا قیمی حکما ولو کان لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا ذمی کی قیمت
کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی ملک ہون قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانون کے حق مین قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم
ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیون کے حق مین شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اسکی تملیک اور تملک سے ممنوع
ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او مامورہ یری ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافا لمحمد مجتبی ضمان اسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا
بادشاہ یا اسکا مامور نہ ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنے کا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبی یعنی اگر بادشاہ
یا اسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اسپر ضمان نہین منح الغفار مین ہے کہ ذمی نے دارالاسلام مین شراب اور خنزیر کی بیع
علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اسپر تاوان نہین مشک کا
کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ ودم مطلقا اور مردار اور خون کے تلف کرنے مین مطلقا تاوان نہین خواہ مسلم کے ہون یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے
نزدیک یہ چیزین مال نہین بخلاف ما لو اشتراہا ای الخمر منہ ای الذمی وشربہا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیطہ بخلاف غصبہا مجتبی برخلاف اس
مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خرید کی اور پی تو نہ اسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہ فعل اسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب
کرنے کے کہ اسمین تسلیط مالک نہین لہذا اسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدہما لاشیء علیہ الا فی روایۃ علیہ قیمۃ الخمر اور مجتبی مین ہے کہ ذمی
دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہین مگر ایک روایت مین اسپر تاوان شراب کی قیمت کا
خمر مسلم فخللہا بما لا قیمۃ لہ کخلہ او ملح یسیر لا قیمۃ لہ او شمس او غصب جلد میتۃ فدبغہ بما لا قیمۃ لہ کتراب وشمس اخذہما المالک مجانا شراب مسلمان کی

غصب کی چیز اسکو سرکہ بنایا اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں جیسے تھوڑے گیہوں یا تھوڑا نمک ڈالکر جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں
رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اسکی دباغت کی اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں جیسے مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو بلا قیمت لیگا
ولو اتلفہما ضمن الا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اُسپر ضمان نہیں وفی
شرح الوہبانیہ لتضمین قیمۃ مدبوغا وعندہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضامن ہے اور اسی قول پر ملتقی میں اعتبار کیا ہے یہ ضمان
صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل بالکل ولا شئ علیہ لانہ ملکہ حلالا فلہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی
چیز سے جیسے زیادہ نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اُسکا مالک ہوجاویگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین کے ولو دبغ بہ
بذی قیمۃ کالقرظ والعفص الجلد اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی جیسے ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اُسکو
لیلے اور بقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے والغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے
لینے تک درست ہے ولو ہلکہ لا یضمن کالوہلکت اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا جیسے اُس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف
ہوجاوے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کرنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان
ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اُس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اُس شخص کا ہو جو اسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا
کذا فی الملتقی ہے اسلئے کہ حجت الزامی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ولا تاکلوا مما لم
یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اُسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معروف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو
اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اسکی قیمت کا یعنی گھڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اُسکی قیمت
کا ضمان دے شارح نے کہا معروف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا جمع معازف جیسے بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح
قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ کہ دف توڑنے میں اُس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف میں روئی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں
اُس چوکی پیالہ کا ضمان دے جسمیں ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف سیجئی بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان
مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ میں سکر اور منصف کا بیان آویگا سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہوجاوے اور منصف
وہ ہے جو آدھا جلجاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وصح بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف
اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا
فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی المختار والخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ
کی کتاب المختار میں یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریوں کو طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی میں مباح ہے تو اسکے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ
ونحوہا کالکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور
اسکے مانند کی جیسے ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اُڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے
ہوں ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد
وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے
مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب کو اُسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت

ہو جائیگا اور آمر بری ہو جائیگا اسی صورت میں ہے کہ مولیٰ نے غلام ماذون کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اسکا آمر پر ہوگا اور وہ غیر ماذون کی یہ صورت ہے کہ کسی مجبور سے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ کر اُتار اور گر پڑا تو اسکی دیت آمر کی برادری پر ہوگی اور جب یا مورکا عذر سبب نہ کور ہو چکا جامع الفصولین
میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھول دے یعنی کسی مجبوری ہو تو ضمان اسکا آمر پر ہو جاتا ہے اور اگر یون نہ کہے کہ میرے واسطے
کھول تو ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی ما مور پر ہوگا کذا فی العمادی استعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجۃ وان لم یعلم انہ عبد او قال ذلک العبد الذی استعملہ انی
حر یضمن قیمتہ ان ہلک العبد اور عادیہ کا م لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اسکو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام
نے جسکو اسنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جاوے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہر جاتا ہے
رجل امر عبد الغیر فاستعملہ فی عمل فاستعملہ ہلک تم اخبرانہ عبد ضمنہ علم او لم یعلم افاذا استعملہ فی عمل لنفسہ اور عمادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ
میں آزاد ہوں مجھسے کوئی کام لے سو اسنے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو جبکہ
اسوقت ہو جبکہ اسنے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو و لو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر غاصبا کقولہ العبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش
لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الامر ولو قال لتاکلہ انت و انا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں
اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اسکے یون کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردالو کو جھاڑ تاکہ تو کھاوے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر
پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھاوے اور میں تو اسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اسنے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا ام العمادی نے کہا تعلیل مذکور
میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فتغیرہ بالا دی فمات من ذلک ضمن
قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس
فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولیٰ ضمان لازم ہوگا ام اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولیٰ کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے
صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اسکے مرجانے میں تو اسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کذا فی العمادیہ فرع مسائل متفرقہ شارح کا غصب عبدا ومعہ مال المولی صار
غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اسکے ساتھ مولیٰ کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے
کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دیگا باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اس کے
کپڑون کا وفی الوہبانیہ شعر ولو نسی المحرفات یضمن نقصہا ومن نسی القرآن و شاخ یذکر اور وہبانیہ میں ہے اور اگر غلام مغصوب پیشون کو بھول گیا تو انکے نقصان
کا غاصب تاوان دیگا اور اگر قرآن بھول جاوے یا غلام جوان بوڑھا ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ میں عادت شاملہ ذات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے
مالیت زیادہ ہوتی ہو شعر ولو علم الدلال قیمۃ سلعۃ فقوم للسلطان انقص یخسر اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اسکی بیان کرے
تو وہ تاوان لازم ہوگا شعر وتلف احدی فردتین لسلم البقیۃ والمجموع منہ یخسر اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی تحاو
اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزین ہیں جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونون کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے
اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد ان میں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اس سے لے قلت وعن ابی یوسف
لا یضمن الا النقصان التی الفہا ولی البزازیۃ ہو المختار داوہ الشرنبلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جاوے مگر ایک ہی
موزے کا جسکو اسنے تلف کر دیا اور بزازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا اور ذکر فائدہ ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بہ

القاضی ایضاً سیاتی استبدال الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت میں تبعیض قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم ہم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت مہرون اور دلالون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہین اور اسمین غبن فاحش ہوتا ہے اور قاضی آنکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات مین تو اسوقت مین لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجیے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصراً تتمہ ایکشخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید ہے کہ مواخذہ نہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایکشخص کا باپ مرگیا اور اسپر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھولکر مرگیا تو ماخوذ ہوگا ایکشخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت مین مواخذہ ہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ واجبہ باقی رہا۔ اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت میں ہوگا اور جھگڑا ذمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر ذمی رہیگا ہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے ہمیشہ ہوا اگر کسی کے سبب اسکی حق تلفیون کے تو اس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے امید ہے اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین ہے تو اسکی عبادت کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایکشخص نے زمین غصب کی اور اسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اس مسجد مین نماز کا تو مضائقہ نہین لیکن حمام مین نہانا چاہیے اور دونون کا کرایہ لینا چاہیے کہ خریدار کرنے کیواسطے دکانون مین جانا جائز ہے ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اس مسجد مین یہانتک کہ اسکے مالک راضی ہوجاوین اور ان دکانون کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سود اگر ان دکانون مین بیٹھے ہین مشہور ہے جانکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وتمت المرام الاکرم

کتاب الشفعہ

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل مین مناسبت تملک مال الغیر بغیر رضا شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہونا ہے غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو ذکر کیا ہے الا انہم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ملانا اور زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہے گنہگارون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملین گے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنے ملک ساتھ ملاتا ہے لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا اور شرعاً تملیک البقعۃ جبرا علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اسکی قیمت کے جو مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اسمین شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت نفس مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ تا آدمی اپنی شفعہ کی ہمسایگی سے تکلیف نہ پاوے وشرطہا ان یکون المحل عقاراً اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہو ہم در المنتقی مین ہے کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہے تو عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اسکی راہ اصل مین نہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مین حق القرار مین العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی مثلاً کان او علو اشرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو

یا اوپر کا مکان ہو شفعہ بالا خانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں نقل اور علو میں ہے دو ایک شریک نے بالا خانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا
شریک اسکا شفیع ہوگا تبعیت عقار سے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحقق بالعقار بما لہ من حق القرار ونشفعہ ثابت ہے اگرچہ
بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہو اسواسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہی ہواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر ہے اگر منزل بالا اور
منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہی اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اسکی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ
بسبب ہمسائگی کے ہے اور اگر منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل
زیرین ایک شخص کی ہو اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں دیں کے پاس گھر بکتا ہے تو انہیں دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی وان یا بنتم ہو ابن الکمال
فی اول باب ما ہی فیہ ومن ان البناء اذا بیع مع حق القرار ملحق بالعقار فرد وشیخنا الرملی ثم انتہی بعد ما بنی الابراز وغیرہا فلیحفظ اور ردہ جو ابن کمال نے اس باب کے
اول میں جیسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کرلیا ہے کہ جب بیچی جاوے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اسمیں شفعہ ثابت ہے سو اسکا کلام کو
ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتوی دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہوکر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال
یہ ہے کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کرلیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے
نزدیک اسمیں شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور خیریہ اور قنیہ میں عدم شفعہ صحیح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین
میں تو اسکے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا اور کنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین
عند وجود سببہا وشرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے وقت یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور عقد معاوضہ
اور مبیع عقار ہو وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند
سال کے بعد ہو سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اسکو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ
شراء مبتدا ولہذا یثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار الرؤیۃ والعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ لینا بسبب شفعہ کے لینا ابتداء خریدنے کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت
ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رؤیت اور خیار عیب کے تجب لہ ای علیہ شفعۃ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کی منفعت کیواسطے
نہ اسپر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کردیا کہ یہاں وجوب یعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع
شفعہ طلب نہ کرے تو اسپر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمیں مالک
کا حق منقطع ہوگیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری
یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں وتستقر بالاشہاد فی مجلس ای
طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہوجاتا ہے گواہ کرنے سے اسکی مجلس میں یعنی طلب مواثبۃ کی مجلس میں فلا یبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ
کرلینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہوگا جو سبب ظاہر ہے سبب منفی ہونے کے وتملک بالاخذ
بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہوجاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی
سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ
درر میں ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہے ہم شارح نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھیگا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے
سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے ویقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب

ہوتا ہے بقدر رؤس شفعا کے نہ بقدر املاک شفیعوں کے برخلاف مذہب شافعی ہم عدد رؤس شفعا اور بقدر املاک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصوں مین
شریک ہے ایک کا حصہ اُسمین نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس ہے صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونون شریکون نے
شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون مین اخماس
کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونون شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین
کذا فی الدرر یعنی حقیقۃ شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط متعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا الذوالخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ثم ان لم
یکن او سلم لذی حق المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق فیأخذ بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہ پایا ہو یا ہو مگر شفعہ
کے واسطے مبیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع مین شریک ہے اور حق مبیع کا شریک وہ ہے جسنے تقسیم کر لی ہو
لی اور اسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے حصہ دس پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرب نہر صغیر لا تجری
فیہ السفن وطریق لا ینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسا کہ پانی کی باری اس نہر کی جسمین کشتیان
نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عاما لا تشفع بہا تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو
ان دونون شریکون کے حق مین شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب نہر مشترک بین قوم تستقی اراضیہم منہ فبیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعۃ ولو النہر عاما او الاسقاء بہا الشفعۃ
للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگون مین کہ انکی اراضی اس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے
ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگون کا حق ہے اسکی خریدہ مین اور اگر نہر عام ہے جسمین کشتیان چلتی ہون اور
باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا
اسکے ظاہر ہونے کے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق بیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ
ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو یا ہیر فی سکۃ اخری وظہر دارہ لظہرہا فلو بابہ فی تلک السکۃ فہو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے
کوچے مین ہے اور اسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہے حق مبیع مین نہ
جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک
ہے دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک
احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچہ کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی
تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر طحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس شفعہ
مین مذکور ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع
ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار
پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اسکی دیوار ہوا اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونون کے بیچ
مین راہ نہین چاہئے بسبب تنگی مہر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہین آتی وہ واضح ہے عبارت ۱۲
شریک فی خشبۃ علی جار اور رکھنے والا شہتیرون کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الدرر

والکافی والوقی بعض الجدار فشریک ملحق فی قالمت لکن قال المصنف ولو کان لبعض الجیران شرکة فی الجدار لا یقدم علی غیرہ من الجیران لان الشرکة فی البناء
المجرد بدون الارض لا یستحق بہا الشفعة اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہی نہ ہمسایہ میں کہتا ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا
کہ اگر ہمسایوں میں سے ایک ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے
استحقاق شفعہ کا نہیں ہوتا م انتہی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہی جبکہ زمین بھی مشترک ہو صورت اسکی یہ ہی کہ دو شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار بنائی
پھر زمین کی دونوں نے قسمت کر لی سوا محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک احق ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی شرح المجمع وکذا
للجار المقابل فی السکة الغیر النافذة الشفعة بخلاف النافذة اور شرح مجمع میں ہی اور اسیطرح شفعہ ہی اس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہو
بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہیں ہی واسقط البعض حقہم من الشفعة بعد القضاء فلو قبلہ فللمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمة لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک
لانہ بالقضاء انقطع حق کل واحد منہم فی نصیب الاخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا
جائز نہیں ہی اسواسطے کہ حکم قاضی سے ان میں سے ہر واحد کا حق جدا ہوگیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی
تو باقی شفیعوں کو تمام مبیع کا لینا جائز ہی بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعة بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا
یؤخر بالشک اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع میں شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کیجاویگی
بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعة کلہا اور اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب
کیا تو اسی کیواسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی لہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب
یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اسکے واسطے
نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ
ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصة اسقط الشفیع الشفعة قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں
بسبب جانے اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہی اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملکہ وکذا لو جبر علی المشتری بتفریق الصفقة شفیع نے بعض شفعہ لینے کا
اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہیں مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح
وسقط حقہ بہ لاعراضہ وقسم بین البقیة اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا
اسکی روگردانی سے اور مبیع بٹ جائیگا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی ان شریکہ یطلب النصف بطلت شفعتہ اذ شرطہا ان یطلب الکل
کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہی تو اسکا شفعہ
باطل ہوگیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہی کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے بشرح بیان کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکة
وتجب الشفعة فیہا وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہی بیع مکہ معظمہ کے گھروں کی تو انمیں شفعہ واجب ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الاشباہ ملتقات میں
مذکور ہی کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں شفعہ نہیں ہی یعنی تو فتوی مختلف ہی چنانچہ ابو السعود نے ذکر کیا ہی شرح وہبانیہ میں تجنیس اور مزید سے مذکور ہی کہ
وہاں کے وجوب شفعہ میں دو روایتیں ہیں اور جامع صغیر میں ہی کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہی تو شفعہ واجب نہیں اور حسن کی روایت
امام سے یہ ہی کہ شفعہ واجب ہی اور یہی قول ہی صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحة اجارتہا بالاولی وقد قدمناہ فلیحفظ
لکنہ یکرہ وتحققہ فی الحظر میں کہتا ہوں اور مکہ معظمہ کے گھروں کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہی کہ انکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہی اور مقرر ہم اسکو مقدم ذکر کر

کرتے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن اُنکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم شارح نے کتاب الحظر میں
اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے
اہل مکہ کیواسطے کہ گھروں کو حاجیوں کیواسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالی سواء العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہیں اور
امام نے اجارہ جائز کیا ہے ایام حج کے سوا میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ
ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے وفیہا ویصح الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکلہ وان سلم لا والبطلان ہو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب
کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اسنے اپنے موکل کو تسلیم نہ کردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے
باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف اور شارح کا کلام اسکا مفہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل
ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری کا خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اسمیں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور
اسیطرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا ہم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا له ولا بجواره شرح مجمع و
خانیہ خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ ولعل لا ساقطۃ قالہ المصنف اور شفعہ نہیں ہے وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے
کذا فی شرح المجمع والخانیہ بخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقطہ ہے خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اسواسطے شفعہ
نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکے وقف کرنے والے کو شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
وقولہ لا له ولا بجواره کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجواره پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی عبارت
نقل کی وکذا لا یثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی ثم رأیت قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی
الاخذ به والثانی علی اخذه بنفسه اذا بیع فنفی الشفعۃ حق الشفعۃ یبنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیرالدین رملی نے قول اول یعنی عدم
شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب جائز نہیں
اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ و بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو نفی شفعہ
ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ یعنی اگر شرعا کسی وقف کی بیع جائز ہوا اور وہ بیع ہو وے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا خرید کرنا حق شفعہ
درست ہے کذا فی الطحطاوی ومفاده ان ما لا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہ
ہوسکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہوسکتا ہو کسی حالت میں تو اسمیں شفعہ ہے ہم مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ اگر شخص
نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضاے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے
اسیطرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو حق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجواره وکان بعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اُسکا بیان اور اسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا وطلبہا الشفیع فی مجلس
علمہ من المشتری او رسوله او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونیکی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اُسکے فرستادہ سے یا کسی
اور ایک مستقیم شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرۃ ہو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انه علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم بیع مین طلب لازم ہی اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہی کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین پھر واضح
روایت جو ظاہر الفتاوی کی اکثر طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہی ہم طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہی اور
اس روایت پر تفریع ہی نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع نے سلام کیا مشتری پر تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب
بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور ظہیریہ مین ہی اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے پہونچی اور شفعہ اول یا اوسط خط مین لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو
شفعہ باطل ہوگیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہوگیا ہو اسواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہی جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا نہ
ما فی الطحطاوی بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا او اطلبہا یعنی لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاسے چنانچہ
یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور اسکے مانند چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اسکو طلب کرتا ہون وہو یسمی طلب المواثبۃ ای
المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبت یعنی طلب مبادرت کہتے ہین ہم مواثبت بمفاعلت ہی وثوب بمعنی برجستن سے اور وہ عبارۃ
ہی سرعت سے اسواسطے کہ جو اچھل کود کر چلتا ہی وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہی والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لنفی الجحود اور طلب مواثبت
مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اسمین اشہاد خصوصاً انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہی ہم گواہ کرنا اسوقت مین لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہ ہون و
الا گواہ کرنا متعین اور لازم ہی کذا فی اخر خلاصہ یہ ہی کہ اگر اسوقت گواہ ہون تو انکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہ ہو تو اپنی زبان
سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہی تا اسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہوجاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہی اگر حاکم قسم
کھلاوے ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالکہ او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اسکے
قبضہ مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہی اسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار
انا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا الان فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد وسمی طلب تقریر تو شفیع یون کہے کہ فلان نے یہ گھر خریدا
اور مین اسکا شفیع ہون اور تحقیق مین مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہی اور اسکو
طلب تقریر بھی کہتے ہین ہم اور یہ طلب اشتقاق بھی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وہذا الطلب لا بد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب
او رسول ولم یشہد بطلت شفعتہ اور طلب ثانی ضروری ہی تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اسکا شفعہ
باطل ہوگا وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہوگا ہم منح الغفار مین وغیرہ سے ہی کہ اگر شفیع راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو مگر کسی کو نزدیک یا صاحب کے نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو
تو اسکا شفعہ قائم ہی پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کے کچھ نہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ میں کسی کے پاس ان تینون مین سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہی اور
وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم لیس بعد ہذین الطلبین الا طلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی فمرہ یسلم الی قال السبب کذا فی الملتقی لیشمل الشریک
فی نفس المبیع پھران دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خریدی ہی اور مین اسکا شفیع ہون بسبب فلانے گھر
کے جو میرا مملوک ہی شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے یعنی بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی مین ہی تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ہم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفیع شامل ہی نہ شریک نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونون شامل ہین فمرہ یسلم الدار الی ہذا لو قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ
لا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اسکو کہ گھر مجھکو دے شارح نے کہا یہ اس صورت مین ہی جبکہ گھر کو مشتری قبض کرچکے اور حالانکہ طلب خصومت

فقط مشتری پر موقوف نہیں ہے ہو یہی طلب تملیک و خصومۃ اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں وبتاخیرہ مطلقا بعذر و
بغیرہ شہرا او اکثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطھا بلسانہ بہ یفتی وھو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر
ثانا وفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ
باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کردے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے
یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے
ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے یا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا ہم سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر
مذہب پر فتوی ہو۔ اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی و اذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم ان مالکیۃ الشفیع لما
یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ
کا دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے یہ قبل ہے مدعا علیہ کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں
ہے اور اسکی حدیں کیا ہیں اسواسطے کہ اسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم ہونا چاہئے اسواسطے کہ دعوی مجہول کا صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اوروں کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب
صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تونے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور
اعراض یعنی طلب اول و طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سبب کچھ بیان کرے اور کسی شرط کو اسنے فوت نہیں کیا
تو دعوی اسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہوا اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی فان
اقر بہا ای بملکیۃ بالمشفوع بہ او نکل عن حلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس
گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال
کرے کہ آیا تونے اسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونیکے بعد
ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لاوے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کردے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں شفعہ
جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھاوے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں بسبب شفعہ قسم کھاوے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکرہ فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اس وقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن
کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کردے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار
ثمن قبل قضا واجب نہیں واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم

ہوگا اور مشتری کو گھر کا روکے رکھنا ثمن لینے کیواسطے درست ہے فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء واما قبلہ فیبطل عند محمد لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی
ادّ الثمن فاخر لم یبطل شفعتہ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اسنے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل
از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سے محمد کے نزدیک اسکے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی و یخاصم الشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم
الاول بیدہ والثانی بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اسکے
مالک ہونیکے اور ثانی یعنی بائع خصم ہوا اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک لیکن گواہ نہ سنے جاوینگے
بائع پر جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے فیفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع
فسخ کیجاے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہو جانے اسکی ملک اور قبض
کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ ای ضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری
لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ
ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اسکی ملک اور قبض دونوں زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا
وللشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری
نے برأت عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی
مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو و فی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام میں فریب کے
تاوان کے سوا جبر کے سبب سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی
سو مالک مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیرے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا
تو بائع سے وہ نقصان پھیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے ان
زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر ولا یتحالفا
اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے
کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم بیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہے جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی
طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصراً وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری
دونوں گواہ لاویں اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے
کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا
مشتری نے ثمن کا اور اسکے بائع نے اس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اسکے قبض کرنیکے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا
ومع قبضہ المشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو بموجب اسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ یتحالفان اور اگر
دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا
لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونوں
نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض لا اذا کان

ابد القبض اشباہ اور کم کر ڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفیع میں پس شفیع کم کر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن کا حق شفیع میں ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ
بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل او الزیادۃ ولا یظہر
الکل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف
یاخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ
فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لجاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا
پھر بائع نے اسمیں سے سو کم کر دیے تو اسے شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع
نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ھم یہ دونوں مسئلے
حط ثمن کے جزئیات سے ہیں وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید میں مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو
جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ قیمی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اسکا مقتضی یہ ہے
کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہو گیا نہ ابن کمال
کی عبارت سے وفی الشراء القیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید میں قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن وفی
بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا منہما بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض
تو ہر شفیع دونوں عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء
بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال ثم اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے میں شفیع ثمن نقد بلا مدت سے یا شفیع
شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اسکو لے ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہے وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے
اسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت
شفعتہ خلافا لابی یوسف رحمہ اور اگر شفیع ثمن مؤجل سنکر چپ رہا اس سے سو اسنے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے
کے وقت تو شفعہ باطل ہو گیا برخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویاخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لا بد ان
یکون البائع ایضا ذمیا والا لفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی
ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہے کی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کر کے ویاخذ
بقیمتہا لو مسلما لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملیکہا وتملکہا اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے
شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ھم یہاں سؤال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اسکی ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمی
کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثل ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی
ذات کے لینے کے مانند نہیں اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر فلذا لا یحرم تملیکہا بخلاف المرور علی العاشر کما
معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہاں یعنی شفعہ لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اسکی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے
ذمی کے عاشر پر ھم یعنی قیمت خنزیر یہاں گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے
تو وہ اس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اسکی ذات کا لینا جائز نہیں تو

اسی طرح اسکے قائم مقام کا دینا درست نہین اور یہان قیمت سوائے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہین ہوسکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر
والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب دلو اختلفا فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہو
اُس ذمی کی طرف جو مسلمان ہوگیا یا اُس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت مین مختلف
ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایہ ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمۃ البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ لے ثمن سے
اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہو جیسا کہ غصب مین مذکور ہوچکا قلت واما اذا بناہا بالوان کثیرۃ او طلاہا بجص کثیر خیر الشفیع بین
ترکہا او اخذہا واعطاء ما زاد الصبغ فیہا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین
یا بہت گچکاری کی اسمین تو شفیع مختار ہو اس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اسکے لینے مین اور اسقدر کے دینے مین جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی
سے زیادہ ہو گئی بسبب دشوار ہونے نقض رنگ کے اور رہا لاکھ لگے رنگ کی کچھ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہو کذا فی حاوی
الزاہدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعہما اخذ الشفیع ثمنا او قیمت عمارت اور درخت کی دیکر سے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھود نے اور درخت اُکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع لہ ان یاخذ ہا مع قیمۃ
البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جبکہ اُکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اُسکا لینا کھودی عمارت اور اُکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ
کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیہ حق اقوی ولذا اقدم علیہ فینقضہ اور
ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اُسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا یہی
کہا ہے امام شافعی اور مالک رح نے ہم اُسکے جواب مین کہتے ہین کہ مشتری نے اُسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہوگیا اُسکے لینے مین
مشتری پر تو اُسکو نقض عمارت اور درخت مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی
وزاہدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہانتک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ہم یعنی اگر مشتری نے
خرید کے بعد اسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم مین ہے
کہ نقض مسجد اور نبش موتی جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر او زراعت تو بہ اُکھاڑی جاویگی
اسواسطے کہ اُسکی نہایت معلوم ہے اور اُسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری
پر اُسکی اجرت لازم ہوگی ویرجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف
المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیر لے اگر اُسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور
درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے فریب نہین دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار وجف الشجر بلا فعل احد
لان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل
ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اُسکے وصف کے ہم عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شی من نقض وخشب اور یہ یعنی در صورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اُسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا
درختون کی لکڑیون سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد
علی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اُسکو لیا بسبب اُسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

رہا تو بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی
الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ہالک بعد انفصالہ لم یسقط شیٔ من الثمن لانہ لم یحبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شیٔ من الثمن و بالاخذ بالشفعۃ
تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض فلا یسقط بمقابلتہ شیٔ من الثمن قالہ شیخنا مین کہتا ہون سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اسطرح پر کہ
وہ تلف ہو جائے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے ہو اسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہیں
اور توابع کے مقابلے مین کچھ ثمن نہین پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک
ہو گئی تو ایسی صورت مین کچھ ثمن ساقط نہین ہوتا یہ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا اتلف البعض الارض بالغرق حیث یسقط من
الثمن بحصتہ لان الذاہب بعض الاصل زیلعی بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہو گئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہان بقدر اُسکے حصہ کے ثمن
ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی و یاخذ بحصۃ العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف و
فی الاول الآفۃ سماویۃ و تقسیم الثمن علی قیمۃ الارض و البناء یوم العقد بخلاف ما ہدمہ کما مر لتقومہ بالحبس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے
عمارت گھر کی ڈھائی ہو اسواسطے کہ اُسنے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول مین یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہو گئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین
اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اُسکے منہدم ہو جانے کے کہ وہان یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ منقوض ہو اسطے کہ
ہوگا کہ منقوض مال متقوم ہے حبس مشتری کے سبب سے و نقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند
ہے حکم مین یعنی بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا و النقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری و لیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول یعنی
ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اُسکا لینا نہین چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اسکا تابع رہنا جاتا رہا و یاخذ بثمرہا استحسانا لاتصالہ ان ابتاع ارضا و نخلا و ثمرا و اثمر
بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے اُسکے پھلون کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید کے بعد
مشتری کے قبضہ مین بسبب متصل ہونے پھلون کے درخت سے و ان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا
اختیار نہین بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہین نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہو گیا او ہلک بآفۃ سماویۃ و قد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن
فی الاول ای شراہا بثمرہا و بکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اُسکو مشتری نے اُسکے پھلون کے ساتھ
خرید کیا تھا ساقط ہوگا اُسکا حصہ ثمن سے اول مین یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی مین یعنی جہان پھل پیدا ہوا مشتری کے
قبضہ مین بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اُسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ
الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اُسکو اُسکا چھوڑنا جائز نہین کذا فی شرح الوہبانیۃ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف
قضا کے سبب سے بخلاف قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کا بیع فاسد مین انقطاع حق بائع کے
وقت ہے بالاتفاق و فی ہبۃ بعوض مشروط و لا شیوع فیہا وقت التقابض اور اُس ہبہ مین جو بعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلین مین شیوع نہین تقابض
البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے ہم یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ و فی بیع فضولی او بخیار بائع وقت
البیع عند الثانی و وقت الاجارۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع مین اور خیار بائع کی بیع مین طلب شفعہ ہر وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت
بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک و بخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع مین بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبی من
لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ ہل تعتقدہ و جوبہا ان قال نعم اعتقدہ فلک حکم لہ بہا و الا تقل لا نحکم بینۃ و بزازیۃ جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اُس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اُس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے
کہ ہاں میں اسکا اعتقاد رکھتا ہوں تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی دونہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی الخلاصۃ البزازیہ وهم یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ
سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اُسکا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اُسکے وجوب کا
اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی الخ فرع مسائل الفقہ شارح کے اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لایراہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر
کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع بحجۃ
سبت الیہود کما یاتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اُسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود
بحجت یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کریگا تو معذور
نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی مشتری ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب
الذی باعہ وہما سواء ایک شخص نے زمین خریدی کی سو درم کو پھر اُسکی مٹی اٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اُس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اسکو ٥٠ درم
لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جاے زمین کی اُس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اُس مٹی کی قیمت پر جسکو اسنے بیچ لیا اور
دونوں قیمتیں برابر ہیں ہم طحطاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جبکہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں ولو کسبہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری
ارفع مالبست فیہا فہو ملکک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اسکو پچاس ہی درم
سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اسمیں تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ مشتری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل
الثمن و یاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجی انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی
میں ہے کہ گھر خریدا کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے
انتہی مافی الحاوی میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کہ اسمیں شفعہ نہیں جسمیں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہوجائے
مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض
الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور
مبسوط میں ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونوں عوضوں پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہوجاے تو اگر گھر ہبہ کیا
ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہانتک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع
کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہ باب ہے اُسکا جسمیں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج الہبۃ ہو مال خرج المہر شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصداً مگر
اُس عقار میں جو مملوک ہوئی ہے اُس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہوگیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا م قصداً کی قید اسواسطے
لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسیطرح اشباہ میں ہے خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح
نہر میں اراضی کے ساتھ وان لم یمکن تقسیم خلافا للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمۃ اگرچہ عقار اور مانند عقار
نہ ہو یہ خلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنواں اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ میں ہے

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

کرا آسیا ہے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ہم یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون لیس بعقار فیکون بالبعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بفتح اول وسکون
ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہو تو جو بعد لفظ عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر ہم صحاح میں ہے عرض بالسکون عبارت ہے متاع سے اور جو چیز ہو
عرض ہو دینار اور درہم کے سوا اور بفتحتین حطام دنیا و فلک خلافا لمالک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے و بناء ونخل اذا بیعا قصدا
ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان میں جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے
اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال نے سمجھا ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہے
ولا فی ارث وصدقۃ وہبۃ لا بعوض مشروط اور شفعہ ثابت نہیں موروث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہو تو اسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدرر ودار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مہرا وان قوبل ببعضہا ای الدار مال لان
معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا
گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اسمیں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونیکی صورت یہ ہے کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر اس شرط پر کہ زوجہ زوج کو ہزار درہم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہرا بالنصب لاتا کہ
اجرۃ پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اسواسطے
کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہے اسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر واوجباہا فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہے حصہ مال میں
یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہے او دار بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلبت
عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع وصحح یا اس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو
شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
او بیعت الدار بیعا فاسدا ولم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا تثبت الشفعۃ کما مر یا اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز
اسکا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اسمیں کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اسی طرح ہبہ
اور مہر میں دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او رد بخیار رؤیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما
زعم المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار رویۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہے
برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے درر کا تابع ہو کر ہم مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے بحکم قاضی متعلق
ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای ذا بیع وسلمت الشفعۃ ثم رد المبیع بخیار رؤیۃ او شرط کیف
ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب
خیار الرویۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں اسواسطے کہ یہ فسخ ہے بیع نہیں ہم یہ علت ہے مسائل ثلثہ
کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیب بلا قضاء والاقالۃ
بمنزلۃ بیع جدید برخلاف رد مبیع بعیب قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمیں شفعہ ثابت ہے اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بحکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہے شرع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جداگانہ ہے ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہیں اور رضا مندی سے

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہو ثالث کے حق میں اور شفیع تیسرا ہو بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہو غلام ماذون کیواسطے جو دین میں ڈوبا ہوا ہو اپنے مولی کی بیع میں ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہیں کیا ہم یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اُسکا شفعہ اُسکے غلام تاجر مدیون کے واسطے ثابت ہوا اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہو وہ مولی کا مملوک نہیں ہو اور یہی علت ہو مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع میں وثبت لسیدہ فی بیعہ بنا علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہو غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر میں اسوجہ کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہو اور انمیں سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہو وثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او شری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہو اس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اُسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہو تو اُسکے واسطے شفعہ ثابت ہو صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہو اور اُس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہو پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اُسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہو خواہ اُسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہو جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہو کذا فی الدرر یہ توضیح ہو شارح کے قول آئندہ کی وفائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ میں یہ ہو کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی تو دونوں کیواسطے شفعہ ثابت ہو اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہیں باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہو ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا الشفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا انہا شفعہ نہیں اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوگئی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہو اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہو کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہو شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے میں اور باطل نہیں ہوتا اظہار خواہش سے اسمیں ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہو لہذا شفعہ باطل ہوگیا۔

باب ما یبطلہا

یہ باب ہو اُسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہو یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیح شفعہ کو باطل کرتا ہو طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہو کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس میں جسمیں اُسکو بیع کی خبر پہونچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہوچکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہو اور یہی قول راجح ہو طلب علی الفور ہو او ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی ید لا الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہو باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہو چنانچہ مذکور ہوچکا ہم طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع یوں کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور میں اُسکا شفیع ہوں اور میں قبل اسکے طلب مواثبہ کرچکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں سو تم شاہد رہو اُسپر اور قدرت کی صورت یہ ہو کہ کسی نے شفیع کا مُنھ بند نہ کرلیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو ویبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر او فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہو اُسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم مبطل نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہو اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہیں ہوسکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہیں ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہیں اور بعد بیع کے صحیح ہو ولو تسلیمہا من اب ووصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل بالتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہو اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد رحمہ کے اسمیں جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ہم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم

صحیح ہو امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر اسکو طلب نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات یا اقلیت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی باطل شفعہ نہیں الوکیل بطلبہا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیمہ الشفعۃ صح لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی و الا لم یصح لانہ یخرج عن الخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہوا اور قاضی کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم تسلیم اور ساکت رہنا اسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور دونوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کیواسطے تو یہ سکوت بجا تسلیم ہے و یبطلہا صلحہ منہا علی عوض ای غیر المشفوع لا یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل آئندہ ہم قول آتیں یہ ہے وہ سطر کے بعد و لو صالح علی اخذ نصف الدار وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے ہم جونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہٰذا اسکا عوض لینا صحیح نہیں و یبطلہا بیع شفعۃ بمال ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہے و کذا الکفالۃ بخلاف القود اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے کہ ہم کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں اس مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہے اور اسیطرح ملک نکاح اور اسقاط رق کا اعتیاض درست ہے اسواسطے کہ ان اشیا میں ملک ثابت ہے و لو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے و لو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ و لا تسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا ہم نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں ہے اسواسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن ہے جو مسمی ہے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہٰذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے و یبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ و لا تورث خلافا للشافعی و لو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ کو باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا بخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مریگا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانیکے بعد تو اسمیں کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے و یبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم بہ ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو و کذا لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہٰذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی و لو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی و یبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہے طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے فلمن دونہ او مثلہ اخذہ بالشفعۃ بای العقدین الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اسکی برابر ہے تو اسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ عقد اول سے یا عقد ثانی سے ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع ادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء من صاحبہ

لا شفعۃ لہ ولو بہ بخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا مشتری سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہان شفیع باوجود کا شفعہ ثابت نہ ہوگا ہم سابق مذکور ہوچکا
کہ اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کیواسطے شفعہ نہین ہے وکذا یبطلہا ان ساہا بہا او ساومہا بیعا او اجارۃ ملتقی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری
سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بابت چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ
ان یولیہ عقد الشراء یا شفیع نے مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم کہتے ہین اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب
کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہ مراد نہین کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے ہو اسواسطے
کہ اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک بما مر آنفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ضمن
کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد ہے حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق مین تو سب تینون
صورتونمین شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او عددی متقارب
قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذہ قیمی وذاک مثلی فرسا یسہل علیہ وان
کہا گیا شفیع سے کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اسنے بیع تسلیم رکھی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو یا عددی متقارب
سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا ان دینارون یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہین اور فرق دونون مین یعنی
متاع مین اور گیہون جو مین یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہون اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو گا ہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی
ہے اگرچہ زیادہ ہو مترجم مسئلہ اولی مین شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم بھی کثرت ثمن سے یا قدر جنس سے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا اور
کہ قیمت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہین اور مسئلہ ثانیہ مین اختلاف دینار اور درم سے ہوا اسواسطے شفعہ ثابت
نہ ہوا کہ دونون جنس واحد ہین ثمنیت مین اور مسئلہ متاع مین قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہین تو آسانی اسمین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی ولو علم ان
المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کیواسطے شفعہ ثابت
ہے مترجم اسواسطے کہ آدمی اخلاق مین متفاوت ہین سو بعضے کی ہمسائگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہین تو ایک کے حق مین تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق مین تسلیم کو مستلزم
نہین ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اس کو
دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق مین تسلیم حاصل نہین مترجم حلبی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے لو ظہر کہتا تو
مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی
الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید
کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر مین اور اسکے بالعکس مین اسیطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید
کیا تو اسکے واسطے شفعہ نہین ظاہر الروایہ مین اسواسطے کہ کل مین تسلیم کرنا جمیع اجزا مین تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہین ثم شرع
فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلون کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان
شروع کیا سو یون کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلا ایک گز نہین بیچا حد شفیع کی جانب مین تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے کہ
شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اسنے گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع نہ کی تو اب شفیع اسمین شفعہ کا دعوی
نہین کر سکتا لشفیع ملکہ طول حدہ شفیع کے تمام گھر کو ملاحق ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ ہونے کے اسقاط کا والقول بان المصنف ذراعا سہو اور یہ قول کہ ذراعا کا

نصب اسکا سہو ہے سہو ہم یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ میں جو یہ عبارت ہے ولا فیہا بیع الا ذراعا نصب ہے سو کاتب
کی سہو سے ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنیٰ کا نصب واجب ہے کذا لا شفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری وقبضہ
اور اسیطرح شفعہ نہیں اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کردیا اور اُسنے اسپر قبضہ بھی کرلیا بلحاظ عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ
جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہوگیا اور موہوب میں شفعہ نہیں طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہا بثمن ثم ابتاع
بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا
تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک
مقدم ہے جار پر ہم سہم اول میں اسواسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے او
مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی ہو دونوں عقد کے بعد وحیلۃ کلہا ان یشتری الذرع بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے سقوط کا حیلہ
یہ ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اول میں یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ میں تمام ثمن سے سوا ایک درم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خرید کرے مثلاً
ہزار درم پر خرید کرنا منظور ہو تو اُس گھر کا ہزارواں حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گھر ایک درم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزارویں حصہ میں ثابت ہوگا
۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا اور وہ احق ہے جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال شفعتی
اور جائز نہیں شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کردینے کا ارادہ نہیں کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان
تلجئۃ مؤیدزادہ معزیا للوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجئہ نہ تھی کذا ذکرہ مؤیدزادہ عن الوجیز تلجئہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری
بیع ظاہر کریں دشمن کے خوف سے اور حالانکہ درحقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجئہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک
ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہا بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر بیع خرید کیا
ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو ہمیں خواہش نہ ہوگی ہم مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہے اسکو ہزار درم کے ثمن سے
خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار
درم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر بالبائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ
حیلہ شریک اور جار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار
لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جاوے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ہم ثمن کے دراہم مثلاً سو تھے
مشتری کے ذمہ پھر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی اسواسطے کہ اب ظاہر ہوگیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخری احسن واسہل وہی المتعارفۃ فی الامصار ذکرہا بقولہ وکذا لو
اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر وقلت ونحوہ
فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں میں اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسیطرح شفعہ
ساقط ہوجاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور اُنکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ
کردیا گیا اور انکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کردیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور اسی کی
مانند مضمرات میں ہے ہم جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہوجانیکے بعد چونکہ مقدار

شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہوگیا معلوم نہین کہ فلوس مذکور دیکھے گئے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس لیا
قید منع انکار مین مذکور ہے نہ درر مین اور اسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہ برابر ہے خواہ
مجلس مین ہو خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وہی کذا ان یاخذہا بالدراہم وقیمتہا کما لو اشتری دارا بالعرض او عقار للشفیع اخذہا بالقیمۃ کما
وقال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیریۃ بانہ قالت وہ وافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون و
الشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتہی اور لائق یعنی قاعدہ فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ مین فلوس کی قیمت جانتا ہون اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم
اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہوچکا یہ کہا ہے مصنف نے
شرح مین پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے مین کہتا ہون اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین اور
ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین اسطرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے
جو متن مین مذکور ہے اور جو متون اور شروح مین ہے وہ فتاوون پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہوچکا انتہی یعنی زواہر الجواہر ختم متون اور شروح مین جو مذکور ہے وہ اسکا
مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعین مقدار مین مقبول نہوگا اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے کذا
فی الطحطاوی وقدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ شفعہ نہین
اس مین جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہوجانے بیع فاسد کے ہان جبکہ فسخ ساقط ہوجائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب
ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کے واسطے بعد ثابت ہوجانے شفعہ کے
بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یون کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھسے خرید کرلے ذکر کیا ہے اسکو بزازی نے ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع
کہا کہ مجھسے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابو یوسف اور محمد دونون کے نزدیک مکروہ ہے واما
الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ وقیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ وتحسنہ محشی الاشباہ اور
ابتداء سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہوسکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین یعنی اسواسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے
سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتوی ہے شفعہ مین سراجیہ مین جواز حیلہ کی یہ قید لگائی ہے جبکہ ہمسائے کو اس
گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر مین کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن اور خوبی کے سبب سے
شرح وقایہ مین ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیون کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہین اور اگر
مشتری نیکمرد ہو اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے وبقیدہ وہو الکراہۃ فی الزکوۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ اور اسکے مخالف
یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ مین کذا فی الجوہرۃ ہم منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال مین زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند
صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اسقدر خیرات کردے جس سے نصاب پوری باقی نرہے شرح وقایہ مین کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ بخیلی اختیار کرتا ہے اور فقیرون کا رزق قطع
کرتا ہے اور وعید عدم انفاق مین داخل ہوتا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل ہو قبیلے کسی محل مین داخل ہو پھر مکہ معظمہ مین بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط
حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتین پڑھے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیہ قال طلبنا
کثیرا فلم نجدہا اور کوئی حیلہ موجود نہین فقہا کے کلام مین حیلہ ساقط کرنے کیواسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہمنے اسکو بہت تلاش کیا سو اسکو نہ پایا اذا اشتری جماعۃ عقارا
والبائع واحد یتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وہو ما اذا اتحد والبائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ

بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض و بعدہ سمی
لکل بعض ثمنا او سمی لکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا الثمن اور جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے
شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہیں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد
نہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمیں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہوا ایک مشتری
کے تو عقد متفرق نہوا اسمین کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً ذکر کیا ہو
اسواسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ اذا طلب الحصۃ نوعی الشفعۃ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی
حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر رہیگا اور یہ دوسرا قول ضعیف ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا کذا فی در المنتقی والمشتری واحد بین اثنین او مصرین صفقۃ اخذہما شفیعہا معا او
ترکہما لا احدہما والواحد منہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع و باقی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خریدے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب و قبول
سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑ دے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور
اسکا ذکر آگے آویگا ہم اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا مگر اسی
گھر کا جو اسکے پاس ہو اور ایسا لکھا ہے محمد نے کہ اُن دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا
درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی الذخیرۃ والمعتبر فی ہذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق
حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فالشفیع اخذ نصیب بعضہم اور اس عدد اور اتحاد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد
کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ہم یہ اس صورت میں ہے کہ ہر
وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم
المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدھا گھر غیر مقسوم خریدا پھر مشتری نے بائع سے بانٹ لیا
تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو موجب اصح قول کے ہم غیر اصح قدوری کا قول ہے
کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا و لیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض
اور شفیع کو نقض قسمت مطلقاً جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون
قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع نقضہ کما ذکرہ وبقولہ بخلاف ما اذا باع احد
الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ و قاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ و ہبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کرلی بائع کے
شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ
بیچ کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اُس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کرلی کہ یہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ہم
یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ ابتدا اُس شخص سے واقع ہوا جسکے
قسمت کرلی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا و لہا شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما
بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ضرورۃ صیرورۃ النصف ثلثا شرح وہبانیہ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر
تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کرلینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اسکے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی

ہونا بھی ضرور ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یہ تشبیہ ہے نقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہیں مثلاً ان میں سے دو نے وہ گھر
خرید کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں
مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول
للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جسمیں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے
کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے و للجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اسکی ذات پر جائز ہے ابو یوسف
کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے ہم یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے
فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے
کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر و ان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہ علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے
اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی
الزاہدی ہم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی
ہو اور گواہ نہوں جسے اسکو ثابت نہ کرسکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لادیں تو شفیع کے گواہ احق اور
مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح باع ما فی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت
الاجارۃ و ان رد بطل مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے
یعنی اور اجارہ باطل ہوجاویگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ہم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل
ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیۃ شری لطفلہ الاب فللشفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع انہ خالفہ
فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح مجمع میں اسکے مخالف ہے
سو خبردار رہنا ہم شرح مجمع میں ایراد یہ ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا
مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض
مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک
ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی
الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کردیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور
دیانۃً مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کردے ہر خصومت سے جو تیری
کہ ہماری جانب ہے سو اسنے ابراء عام کردیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ اسکی جانب اسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اسکا شفعہ
باطل ہوگا لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا نوادر الحجۃ میں ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر براءت
من المجہول سے براءت ثابت ہوجاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا
صبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اسکو اتنا دے جسقدر
اسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہ فہو معذور شفیع جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے یہودی سمع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا ثم

یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یؤیدہ ان الیہودی لو طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ لا یکلفہ الحضور ولا یاذن بہ عذرا

دیدی واقعۃ الفتوی قالہ المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی آئے مدعا علیہ کا

حضار چاہے قاضی سے اسکے یوم السبت میں تو قاضی اسکو حاضر کرا دے اور اسکا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتوی کا ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے میں کہتا ہوں

اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہے ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا اجاب حلف وفی الوہبانیۃ خلافہ قلت لم یذکرہ لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ایدہا

اور علیہ فلیحفظ شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجاوے اور وہبانیہ میں اسکے مخالف ہے میں کہتا ہوں مذکور

میں کہتا ہوں ور مختصر سبب ہم وہبانیہ کا قول ذکر کرتے ہیں اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہے کہ اسپر تائید

زیادہ نہیں ہو سکتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خان اور دوسروں کے کلام سے صریح ہے کہ مشتری پر یہ لازم نہیں تعلیق ابطالہا بالشرط جائز

ابطال شفعہ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے اسطرح باطل کیا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خریدی ہو سو

اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خریدی ہو تو اسکا شفعہ ثابت ہے کذا فی الخلاصۃ والمبسوط ادعی فی رقبۃ الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری وانا

ادعیہا فان صلت الی والا فانا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی ملک ہے گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اسمیں دعوی کرے یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکا دعوی کرتا

ہوں سو اگر یہ گھر مجھکو پہونچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہونچا تو میں اسمیں اپنے شفعہ کا دعوی پر ہوں ہم یہ مسئلہ ظاہر میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ

اسکا شفیع ہے اور اسکا زعم یہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اسکی ملک کا دعوی کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعوی کروں تو ملک رقبہ کا

دعوی باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہوں سو اگر وہ مجھکو پہونچا تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے دعوے پر ہوں

اسواسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الخلاصۃ والمبسوط عن الحموی اقول الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما

الا کان ظالما شفیع نے غلبہ کرکے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہریگا ہم شفیع صاحب ابن

مصنف نے کہا کہ مجھکو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ میں یہ صریح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہیں مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جبکہ بدون

اسکے مجرد قول عالم کے اسنے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد اظہار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ متعدی گواہ کہنے سے موجود ہو جاتا ہے قول عالم کے

قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی و قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظلم ٹھہریگا تو اسپر تعزیر ہوگی اشباہ علی عدد الرؤس العقل والشفعۃ واجرۃ القسام والطریق اذا اختلفوا

فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزیں عدد اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ اسمیں لوگ اختلاف کریں یہ سب مسائل

مذکور اشباہ میں ہیں ہم دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک میں تو اسکی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ

اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکوں میں تو اسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا

حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہے اسواسطے کہ شارع عام کسیکا مملوک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا

صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اسمیں اختلاف کریں اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان

طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود والشفعۃ لمرتد عاد یہ شفعہ کا حق ثابت نہیں مرتد کیواسطے کذا فی العمادیۃ صبی شفیع لا ولی لہ لا

تبطل شفعتہ الی نصب القاضی قیما لیطلبہا جاز جو ہر ایک لڑکا شفیع ہے جسکا کوئی والی نہیں تو اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے تا وہ

وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی جوہرہ شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض ثمرۃ سقط

بعقدہ و الا لا انہ لا حصۃ لہ من الثمن جیسے مو یدزادہ بغیر بالواقعات الحسامی اگر درکار باغ خرید کیا اور اسکا شفیع غائب ہی سو درخت پھل لائے اور مشتری نے انکو کھایا پھر شفیع آیا اور اسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہوں تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پہلے نہ ہونگے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ مویدزادہ من الواقعات الحسامی فی الوہبانیۃ یا خذ فیما اشتری اب او وصی للبالغ یوخرہ اور وہبانیہ میں ہی اور باپ شفعہ لے اُس میں جو اُسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے تنہم سکے بلوغ تک ہم اگرچہ خصومت میں تاخیر جائز ہے لیکن وصی کو لازم ہی کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خزانۃ اکمل میں ہی یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے ولیس له تفریق دار من صفقتہ واو غیر جار فالتفرق ابدا ہ اور شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیع ہوے اور وہ دونوں کا شفیع ہی اور اگر شفیع ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہی تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہی اور ایک گھر کا شفیع ہی اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہی چنانچہ سابق میں مذکور ہوچکا ہے و ماضر اسقاط التحمل مستقلا + وتحلیفہ فی الانکار لا شک انکر + اور ضرر نہیں کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درانحالیکہ وہ قاصد ہی اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ نہیں قصداً شفعہ ساقط کرلینے میں حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی لیتا انکار میں بلا شک منکر اور معیوب ہی شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو اُنسے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجھے کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع فتجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہی کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کریگا بدون بیع کے ہی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء قسمت لغت میں اسم ہی اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہی اقتدا کا وشرعا جمع نصیب شائع فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبارت ہی ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اُس گھر میں شائع ہی بلا تعین پھر جب اُسکے تین حصے ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہوگیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہی وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہی سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کیواسطے بر وجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک انتفاع لیتا ہی اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہی کہ اُسکو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کر دے اور غیر کو اسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اُسکی اجابت واجب ہی کذا فی الزیلعی ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعیین بین الانصباء کالکیل والذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہی جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جاتا حصوں کے درمیان جیسے پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی جیسے کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور زرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہی قسمت کا کہ بدون اُسکے قسمت کا وجود نہیں وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہ ہی کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہوجاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کیجاتی دیوار اور حمام اور مانند اسکے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہی زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود تو فیر منفعت ہی پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ہی ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علحدۃ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مترتب معین کر دینا ہی ہر شریک کے حصہ کا علحدہ علحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وہو اخذ عین حقہ وعلی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مطلقاً یعنی مثلی و قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہی معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہی اپنے حق کا بعینہٖ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہی اپنے حق کا ہم بیان اشتمال یہ ہی کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہی اُسکے اجزا میں ہر جزو شامل ہی نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہی تو اسکا لینا افراز ہی یعنی اپنا حق بعینہٖ پایا اور دوسرا نصف اسکے شریک کا تھا اسکو لیا اسکے عوض جو حق اسکے حصہ میں ہے

شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اسکا لینا بھی مبادلہ ٹھہرا کذا فی التبیین والافراز ہو الغالب فی المثلی لانہ ای المثلی کالعددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہا ابن کمال عن الکافی اور
افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے انڈے اور اخروٹ اسواسطے کہ افراز کے معنی اسمین مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن
کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اسواسطے غالب ہیں کہ اسکی ابعاض اور افراد میں تفاوت نہیں ہے اسواسطے کہ مثلا گیہون اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی مثل ہے جو ظاہر اور باطن
میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اسکا بعینہ اسکا قرار دینا ممکن ہے والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وہو القیمی اور مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں ہم قیمت والی چیز چنانچہ
جیسے جانور اور اسباب اور زمین میں اسواسطے مبادلہ غالب ہے کہ انمین بہت تفاوت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو ایک کو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں میں بالیقین معادلہ و
مساوات ثابت نہیں اذا تقرر ہذا الاصل فیاخذ الشریک حظہ بقسمۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا
کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں عدم تفاوت افراد کے سبب
نہ حصہ لے اسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسکے تفاوت افراد کے سبب فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ
نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر والا لا خانیۃ یعنی فتاوی قاضیخان میں ہے کیلی یا وزنی چیز مشترک ہو درمیان حاضر اور غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا
شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہوگی ور اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے دونوں
سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا فقط غائب اور صغیر کا نہیں وفیہا بیدر بین دہقان وزارع امرہ الدہقان بقسمتہ فان
افرزہ الدہقان اولا فہلاک الباقی علیہما وان افرز الزارع اولا فہلاک الباقی علی الدہقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہے درمیان زمیندار
اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کے واسطے جدا کیا تھا زمیندار کے گھر لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونوں
پر پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان ملخصا ہم ظاہر یہی ہے مسئلہ ذخیرہ سے یون
منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل او موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے
پہلے تھا اور اگر اسکا حصہ تلف ہوگیا جسنے خود کیل او وزن کیا ہو دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدے سے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا
حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا
حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضیخان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر روایت ذخیرہ کی لگی
کے ذخیرہ سے منقول علیہ ہے اور لہذا قاضیخان نے اس قول کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا کہ تو یہ دفعہ ہوا خلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحاوی وان اجبر علیہما ای علی قسمۃ
غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط سوی رقیق غیر الغنم عند طلب احدہم ای احد الخصم ففیہ لا فیہما من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں
اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں سوائے اس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جبکہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسواسطے ہے کہ اسمین معنی افراز بھی ہے
یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ
باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمین تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اسپر جائز ہوا تا ضرر رفع ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے
حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ وبیع مال المدیون
لوفاء دینہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں کبھی جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیونوں کی ملک بیچنے میں اسکے دین کے ادا کرنے
کے واسطے ونصب قاسم یرزق من بیت المال بلا اجرۃ منہم وہو واجب وما فی بعض النسخ واجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجاوے بیت المال سے
تو وہ قسمت کر دیا کرے بدون لینے اجرت کے شریکوں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ درالمختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے

وان قسمه باجر المثل صح لانها ليست بقضاء حقيقة فجاز له اخذ الاجرة عليها وان لم يجب عليه القضاء ذكره اخي زاده اور اگر قسمت کرنیوالا اجرت مثل پر
مقرر کیا جاوے تو صحیح ہے اسلیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں ہے تو قاسم کو اُجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زادہ اور اگر قاضی خود
قسمت کرے تو اجرت لینے میں خلاف ہے راجح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الفرید وهو عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لهما اور وہ یعنی اجر مثل شریکوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک
طالب قسمت ہوں یا بعض نہ حصوں پر بخلاف صاحبین کے کہ صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے کہ زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قید بالقاسم لان اجرة الكيال والوزان
بقدر الانصباء اجماعا وكذا سائر المؤن كاجرة الراعي والحمل والحفظ وغيرها شرح مجمع زاد في الملتقى ان لم يكن للقسمة وان لها فعلى الخلاف لكن ذكره في الهداية بلفظ قيل وتمامه بما علقته عليه
اختلاف اجرت میں جو شیخ قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح باقی مصارف شرکت ہیں جیسے
چرانے والے کی اجرت اور بار برداری کی اجرت اور حفاظت کی اُجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت
ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو مثلاً جبکہ دو شریکوں نے کیلی یا موزون خرید لیا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت
بقدر سہام ہوگی کذا فی در المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اسمیں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر
دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے وقاسم يجب كونه عدلا امينا عالما بها اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور
امانت دار اور قسمت کا واقف کار ہو تو فاسق اور خائن اور اُس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا يتعين واحد لها
لئلا يتحكم بالزيادة اور ایک شخص قسمت کرنے کیواسطے متعین نہ کیا جاوے تاکہ وہ زیادتی اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا يشترك القسام خوف تواطئهم اور قسمت کرنیوالے
لوگ باہم شرکت نہ کرلیں اُنکے اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر اُنمیں اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردیں تو اُسمیں لوگوں کا ضرر ہوگا طحطاوی
لكنها تتم بجمع قاسم کی وصحت برضى الشركاء الا اذا كان فيهم صغير او مجنون لا نائب عنه او غائب لا وكيل عنه لعدم لزومها حينئذ الا باجازة القاضي او الغائب
او الصبي لو بلغ او وليه هذا لو ورثة ولو شركاء بطلت منية المفتي وغيرها اور قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جبکہ اُنمیں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف
کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہوگی اُسکے نہ لازم ہونے کے سبب سے اسوقت میں مگر قاضی یا
غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہوجاوے یا اُسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت
ہے جب کہ شرکاء وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے اُنمیں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا ہم طحطاوی میں
عالمگیری سے یوں مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاویں خریداری پر
وقسم نقلي يدعون ارثه بينهم او ملكه مطلقا او شراءه صدر الشريعة فلا فرق في النقلي بين شراء وارث و ملك مطلق اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما
بينهم شرکاء دعوی کرتے ہیں یا اُسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہیں یا اُسکی خریداری کا دعوی کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول
میں درمیان خریداری اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اُسکا حفظ ہے اور حقدار کا
حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق کی اور کوئی اُنکے ساتھ منازع نہیں قلت ومن النقلي البناء والاشجار حيث لم يتبدل المنفعة بالقسمة وان
تبدلت فلا جبر قاله شيخنا میں کہتا ہوں اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہیں جہاں منفعت متبادل نہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو
وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے اُستاد نے وعقار يدعون شراءه او ملكه مطلقا اور قسمت کیا جاسکے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اُسکی ملک مطلق کا
شرکاء دعوی کرتے ہیں فان ادعوا انه ميراث عن زيد لا يقسم حتى يبرهنوا على موته و عدد ورثته پھر اگر شریک دعوی کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اُسکی
قسمت نہ کیجاوے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اسکے وارثوں کے شمار پر وقالا يقسم باعترافهم كما في الصورة الاخرى اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی

تقسیم کیجائیگی محض اُنکے اقرار سے چنانچہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت مین ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی یبرہنا
انہ لہما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فیکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ غیر
منقول اُنکے ساتھ ہے یعنی اُنکے قبضہ مین ہے یہان تک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول انھین دونون کا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلئے
کہ احتمال ہے کہ غیر منقول اُنکے قبضہ مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے
ولو برہنا علی الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار (قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی) معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما ای للغائب
والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اُنکے قبضہ مین ہے اور وارثون مین صغیر حاضر ہو یا ایک وارث کبیر غائب
ہو تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجاوے اور صغیر کے واسطے ایک شخص اُنکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاوے تاکہ اُنکی حق تلفی نہ ہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث
عندہ ایضا خلافا لہما کما مر اور ضروری ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اصل میراث کی گواہی یہ ہے کہ یہ گھر انکی میراث
ہے انکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور اگر ایک وارث اگر موجود اور
عادل ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور ہے اگرچہ انمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای الشرکاء مشترین ای شرکاء
بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک انمین
غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ انمین
ایک وارث اور وارثون کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیٔ منہ لا یقسم
للزوم القضاء علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتون مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا
عقار سے کچھ ہو تو اُسکی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کی طرف سے ہم صغیر کی نائب
اُسکی طرف ہے اور غائب کے مانند اُسکا مودع ہے حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیٔ منہ وقسم المال المشترک
بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے
بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجاوے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ
کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصون کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو
قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ مصنف نے ذکر کیا ہے کافی مین کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر و
فی الخانیۃ یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ مین ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاوے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب
سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہین یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متونہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر
الکل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکون کی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر منقوض ہوکر ہم یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی ہان اگر
سب راضی ہون تو قسمت درست ہے کہ حق انکا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ تر واقف ہین لیکن قاضی اُسکا مباشر نہو اگرچہ وہ طلب کرین اور نہ اُسکو منع کرے
کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی مین ہے کہ ایک دکان
ہر دو شریکون کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہین سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہین چاہتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اسمین کام کرے قسمت کے

یہ جبکہ مالک امر کو قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاوے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجاوے وقسم عروض اذا کانت من صنف واحد لان عند اتحاد الجنس یتحد المقصود فیحصل التعدیل فی المعنی وتکمل المنفعۃ بخلاف الحیوانات و تمیز انصبا الراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاوے اُن عروض و اسباب کی جنکی جنس متحد ہو قسمت کیجاوین وہ جنسین اسطرح کہ ہر شخص کا حصہ شریک کو دیجاوے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کہ تمیز ہو کر تو خلاف جنس پر راضی شرکا پر اعتماد کیا جاوے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہو جیسا کپڑا کمبل یا سونا روپیہ یا چاندی شمار سب یا چاندی ہو تو اسمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا اور کچھ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونون میں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اسمین جبر کا اختیار ہوگا اور جن چیزون کی قسمت مین اونکے بعض کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو بکریاں مثلاً اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونون جنسون مین خلاف اور اتحاد نہیں تو یہان قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہان تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار ہے جہان قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انسی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الآدمی اور نہ قسمت کیا جاوے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی مین تفاوت ہونا سوائی باطنی کے سبب جیسا کہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ اُنمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت مین فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اسوقت مالک کی بکری اُسکے ساتھ ملکر قسمت ہو جاوینگی باتفاق امام اور صاحبین کے وقالا تقسیم لونکو را فقط دانا فقط کما تقسیم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر ہووے فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات اُنکی کثرت تفاوت کے سبب ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس کے ہون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ اُنکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہین ہو سکتی و لا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاوے حمام اور کنوان اور چکی اور کتابین اور جس چیز کی قسمت مین ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالین و کیا بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہین اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہے بہ سبب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہوے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اشیا مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر شرکا راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق تو اُنھین کا ہے ولو اراد احدہما البیع وابی الآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو اُسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا بخلاف مذہب امام مالک کے وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا تقسم بالاوراق ولو برضاہم اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین قسمت نہوگی وارثون مین ولیکن ہر وارث اُنسے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہوگی اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلاً جسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلاً اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہو جاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک بعض کتب بقیمت لے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہین وفی التتارخانیۃ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا تشاجرا فیہ فقال احدہما لا اکری ولا انتفع وقال الآخر یرید ذلک امر القاضی بالمہایاۃ ثم یقال للممتنع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین ہے کہ ایک ایسا گھر یا دوکان مشترک ہے دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہین ہے دونون نے اسمین جھگڑا کیا ایک شریک کہتا ہے کہ مین اُسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اُس سے نفع لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اُس شریک سے کہا جاوے جو انتفاع کا ارادہ نہین رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھے ہم یعنی اپنی باری مین اسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے و دُورٌ مشترکۃ او دارٌ وضیعۃ او دارٌ وحانوتٌ قسم
کل منھا علی حدۃ لو کانت متفرقۃ مطلقاً ولو متلازقۃ او فی محلتین او مصرین مسکین چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت
علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہا باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین م یعنی مشترک گھروں میں
اس طرح قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی
کے قریب ہونیکے تو انکی قسمت میں برابری ممکن نہیں لہٰذا ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی
قسمت خلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقاً اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں اھ اسواسطے
کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوگی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر واکانت کلھا فی مصر واحد اولا و دُور مشترک وغیرہا کی قسمت مجتمعہ
نہ ہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا دو شہروں میں ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وقالا ان اکل
فی مصر واحد فالرای فیہ للقاضی وان فی مصرین فقد لکما تقولا اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء
مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی اسکو بہتر سمجھے والا جائز نہیں
ویصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی ویعدلہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بناوے کاغذ پر اس کا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے
لے جاوے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہے کہ کسر سہام کو تمام کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہے
تو اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہے تو اسداس ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ویذرعہ اور گز سے اسکو پیمایش کرے اسواسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے
ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمایش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک
کے حصہ میں واقع ہو تو ضامن عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اسکے راہ اور پانی کی
آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ اور نہر جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال
حاصل ہوں ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وہلم جرا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول و ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی ہذا القیاس رابع اور
خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسامیہم ویقرع
تطییباً للنفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر
وفی نسخۃ القلوب ۱۲
گولی بناوے جو ہر دو میں ہے کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسی کی جانبداری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو
جائز ہے فمن خرج اسمہ اولاً فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیاً فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام کہ
دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ اخیر تک پہونچ جاوے ہم شرح وقایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے
خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمایش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے متصل کو ثانی ٹھہراوے
اور اسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا آنکہ اسکا حصہ پورا ہو چکا پھر جسکا نام دوسری
بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت انتہی ملخصاً اور زمین ہے کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا
ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سادس تک اگر
اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہے تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اسکے پاس والا دوسرا

سہم ہے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اور دیے و اعلم ان المراد بالتدخل فی القسمۃ للعقار الارض فلو کان ارض و بناء او منقول
قسم بالقیمۃ معنی الثانی و ہذا الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل و لا یمکن التسویۃ رد الفضل دراہم للضرورۃ و تتمتہ فی الاختیار اور یہ جان رکھو کہ نقد
درہم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک
اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دیجاوے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادتی درہم پھیر دیے
جائیں ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول کو پسند کیا ہے اھ مثلا اسکی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو انھوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے تو
ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض زمین لے تو عوض میں زمین ہی دیجائیگی اور جتنا عمارت سے درہم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ
زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درہم دلانا اسواسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درہموں میں تو اسکی قسمت جائز
نہ ہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدر قسم و لاحدہم مسیل او طریق فی ملک الآخر و الحال انہ لم یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن و الا فسخت القسمۃ اجماعا اور
مشترک گھر کی قسمت ہو گئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں شرط نہیں ہوا تو نابدان
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جاوے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سرنو سے قسمت کیجاوے اسطرح کہ ہر شریک کا نابدان
اور راہ جدا ہو ھ اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ و لو اختلفوا فقال بعضہم القینا مشترکا کما کان ان امکن
افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہمنے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر ایک
کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھ زیلعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر دخال طریق میں اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضوں نے
کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمیں حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کے
سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر ایک حصہ جدا ہو جاوے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی
مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہ قدر عرض باب الدار و ما فی الارض فبقدر ممر ثور زیلعی شریکوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جاوے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الزیلعی ام یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شریکوں میں
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجائیگی اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی
طرف پھیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی
چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی

بالطول ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الہواء مشترک و البناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ
طریق کے اختلاف میں عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاوے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی
اور بلندی کی جاوے تو ہر شخص شریکوں میں سے چھجہ وغیرہ کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر میں اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی
دروازے کی مشترک ہے اور ہوا مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ام یعنی گھر کی راہ مشترک میں جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے
دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ وغیرہ یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب
اعظم کی بلندی سے اوپر بنا دے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں اگر بنائے درست نہیں و ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز و ان صلیۃ کان سہامہم

في الدار قسمة وتيه وذلك لان القسمة على التفاوت بالتراضي في غير الاموال الربوية جائزة فجاز قسمة التبن بالاكدار لانه ليس بوزني لا القت به بالسر تحريه
على الصحيح بل بالقبان او الميزان لانه وزني اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں باہم متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے
ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوائے ان مالوں کے جنمیں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے کہ بھس کا بانٹنا رسیوں سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ کے
اٹھانیکے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں جسمیں بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قبان
یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے مترجم فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمة التبن بالحبال ذكر في النوازل انه يجوز لمكان التفاوت لانه ليس بوزني انتهى تو بہا
اُس عبارت کے اکرار کا ترجمہ بیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے
قاموس میں قبان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو سے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل له اي تحته علو مشترك او سفل مجرد مشترك والعلو لاخر وعلو مجرد مشترك والسفل لاخر قوم كل واحد من ذلك على حدة وقسم بالقيمة عند محمد وبه يفتي نیچے اوپر کا
مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان کا ہر ایک
مشترک کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجاوے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے مترجم امام اعظم کے نزدیک قسمت گز سے
ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز مقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان کے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان ان
امور کی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اسمیں کنواں کھودنا اور تہخانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ ذلک تو وہ دونوں مکان بمنزلہ دو جنسوں
کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے انكر بعض الشركاء بعد القسمة استيفاء نصيبه وشهد القاسمان بالاستيفاء تقبل
وان قسما باجر في الاصح ابن ملك بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور قسمت کرنیوالوں نے پورا پانے سے اسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی انکی مقبول ہوگی اگرچہ انہوں نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شهد قاسم واحد لا لانه فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ
وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں ولو ادعى احدهم ان من نصيبه شيئا وقع في يد صاحبه غلطا وقد كان اقر بالاستيفاء او لم يقر به ذكره البرجندي لم يصدق
الا ببرهان او اقرار الخصم او نكوله ولو قال لا بحجة لعم ولا تناقض لانه اعتمد على فعل الامين ثم ظهر غلطه اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے کچھ از راہ
غلطی کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں رہ گیا ہے اور حالانکہ اسنے پورا حصہ پانیکا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے
اقرار سے یا اسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الا ببرهان کے الا بحجة کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور دعوے غلط سے تناقض
دعوی مدعی کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے استیفا کا اقرار کیا پھر بانٹنے کے بعد اسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد
ظاہر ہو جانیکے حق کے کذا في الدرر وان قال قبضته فاخذ شريكي بعضه وانكر شريكه ذلك حلف لانه منكر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر میرے
شریک نے اسمیں سے کچھ لے لیا اور شریک اسکا منکر ہے تو اس سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقراره بالاستيفاء اصابني من كذا الى كذا
ولم يسلمه الي وكذبه شريكه تحالفا وفسخ القسمة كالاختلاف في قدر المبيع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجکو پہنچا ہے اس میرے حصے سے یہاں سے
یہاں تک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہیں کیا اور شریک اسکا اسکی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں
طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر في احكام التحالف في الدعوى ولو اقتسما دارا واصاب كلا طائفة فادعى احدهما بيتا في يد الآخر من نصيبه وانكر الآخر فعليه البينة
لانه مدع اور اگر دو شریکوں نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف میں آگئی میرے
حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما فالعبرة لبينة المدعي لانه خارج وان كان قبل الاشهاد على القبض

شہدا قبضت وکذا لو شہدا بالحدود اور اگر دونوں شریک دوسرے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار رہیگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لا
سے پہلے ہو تو دونوں شریک قسم کیا وے اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے اور یہ سب اسکا حکم ہے اگر دونوں حدود میں اختلاف کریں ۔ ان استحق بعض معین من نصیبہ
لا تفسخ القسمۃ اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
بہ قول صحیح اسواسطے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اسمیں غیر کا حق نہیں کذا فی الطحطاوی وفی استحقاق لبعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا و بعض شائع غیر معین
استحقاق میں سب حصوں کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہیں
وفی استحقاق لبعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ دفعا للضرر التشقیص
اور بعض شائع کے استحقاق میں ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ نہ ہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اسقدر پھیر لے اپنے شریک کے حصہ سے
اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصہ سازی مندفع ہو جاوے قلت فقد بقی ہہنا احتمال آخر وہو ان یستحق لبعض من نصیب کل من احد فان کان شائعا فسخت وان کان
معینا فان تساویا فظاہر والا فالعبرۃ لذلک الزائد کما مر فلذا لم یفرد بالذکر میں کہتا ہوں یہاں ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ
میں تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونوں حصوں میں برابر ہو تو ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار
ہے جیسا کہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہیں کیا ہم کمی بیشی کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک کے حصہ میں چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصہ میں
چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیرے ظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابراء الغرماء ذمتہم او ورثۃ او یبقی منہا ای من الترکۃ
ما یفی بہ لزوال المانع ترکہ مقسومہ میں دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کر دیں یا ارباب دیون ان کو
کو بری الذمہ کر دیں یا ترکہ سے اتنا باقی رہ گیا ہو جو اس دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہو جانیکے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا
یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت
کرنیوالوں کی تجویز میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہاں
پایا نہیں گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولے
اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اسواسطے کہ جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ پائی نہیں گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوا
برخلاف تصحیح خلاصہ کے میں کہتا ہوں تو اگر مصنف کنز کے مانند بجائے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز میں یوں ہے ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش
قسمت میں ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی و
تسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ وتمامہ
فی الخانیۃ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کر چکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن
فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ
میں ہے ادعی احد المتقاسمین الترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص نے
دین کا دعوی کیا متروکہ میں تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کر لینے اور دعوی دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے
قسمت کی صورت متروکہ سے یعنی دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور
متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لم یسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور

اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے کہ ترکہ
کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا او ارضا ثم ادعی احدہم فی قسم الآخر بناء او شجرا انہ بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر
ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہ کہا کہ میں نے اسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یعنی بسبب
تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت
ایک شریک کے حصہ میں پڑا اسکی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصے میں تو اسکو نہیں پہونچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے
اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اسکی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کوئی وجہ نہیں بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن
الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک
نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سوائے اسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائے
سواگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈہائی جاوے اور اسیطرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہاں اگر وہ شریک اسکو
راضی کرے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی الملتقط القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذوا حصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان
قسمۃ التراضی مبادلۃ فصح فسخہا ومبادلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیکے پھر وہ راضی
ہوگئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کا توڑنا صحیح ہے اور شرکت پھر آوے گی زمین یا اسکے غیر میں اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اسکا فسخ کرنا اور
بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کالقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ و
یفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی جیسا کہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنیکی شرط پر یا مقسوم کے بیچنے
کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو اسمیں ثابت کر دیتا ہے اور قابض کے واسطے اسمیں جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت
کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل [illegible]
فی الاشباہ والاول فی البزازیۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور قول
اول پر یقین کیا ہے بزازیہ میں ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ یسکن ہذا بعضا وذا بعضا او ہذا شہرا وذا شہرا او داریں یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما
وذا یوما او عبدین یخدم ہذا ہذا والآخر الآخر او فی غلۃ دار او داریں کذلک صح التہایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کر لیں ایک
گھر مشترک کے رہنے میں اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں
باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایکروز اسکی خدمت کرے اور ایکروز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں
کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور وہ دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا چھ وجوہ میں بطریق
استحسان بالاتفاق صحیح ہے مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلۃ اور تفاعل ہے ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہرہ سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہو اور تحقیق
اسکی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہوا اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جسطرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں
مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکی جنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم ولا
ان القاضی یہایئ بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کرے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک
قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ قسم

بطلانت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک مین جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر
جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہوا اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونون نقض پر راضی نہ ہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی تھی
توڑ دی تو اب اسکا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہین کذا فی العالمگیریة ولو اتفقا
علی ان النفقة کل عبد علی من یخدمه جاز استحسانا بخلاف الکسوة اور اگر دو شریک متفق ہوے اس پر کہ خوراک ہر غلام کی اُس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا
بخلاف لباس کے کہ اسمین تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونون نے ذکر نہ کی ہو تو قیاساً جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین ذکر ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہین اور
استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریة وما زاد فی نوبة احدهما فی الدار الواحدة مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر
مین تو وہ مشترک ہے دونون مین نہ دو گھر کی حالات مین ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سوا ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو
زیادت مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گھرون مین ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد مین شرکت نہ ہوگی کذا فی الحاشیة مختصراً تجوز فی عبد و دار علی السکنی والخدمة وکذا فی کل مختلف المنفعة
ملتقی وتمامه فیما علقته علیه اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت مین جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر مین رہے تو یہ درست ہے
اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعة مین نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم شارح کی شرح ملتقی مین ہے کہ جب باری متحد المنفعة
مین جائز ہوئی تو مختلف المنفعة مین بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تهایا فی غلة عبد او فی غلة عبدین او تهایا فی غلة
بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرة شجرة او فی لبن شاة لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت مین یا دو
غلام کی اجرت مین یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ مین یا دو خچر کے کرایہ مین یا ایک خچر کی سواری مین یا دو خچر کی سواری مین یا ایک درخت کے پھل مین یا بکری کے دودھ
مین تو ان آٹھون مسئلون مین باری معین کرنا درست نہین ہم اجرت غلام کی باری مین بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ باری نہین ہو سکتی مگر دو زمانے مین تو احتمال ہے حاصلات کی
بیشی کا بخلاف خدمت کہ اسمین مسامحہ مروج ہے اور دو غلامون کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہین اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت مین کچھ ضرورت
نہین اسلیے کہ اجرت مین قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہین اور دو خچر مین اختلاف ہے وعلی ہذا القیاس
سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرون مین اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری
کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلة الثمار ونحوها ان یشتری حظ شریکه ثم یبیع کلها بعد مضی نوبته او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبه اذ قرض المشاع جائز اور
پھل اور اُسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلون کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانیکے بعد دوسرے
شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے الغرامات ان کانت
لحفظ الاملاک فالقسمة علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریة تقسم علی ہذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردستی
کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگون پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگون کے
شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار مین داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گاؤن سے ڈانڈ لے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعة
فالغرم بعدد الرؤس لانها لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اُسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیون کے شمار پر ہے
اسواسطے کہ یہ جانون کی حفاظت کیواسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اُسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اُس غائب پر کچھ مال لازم نہوگا
جسکا مال کشتی مین ہے اور اُسنے گرانے کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر
رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونے کا خوف ہو تو دونون طرح پر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً المشترک اذا انہدم فابی احدهما العمارة ان احتمل القسمة لا جبر و

قسم والا نبنى ثم اجره ليرجع بما انفق لو بامر القاضي و الا فبقيمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک اُسکی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہو اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہو تو جبر نہین اور بانٹ ڈالا جا اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہین ہو تو ایک شریک اُسکی تعمیر کرے پھر اُسکو کرایہ پر چلاوے تاکہ جو اُسنے خرچ کیا ہو کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانیکے وقت ہو وله التصرف في ملكه وان تضرر جاره في ظاهر الرواية لكل في الاشباه اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک مین جائز ہو اگرچہ اُس تصرف مین اُسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایۃ مین یہ سب مسائل مذکور ہین اشباہ مین ہم صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہو اور نہین تو جائز ہو اور اسی پر فتوی منقول ہو شرح وہبانیہ مین اور اسی قول کو صحیح کہا ہو اُستی نے اور عماد یہ مین ہو کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا في الطحطاوي عن الزاهدي في المجتبى وبه يفتى وفي السراجية الفتوى على المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وينبغي ان يعول على ظاهر الرواية اور مجتبی مین ہو کہ جواز تصرف پر فتوی ہو اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ مین ہو کہ فتوی منع تصرف پر یعنی در صورت ضرر ہمسایہ مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی مین اختلاف پڑا اور ایسی صورت مین لائق یہ ہو کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاے یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ متضرر ہو قلت ومر في متفرقات القضاء مين کہتا ہون اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضا مین وفي الوهبانية وشرحها ولو زرع الانسان ارضا بدارة فليس بجار منعه لم يضر اور وہبانیہ اور اُسکی شرح مین ہو اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گھر مین تو اُسکے پڑوسی کو اُسکے منع کرنے کا اختیار نہین اگرچہ اُسکو ضرر ہو ہم یہ وہی مسئلہ ہو جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک مین جائز ہو اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو وحائط لاهل فاراد واحد حمل فيه فليس بغير اور ایک دیوار ہو جسکے اہل یعنی شریک کئی ہین سو ایک شریک نے اُسپر دھنیان رکھین اور ہوا لا انکہ قبل اُسکے اُسپر دھنیوں کا رکھنا نہین تو اُسکو دوسرا شریک تغیر نہ کریگا ہم یعنی ایک مشترک دیوار ہے اُسپر دھنیان نہین ہین سو اگر ایک شریک اُسپر دھنیان رکھے تو دوسرا شریک اُسکو منع نہین کر سکتا اور اگر دوسرا شریک بھی اُن پر اور دھنیان رکھے یا اُسپر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہین کذا في الطحطاوي عن شرح الوهبانية ہم ومالشريك ان يعلي حيطه + قبيل التعلي جائز قيصير + اور شریک کو جائز نہین کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضون نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہو تو تعمیر کرے ہم عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یون ہو کہ تفصیل اطلاق مستمر ہو یعنی اگر اونچا کرنا خلاف رسم کے ہو تو جائز نہین اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہو ہم وممنوع قسم عند منع مشارك + من الرحم قاضي جبر تعمير + اور حصن مشترک کی قسمت ممنوع ہو جیسا کہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اُسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اُسکی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہو جاتا ہو اور ایک شریک اُسکی مرمت پر مستعد ہو اور دوسرا شریک نہین مانتا ہو تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اُس سے اُسکی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار ہو اور قول مختار اگلی بیت مین مذکور ہو ہم ويرفق في المختار راض باذنه + ويمنع نفعا من ابي قبل تحسير + اور قول مختار مین جو شریک راضی ہو مرمت کا وہ اُسکی مرمت مین اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاے اُسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہو قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہو جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اُسکا کرایہ نہین لے سکتا ہو ہم ويرجع بنفقتها بلا اذن منه بحاكم + وحاذ قيمتها ان لاو نحو كرا اور بلے مرمت کے خرچ کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہو ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہین اور چوتھی اور پانچوین علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہین اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہو ہم مسئلہ لطیفہ مترجم ایک شخص مر گیا اُسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ مٹکیان چھوڑین پانچ مٹکیان سرکہ سے مملو ہین اور پانچ مین نصف نصف سرکہ ہو اور پانچ خالی ہین اور سب برابر ہین تو بیٹون نے چاہا کہ بدون اُنڈھانے کے برابر بانٹ لین تو اُسکا طریقہ یہ ہو کہ ایک فرزند کو دو بھری مٹکیان اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو بھی اسیطرح دیجاوے تو اب باقی رہین پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدھی بھری تو یہ پانچون تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا

في فتاوى قاضيخان والله اعلم وعلمه اتم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہین اور اہل عراق قراح بولتے ہین مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت
کتاب المزارعت کی کتاب القسمت سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت مین اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمین قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لغۃ مفاعلۃ
من الزرع مزارعت لغت مین مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع مین مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بمقابلہ بعض خارج یعنی
تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہو زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہین زمین اور بیج
اور محنت اور بیل ولا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہین امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کے مانند ہے اور امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو
رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ
اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم ورزمین ہر کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام
نے خیبر کی نخلستان اور اسکے لوگون کو دیے بطریق معاملہ کے اور اسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک سلمین مین جاری ہے اور ایسی صورت مین
خبر واحد اور قیاس متروک ہوجاتا ہے بشروط ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطون سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کشتکاری کیواسطے ہم تو اگر زمین
شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہین واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہین لیکن بلوغ اور حریت
شرط نہین اور اسلام بھی شرط نہین کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ فتفسد بما لا یمکن فیہا منہا وبما لا یعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی
وہ مدت جو مزارعین مین معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال یا دوسال تو عقد فاسد ہوگا اس کمتر مدت سے جسمین زراعت نہین ہوسکتی اور اس مدت طویل سے کہ وہان تک عاقدین
غالبا نہین جیتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی مجتبی وبزازیہ واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ ہمارے ملک مین مزارعت بدون بیان
کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر
اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہم اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو
بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف ہین اسواسطے کہ جسکا بیج نہین تو اسکے حق مین عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم پر بدون تخم ریزی کے
عقد لازم نہین وقیل یحکم العرف اور بعضون نے کہا بیج مین عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہان ہو جہان مالک زمین
کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہین وذکر جنسہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہون یا جو یا باجرا یا جوار ہم
بیان جنس تخم ہم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض وشرطہ فی الاختیار او مقدار تخم ذکر
کرنا شرط نہین بسبب اسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتادینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہوجاتا ہے کہ اتنی زمین مین اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار مین مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے
وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہین ہے اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین
ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا حظ رب البذر وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز
ہے ہم اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کردیا جسکا بیج نہین ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ والتخلیۃ بین الارض ولو مع البذر والعامل اور
مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کردینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونون کا عمل مشروط ہو تو عقد
صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ یہ زمین تمہاری تسلیم کی کذا فی الطحطاوی والشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی
شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمین دونو کی شرکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہین ثم فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدہما قفیزان مسماۃ

پر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین مشروط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک
شخص کا اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو او ما یخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہوا اور باقی نصفا نصف
او رفع رب البذر بذره یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھا لے یعنی جسقدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف
وتنصیف الباقی بعد رفعه یا خراج موظف کا نکال لینا اور اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو ثم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے
متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعه کو حذف کرتا کہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان چاروں صورتوں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوگی کہ غلہ میں کاٹ کے قطع
شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف ما شرط رفع خراج المقاسمة کثلث او ربع او شرط
رفع العشر للارض او للاحدهما لانه شائع فلا یؤدی الی قطع الشرکة برخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جاتا جیسے تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں
زمین کا نکال لیا جاتا یا دسواں حصہ احد العاقدین سے تو مزارعت باطل نہیں ہوا اسواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر شائع ہوتی ہیں یعنی غیر معین ہیں تو قطع شرکت کی طرف نہیں پہنچاتا
او شرط التبن لاحدهما والحب للآخر ای بطل لقطع الشرکة فیما هو المقصود یا بھوسا شرط ہوا ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی اگر یہ شرط ہے تو مزارعت
باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانه خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے
کی تنصیف شرط ہو جو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہوا اسواسطے کہ یہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہوا او شرط تنصیف الحب والتبن لاحدهما لقطع
الشرکة فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود میں
وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما هو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفا نصف ہو اور
بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو جیسا کہ یہی مقتضاے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے ثم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے باطل نہیں کرتا کہ مقصود دانہ ہے
اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینهما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للصدر الشریعة
لکن عبارة الملتقى الثانی حیث قدمه فقال والتبن بینهما وقیل لرب البذر اور اس وقت میں یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ
ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہو کر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعہ وغیرہ کا تابع ہو کر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو
مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اسنے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی شرح الوهبانیة عن القنیة المزارع بالربع لا
یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا
مستحق ہوتا ہے ہم مقتضاے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو جیسا کہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط مفقود ہو
وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب
اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھ بھوسا نہیں عرفا ورواج
کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض له والباقی للآخر او العمل له والباقی للآخر فهذه الثلاثة
جائزة اور اسطرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل
زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعة اوجه لو کان الارض والبقر لزید او البقر
والبذر له والآخران للآخر او البقر او البذر له والباقی للآخر فهی بالتقسیم العقلی سبعة اوجه لانه اذا کان من احدهما واحد او الثلاثة من الآخر فهی اربعة واذا کان من
احدهما اثنان واثنان من الآخر فهی ثلثة اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی

ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین و بیج اور بیل اور عمل
ہیں یا احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی
دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں ومتی دخل ثالث فان کان صحیحۃ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کر کے تو مزارعت فاسد ہوگی ھ اور اگر چار شخص شریک
ہوں مزارعت میں اس طرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی المحیط
عن المعاملہ وشرطھا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئ للعامل ان لم یخرج شئ
فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ھ اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر اور زبردستی کیجاوے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہ ہوگا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء
ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزایش اور بڑھوتی ہے یعنے جو پیدا ہوا اپنے بیج سے پیدا ہوا وللآخر
اجر مثل عملہ اوارضہ ولا یزاد علی الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہو تو
عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کیجاویگی شرط پر یہ پہونچے
جہاں تک پہونچے محمد کے نزدیک وان لم یخرج شئ فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل
رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہو وے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اُس پر
واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیھا وقد کرب العامل

فی الارض فلا شئ لہ بکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغررہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے
باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور
دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت
سے ہم نے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعھا اذا لم ینبت الزرع لکن یحتاج ان یسترضی
المزارع دیانۃ افادہ الکمال کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اُس دین کے جو مضطر کر دے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃ واجب
ہے کہ مزارع کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جوتائی کی اجرت اسکو دینا چاہیے ھ دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہ ہو اسکے
ادا کرنے کی ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کر دے تو بیع جائز ہو گی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ
ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ھ یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی
تہائی اسپر واجب ہے اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدھما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء
العقد استحسانا کما سیجئ بخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی
اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آویگا ھ طحطاوی نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر

آگے آویگا وقع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعھا بنفسہ وبقرہ والبذر بینھما نصفان والخارج بینھما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون
الخارج بینھما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبھا لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہوا اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہوا اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے
وکذا لو کان البذر ثلثین من احدھما وثلثہ من الآخر والریع بینھما نصفین او علی قدر بذرھما فہو فاسد ایضا لاشتراط الاعارۃ فی المزارعۃ عمادیہ واستطرح
اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہوا اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہوا اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا انکے بیجوں کے اندازہ سے کی تو وہ بھی
فاسد ہے بسبب شرط کرنے عاریت کے کہ عاریت وہ ہے کہ مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنی ہو واسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا بعد مضی المدۃ المزارعۃ علیھما بقدر حصصھما اور معلوم کرو کہ کھیت کا خرچ مطلقا بعد گزر جانے مدت مزارعت کے دونوں
پر ہے بقدر انکے حصوں کے ہم مطلقا یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اسکے کذا فی الحلبی والنفقۃ فیھا قبل انتہاء الزرع
کنفقۃ بذر ومؤنۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناہی ای بالاستحصاد فعلیھما مؤنتہ کحصاد ودیاس کذا حررہ المصنف وقال علیہ حمل صدر الشریعۃ
فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو کل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت وہ عامل پر ہے
اگرچہ اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اسکا واجب ہوگا جیسا
کھیت کے کاٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور آگے یعنی قبل مضی مدت پر صدر الشریعہ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم صدر الشریعہ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ قول قبل انقضاے مدت مزارعت پر تا بقاء
عقد اور استحقاق عمل عامل پر مقصور کیا کیونکہ مدت کے بعد عقد نہیں استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسدت کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے
بعد پختگی عمل شرط کیا عامل اپنے مزارع پر تو عقد فاسد ہے جیسا کہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدۃ العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء
الزرع کما مر خلاف سابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اس میں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر
بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبی نے کہا قولہ یحتاج مرتبط بقولہ
ونفقۃ الزرع علیھما بالحصص ولو مات قبل البذر بطلت ولا شیٔ لکرابہ لما مر وکذا لو فسخت بدین محوج جنبی اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد
باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسیطرح جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو منجر
کردے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس وتذریۃ علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط
کرلینا عمل کا چنانچہ کھیت کا کاٹنا اور دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی
ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور بشرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ
فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقولہ مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقولہ آئندہ
فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعہ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اسکے پاس بدون اسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانت صحیح نہیں

ثم لو کفل بحصۃ الدہقان صحت المزارعۃ والکفالۃ ان لم یکن علی وجہ الشرط والا فسدت المزارعۃ خانیہ ہاں اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے
حصہ کا اگر مزارع اسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں اس شرط کیساتھ کہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو
مزارعت فاسد ہو جاویگی کذا فی الخانیہ ہم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف ومثلہا
فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے
ہاتھ میں امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ لوجوب
العمل علیہ فیہا کما مر وہی فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہانتک کہ کھیت خشک ہو گیا اس سبب سے تو مزارع تاوان
نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں بسبب وجوب عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو ضمان
دیگا بسبب تقصیر کے فی البزازیۃ الاکار ترک السقی عمدا حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمتہ نابتا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمۃ قومت الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن فضل
ما بینہما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمدا چھوڑ دیا یہانتک کہ کھیت خشک ہو گیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہو اسکا تاوان دے اور اگر
کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے یعنی مثلا اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہیں اور
غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیرا معتادا لا یضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ایسی
تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہو جاوے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر
تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا سو اسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہو گیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہے تو
تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب ضمن وان لم یرد الجراد حتی اکل کلہ ان امکن طردہ ضمن والا لا بزازیۃ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک
چھوڑ دی کہ اسکو چوپائے جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور
اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیۃ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصۃ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث ونحوہ وجب
ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اسکے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکا گاؤں میں عرف جاری
ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین ابی احدہما ان یسقیہ اجبر فلو فسد قبل رفعہ للحاکم لا ضمان علیہ وان رفع الی القاضی وامرہ
بہ ثم لم یسق ضمن جواہر الفتاوی ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اسکے سینچنے سے انکار کیا تو اسپر زبردستی کیجاوے سینچنے میں اور اگر کھیت
بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اسنے قاضی سے نالش کی اور اسنے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اسنے نہ مانا تو اسپر تاوان لازم ہوگا
کذا فی جواہر الفتاوی ہم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا ہے شرط البذر
علی المزارع ثم زرعہا رب الارض ان علی وجہ الاعانۃ فمزارعۃ والا نقض لہا بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے
اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرۃ من الاجیر مزارعۃ جاز ان البذر من المستاجر ومعاملۃ لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک
زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاۃ کے دی تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجر صاحبہا لیعمل فیہا
جاز الکل من شرح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر نے مالک زمین سے زمین اجارہ لی تا اسمیں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی
شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاۃ کے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں
قلت وفیہ آخر باب جنایۃ البہیمۃ معزیا للخلاصۃ بستانی ضیع امر البستان فغفل حتی دخل الماء وتلفت الکروم واہلکہا قال یضمن الکروم لا الغلات لو فیہ حصرم

ضمن الحصرم لا العنب للنباتۃ فصار حفظہ علیہما قلت ونقصان العنب فی عرفنا انتہی مین کہتاہون اور منح الغفار مین جنایۃ البہیمہ کے آخر باب مین خلاصہ سے منقول ہے کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کردیا کام باغ کا اور غافل ہوگیا یہان تک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہوگئین تو ضامن ہوگا اور ضامن ہونا انکا یعنی دیوارون کا نہ درختون کا اور اگر درختون مین خام انگور ہون تو اُسکا بھی تاوان دیگا نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہونچ گیا تو اُسکی نگہبانی ساقی اور مالک دونون پر واجب ہوگئی مین کہتاہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بھی تاوان دیگا انتہی فی المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فہو متبرع کمرمۃ دار مشترکۃ خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اُسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کرسکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک بموجب رجوع نہین ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ مزارع غائب ہوا انقضاء مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور وہ صرف کیا غائب کے حصہ پر تو کھیت باقی رہے یا تلف ہوجائے اور اسیطرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہین تو بھی یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالک زمین غائب ہوگیا اور کھیت ہنوز کچا ہے اور ساگ ہے تو قاضی مزارع کو خرچ کرنیکا حکم دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت انہین دونون کا ہے اور غائب بھی شریک ہے اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا کذا فی الطحاوی عن شرح الدرر فقال ورثۃ انا نعمل الی ان یستحصد ذلک وان ابی رب الارض فی مزارع مرگیا اسکے وارث نے کہا کہ ہم عمل کرینگے کھیت کاٹنے تک تو وہ اُسکو دیسکتے ہین اگرچہ صاحب زمین نا خوش ہو کذا فی الملتقی وفی الوہبانیۃ ولو دفعا الیتیم ارضہ مزارعۃ ان کان البذر من الیتیم وصی یتیم کی زمین بطور مزارعت کے اگر یتیم ہو بیج دالے والاصل اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی ولو قال رب الارض للمزارع الحاصل القول لرب الارض مع یمینہ اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا کھیت کاٹنے کے بعد ورنہ اللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم ؎ کاٹنے کے بعد اور جانا کہ طرف ثانی اُسکا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المساقاۃ

یہ کتاب ہے مساقاۃ کے احکام مین لا یخفی مناسبتہا پوشیدہ نہین مناسبت مساقاۃ کی مزارعت سے ہم اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کے لیے فرق اتنا ہے کہ مزارعت مین کھیت کی خبرگیری یعنی سینچنے وغیرہ سے اور مساقاۃ مین باغ اور درختون کی اصلاح یعنی سینچائی وغیرہ سے ہی المعاملۃ بلغۃ اہل المدینۃ مساقاۃ اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقاۃ کو معاملہ کہتے ہین ہی لغۃ وشرعا معاقدۃ دفع الشجر والکروم ولو المراد بالشجر مایعم غیر المثمر کالحور والصفصاف لمن یصلحہ بجزء معلوم من ثمرہ تو مساقاۃ باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اُس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اسکے معین پھلون پر اور کہا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو جیسا کہ چنار اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو نہین دیکھا کتب فقہ مین ہم یعنی مساقاۃ کے معنی لغوی اور شرعی مین کچھ فرق نہین ادریہی قول نہایہ مین ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغایرت پر قائل کرتا ہے زیلعی نے اور اسیطرح صاحب درر نے کہا مساقاۃ مفاعلت ہے سقی سے چلپی نے کہا تعریف مساقاۃ مین ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جاتا کہ ذکر اُسکا بنا بر عادت حال کے ہے وہی کالمزارعۃ حکما وخلافا اور مساقاۃ مزارعت کے مانند ہے از راہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاۃ صحیح نہین برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاۃ یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وکذا شروطا تمکن ہنا فیخرج بیان البذر ونحوہ اور اسیطرح مساقاۃ مزارعت کے مانند ہوان شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جیسا کہ اُسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکلجائے کہ شروط ممکنہ مساقاۃ جیسا اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پھل مین جو پیدا ہوا الا فی اربعۃ اشیاء فلا اشترطنا فیہا اذا امتنع احدہما یجبر علیہ اذ لا ضرر بخلاف المزارعۃ کما سیذکر چار چیزون مین سوا وہ بیان شرط نہین ہوئی ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اُسپر مساقاۃ مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت جیسا کہ ذکر ہوچکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت مین انکار کرے تو اُسپر جبر نہین ہو اذا انقضت المدۃ

اسمین شرکت شرط کی جو نہین بڑھا عامل کی محنت سے یعنی پہلے تو موجود تھا اُسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم و الشجر و الرطاب المراد بہا جمیع البقول و
اصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب مین رطاب سے مراد جمیع بقول ہین اور مساقاۃ صحیح
ہے بیگن کی جڑون مین اور کھجور مین اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور مین ولو فیہ ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل ولو
مدرکۃ قد انتہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکور مین کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو
ہو چکا تو مساقات صحیح نہین مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس فتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ
فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فتفسد زمین سفید یعنی خالی فقط زمین دی مدت معین ہے تاکہ عامل اسمین درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونون مین
نصفا نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہین بسبب مشروط ہونے شرکت کے اس چیز مین جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر
والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور صورت مذکورہ مین پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے
شخص یعنی عامل کیواسطے اسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض
ویستأجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشیء قلیل لیعمل فی نصیبہ جوہرہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا حیلہ یہ ہے کہ عامل آدھے درختون کو آدھی زمین کے عوض بیچ
ڈالے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کیواسطے نوکر رکھ لے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ مین وہ محنت کرکے درخت تیار کردے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر
الشریعۃ ہم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ٹھہر گیا اور تین سال سے مراد
وہ مدت ہے جسمین درخت پھلنے کے لائق ہوجاوین فرع بستان فیہ نواۃ رجل وقعت فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی
گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ مین اسکو ڈالا سو اس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہین ہے کذا لو وقعت
خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسیطرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین مین گرا پھر وہان جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے
کہ شفتالو نہین جمتا مگر اسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہین وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احد
وبمضی مدتہا والثمر نیٔ ہذا قید لہ وبالموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہوجانے
سے اور حالانکہ پھل کچا ہو شارح نے کہا یعنی نیٔ ثمر موت اور انقضاء مدت دونون کی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر
ولو کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القطع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مر گیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہین اگر چاہین یہان تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی
زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہین تو عمل کرنے پر مجبور نہ ہونگے ھم اور مالک زمین کو اس صورت مین تین امر مین اختیار ہے چاہے وارثون کے
ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کرلے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلون کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلون کی خبرگیری کرا دے انکی پختگی
تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلون مین ہے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر
اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مرجاے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہون یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل
کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوجائیگا اور
مالک زمین کے وارثون کو خیار ہے تین امر مذکورہ مین کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونون مر گئے تو اسمین
عامل کے وارثون کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے
کوئی نہ مرا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کیا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے تو عمل کرے سے وتفسخ بالعذر

کالمزارعۃ کما فی الاجارۃ اور مساقاۃ فسخ کیجاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ اجارات میں فسخ ہوتا ہے عذر سے و منہ کون العامل عاجزاً عن العمل یا
کونہ سارقاً یخاف علی الثمرۃ والسعف منہ وقبل الادراک اور منجملہ عذروں کے عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اُسکے پھل اور شاخوں پر فسخ
ہو جائز ہوا دفع ضرر کیواسطے فروع مسائل لغتہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی والتلقیح وحفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقاً کمن
والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وما بعدہ کحصاد فعلیہما کما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہے چنانچہ سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو وہ عمل کی
ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہے اور اگر عمل بعد پختگی بھی عامل پر شرط کیا جائے تو مساقاۃ فاسد ہوگی بالاتفاق
کذا فی الملتقی یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد وہ دونوں پر ہے
تو اسکو یہ رکھنا چاہیے دفع کرم معاملہ بالنصف ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجزہ لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے
انگور کی بیل بصفا نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے
اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ
درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاۃ کے تو جائز نہیں اور اُسکے واسطے اجرت بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اُسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا یعنی عمل اصالتاً
اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور بقا غیر کے واسطے وفی الوہبانیۃ ۔ والمساقی ان لیساقی غیرہ وان اذن المولی لہ لیس ینکر اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی اپنی عامل کو جائز نہیں ہے کہ
اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اسکو تو معیوب نہیں ہم یعنی اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاۃ کرنا درست ہے
چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیری سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن مطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا ۔ وای شیاہ دون ذبح یحلہا ۔ وای المساقی والمزارع
یکفر ۔ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں سے یہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ہم پہلے سوال کا جواب
یہ ہے کہ وہ بکری مراد ہے جو جنگل میں وحشی ہو گئی کسیطرح اُسکے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اُسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھ پاؤں میں لگے
خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت میں بمعنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کشتکار تخم بوتا ہے تو اسکو
خاک میں چھپاتا ہے تو یہاں کفر لغوی مراد ہے نہ کفر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاوی میں کہا کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا کلوا مما فی الارض
حلالاً طیباً میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین میں بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں
ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اُسکی زراعت طیب نہ رہیگی اور اسیطرح اگر بیج بو دیگا
یا درخت لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہو گیا یا ادائے ثمن میں مدت معین کے ہو جانے کے
بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اُسکی کھیتی طیب نہ رہیگی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتیں نماز
پڑھے اور یہ دعا کرے اللّٰہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا لیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالیٰ اُس کھیت کو آفات سے بچا دیگا اور اُسمیں برکت کریگا اور
جب کھیت پختہ ہو تو مستحب موکد یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے
(یا رب القیت بذراً قلیلاً واعطیتنی شیئاً کثیراً فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین) اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی تصرف

واللّٰہ اعلم واستغفر اللّٰہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبوحہ کے احکام میں ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہا اتلافاً فی الحال للانتفاع بالنبات والحم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعۃ سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار مین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ مین
مناسبت مذکور کرتا سو اسواسطے کہ ذبائح مساقاۃ کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت مین یون کہنا حق ہے کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک مین خورش انسانی
مذکور ہے مساقاۃ مین پھل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاۓ جیسے ذبح
بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح تنبیہ لیکن والمراد حیوان بلا ذکاۃ ودخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل
ما لم یدرک ذکاۃ شرعیا اختیاریا کان او اضطراریا جو حیوان کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جاۓ بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ
اضطراری شارح نے کہا لیا قید ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے
مر گیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو اتن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ
متن قید نر کا تعریف مین انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا
ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن مین سے جہاں کہین زخم واقع ہو ہم کوچنا او خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی
وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بالفتح لام و تشدید با نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم
واضح ہو زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سر سینہ ہے اور لحیان تھن ہے اور مصباح مین ہے لبۃ موضع قلادہ کہ نحر کیا
فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وہو مجری النفس
علی الصحیح اور ذبح کے عروق مین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے یہ قول صحیح
جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ہم ہدایہ مین کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ
طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کہا باشانے کہا کہ ذبح جائز نہین فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر
اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علما نے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سب کے نزدیک
ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم مین سے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے
کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر زیلعی اور اسکے ساتھیون کا قول حق ہے بالجملہ حقیقا یہ ہے کہ متفق
علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے اور وہ مجری ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطبا نے تصریح کی ہے
کہ انسان کے منہ مین دو منفذ ہین ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو
مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ دو جان ہین جنمین خون بہتا ہے
جنکو شہرگ بولتے ہین ہم دونون رگین حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہین یہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلیے متعین ہوئین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکلنے
کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکلجاۓ کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منہا اذ للاکثر حکم الکل او
حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹ جانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگون کا
قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق
اربعہ مین سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہے ہم شامی نے حاشیہ مین کہا امام ابو حنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہو جائین
تو ذبیحہ حلال ہے اور امام ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہے

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا شرط ہے یعنی اگر ہر رگ کا دو حصہ قطع
ہو جاتا اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعۃ تغلیبا و انہر الدم ای اسالہ ولو بنار او
بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ
سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا باڑھ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چارون رگون کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے
مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں انتہی اور شلبی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جاے
موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونون شہرگ کو قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے انتہی اور اسکے خط سے حاشیہ پر یون مذکور ہے کہ یہ روایت
اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا و ظفرا قائمین مگر جمے ہوے دانت اور جمے ناخن سے ذبح
کرنا حلال نہیں ہے لو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہون یعنی اکھڑے اور جدا ہون منہ اور
انگلی سے تو ہم حنفیون کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ انمین ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے
مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیون کی چھریان ہین یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت
اور ناخن سے ذبح کرتے ہین اور حنفیون کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیون سے یہی وارد ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی
مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہے و ندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا ذبح
کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پانون پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے ہم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز
پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو و ذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی
تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اوسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگون کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ
نرہے تو اسکا کھانا حلال نہین بدون ذبح کے مر جانے سے ہم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمین بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون
بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہانتک کہ حرام مغز تک چھری پہونچ جاوے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خاے معجمہ
پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہین جو گردن اور پیٹھ کی
کڑیون مین دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضون نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈا
ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہین کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن
من الاضطراب وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے
یعنی سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہین ہے کیونکہ برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون
عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ کے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی
وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان
کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا [illegible] ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم
ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم محترم میں ذبح کرنا حلال نہین کرتا مطلقا خواہ ذبح کرنے والا محرم ہو یا حلال ہو پس اگر محرم ہو اور غیر
شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جاوے تو ذبیحہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اسواسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور
اصل اسمیں یہ آیت قرآنی ہے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کرین
اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اسمیں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اسوقت کھایا جاے جبکہ ذبح کے
وقت مسلم وہان موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اُس سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اُسنے خدا کا نام
لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اُسنے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ کھا لے مگر
جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امراۃ او
صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنیوالا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے
کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو ضم یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ تسمیہ سے حلال ہوتا ہے جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور
ذبح کرنا جانتے ہوں اور اسپر قادر ہوں تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدر منح الغفار میں ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہوں کہ الاقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو انکا ذبیحہ
حلال نہیں طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اُس وقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحۃ مسلم او کتابی کما لو کان
اگرچہ اُسکا ختنہ نہ ہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اُسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہوا
یعنی جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول جاے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ معذور ہے کذا فی المنح لاتحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہیں
ذبیحہ غیر کتابی کا مثل بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری ہم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہ ہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح
الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ میں ہے ملتقطا سے اور ظاہر محل اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت
پر ہو کر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے ہم اسکا ذبیحہ حلال ہوا اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجبری الا ان یکون ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشباہ لانہ صار کمرتد قنیہ اور حلال
نہیں ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار
کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیہ ہم مصنف نے منح الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ
سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلال ہے میں کہتا ہوں اور ظاہر صاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی
سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہوں تو وہ ذمیوں کے مانند ہیں اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ وہ بمنزلہ
مرتدین کے ہیں انتہی مافی القنیہ میں کہتا ہوں اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد
ہیں اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں انکے گمان میں چنانچہ علم کلام
میں مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہی مافی المنح اور رد اسکا بحر الرائق کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور ظاہر مصنف یعنی صاحب اشباہ نے
جبریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جبریہ اہل ہوے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ انکا یہ ہے کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال
کی صلا نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور رہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علماء سلف اور خلف میں اسکا اختلاف ہے اور اسمیں شک نہیں کہ جسکا
مذہب اور بدعت موذی اسکے الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت
کی ہو تو اُسکے تکفیر میں اختلاف ہے بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضوں نے اُنکو
جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہیں سو اُنھوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں اُنپر احکام اسلام کے جاری ہیں اور

مسلمین سے میراث پاوینگے اور یہاں ہماری شرح میں کہا ہے کہ اکثر اہل مذہب اُنکو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہائے مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہیں اور
مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہو انتہی ما فی شرح تنویر الابصار تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اُسکا باپ نفی میں جبریا
جبریہ شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون مدد کرنے کے جسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی و مجوسی نصرانی
بالفرض علی ما نقل الیہ عندنا فیعتبر ولکن عند الذبح حتی لو تجنس یہودی لا یحل یعنی بخلاف اُس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہوگیا کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اُسنے انتقال کیا یعنی اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت
تو اگر یہودی یا مجوسی ہو جاوے تو اُسکا ذبح حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک و کتابی کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے
مانند ہے یعنی اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی بہتر ہے یعنی مشرک سے اُسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمداً خلافا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اُسکا جو نام خدا قصداً
ترک کرے ذبح کے وقت بخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اُسکو جسپر اللہ کا نام نہ ذکر کیا ہو اور امام
شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے
فان ترکہا ناسیا حل خلافا لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے بخلاف امام مالک کے یعنی اُن کے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت
نہیں ہوتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے جیسے روزہ میں کہ اُسکو قائم مقام ذکر کے کردیا چنانچہ کھانا پینا بھولکر قائم مقام امساک کے کردیا
صوم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم درر اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اُسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون
عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہے یوں
کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا
کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان اور حموی میں نوازل سے
منقول ہے کہ دال کو زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ رسول علیہ السلام کو ذکر ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضوں نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام
ہونا اُس وقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے
کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ
مصنف نے اُسکو قول آئندہ میں بیان کیا ہے اور شلبی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے
اسواسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور موید اس کلام کا
وہ ہے جسکو فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر ذابح نے خدا
کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ وفلان یعنے
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ اللہ پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام
موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح نہایہ اسکے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اُسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنے اور
حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کے کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جنمیں مجھکو ذکر کرنا نہ چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لا باس بہ لعدم القران
اصلا بخلاف اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے
اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ اس میں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ہم
بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی
مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کر دیا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک اللہم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری
روایت جابر سے ترمذی میں یون ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیۃ
ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیرہ فلا یحل بقولہ اللہم اغفر لی لانہ دعاء وسوال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنی
نام خدا لینے مین شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے خلط سے تو ذبیحہ حلال نہین فقط یون کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا
اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال
الحمد للہ لا یحل فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح ترین مین بسبب عدم قصد تسمیہ کے
ہم اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث تجزیہ قلت ینبغی حملہ علی ما اذا نوی والا فیوفق بینہ وبین ما مر فی الجمعۃ
فتامل برخلاف خطبہ کے کہ وہان اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہے مین کہتا ہون اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق
ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہ ہوگا ہم اسواسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہوجاے اسمین اور اسمین جو اوپر گذر چکا جمعہ مین
تامل کرو ہم مصنف نے جمعہ مین کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ
کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ
یہ الفاظ باب تسمیہ مین صریح نہین ہین صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہین ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق مین مصرح
ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالواو اور ذبح کے وقت یون کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یون کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا
فی الفور ہونا ۱۲ منہ
قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول و منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ
ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہوجاے اور وہ وجوب با حذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور متعارف پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادتی
واو قاطع فوریت نہین فتاوی عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری مین ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہین مگر زمان قلیل جس سے
بچنا ممکن نہین اور اسیطرح حدیث مین واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے
ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا آخر فانہ لا یصح فلا تحل اور اگر ذابح بسم اللہ
زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل مین یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوا
ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہین تو ذبیحہ حلال نہوگا ہم درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج
نہین اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہین کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ مین ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے اسسے ہوا کہ

ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اُسکو قصداً ترک کیا تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر واراد بہ متابعۃ المؤذن
فانہ لا یصیر شارعا فی الصلوٰۃ بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے موذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوٰۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنیوالا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا فتشترط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح او الرمی لصید او الارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم اقعد عن طلبہ کیا فی
اور بزازیہ مین ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت مین یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت مین یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت مین یا لوہا رکھنے
کی حالت مین گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اُسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع
شاتین احدیٰہما فوق الاخریٰ فذبحہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف مالو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فتتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے
بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریون کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونون کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونون حلال
ہین برخلاف اُسکے اگر دونون کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو
تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اُسکو زیلعی نے کتاب الصید مین ولو سمی الذابح ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما یستکثرہ الناظر واذا
حد و استقرہ ینقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے مین مشغول ہوگیا پھر اُسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا
اور نہین تو حرام نہین ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جسکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگئی کذا فی البزازیہ
ہم طحطاوی نے کہا ان مسائل مین اور مسائل سابقہ مین تحریر کا فرق چاہیے وحسب بالحار نحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی غنم وبقر عکسہ فندب ذبحہا
وکرہ نحرہا لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اُسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل مین بالعکس اسکے
حکم ہے یعنی اُنکا ذبح کرنا مستحب ہے اور اُنکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اُسکو منع کیا ہے ہم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق مین
صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلاے عنق مین تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہان سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب
نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اُسنے اُسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمین نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمین ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور آبیاری کی شرح کنز مین ہے کہ شتر مرغ اور بطا اونٹ کے مانند ہے نحر مین اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن
طویل ہے اُسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی مین منیہ سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائین کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤن باندھے
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کرلے اور چھری چلانے مین حلقوم پر اور ذبح مین نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صید مستأنس
لان ذکاۃ الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اُس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو
اُس صورت مین حاجت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فجرج کصید او تعذر ذبحہ کان تردی فی بئر او ند
او صال حتی لو قتلہ المصول علیہ مریدا ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور
کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئین مین یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اُس نے اُسکو قتل کیا جسپر
اُسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہے وفی النہایۃ بقرۃ تعسرت ولادتہا فادخل ربہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان
قدر لا اور نہایہ مین ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اُسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اُسکو زخمی کیا محل ذبح
کے سوا اور محل مین تو اگر قادر نہ ہوسکا اُسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہین قلت ونقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرک صیدہ حیا
او اشرف ثورہ علی الہلاک وضیق الوقت علی الذبح او لم یجد آلۃ الذبح فجرحہ حل فی روایۃ مین کہتا ہون اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتون

میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا اسکا بیل قریب الہلاک ہو گیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اُسنے ذبح کرنے کا اختیار
نہ پایا سو اُسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہو گیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا
اور بعضوں نے کہا کہ اُسکا کھانا حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اُسکا مالک اُس تک
نہیں پہونچ سکتا تو اگر اُسکی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہیں اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر
جب کہ مالک کے پاس سے اُڑ گیا پھر اُسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح
کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے
اور اگر اور مقام پر لگا تو اسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں وفی منظومۃ النسفی ان الجنین ... لم یذک بذکاۃ امہ ...
ان او منظومہ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم میں حلال نہیں ہو جاتا اپنی ماں کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا
ہم یعنے اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی ماں کا تابع نہیں کہ اُسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہو جاوے وقالا ان تم خلقہ
اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ
کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہے تو کھایا جاوے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو
تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنے جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اُسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم اکمل نے شرح ہدایہ میں کہا کہ
ذکاۃ امہ بہ رفع ونصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اُسکی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اسواسطے کہ
وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشاعر ع وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور
ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اُسکی موت کا یقین نہیں ہے یعنی جنین تام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اُسکی موت
یقینی نہ ہوئی ہم یہ بقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُس کی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہ ہو تو اُسکی ماں کا ذبح کرنا جائز
نہ ہوا اسواسطے کہ اسمیں مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی الحلبی ولا تحل ذو ناب یصید بنابہ
فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب
اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے
اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیش دار ہے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا
اسواسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اُچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل
بنا بر عادت کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی
مخلب من الطیر یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے
وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعتان حیوانات
کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعاً تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے اُنھیں کی خوے بد انسان میں بھی پیدا ہو گی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات
مذکورہ حرام ہو گئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ہی صغار دواب الارض واحدہا حشرۃ اور حلال نہیں حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے
اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرۃ بالتحرک کی کذا فی القاموس الم ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور

سیہی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ خبیث ہیں قال اللہ تعالی ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالبًا وہ نجاست خور ہیں کذا فی المجمع والدرر
عن الاتقانی هو الحمر الاهلیة بخلاف الوحشیة فانها والبانها حلال اور حلال نہیں پالو گدھے بخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخر کے کہ وہ اور انکا دودھ حلال ہے ہم پالو
گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجاوے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجاوے اور اسپر پالان باندھا جاوے کذا فی العالمگیریہ والبغل الذی
امہ حمارة فلو امہ بقرة اکل اتفاقا ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہو تو اگر خچر کی ماں گاے ہو اور باپ اسکا گدھا تو وہ حلال اور
ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ
اسمین یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اُس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ
بھی حرام ہے اگرچہ باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندهما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفة رجع عن حرمته قبل موته بثلثة ایام وعلیه الفتوی عمادیة اور حلال
نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے
پہلے اسکی حرمت سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے
اور درر میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نرہیگا اسواسطے کہ
صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنها علی الاوجه اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول
وجیہ تر ہم اسواسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھاجانیکے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لهما نابا وعند
الثلثة تحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں نیشدار ہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاة بریة وبحریة
اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانه ملحق بالخبائث قاله المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثه الطباع السلیمة
اور حلال نہیں ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے
جس سے طبائع سلیمہ گھناتین اور اسکو مکروہ اور خبیث جانتین ہم غراب ابقع وہ ہے جسمین سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعه غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اسکی غدفان ہے کذا فی القاموس ہم
صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ
غراب کیا اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعه غدفان والفیل والضب و
ما روی من اکله محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام میں
حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وهو طائر دون الرخمة وکلها من سباع الهوام اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع ہوام سے ہیں ہم یربوع حیوان ہے
چوہے کے مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا
یربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس ہے اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانه
ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہیں بلکہ وہ نیشدار
جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیری میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی الا اور
حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا ماویٰ اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفة ولو متولدا فی

ماتِ بجنس او طافیۃ مجروحۃ و سہبانیۃ سب دریائی جانور حرام ہین مگر وہ مچھلی حرام نہین جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی
ہو اور گو نجس مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ ھم قاعدہ کلیہ مچھلی مین حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی
کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہین چنانچہ پانی پر کی ترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وہو ما بطنہ من فوق
مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہین جو پانی پر اچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف
ہے فلو ظہرہ من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہین اسکا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا
کھانا حلال ہے جو طافی مچھلی کے پیٹ مین ہے ھم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ مین ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان
کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور منح الغفار مین ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونون کا کھانا حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دونون کی موت
آفت سے ہوئی و ما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہا او القاء شئی فموتہ بآفۃ وہبانیۃ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی مین باندھنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی مین ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی
یعنے تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیۃ ھم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے مین یا ایک شخص نے مچھلی گھیری خطیرہ مین کہ اس سے
نکل نہین سکتی اور وہ شخص اسکو پکڑ سکتا ہے سوا اسمین وہ مرگئی یا جال مین مچھلی مرگئی اور وہ اس حال مین تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی مین بستہ کیا
سو وہ برف مین باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ایک قول ہے ایک روایت مین کیونکہ اس کی موت کا سبب پایا گیا
اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہین اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہین ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی مین ہے کذا فی الدرر والا الجریث سمک اسود والمارماہی سمک
فی صورۃ الحیۃ وافردہما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہین دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر
مچھلی ہے مصنف نے دونون مچھلیون کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے مین پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ھم
عینی نے کہا جریث بکسر جیم و تشدید راء مکسورہ ایک قسم ہے مچھلی کی وہ ریعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب مین منقول ہے کہ سب
مچھلیان حلال ہین سوائے جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان مین ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہین
اور کہتے ہین کہ ایک دیوث تھا وہ لوگون کو اپنی جورو کے پاس بلاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اسکی
نسل باقی نہین رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہین اور جریث کو بعض اہل ہند سنگھی بولتے ہین وحل الجراد وان مات حتف انفہ بخلاف
السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہین وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث
احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہین بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال
ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہے وحل غراب الزرع الذی
یاکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ھم یعنے نجاست خور نہین ہے شہر مین نہین آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والعقعق
ہو غراب یجمع بین اکل جیف وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونون کھاتا ہے اور اسکا حلال ہونا صحیح قول ہے
ھم عقعق بروزن ثعلب پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز مین عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اسکو مہوکھا کہتے ہین
طحطاوی نے حاشیہ کی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اسمین سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے
بدشگونی اس سے لیتے ہین انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مین نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا باس بہ یعنی اسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین

تو مین سے کہا وہ نجاست کھاتا ہو اور امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہو دوسری چیز سے پھر کھاتا ہو تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری
چیز سے ملا کر کھاوے جیسا مرغی تو اسکا مضائقہ نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق اکثر وہ چیز کھاتا ہے جیسے مرغی مخلاۃ کہ وہ ہو کذا فی فتاوی قاضیخان [illegible] ای مع
الکراہۃ کیونکہ کوا اور خرگوش اور عقعق حلال ہین ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کرین جنکی حلت اور حرمت کتب
معتبرہ مین مذکور ہے فتاوی قاضیخان مین مذکور ہے کہ انعام یعنی چارپائے چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسی طرح
وحوش انعام جو وحشی ہین چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو پنجہ سے شکار نہین کرتے چنانچہ مرغی مرغابی اور کبوتر اور بط اور غراب
الزرع جو فقط دانہ کھاتا ہے اور ابابیل اور قمری اور سودانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہین اور سباع بہائم یعنی پھاڑنے والے
درندے چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور سوسمار وحشی اور گوہ اور
نیولا اور گینڈا اور ہاتھی اور چوہا اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور مین کہ خون نہین چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جون اور جھینگر اور [illegible]
پرندہ جو شکار کرتا ہو چنانچہ صقر یعنی چرغ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب البقع یعنی
ابلق کوا یہ سب حرام ہین انتہی ما فی الخانیۃ فائدہ جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری قسم وہ جنمین خون ہے مگر خون
روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہے سو جنمین خون نہین چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا
کھانا حلال نہین سوائے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمین خون سائل نہین چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو کھنکلی بھی کہتے ہین اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور
ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھونس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت مین اختلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک
حلال ہے اور جنمین خون سائل ہے وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاو اور
گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہین اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہین
چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرغ اور
شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان و ذبح ما لا یوکل لحمہ یطہر لحمہ
وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہین اسکا ذبح کرڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ مین
اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر ماکولات یعنی
رقیق چیز دودھ وغیرہ مین چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑجاوے تو وہ چیز رقیق نجس نہین ہوجاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ مین دباغت کے مانند ہے اور اس کے
حامل کی نماز باطل نہین ہوتی اور کھانے کے [illegible] فائدہ [illegible] بعضون نے کہا کہ جائز نہین اور بعضون نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی والخنزیر
فلا یعمل الذکاۃ فیہما [illegible] آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح
بیمار بکری ذبح کی پھر اسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم
نہ ہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون [illegible] سے ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہین کرتا اور اس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت
نہین کرتا مگر اس صورت مین جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے [illegible] وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وهذا یتاتی فی منخنقۃ و متردیۃ و نطیحۃ والتی فقر الذئب
بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل [illegible] اور اگر ذبح کے وقت معلوم ہو گئی کہ زندہ تھی تو
حلال ہے اگرچہ اسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نہ نکلا ہو اور اسکا بیان اس جانور مین ہے جسکا گلا دبایا گیا اور جو گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور
اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی
اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ ولم تدر حیوتہا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لا تؤکل وان ضمتہا اکلت وان فتحت
عینہا لا تؤکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لا تؤکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لا تؤکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم و عین ومد رجل ونوم
شعر علامۃ الموت لانہا استرخاء وضمہا بالضد من ذلک حرکۃ تختص بالحی فیدل علی حیوتہ وہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال زیلعی بکری
ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا اگر اسنے منہ کھول دیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہے اور اگر اسنے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر
اسنے آنکھ کھول دی تو اسکا کھانا حلال نہین اور اگر اسنے آنکھ بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پاؤن پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سو گئے
یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤن کا پھیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت ہے موت کی اسواسطے کہ یہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤن کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات
سب زندے کے ساتھ مخصوص ہین تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم نہ ہو اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح
کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاوین یا نہ پائی جاوین کذا فی الزیلعی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ
صحیحۃ حلتا یعنی المظروفۃ والظرف لموت المبلوعۃ بسبب حادث ایک مچھلی نگلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہو تو
دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادثہ کے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت ظاہر جانتے ہو والا تکن
صحیحۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من دبرہ لاستحالتہا عذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تمنعہ اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہ ہو بلکہ گل گئی ہو
تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی جیسا کہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین ہے اسواسطے کہ تحلیل ہوکر نجس ہوگئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ
مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو تونے سنی ہم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلتا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی ہو تو اگر
مظروفہ صحیح و سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہ عبارت اسکے موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین ہین حالانکہ یہ مطلب نہین بلکہ
ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل رفع ہوگیا ولو وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا
تو پانیوالے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہین اور وہ لقطہ ہے هم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو ولوالجیہ مین
یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانیوالے کا ہے اور اگر مچھلی بیچا اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین
نہین ہے تو وہ پانیوالے کا ملک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر اوصیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من
العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ
حرام ہے اگرچہ وقت ذبح اللہ تعالی کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا هم و دستور عوام مین یون ہے کہ جب حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اسکی
تعظیم کیواسطے یا وارد جدید کی خوشی کیواسطے تاکہ [illegible] ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین تو اسکو دیکھو [illegible]
حلال [illegible] کہا ذبیحہ مذکور حرام ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام لیا جاوے [illegible] ہے کہ تعظیم غیر خدا [illegible] کی جاوے [illegible] سے معلوم ہوا کہ
یہ جو ہندوستان مین [illegible] رواج ہے کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین [illegible] اور [illegible] اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا
اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت [illegible]

سوم انکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام لیا جاوے صحیح مسلم میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے
حدیث مرفوع مروی ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام
اللہ تعالیٰ اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی
اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے وہم شیخ الفقہا میں ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہیں اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہے تو گویا یہ ذبح صورت ہوا
غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے قرآن و حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمیں شک نہیں کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح
نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اسکو کھاوے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور ختنہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل
منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے
اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمیں سے آپ یا مہمان کھاوے تو ذبح اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے
واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ
حرام ہوگا علامہ حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کیواسطے یا اسکے آنے کے بعد
تھوڑی دیر میں اسکی ضیافت کیواسطے ہو تو اسکے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر اسکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہے تو اسیطرح درست ہے بلا شبہ اور اگر محض تعظیم ہے
تو حرام اور ذبیحہ مردار ہے پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اسلیئے کہ گاہے تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اسکو کھاتا ہے اور
اسکے عیال بھی تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہو تو حرام ہے والا حلال ہے وہل یکفر قولان بزازیہ درر
وہبانیہ اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہے اس میں دو قول ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک کافر ہے اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہے کذا فی البزازیہ وشرح الوہبانیہ قلت وفی صید المنیۃ
انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیئی الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ولعلہ فتعالی وما علیہ جمہورہم قال کافر + وفی الفضلی والمعیل لیس بکفر میں
کہتا ہوں درمنیہ کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اسواسطے کہ ہم مسلمان کیساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے ہیں کہ وہ اس
ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو ذخیرہ سے یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علما
کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اسکو کافر نہیں کہتے ہیں ہم ہرچند تکفیر اختلافی ہے عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا
چاہیئے واللہ ہو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل ما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثنا
فتامل کمیتۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا حیوان حی
یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے
کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے
کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور ذخائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت
کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کرو اگر زندہ حقیقۃً یعنی صورۃً اور حکماً مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورۃً
سے نہ زندہ حکماً سے تو اسوقت میں استثنا آئندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقۃً
یعنی صورۃً زندہ ہو تو درصورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اسمیں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہیں ہے
دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جاے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے

اور کلام ہی مچھلی اور ٹڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہی کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان المأکول لان
الباقی من الحیوٰۃ غیر معتبر اصلاً بزازیہ قلت لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہی اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو
اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہی وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ
ہی چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہمنے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہی کتاب الطہارۃ مین تتمہ کہ ہم کتاب الطہارۃ مین
شارح نے بیان کیا ہی کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہی کہ وہ بھیڑیا حلال ہی جو بکری سے پیدا ہوا ہی ان کے اعتبار سے ہ وقد حللام
البغال امہاتہن الخیل قطعا والکراہۃ تنزیہا او البتہ صاحبین نے حلال کہا ہی قطعاً خچرون کا گوشت حالانکہ ان کی مائین گھوڑی ہی اور کراہت بھی تنزیہی یعنی جس خچر کی مان
گھوڑی ہی وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہی مگر کراہت بھی مذکور ہی ہ ولذا نہی کلب نزی علی شاۃ نتاج لہ رأس کلب فینظر + اور اگر کسی کتے نے بکری پر
یعنی جفتی کی تو اسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہی تو اسکو دیکھنا چاہیئے ہ فان اکلت لحما فکلب تحبیا + وان اکلت نبتا فذا الراس یبتر + سو اگر اسنے
گوشت کھایا تو وہ بالکل کتا ہی اور اگر اسنے گھاس کھائی تو یہ سر کاٹا جاسکے یعنی اسکا کھانا نچاہیئے ہ ویوکل باقیہا وان اکلت اذا + وذا فاضربہا والصیاح
یجہر + اور سوائے سر کے باقی گوشت کھایا جاسکے اور اگر گوشت اور گھاس دونون کھاسے تو اسکو مارنا اور اسکا چلانا خبر دار کریگا ہم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند
بھونکے تو نہ کھانا چاہیئے اور اگر بکری کے مانند چلاوے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جاسکے اور باقی کھایا جاسکے کذا فی الطحطاوی ہ وان ما اکلت فاذبح فان
کرشہا بدا فخذہ والا فہو کلب تجہر + اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونون کی طرح آواز کرے تو اسکو ذبح کر تو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہی لیکن
سر اسکا دور کیا جائے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہی دفن کیا جاسکے یعنی اسکا کھانا نچاہیئے دنی معایا بتہا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ ہی ہ وای شیاہ دون
ذبح محللہا + ومن ذا الذی ضحی ولا دم یہہر + اور کون بکری ہی جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکھتا ہی اور کون ہی وہ شخص جو اپنے گھر مین رہا یہانتک کہ وقت
ضحی داخل ہوا اور اسنے خون نہین جاری کیا ہ مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب تو ترجمہ مین مذکور ہو گیا محل
سوال فقط لفظ ضحی کا توڑنا ہی اسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہی کہ کون شخص ہی جسنے قربانی کی اور بہا لانکہ خون نہین بہایا قربانی کرے اور عدم خونریزی مین منافات
ظاہر ہی تو ناظم کا مطلب وہ ہی جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہی سینگ اور کھر اور عصب اور صوف
اور وبر یعنے روئین اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زاہرالجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہی اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہی عام کے بعد یعنے ذبیحہ
عام ہی اور قربانی خاص ہی ہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشیء باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اس حیوان کا نام ہی جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاسے من قبیل
نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر مین اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اسکو ذبح کرتے
ہین کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہی تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہی چنانچہ صدقہ
اور دوسری قسم اتلاف ہی چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہی پھر گوشت مین تصرف کرنے سے تملیک اور
اباحت ہی انتہے واقعات مین ہی کہ قربانی کا خریدنا کر دس درم سے بہتر ہی ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خون ریزی سے حاصل ہوتی ہی
وہ صدقات سے نہین ہوتی وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہی حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے
عبادت کی نیت سے مخصوص وقت مین ہم حیوان مخصوص یعنی گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اُسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقۂ فطر متعلق ہی چنانچہ
آخر کتاب الزکاۃ مین مذکور ہوچکا ھم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہی تو اگر اول نحر مین کافر تھا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول مین مسافر تھا
اور آخر مین مقیم ہوگیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہی ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہ ہی جسکے پاس ۲۰۰ درم یعنی ۵۰ روپیہ یا سات تولہ سونا
ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا باغ یا چارپائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا
تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپیہ کا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اُسپر
قربانی نہین خواہ بالفعل اُسمین پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہ ہو قراءت پر تو قربانی واجب ہی اور کتابون سے آدمی غنی نہین ٹھہرتا مگر اُس وقت جب ایک کتاب
کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہی جب اُن کی قیمت
بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی تصرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہی عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا
الوقت وھو ایام النحر وقیل الراس وقدمہ فی التتارخانیہ اور قربانی کا سبب وقت ہی اور وقت سے نحر کے دن مراد ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ قربانی کا
سبب آغاز ایام نحر ہی نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہی ورکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ
اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہی اُسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہی منجملہ چوپایون کے نہ سوا اسکے تو مکروہ ہی ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ
وہ تشبہ ہی مجوسیون کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ
اذ لا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہی اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح
ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہی قربانی کرنا یعنی چوپایون کا
خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہی نہ باعتبار اعتقاد کے ھم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہی کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کردے تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر الروایۃ
یہی ہی کہ قربانی واجب ہی اور ابو یوسف سے روایت یہ ہی کہ سنت ہی اور طرفین سے روایت یہ ہی کہ فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ واجب ہی چنانچہ مضمرات مین ہی
لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یمین اور صدقۂ فطر سے کمتر ہی سنت ہونے کی دلیل یہ ہی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم مین سے
قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہی اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہی کہ من وجد سعۃ و
لم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرح کی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث
اول مین ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہی نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین کہ من اراد الحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ
کرے وہ شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اُسکا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہی قدرت ممکنہ سے
ھم یعنی قادر کردینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہی تمکین سے نہ امکان سے ہی الذی یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاؤہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ
وہ ہی جو واجب ہو مجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہین بقا سے وجوب کے واسطے اسلیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہی یعنی اسمین معنی علت نہین اور شرط کا
مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہی مشروط کے پائے جانے کے واسطے لا المیسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاؤہا
لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہ ہی جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے
ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہی اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہی چنانچہ مذکور
ہوگیا فطرہ کے بیان مین ھم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہی دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایامہا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہی وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اسکی قیمت کا تصدق
کرنا واجب ہی اگر قربانی کے ایام گذر جاوین هم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ انکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہی
نہ میسرہ سے برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہی نہ قدرت ممکنہ کا علی حر مسلم مقیم بمصر او قریۃ او بادیۃ عینی فلا تجب علی حاج مسافر
فاما اہل مکۃ فیلزمہم وان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہی آزاد مسلمان پر جو مقیم ہی شہر یا گاؤن یا جنگل مین کذا فی العینی تو قربانی
واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہی اگرچہ وہ حج کر رہے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو
کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہی موسر لیسار الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر بخلاف الفطرۃ اس مقدور والے
پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہی قربانی واجب ہی اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب
ہی هم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہی اور حسن کی روایت امام سے یہ ہی کہ واجب ہی قربانی اپنے اس صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور حمالیکا کی
طرف سے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی شاۃ بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعلہ او سبع بدنۃ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاتا ہے وہ دنبہ بھیڑ
بکری ہی یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاؤ سے شتر اور گاؤ کو بدنہ نام رکھا انکی ضخامت یعنی تناوری اور بڑاپن کے سبب سے شارح نے کہا
شاۃ بالرفع بدل ہی تجب کی ضمیر سے یا اسکا فاعل ہی هم فاعل تجب کا تو تفسیر مصرح ہی تو شاۃ نہ اس سے بدل ہو سکتا ہی نہ اسکا فاعل ہو سکتا ہی بلکہ وہ خبر ہی مبتدا محذوف
کی تقدیر اسکی یون ہی والضحی شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہی اور شتر اور گاؤ
سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گاے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہی اور وہ تجزی نہین رکھتی مگر قیاس
متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاؤ قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہین تو وہ اصل
قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولو لاحدہم اقل من سبع لم یجز عن احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤ سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی
هم یعنی شتر اور گاؤ کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اسکی یہ ہی کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل
چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس
فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہ ہوئی اسواسطے کہ جب بعض قربت
نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا او تجزی عما دون سبعۃ بالاولی اور شتر اور گاؤ کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہی یعنی چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولی
درست ہی بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی وفجر نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثۃ افضلہا اولہا واجب ہی قربانی کرنا یوم النحر
کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنی دسوین اور گیارہوین اور بارہوین تاریخ ذی الحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہی شارح
نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہی بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب هم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز ہی لیکن مکروہ ہی بسبب خوف غلط کے تاریکی مین کذا فی
الحموی ولیضحی عن ولدہ الصغیر من مالہ صححہ فی الہدایۃ وقیل لا صححہ فی الکافی قال العینی للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجحہ ابن الشحنۃ قلت وہو المعتمد لما فی متن
مواہب الرحمن من انہ اصح ما یفتی بہ وعللہ فی البرہان بانہ ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل
صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہی اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ
قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہی کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہی اس قول کو ابن شحنہ
نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواہب الرحمن کے متن مین یہ مذکور ہی کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہی اور برہان مین اس کی وجہ یون بیان کی ہی کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہو تو باپ اُسکا مالک نہین اپنے فرزند کے مال مین چنانچہ اُسکے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہین اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہو
تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہین رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی قول الاول بقولہ و اکل منہ الطفل و ادخر لہ
حاجتہ و ما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب و خف لا بما یستہلک کخبز و نحوہ ابن کمال و کذا الجد والوصی بحر مصنف نے قول اول پر تفریع کی یعنے اس قول سے
اور طفل کھاوے اپنی قربانی سے اور گوشت اُٹھا رکھا جاوے بقدر اُسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جاوے اُس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ
حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ وہ اُس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور ایسا ہی دادا باپ کے مانند دادا
اور وصی ہو و صح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا و الا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک
ہوجانا چھہ شخصون کا اُس شتر اور گاؤ مین جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنے اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کرلینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان
کے اور اگر شرکت کی نیت نہین کی خرید کے وقت تو صحیح نہین از روے استحسان کے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اسمین شریک کرلیا عالمگیریہ
مین ہے اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کی پھر اسمین چھہ شخصون کو شریک کرلیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کرلینے کا
ارادہ کرے تو مکروہ نہین اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی مین ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھہ آدمی اُسکے ساتھ
شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ مہیا کرچکا اُسکو قربت کے واسطے تو بیع اُس کی تو اًلا ممتنع ہے وجہ استحسان یہ
ہے کہ گاہے آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکون کو نہین پاتا ہے خرید کے وقت سو اسکو خرید کرلیتا ہے پھر شریکون کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج مین پڑین
اور حرج شرعاً مدفوع ہے انتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت
خرید کی پھر اپنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصاً و فی الاشتراک
قبل الشراء احب اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے و یقسم اللحم وزنا لا جزافاً اور مشترک قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاوے تول کر نہ
اٹکل کر ہم فتاوی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکون کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفاً للجنس بخلاف جنسہ
مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پاے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنے ہر جانب مین
کچھ گوشت ہو اور کچھ پاے یا ہر جانب مین کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب مین گوشت اور پاے ہون اور دوسری جانب مین گوشت اور کھال ہو تو اب
جائز ہو صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر و اول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید و لو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب
اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن
خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی و بعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر و یجوز فی الغد و بعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ
فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور
گیارھوین اور بارھوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارھوین بارھوین کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی ہم عذر سے مراد غیر فتنہ ہے
چنانچہ آگے مذکور ہوگا و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل
مین و آخرہ قبیل غروب یوم الثالث و جوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنے بارھوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے
تیرھوین تاریخ مین بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بھی تین ہین اور دونون ایام گذر جاتے ہین چار دن مین اول روز نحر ہے
تشریق نہین اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہین اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارھوین بارھوین اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین

ہے کیونکہ والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اُس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنے والا شہر میں ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے بخلاف
صدقہ فطر کہ اسمیں مکان فاعل جسپر ہے معتبر ہے فحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اُس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی
کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اُس مکان میں جہان مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہان فجر کے طلوع ہوتے
قربانی کرے کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا تجب علیہ ان لم ... فی الیوم الآخر تجب علیہ
وان مات فیہا لا تجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو انکے پچھلے
دن میں تو اُسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اُسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اُسپر قربانی واجب نہیں
ہم صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا فبان ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلاۃ دون الاضحیۃ لانہا من
قال بعید الصلاۃ الا الامام وحدہ وکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط
نماز پھیری جائے نہ قربانی اسواسطے کہ علما میں سے بعض عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ظاہری کذا
فی الزیلعی یعنی جب مقتدیون پر اعادہ واجب نہ ہو تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو مسئلہ جماعت سے جواز قربانی کا عذر ہوا کہ قربانیان فساد سے محفوظ
رہیں وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کیا جائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیون کے ہم تقیید
ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر
میں فتنہ ہو یعنی وہان کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والون نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی حلبی نے کہا اور یہ معارض ہے اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی الینابیع لو عمد الترک من اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس
انتہی لیکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے عمدا نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہیں جب تک زوال شمس نہ ہو انتہی ما فی الینابیع ہم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول و
یجوز فی بقیۃ الایام قاسم وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب قہستانی اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے
باقی دنون میں کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا لکھا و شہدوا انہ یوم
العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلاۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطا فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی
گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگون نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکی نماز اور قربانی کفایت
کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلاۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کے واسطے یعنی تا انکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے
وکرہ ذبحہا لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط ہو جانیکے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر
فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اسکو زندہ خیرات کر دے اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا یعنی جسکے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھپر واجب ہے یہ کہ میں اسکی قربانی

کروہ گا کذا فی الدرر ولو ذبحها تصدق بلحمها اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اُسکا گوشت خیرات کر دے ولو نقصها تصدق بقیمة النقصان یعنی اور اگر
اُسکو ناقص کر دیا بسبب عیب دار کر دینے کے تو اُسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر دے ولا یاکل الناذر منها فان اکل تصدق بقیمة ما اکل اور نذر کرنیوالا
نذر کی قربانی سے نہ کھاوے اور اگر کھاوے تو جسقدر گوشت کھایا اُسکی قیمت خیرات کرے وفقیر غاب عنه شراها لها او وجبها علیه بنذر کانت مثل غنی وجبت علیه یعنی اور محتاج نے جانور
خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اُسکو زندہ تصدق کر دے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اُسپر منع
ہوگا اُسکا بیچنا شامی نے کہا فقیر کا لفظ عادت ہے بناء پر یعنی ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کر لیگا تو اُسپر واجب ہو جاویگی بیاکہ
نذر بیکا کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اُسکی بیع کی تو اُسکی تین صورتین ہین ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون
نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اُسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کر لیا اسطرح کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے اُسکا قربانی کرنا [illegible] تو پہلی صورت مین
قربانی نہو جاویگی جبتک زبان سے اُسکو واجب نہ کریگا ظاہر الروایۃ مین اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین [illegible] نہین امام
حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہوگی تو اگر اُسکو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی
وتصدق بقیمتها غنی شراها اولا لتعلقها بذمته بشرائها اولا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزی فیها اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اُسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اُسنے
قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت سے مراد اُس بھیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے مین کافی ہو ہم وجوب
عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اُسکی قیمت تصدق کرے چاہے اُسکو زندہ خیرات کر دے تا اُسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے
جمعہ کی قضا فوت ہو جانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن
التمییز من بعید اور قربانی کے واسطے صحیح ہے جذع یعنی چھ مہینے کا بچہ دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں مین ملا یا جاوے تو اُس کی
تمیز دور سے ممکن نہو ضان سے مراد وہ ہے جسکے الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعة والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن
ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضحیة یعنی جائز ہے چھ مہینے کا بچہ دنبہ سے قربانی کیواسطے اتفاقی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہین
جبتک ایکسال پورا نہو اور دوسرا سال شروع نہو اہ وصح الثنی فصاعدا من الثلثة اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینون قسمون سے یعنی غنم اور بقر اور
ابل سے والثنی هو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گاے بیل اور بھینس سے دو
سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ہم تقدیر سنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اُسسے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اگر اُسسے زیادہ عمر کا ذبح ہو
تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریة والمتولد بین الاہلی والوحشی یتبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا اہلی اور وحشی سے وہ اپنی مان کا تابع ہے ایسا کہا ہے
مصنف نے یعنی اگر اُسکی مان کی قربانی جائز ہے تو اُسکی بھی جائز ہے اور اگر اُسکی مان کی قربانی جائز نہین تو اُسکی بھی جائز نہین فی فرع مسائل الحقہ شارح الشاة
افضل من سبع البقرة اذا استویا فی القیمة واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گاے بیل کے ساتوین حصہ سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من النعجة اذا
استویا قیمتها اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو اہ اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اُسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی
الذخیرة والانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمة اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حاوی
اور اونٹنی اور گاے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیة ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمة والله اعلم اور وہبانیہ مین ہے کہ
مادہ بہتر ہے نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونون قسمون مین
مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے وکرہ ترک الاضحیة ولدا قبل الذبح ذبح الولد معها وعند بعضهم یتصدق به بلا ذبح قربانی کے بچہ جنی تو بچہ ذبح کر ڈالے

پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اُسکے ساتھ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے کذا فی القہستانی ولو ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم وجدہا
فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال الزیلعی ان وجبت عن
یسار فکذا الجواب وان عن اعسار ذبحہما بیع قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونون کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو
ذبح کریگا تو بھی درست ہے اور اسیطرح اگر دوسری کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلی کی
قیمت سے کم ہو تو زائد کا ضمان دے اور اسکو خیرات کردے اسمین کچھ فرق نہین مالدار و محتاج کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسیطرح
جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنیکی سبب سے واجب ہوئی تو دونون قربانیون کو ذبح کرے کذا فی البنایہ یعنی دونون قربانیونکا ذبح کرنا واجب ہے
کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے ایسے جانور کی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی
بدھیا کو اور قربانی کرے اُس دیوانہ کی جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے نہ روکے شرح وہبانیہ الا ضرر بہا اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانہ جانور کو قربانی
کرنا جائز نہین والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ
گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے علم یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اُسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ
خارش گوشت تک پہنچ گئی ہے اسواسطے درست نہین لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا اور جائز نہین قربانی اندھے اور کانے اور ایسے نہایت
دبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اُس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح کرنیکے مقام تک نہ چل سکے
مراد یہ ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانون سے چلے اور چوتھا پانون زمین پر نہ رکھے تو اُسکی قربانی جائز نہین اور اگر چوتھے پانون کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور
جھکا چلتا ہو تو اُسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اُس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف ظاہر ہو ومقطوع اکثر الاذن او الذنب او
العین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلاق القطع علی الذہاب مجاز وانما یعرف بتقریب العلف اور اُس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ
قطع ہو گئی ہو یعنے جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے
سے معلوم ہوتا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اُسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارے کو دیکھا
اور اُسکی طرف نسبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کے تفاوت
کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا کہ اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبیٰ مین یہی
قول پر فتویٰ مذکور ہے اور شرنبلالیہ مین قاضیخان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اُس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اُس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسی پر فتویٰ
ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتویٰ مختلف ہے او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہو تو اُسکی
قربانی جائز نہین ہے اسلیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے
اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہین بوڑھے جانور کی جسکے دانت نہین
اور اکثر دانتون کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اُسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون
والسکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ خلقۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی اُس بھیڑ کی جسکے پیدایشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو
اُسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ہم اگر پیدایشی ایک کان ہو تو قربانی اُسکی درست نہین کذا فی العالمگیریہ والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابستہا اور اُس
جانور کی قربانی جائز نہین جسکے تھنون کی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجدعاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہین نکٹے جانور کی جسکی ناک

واشتطوا علی ان یاخذ کل واحد شاۃ یضحی بہا اجزاتہم ویتصدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشئی وان
اذن کل واحد منہم ان یذبحہا عنہ اجزاتہ ولا شئی علیہ کما لو ضحی الاجنبی عنہ بغیر امرہ ینابیع اور اگر تین شخصون نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی
ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینون بکریان
اسطرح مختلط ہوگئین کہ تینون شخصون سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہین پہچانتا ہے اور تینون نے اسپر اتفاق کرلیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی
کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو
اذن دیگے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون
اسکے حکم کے تو اسپر تصدق لازم نہین کذا فی الینابیع ہم ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید نصیب اسکی وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے
خریدی ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر فضالت کا احتمال نہین لہذا اسپر کچھ تصدق بھی نہین ویاکل من لحم الاضحیۃ
ویوکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور
مقدور والے کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے انپر
کشایش کرنے کے لیے ہم مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی مین اقارب اور دوستون کی مہمانی
کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی و فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ
کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اس قربانی مین ہے جو منذور نہو اور اگر قربانی نذر مانکر اپنے اوپر واجب کرلی ہو تو قربانی
کرنے والے کو اسکا کھانا اور مالدارون کو کھلانا حلال نہین خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر مین تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے
صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہین کذا فی البدائع والعالمگیریۃ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا فیامر غیرہ ویشہدہا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح
کیلا یجعلہا میتۃ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو
اسکے ذبح کرنے کا امر کرے تا نا واقف قربانی کو مردار نہ کرڈالے ہم رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی
قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلنے اور یون کہ ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ
جان رکھ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو مین سر رکھا جاویگا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ درر اور
اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتا ہے کذا فی الدرر وتصدق بجلدہا او یعمل منہ
نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اُس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دسترخوان اور ڈول بنا دے
او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اُس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے
لا بمستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کے جیسا کہ سرکہ اور گوشت اور مانند اسکے جیسے
روپیہ یا پیسہ یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی پھر اگر
قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیون سے تو اسکے ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوا
اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کے مانند ہے کذا فی العینی ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع واستفیدت من قولہ
علیہ الصلوۃ والسلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی کے

اُسکی بیع کے مانند ہی اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اُسکی قربانی نہ ہوئی
کذا فی الہدایۃ وکرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی الفتاوی
لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے روئین اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اُس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو
اُسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اُسپر کوئی چیز لادے اور نہ اُسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کردے کذا فی حاوی الفتاوے
امور مذکورہ اسواسطے جائز نہین کہ عبادت کا قائم کرنا اُسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہی بخلاف ما بعدہ لحصول المقصود بہ یعنی بخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا
کترنا درست ہی بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ
کا دوہنا درست ہی ویکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہ للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین زیلعی اور مکروہ ہی نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح
کرنے سے پہلے چنانچہ صوف مین انتفاع قبل ذبح مکروہ ہی اور فقیہون مین سے بعضا فقیہ وہ ہی جسنے صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہی مالدار کے
واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اُسپر مخصوص قربانی متعین نہین ہی کذا فی الزیلعی ولو غلطا اثنان وذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علی
ما دل علیہ قولہ غلطا اذ لو تعمدا فیضمن کل واحد وکیلا عن الاخر دلالۃ ہدایۃ قال ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وتبعہ مصنفہ صح استحسانا بلا غرم اور
اگر دو شخص غلط کار ہون اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہی باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہی
کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری از راہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونون نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا
وکیل ٹھہر جاویگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونون کو قربانی کرنا منظور تھا سو اسطرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہی ابن کمال شارح ایضاح نے اور
صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اُسکے مالک کی طرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ
سوا زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہی کہ ذبح مالک کی طرف سے ہو بقرینہ اذن حالی ویتحالان لو اکلا ولم یعلما ثم عرفا ہدایۃ اور دونون شخص باہم حلت کی
درخواست کرین یعنے معاف کرالین اگر قربانی کا گوشت کھا گیا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ و
تصدق بہا اور اگر دونون نے باہم بحل کیا اور معاف نہ کردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دیوے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے

قلت وفی اواخر القاعدۃ الاولی من الاشباہ لو اشتراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزأتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا
ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ مین کہتا ہون اور اشباہ کے پہلے قاعدے کے اواخر مین یہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک شخص نے جانور
خریدا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اُسکو ذبح کرڈالا بدون اُسکے اذن کے سو اگر مالک نے اُس مذبوح کو لیا اور اُس سے تاوان نہ لیا
تو اُسکے حق مین قربانی کفایت کرگئی اور اگر اُس سے تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور یہ اُس صورت مین ہی جب کہ غیر شخص
نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اُسپر تاوان نہین ہی انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر کما صح لو ضحی
بشاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہی اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا
تاوان دیا ہو زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اُسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہی لیکن غاصب
گنہگار ہوا غصب سے تو اُسپر توبہ اور استغفار لازم ہی اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہی اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہین آتا ہی بلکہ کفر
لازم نہین آتا ہی جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے گا کذا فی الطحطاوی کما اذا باعہا جیسے بیع صحیح ہی اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اُسکی قیمت
کا تاوان دیگا وکذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا ہدایہ لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے
غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہین امانت
کی بکری کی اگرچہ اسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب
ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک مین قلت وظاہر ان العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشترکۃ للبیع مین کہتا ہون اور ظاہر
امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اسواسطے
کہ وہ مضمون بالدین ہے اور اسیطرح مشترکہ بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جاے ہم
بدائع مین عاریت کو ودیعت کے مانند مصرح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ وغیرہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور
کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہی خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو
شخصون مین سو دونون نے انکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز کا محل ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً
فروع مسائل متفرقہ شارح کے قول اضحیتہ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ہم طحطاوی نے کہا شاید کسی
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی مینڈھے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان فی الاثر بہا خانیہ والاصح وجوب الکل لایجابہ ما للہ من جنسہ ایجاب شرح وہبانیہ ایک شخص نے دس قربانی کی
نذر مانی تو اسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اسکا ذکر
ہوچکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کر لینے نذر کے اس چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب ربانی دو وجہ
کذا فی شرح الوہبانیہ قلت مفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے
ثابت ہوتا ہے لازم ہوجانا اس نذر کا جسکے ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا تو مصنف نے اپنی شرح مین تو اس
کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے ضحی بشاتین من جملہ جاز بخلاف العتق لصحۃ قسمۃ اللحم لا الرقیق بھیڑ بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے انکو قربانی کیا تو جائز ہے بخلاف
آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے تقسیم گوشت کے نہ رقیق کے ضحی بشاتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونون قربانی
ٹہرینگے اور بعضون نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹہریگا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہا ولو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان
الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر
گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے
ارکان کہ انمین سے فرض تو اسی قدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاے پھر جب نمازی نے اسکو طویل کردیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قرارت کی یا پانچ یا سات بار رکوع
اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ہم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی شتری اضحیۃ وامر رجلا بذبحہا فقال ترکت
التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری الامر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر
ایک مرد کو اسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنے والا اس قیمت سے
اور قربانی خرید کرے اور اسکو قربانی کرے اور خیرات کردے اور آپ نہ کھاے یہ اسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نہ رہے ہون تو اسکی
قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیہ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما او ظن ان تسمیۃ الآخر

احدہما کلفی حرمت ۔ فی المحیط لتغیر انیقال ای شاۃ لا تحل بالتسمیۃ مرتین بل لابد ان یسمی کلاہما مرتین اور خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ
کیا سو دیا ہاتھہ قصاب کے ہاتھہ کے ساتھہ رکھا ذبح کرنے مین اور اسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو
ایک شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہوجائیگا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہی
تو یون سوال کیا جاوے کہ کون بھیڑ بکری ہی جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہ ضرور ہی کہ اسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال
۞ ای ذبیح لا یباح للحل فیہ ۔ ان تقتی بذکر ذی التنزیہ + فاجبت منہ بالغرض فاتلا ان ۃ شرا دلالہ تفقیہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
اور وہ نظم یہ ہی کہ کون ذبیح ہی جسکی حالت مین یہ ضرور ہی کہ دو بار ذکر کیا جاوے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جاوے سو اسکا جواب دے نظم سے
اسواسطے کہ ہم شعر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب ۞ خذ جوابا بالعلا کا تنبیہ + من فقیہ مرویہ عن فقیہ ۔ خیر الدین نے کہا تو مین نے
جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہی فقیہ سے ۞ ہی شاۃ فی ذبحہا اشتراک اثنان +
فتکرار الذکر شرط کما مرویہ + فاک ذبح قصاب وضع الید + مع الصاحب الذی یرتجیہ + وہ بھیڑ بکری ہی جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوے تو دو بار
نام خدا ذکر کرنا شرط ہی جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہی جسنے ہاتھہ رکھا اپنے اس صاحب کے ساتھ جو اسکی امید رکھتا ہی یا
خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہ ہو سکے ۞ فعلی کل واحد منہما + ان یذکر اللہ جل عن شبیہ + تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب
ہی یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہی تشبیہ اور تمثیل سے وفی الوہبانیۃ وشرحہا قال ۞ ولو ذبحا شاۃ معا ثم واحد + اخل بسم اللہ فالشاۃ تحجر اور
وہبانیہ اور اسکی شرح مین کہا اور اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھہ ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہوگئی یعنے حرام واجب الترک ہے
وان یشتری منہا ثلثا ثلاثۃ + واشکل فالتوکیل بالذبح یستر + اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنے تینون شخص اپنی اپنی بکریون
کی شناخت مین حیران ہوان تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہی ہم شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے
مین وکیل کرین سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہی اور غیر کی بکری ذبح کی اسکے اذن سے تو بھی جائز ہی ۞ وکیل شراء الشاۃ للعنزان شری + یصح خلاف العکس
والقول یحجر + خرید شاۃ کا وکیل اگر معز یعنے بکری خرید کرے تو صحیح ہی برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور مانگنے کی اجرت
مین وکیل نقصان اٹھاوے گا ہم وجہ صحت یہ ہی کہ شاۃ اسم جنس ہی ضان اور معز یعنے بھیڑ اور بکری دونون کو شامل ہی برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا
سو اسنے شاۃ وہین الضمان یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فتاوی عالمگیریہ مین ہی کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل
نے خرید کی اور درم سکے مانگنے کے واسطے ایک درم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ۞ ولو قال سود او نعیر صح لا + او ایکا ان
فی قرنا عینا بعیر + اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ کا سے یا بکری خرید کر تا سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہی اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی کی خرید کی
تغییر کی تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ۞ وقیتین
ممن یندر العشر الزموا ۔ تصحیح ایجاب الجمیع مشہور + علما نے دو قربانیون کو لازم کیا ہی اس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی
کی ایجاب کی تصحیح منتج اور مشہور قول ہی یعنے صحیح قول یہ ہی کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ۞ وعن میت بالامر لازم تصدقا
والاکل منہا ونہ الحجر + اور اگر قربانی ہوئی میت کی طرف سے اس کے امر سے تو لازم جان اسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی تو میت
کی طرف سے تو کھا اس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہی ۞ ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا + وعن ابہ فی حقہ وہو اظہر + اور صغیر کے مال سے
تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہی اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ مین ہی چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ

مین مذکور ہوچکا ہے وواہب شاۃ رابع بعد ذبحہا فیجزی من کل منہما اویوجب اور بکری کا ہبہ کرنے والا اُسکے ذبح ہوجانے کے بعد رجوع کرسکتا ہو تو کفایت ہوگی اُسکی طرف سے جسنے اُسپر قربانی کی اور اُسکو ثواب ملیگا ہم یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اُسکو ایک بکری ہبہ کی سو اُسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہ رجوع درست ہو امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اُسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۔

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہو حظر اور اباحت کی یعنے اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہو ہم مباح کا ذکر اسواسطے ہو کہ کوئی اُسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہو تا معلوم ہو کہ اسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہو نتہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہو اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہو اور بعضی کتاب مین کتاب الزہد والورع مذکور ہو اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور انسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہو اور بعضی کتاب مین اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہو اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک اور اچھا کہا ہو مناسبت ظاہرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہو اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حا وسکون ظا معجمہ لغت مین عبارت ہو منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہو جس کا استعمال شرعا ممنوع ہو ہم یہ تعریف ہو محظور کی نہ حظر کی والحظر ضد المباح اور محظور ضد ہو مباح کی ہم یہ تعریف بالاعم ہو اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہ ہو کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب ہم مباح سبب علیحدہ بالتنبیہ اور مباح وہ فعل ہو جسکے کرنے اور نہ کرنے کی ملکف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہان البتہ یہ ہو کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاقناع عدم ثواب اور عذاب وقت عدم نیت کے ہو اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا جو مکروہ تحریمی ہو وہ حرام کے مانند ہو دوزخ کے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہو باتفاق امام اور شیخین کے ہم حرام وہ ہو جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اسکا ترک فرض ہو چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہو جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اسکا ترک کرنا واجب ہو جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا اور امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اُس سے حرام مراد رکھتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اُسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہو اُسکو مکروہ کہتے ہین اور جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہو یعنے اُس کے کرنے والے پر اصلا عذاب نہین لیکن اُسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاوے گا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہو اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہو اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کے مانند ہو ہم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہو فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہو جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہو اُس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہو یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہو اور دلالت قطعی ہو اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہو اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہو جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہو اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہو ہم دلائل شرعی

چار قسم ہیں اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت بمطلب دونون قطعی یا یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا احتمال نہیں یہ مفید الیقین ہی اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہی جسکا ثبوت قطعی ہی اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہی اور یہ مفید ظن ہی اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہی جسکا ثبوت ظنی ہی اور دلالت مقصود قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہی جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب ہی اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی مین گھوڑون کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہی کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین ولیکن اسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہی انتہی انتہی ما فی الزیلعی ہم حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محروم ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہیگا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہی کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہی اور اسکو حلال نہین کہا ہی کیونکہ اسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہی اور اسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصہ مقام یہ ہی کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہی کیونکہ انکے نزدیک قطعی بھی حرام ہی اور ظنی بھی اور دونون کا مرتکب معاقب بالنار ہی اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہی اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاقب ہی نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی نہین ہی کذا فی الطحطاوی ثم ذکر الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہی اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اسپر لازم ہو اور حدیث مذکور یہ ہی قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعہا العبد الی فیہ کذا فی منح بلا لیہ یعنے حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی یہان تک کہ اس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہی حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار مین ہی اور منتقی مین ہی کہ جو شخص مردار نہ کھاوے مخمصہ مین یا روزہ رکھتا جاوے اور نہ کھاوے یہان تک کہ مر جاوے تو وہ گنہگار ہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد صحیح یہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبایع آدمیون کی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یندفع الانسان الہلاک عن نفسہ کھانا فرض ہی لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے و ماجور علیہ وہو مقدار ما یتمکن بہ من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یبحہ کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہی جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اسقدر کھانا ہی جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی ادائے فرض سے ضعیف ہو جاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہی قلت وفی الملتقی بالعین الفرض بقدر ما یندفع بہ الہلاک ولکن مع الصلوۃ قائما انتقد فتنبہ مین کہتا ہون اور ملتقی بالغین معجمہ مین یون مذکور ہی کہ اسقدر کھانا فرض ہی جس سے ہلاکی دور ہو اور اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انتہی کلام الملتقی تو خبردار ہو جا علم اسقدر کھانا اسواسطے فرض ہی کہ اس سے فرض عبادت ادا ہین

بوسکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوته اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو، وحرام عبر فی الخانیة بیکرہ وہو
ما فوقه ای الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنه انه افسد معدته وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی
اتنا کہانا کہ کہانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ میں فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ میں اسکو مکروہ کہا ہے
یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی میں کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو اور زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے
اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ
کے تین حصے کرے ایک تہائی کہانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت مذاہب انہیں ہے جو بہت پیٹ کو بھرتے ہیں
ابوداود نے روایت کی ہے اور شکر کرے کہانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد قوة صوم الغد او
لئلا یستحیی ضیفه او نحو ذلک آسودگی سے زیادہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اسکا مہمان شرما وے
یا مانند اسکے کسی اور غرض سے کہانا درست ہے حرام نہیں ہے ہم عذر نکو رہا چنانچہ زیادہ کہانا ترک کرنیکے واسطے حرام نہیں انس بن مالک صحابی طرح طرح کے
کہانے کہاتے تھے اور ذکر کرتے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیة والخانیة ولا تجوز الریاضة بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادة اور جائز نہیں
تھوڑے کہانے کی اسقدر ریاضت کرنا کہ اسے عبادت سے ضعیف ہوجاوے ولا باس بانواع الفواکه وترکه افضل اور طرح طرح کے میووں کے کہانے میں
کچھ مضائقہ نہیں اور اسکا ترک کرنا افضل ہے وتکره اتخاذ الاطعمة سرف اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے ہم مگر حاجت کے وقت کثرت
اطعمه سرف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہیں کہا سکتا تو تکثیر اطعمه درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کہاسکے جسقدر سے اور اسے عبادت پر قادر ہو یا
مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمه میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصة وکذا وضع الخبز فوق الحاجة اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ
صرف ہے مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریة وسنة الاکل البسملة اوله والحمدلة آخره وغسل الیدین قبله وبعده ویبدا بالشباب قبله وبالشیوخ
بعده ملتقی اور کہانے کے وقت سنت ہے کہانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کہانا
سے پہلے جوانوں کے ہاتھ دہلانے سے ابتدا کیجاوے اور کہانے کے بعد بڈھوں کے ہاتھ دہلانے سے ابتدا کیجاوے کذا فی الملتقی هم اور اگر اول میں بسم اللہ
کہنا بھول جاوے تو یوں کہے بسم اللہ علی اوله وآخره اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو
ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کہانے سے فراغت کریں اور اسکی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں
دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا نچاہیے اور بعد از طعام پونچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل
ہو جاوے مٹوس سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اسمین باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضیخان میں لاباس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام میں آیا ہے اور مٹوس سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے
منقول ہے اور تعلیم فرمائی جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمین استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے
کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نہ کہاوے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے ہاں اگر پھونکنے میں مانند اف کے
آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دستارخوان پر گر پڑا ہو اسکو کہانا یہ سب امور مندوب ہیں اور
سنت میں راہ میں کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کہانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے الاکل من
العالمگیریة تتمه اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ انکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات کو
روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کہاوے اسواسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کہاوے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہی ہاں اگر طبق مین رنگ اسپر نگا ہوئے ہون تو ہر طرف سے چاہئے کہاوے اسی طرح اگر طبق مین الوان طعمہ ہون تو ہر طرف سے
کہانا درست ہے حدیث مین وارد ہی کہ جو رکابی کو چاٹے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہی کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھکو شیطان سے آزاد کیا اور
امام احمد کی روایت یون ہی کہ رکابی اسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہی حدیث مین وارد ہی کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہی اور جس قوم نے
روٹی کا اکرام کیا اور حقارت کی تو حق تعالی انکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہی اور اسکے اکرام سے یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی روکھے
کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اسوقت مین جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہی تو جو اسکا حال جانتا ہو اسکو اتنا کہانا دینا فرض ہی جسقدر
سے وہ خروج اور ادا سے عبادات پر قادر ہو اور اگر طلب خروج پر قادر تہا سو وہ مر گیا اور کسی نے اسکو کہانا نہ دیا تو جو لوگ اسکا حال جانتے ہونگے سب گناہ مین شریک ہونگے
اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اسپر کسب واجب ہی اور سوال کرنا اسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہی گدہی
کا گوشت اور اسکا دودہ یعنی پالتو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہی برخلاف مالک کے ہم کراہت ہمارے مذہب کے حق مین ہی اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ
حلال ہی کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہی جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گاے
یا بکری یا اونٹنی ہی جو گوہ کہاتی ہو اور مکروہ ہی گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہی ہم ہدایہ
مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا دودہ حلال ہی چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ
ہی وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاوے یہانتک
کہ اسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہی بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بکری کے واسطے
چار دن اور اونٹ اور گاے کے واسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ
یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اسکا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہی جیسے وہ حیوان حلال ہی جو پالا گیا سور کے
دودہ سے اسواسطے کہ اسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہی اسکا کچہ اثر باقی نہین رہتا ہی ہم اور اسیطرح جو بکثرت
نجاسات سے کھینچے جاوین تو اسکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصیدہ شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو
شراب پلائی گئی پہر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اسکا کہانا حلال ہی اور مکروہ ہی کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب
من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہی کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون
کے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو
سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کہاو انکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پہر
جب کہانا پینا انمین منع ہوا تو اسی طرح ان برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال
بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومراۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہی کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا انکی سلائیون سے
اور جو استعمال اسکے مشابہ ہی چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکے مکروہ ہیں ہم ظروف مذکورہ کے مانند ہی چاندی سونے کی سینی
اور سلفچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ
بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر وصب الماء والدہن فی کفہ لا فی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ قہستانی وسیجئ
ونحوہ ما حررہ فی الدرر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اسوقت ہی جب کہ انکو ابتداء استعمال کیجیے ان کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

دگرون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہین تو اگر کھانا نقل کیا جاوے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی
یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اُسکو استعمال کرے تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے
درر مین تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ہم درر مین یون مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین اُنکا استعمال اُسوقت حرام ہے جبکہ
اُنہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاوے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسیطرح مستعمل ہون اور اگر اُنہین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ
مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اُنسے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر مین یعنی علامہ دانی اور نوح حنفی اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال
چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اہل اسباب مین یہ حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہے
تو ورا سے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ہم ہر چند درر کے موافق فتاوی
عالمگیری مین محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال لوحنیفہ والجوشن والساعدین
منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے کراہت
سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا باوانی متخذۃ من ذہب او فضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا باس بل فعلہ السلف خلاصۃ حیث
اباح ابو حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت مین ہے جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور
اُسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اُسپر دیبا اور مانند اُسکے فرش کرنا تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین بلکہ
اُسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہانتک کہ امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اُسپر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر
والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور
بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر مین مٹی کے برتن رکھے اُسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ہم ظاہرا
کراہت اُسوقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور ادا سے سنت دونون موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے
برتن ہین لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن مین برخلاف امام
شافعی کہ اُنکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع
ہو چاندی سے فارسی مین اُسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرا اور جڑاؤ ہم منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی مین مرصع ہے اور قہستانی مین مزین بالفضۃ ہے
اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہین زیلعی نے کہا یہ اختلاف اُس صورت مین ہے جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا
پانی برتن پر ملا ہے جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے اُسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہین چنانچہ شارح اُسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی
والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یتجنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین
پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر لیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا
رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اُسکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے ہم اجتناب فم کا اعتبار ہے اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور
جوہرہ مین مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اُسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب
او فضۃ والکرسی المضبب بہا وحلیۃ مراۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی برتن مین چاندی سونے کے پتر چڑھے ہین اُس کے استحکام
کے واسطے اور اسی طرح جو چاندی سونے کے پتر چڑھی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کچھ مضائقہ نہین

کھانے پینے کا ظرف نہ ہیچے اور مفضض مین جہان سونے چاندی پر منہ رکھے اور اسیطرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور
اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہی بشرطیکہ اسپر قعود نہ واقع ہو اور
ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہی لیکن مضمرات مین ہی کہ امام اعظم کا قول صحیح ہی انتہی کما لو جعلہ فی السیف والسکین او فی قبضتہما او لجامہ
اور رکاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہی اگر تلوار اور چھری کی کوٹھی مین یا ان دونون کے قبضے مین یا لگام یا رکاب
مین کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ مین ہم کافی مین ہی جبکہ چھری کی کوٹھی مین اور تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑے گا تو مکروہ ہی اور نہین تو مکروہ نہین ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الکتابۃ الثوب بذہب او فضۃ وفی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب کمن
وثانی یکرہ الکل اور اسی طرح درست ہی کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی مین ہی کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہین
اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہین ہم امام اعظم کی دلیل پر حدیث ہی جو بخاری مین انس سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا
تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑ گیا اور احمد کی روایت مین ہی کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس مین
چاندی کا پتر جڑا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یخلص فلا
عبرۃ للونہ عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہی یعنی جس چیز مین چاندی سونا علحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھیرا
ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہی بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ مطلا یعنی چاندی سونے کا پانی ہلاک ہی جدا نہین ہو سکتا تو اسکی
کی نقط رنگت کا کچھ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ
بخبر الواحد اور مقبول ہی کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہ گوشت مول لیا ہی یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا
کہ مین نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی
المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی
اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ کافر کی خبر مقبول ہی بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہی اور کافر کا قول مقبول ہی حلت
اور حرمت مین یعنے وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہون ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہی ہم ایک شخص کا قول مقبول
ہی معاملات مین خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت
اور مضاربت اور رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہی لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہی تو اگر اسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اسپر عمل کرے
اور اگر گمان غالب نہ ہو اسکے صدق کا یا شک ہو تو اسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین
چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک
ولو انثی والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہی تحفہ بھیجنے مین خواہ غلام نے
یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہی اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہی مالک کو والاذن سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا
اور مقبول ہی غلام اور صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج مین ہی کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر
نے دوسرے شخص کے گھر مین داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہی کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یون ہی کہ اس سے لوگ باز نہین
رہتے لہذا یہ جائز ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رایہ صدقہم فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لا باس ببیعہ ولو نحو زبیب و

علاوی فی بیع لان الظاہر کذبہ وتمامہ فیہ اور اذن تجارت مین سراج مین اُسکی تمہید لگائی ہے جبکہ اُسکی رائے مین اُنکا صدق غالب ہو تب قول مقبول
ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اُسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیزین کے مول لینے کا
قصد کرے تو اُس کے ہاتھ بیچنا لائق نہین ہے اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اُسکا پورا بیان سراج مین ہے ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال نہایت
رغبت رکھتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اُسکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے
منگوایا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہ اشتباہ نہین ہو سکتا ہے ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق
اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہ ہے کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات مین
عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرط نا مستجمع کیا جا ہے کہان اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اسکو نوکر رکھے اور لوگون کے
پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین ہے اخبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع
ہین تو اُسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اُسمین فقط تمیز کا ہونا کافی ہے کذا فی الزیلعی کما اذا اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان
غلب علی رأیہ صدقہ کا مر یعنی آخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اُس سے اُس کا
خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے کے گمان مین اُسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بھی اُسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی
الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور مشروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور اللہ کے علی الاطلاق کے درمیان
واقع ہین ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہین تو اُسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور غیر ممیز کا قبول کرنے کی اُسمین کچھ
ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے
تیمم کرے اور اُس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اُس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ
غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل
بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ
کہین کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہان اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اُنکے قول پر ولو اراق الماء ثم تیمم فیما اذا غلب علی رأیہ صدقہ وتوضأ وتیمم فیما
اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر مین اور وضو اور
تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو گمان غالب ہو اُسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اُسمین زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہے اور اُسکا
تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اُسمین اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی واما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ
فاراقتہ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اُسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصۃ والخانیۃ
ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اُسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اُس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر ذمی ہے اُسکی
خبر لازم نہین لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر یعنی کہتا ہون
کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اُسکا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم
مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہین ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی
یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اُسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دے گا یعنی مسلم کی

خصوصیت مین تو حکم اسکا نافذ نہ ہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بالطہارۃ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر
دی اور دوسرے متقی نے اسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہان اس صورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا
ہم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونون خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وقد ثبت فی الغیاثیۃ فی اوان طاہرۃ
ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ وان الاغلب طاہرۃ تحری وبالعکس او السواء لا الا للعطش اور علیہ معتبر ہو ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم مل گئے اور ذبوح
جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا ذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرکے اور اٹکل دوڑاوے
اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف
مین گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب تحری مطلقا اور کپڑون مین ہر طرح گمان غالب معتبر ہے ہم خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر
عورت مین کپڑے کا کچھ بدل نہین اور پانی کا بدل مٹی ہے تیمم کے واسطے ودعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل فلو علی المائدۃ لا
ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو ولعب یا راگ
ہو تو بیٹھے یا کھاوے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دسترخوان پر نہو اور اگر خلاف شرع دسترخوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وجوبا بلکہ نکل جاوے
ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قرآن مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھو نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی
ملاقات کے بعد ہوا اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت
دعوت مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے
لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ تو اسکے فسق سے راضی نہین اور اسی طرح
اسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لیئے سے تو دعوت قبول کرے اور کھاوے اور اگر اسکا غالب مال
حلال ہے تو اسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اسکے مکان پر گیا تو جو اسکے ذمہ پر تھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کھاوے یا نہ کھاوے نہ کھانے سے کچھ حرج
نہین اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہے یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکرگذاری چاہتا ہے تو خصوصا اہل علم کو اسکی دعوت
قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الملتقط وان حضر فان قدر علی المنع فعل پھر اگر دعوت مین گیا
اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ہم یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو کچھ
خلاف شرع دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے مٹادے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہ ہوسکے تو دل سے اسکو برا جانے اور یہ ضعف الایمان ہے
والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدا
خاص نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین ہم اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکلجاوے اور نہ
بیٹھے اسواسطے کہ اسکے بیٹھنے مین عیب لگتا ہے دین مین ہم اور اسمین معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ ہم
جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین نے صبر کیا تو یہ انکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان
ممن یقتدی بہ اولا لانہ لا یلزمہ اجابۃ الدعوۃ اذا کان ہناک منکر لا تبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرجاوے تو اصلا وہان نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت
کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اسکے کذا ذکرہ ابن کمال ہم نجانیکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراج
ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہین ہم ملاہی سے تین مستثنی

ہین بموجب حدیث کے نزدیکی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر مین
گھس جاسکتے ہین بدون اونکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے ہم یعنی ہر چند کسی کے گھر مین بلا اذن جانا درست نہین لیکن جب اُن لوگون نے خلاف شرع کے
ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کردی تو انکی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عبد اللہ
بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل مین نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جکذ ہے قلت وفی البزازیۃ
استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح
الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار
وفیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ باجون کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اسپر بیٹھنا فسق ہے یعنے طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا
کفر ہے یعنے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہین گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب
یہ ہے کہ کنارہ کش ہو جاوے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مبارک مین داخل
کر لیا تھا اسکی سماعت کے وقت اور بزازیہ کے اشعار اگر انمین فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہین انتہی ما فی البزازیہ او لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی
النہایۃ یا تلذذ بسماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ فائدہ ومن ذلک ضرب النوبۃ
للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبتہا فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء
الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر
نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اسکا مضائقہ نہین چنانچہ جیسے تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانیکی یاد دلانے کے واسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز
اور صور کی آواز مین فی الجملہ مناسبت ہے تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی
قبرون سے اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اُس شرح مین ہے جو مینے ملتقی الابحر پر تعلیق کی ہے ہم شرح ملتقی مین شارح نے کہا ہے مروی ہے کہ شادی نکاح مین دف بجانا
جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور دوسرا اجنبیہ مین ہے دف اُسوقت درست ہے جبکہ اسمین جلاجل یعنی جھانجھین نہون اور اُسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تتمہ پہلا گانے والا ابلیس تھا
کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگون نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اُسکے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار
گوسالہ پرستون کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ مین ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا یعنے مت چل زمین مین اتراتے اور تکبر
کی راہ سے اور رقص مین نہایت تبختر اور سجادت اور اتراہٹ ہوتا ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہون نے کہا کہ غلبہ وجد مین رقص
منع نہین جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع مین تاتارخانیہ مین وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جسکی حرکات مرتعش کے مانند
ہین اور یہ اس صورت مین ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام مین وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کبھی حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے
سبب کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی مین ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہین حرام ہے وہان بیٹھنا جائز نہین اور جو قوم
سابقین ایسا نہین کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہین کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث
تواجد نبوی صحیح نہین سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اسکا وجد پہونچ جاوے کہ اگر اسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اُسکو کچھ خبر نہو درد و الم کی
انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا کے مجرد کا کتاب الشہادات مین مفصل مذکور ہو چکا فلینظر ثمہ

فصل فی اللبس یہ فصل پہننے کے مسائل میں ہے فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے
کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت
کے چنانچہ سنت میں یہ صحیح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوسطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرت سے یعنی جو نہایت
نفیس ہو اور نہایت خسیس اور تجمل وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور
مباح مجلس میں شرکت اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحرم لبس الحریر ولو
بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا
حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیفہ یہ ہے کہ
ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہو علم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح میں
ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیفہ قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا
کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن
دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور
بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے
مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی
پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر اوفی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے
امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے علم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی ضرب سے
بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر
نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئیں مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور
بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں علم شمس الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ
وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسطہ فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں
مشرح بیان ہے علم اسکی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں خلاف ہے شمس الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر
مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے علم کا
طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجئے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں
تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ
اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے
بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے علم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل پگڑی کا مذکور ہے نہ علم اور
ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ ستر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا
اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی

اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اُس کا اندازہ چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبیٰ العلم فی العمامۃ فی موضعین
اوکثر یجمع وقیل لا اور مجتبیٰ میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ یا زیادہ ہو تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا
کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
العمامۃ علیہا علم من فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبیٰ میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہو
چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ یکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت
ہذا ثبت کراہتہ ما اعتادہ اہل زماننا من القصر السمرۃ انتہی مجتبیٰ میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پیراہن کے اطراف میں ریشم کی کٹور اسا ہو میں کہتا ہوں اس روایت
سے ثابت ہو گئی کراہت اُسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہو رہی ہے پیراہنوں کے پہننے کی ہم طحطاوی نے کہا یہ روایت خلاف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری
وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوفہ بالحریر عامہ علماء فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے یعنی محشی ہدایہ
نے کہا یہ حدیث صحیحین میں اس طرح ہے کہ اسما بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے اور آستین دیبا کا گریبان سیا تھا اور اُسکے دونوں چاک
دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اُسکو لیا سو آنحضرت اُسکو پہنتے تھے سو ہم اُسکو دھو کر بیماروں کو واسطے اُسکی
برکت شفا حاصل ہونے کی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اُس جبہ کی جیب کے دونوں آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں
یوں روایت ہے کہ اُس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اُسکو دعاوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی
مختصراً وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم ملا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یخالفہ
اور مجتبیٰ میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں حکم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبیٰ مصنف نے اپنی شرح منح میں
کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب دُرر غرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مجتبیٰ کے مخالف ہے
وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی
زماننا انتہی قلت قال شیخنا وظنی انہ لا مخالفۃ الرایۃ والعقد علی الرمح فانہ حلال لو کبیرا لانہ لیس بلابس وبہ یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال
ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اُس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے
اُس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانہ میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے اُستاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع
ہو گیا یعنی ربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ہم روایت کی بشر نے عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے
کپڑوں میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اُس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع
ہے اور اُسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو
جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہر یہ ہے خلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے اُستاد کے قول سے توفیق بین القولین
حاصل ہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ہو ما سداہ ولحمتہ ابریسم شرح وہبانیۃ للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے جھپرکھٹ اور سہری
میں دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر ستر رقیق والناموسیۃ لانہ لیس بلبس بل کبیت وتسمیہ ... [illegible]
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے [illegible]

پیچھے کے واسطے لینے چپیر کھٹ اور مسہری کا اور بنانا مسہر یا پشہ خانہ قال شارح الوہبانیہ فقال سعدی کلۃ الدیباج فالنوم جائز و فی القنیۃ والملتقی وا سیط شارح

وہبانیہ نے اسکا بیان کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چپیر کھٹ مین سونا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی مین یہ جواز مرقوم ہے و تکرہ التکۃ منہا ای من الدیباج

وہو الصحیح و قیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازار بند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازار بند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ

وہ مستقل اور جدا گانہ چیز ہے بخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی و کذا تکرہ القلنسوۃ و ان کانت تحت العمامۃ اور

اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی

سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر

تو درست ہے والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے

واختلف فی عصابۃ الجراحۃ ہو ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے

کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازار بند کے مانند و فیہ ان لا ان یزین بیتہ بالدیباج و تجمل باوانی ذہب و فضۃ بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو

اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہے بشرط عدم تفاخر و تکبر لینے مکان مین اللس وغیرہ کا چھت

پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر و فی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ و لبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا

اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے و فیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من ابریشم لعذر قلت و مثلہ الرمد اور قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین ریشمی سیاہ کپڑا

باندھنا اپنی دونون آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا و فی شرح الوہبانیہ عن المنتقی لا باس بعروۃ

القمیص و زرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے

پیراہن کا لینے خود لباس مستقل نہین و فی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ

کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈیون مین و فیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ و یکرہ من الذہب قالوا و ہذا مشکل فقد رخص الشرع

فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین نقش و نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ

ہے سونے سے علماء نے کہا اور یہ لینے عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف لینے حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے

انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ مین ہے علم لینے نقش و نگار سونے سے مذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسیطرح ٹوپی مین ظاہر مذہب مین

جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین بمعنی خیاطت مراد ہے اور

حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کہین ہے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا

ثابت ہے اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصراً اھم و باللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے

کہ کفہ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لنبا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور

دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع کی ثابت ہوگئی واللہ اعلم و یحل توسدہ و افتراشہ

والنوم علیہ و قالا والشافعی و مالک حرام و ہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر

سونا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے

لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین حلت کے

قول میں کذا فی الطحطاوی واما جعلہ دثارا او ازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک
مکروہ ہے کذا فی السراج ھم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی
چیز پر بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع وتحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ
فکانت ہی المعتبرۃ دون السدا اور حلال ہے شروع جسکا تانا ریشم ہے اور اسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہے چنانچہ کتان یا اسی کی چھال کا یا روئی کا
یا خز یعنے دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ ہی سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا
نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان الراجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من الدرایۃ
بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ افتوا بخلافہ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی
کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں کہ پوشیدہ نہیں کہ بانے کا اعتبار کرنا
قول راجح ہے چنانچہ درایہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبے میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہے یعنے برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی
دیا ہے ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہے اور بانا روئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا
غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع اکثرہ ومنہم العینی انتہی قلت ہذا کان فی زمانہم
واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیۃ فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز لغت فارسیہ [illegible] دریائی جانور کا صوف ہے انتہی میں
کہتا ہوں اور یہ یعنے اطلاق خز کا صوف پر فقہا سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیۃ
تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وعکسہ [illegible] فی الحرب فقط [illegible]
فلا دثارا [illegible] فیحرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے
بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونیکے سبب کذا فی السراج
ہم نقل اجماع کا محل غیر معلوم ہوگا واما خالصہ فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک
لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ھم جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہے تو اسکا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور صاحبین درست نہیں
اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمیں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر یہ ہے اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں یوں ہے کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے
اسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص ادفع سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں عجب اور التاہے اپنی چمک کے سبب انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ
میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہے کیونکر جائز نہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب
میں کہتا ہوں اور میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہوا اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو
حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا او خط منہ خز وخط منہ قز وظاہر المذہب عدم جمع التفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کانہ قز کلہ فاما
اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور
حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہوا اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اون کی ہے اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب
ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہی مانی الحاوی

اور یہاں سے اشارت ہے اس قول کی طرف کہ ایسا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب معلوم کر چکا ہے کہ حلت اور حرمت میں بُننے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نمود اری کا بنا بر قول
ثانی ہے الا یہ کہ دیکھے تو اسکو دیکھے یعنے اگر اسکی پشت کا بانا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر
للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد هم یعنے دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے
سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ریشہ نگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مردوں کو ان کے سوا کسم کا رنگ بھی
مکروہ ہے چنانچہ شامی [illegible] میں ہے [illegible] ایک گھاس ہے اسکا رنگ زرد ہوتا ہے ومفاده انه لا یکره للنساء مردوں کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا
رنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں ہے سوا زعفران کے باقی رنگوں میں مردوں کے واسطے وفی المجتبی
والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا باس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفاده ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ
میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے اس واسطے کہ لا باس کا کلمہ اکثر ترک اولی میں مستعمل
ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو اسی سرخی میں ہے جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو جیسے لاکھ اور مجیٹھ اور آل اور کرمدانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ
فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ میں ثوب احمر کی حرمت کی تصریح
کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنے جب مطلق کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور
تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح متن میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام میں ایک رسالہ ہے
اسمیں آٹھ قول مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے هم امام اعظم رح سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں ہے سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریۃ
عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اسکے سوا میں الا بخاتم ومنطقۃ
وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد
نکرے یعنے وہ آرائش جو تجبر اور تکبر ہو هم قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جسکے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتہی ظہیریہ میں ہے کہ اگر
تمام کمر بند چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگاوے اور حمائل [illegible] حلیہ سیف ہے ہر چند کمر بند اور
حلیہ سیف [illegible] کا درست نہیں لیکن چاندی [illegible] کا ملمع درست ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لا باس باستعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل یحل ان لم
یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ لبس [illegible] ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجیء حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی میں ہے کہ استعمال ایسی پٹی کا حلال ہے جسکا بیچ
دیباج ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہو اور اسمیں [illegible] کے لعبہ [illegible] ہے کہ پٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے
پہننے کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنے چاندی سے حاجت
رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص
وزجاج وغیرہا تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہا کی دلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت
باقی نہ رکھی اور سرخسی نے جواز الیشب والعقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے هم یہ گفتگو حلقہ انگشتری میں ہے اور نگینہ تو
بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ
یہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داود والترمذی والنسائی لبعض مشائخنا سے [illegible] میں
کہ [illegible] درست [illegible] فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز وتمامہ

اُسکو دیکھنا اور چھونا حرام ہی کذا فی الہندیہ) مرد کا مرد کی طرف یا عورت کا مرد کی طرف نظر کرنا حلال نہیں کذا فی الملتقی والاولی ان یقال الرجل لیلائم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعدہ قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر
اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرفہ بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہو اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہی کہ جب باللام مکرر آتا ہو تو
ثانی عین ہوتا ہی اول کا اور اسیطرح کا کلام ہی اسکے مابعد میں یعنے تنظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی میں کہتا ہون اور قرینہ مقام مناظرت کے واسطے کفایت
کرتا ہی ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے
زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا ہون یہین تو صریحاً اعتراض ہی بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہو کہ اگر
مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہو اپنے کپڑے سے ڈھکی ہو تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام الزاہدی تو قہستانی کی خطا
فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ہم زیلعی میں ہی عورت کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگرچہ اسپر کپڑے ہون لیکن جب کپڑے سے اسکا حجم معلوم ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم
ہوتا ہو تو نظر نکرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو شخص عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہان تک کہ اسکی ہڈیون کا حجم ظاہر ہو جاوے تو وہ
شخص بہشت کی خوشبو نسونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوا اسکے جو
ما بین اسکی ناف سے ہی اسکے گھٹنون کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور داخل ستر ہی اور ناف
عورت نہین ہم عورت غلیظہ ہی اور پیشاب کی جگہ اور پاخانہ کی جگہ ہی اسکے بعد ران اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کھلی
دیکھے تو اسپر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب سے یعنے اگر نمانے تو مارے کذا فی الملتقی ومن سوم ومشترۃ لحلال
وطیہا فخرج المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی وتحل بالمفضاۃ فانہ لا یحل لہ وطیہا وینظر الیہا قہستانی
قلت وقد یجاب بانہ اعلی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اُس لونڈی کی جسکی قربت اسکو
حلال ہو فرج کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا ندیکھنا بہتر ہی کہ نسیان پیدا کرتا ہو حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی
اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب حرام ہو نکل گئی اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم
بیگانی لونڈی کی برابر ہی کذا فی المجتبی اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہی اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہی اعتراض وارد ہوتا ہی اُس عورت کا جسکا پیش اور
پیس ایک ہوگیا ہی پردہ پھٹ کر کہ اسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہی کذا فی القہستانی میں کہتا ہون اور کاہے یون جواب دیا جاتا ہی اس اعتراض کا کہ
قاعدہ مذکورہ اکثری ہی کلی ہم لونڈی کی حرمت مصاہرت کی صورت یہ ہی کہ مثلاً خواہ وہ مان ہو یا بیٹی زلیخا میں ہی کہ بہتر یہ ہی کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی
شرمگاہ کو ندیکھے اسلیے کہ حدیث میں آیا ہی کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہو جاوین گدھون کی مانند کذا فی الطحطاوی
ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ
فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے نخوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی
ایسا ذکر کیا ہی ہدایہ میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اسنے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہی جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی
حلال نہین بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو محرمات نسبی جیسے مان بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی جیسے دایہ اور اسکے اصول اور فروع
اور خوشدامن وامثالہا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کی طرف نظر کرنا حلال نہین لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکھے مرد اپنی
محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ مین امام شافعی کا خلاف ہی واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الآیۃ وتلک المذکورات
مواقع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور تفسیر مدارک مین اصل اسمین اللہ تعالی کا یہ قول ہی کہ عورتین اپنی زینت کو ظاہر نہ کرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور

عورت حبشیہ کی تو غیر محرم مرد کپڑے کے اوپر سے چھو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی و بیان ان لفظۃ لا فی نقل القہستانی و لکیہا بالاحتیاج الیہ زائدۃ فتنبہ اور جو بہرہ کی تردد
مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی ولکیہا بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا ہم یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت
ہو اور حالانکہ چہرہ سے مذکور ہو جیسا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولا یمس فی لکن ای ما حل نظرہ اذا اراد ذلک شراء وان خاف شہوۃ للضرورۃ وقیل لا فی
زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا
خوف ہو چھونا درست ہو ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں یعنی اگر لونڈی
کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت و امۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار
واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہنچ گئی ہو اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا چاہیے ایک تہبند میں جو
ناف سے زانو تک چھپا دے اسواسطے کہ اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبیٰ الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ
قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافرہ ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ
اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ ثم قدم
اجنبیۃ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے
اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ
نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا
فینظر الی وجہہا وکفیہا فقط ثم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمہ اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو
فقط اسکا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں اسکے پاس جا یا کرے بدون اسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور
امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ
والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے
چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا
اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض وشاہد
یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو
دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پہ گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور
یشہد میں لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اسکا نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعویٰ کیا ہو تو
اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضائے شہوت
کے واسطے بالقدر الامکان امر قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ
دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضائے شہوت کے قصد سے ہم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت
سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا
چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وشرائہا ومداواتہا اور اسیطرح عورت کے خریدنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے

ینظر الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرہا علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اور چاہیئے
کہ موضع مرض کے سوا بقدر ضرورت ہی کے متعین ہونے میں ہم نے شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو لیکن
اسمیں ظاہر منفعت ہو اس طرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہے تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت لاغری کا ہے جس سے تلف
ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہو ورنہ نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی وکذا النظر فالنظر الی موضع الختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال
ہے ہم نے جو بیان کیا کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہ ہو سکے تو فقط ایک ہی بار موضع مرض پر کفایت کر
اجازت عام نہ سمجھے وینبغی ان یعلم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور اولی یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا
علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر ہلکی ہے بہ نسبت غیر جنس کے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج
نہ کر سکے اور ضرورت ہو شدید اور دردناک کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ جہاں تک ہو سکے سوا اس جگہ کے اور اعضاء میں محرم و غیر محرم
عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسواسطے کہ اعضاء حیض کا دیکھنا حلال نہیں بہ سبب محرمیت کے سبب بھی و تنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد مرد کو دیکھ سکتا ہے اسکا مرد کو ہم یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے اسواسطے کہ
ضرورت داعی انکشاف ہے آپس میں مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالبًا سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے درست ہے بخلاف الرجل
للمحرم والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا کہ ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج
وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اسکو شہوت ہونے کا
خوف نہ ہو فان لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح فی الفصلین تتارخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہ ہو یا خوف شہوت
ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت
یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الی المضمرات
والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ مجتبی اور ذمیہ یعنے کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت
کی طرف نظر نہ کرے سوا چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبی اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں سے بیان
کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز
النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانۃ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقلامۃ ظفر رجلہا دون یدہا مجتبیٰ اور جس عضو کا
دیکھنا جائز نہیں قبل انفصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار عورت یا مرد کے
اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤں کا ناخن تراشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفیہ النظر الی ملاءۃ
الاجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبی میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرہا او
شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والنامصۃ والمتنمصۃ النامصۃ التی تنتف
الشعر من الوجہ والمتنمصۃ التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو
یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑوا دے اور جو گودے

تو امام اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک مالک ہو گئے سو اگر جاریہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آوی تو سب کے نزدیک اس پر استبراء واجب ہوگا انتہی تو یہ جب ہے کہ فصل
کی تحریر ہے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اسکو نہیں لے گئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن اور شارح
کے کلام میں کچھ اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی ولو ردت المغصوبۃ او الآبقۃ او المبیعۃ الغاصب خائنۃ اور جاریہ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبراء واجب نہیں ہے بلکہ اسکو غاصب
نے بیچ ڈالا ہو کذا فی الخانیۃ اور اگر غاصب نے بیع بعد التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا جانتا ہو گا تو مالک پر
استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہو گا تو بصورت عدم جماع کے استبراء نہیں اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستاجرۃ وفکت المرہونۃ
لعدم انتقال الملک اور جاریہ مستاجرہ اور جاریہ مرہونہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہ ہونے کے سبب یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک
زائل نہ ہوگئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وفسخت ثم البائع بخیاره لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو
توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جاکر مشتری نے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے
سبب بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہیں اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضت ان لم
یطأہا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اس پر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اسکی قربت نہ کی ہو اسواسطے
کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہ ہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اسمین استبراء کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی
وکذا لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر
استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ
شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم انقضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور
اس پر قبضہ کیا پھر اسکی عدت منقضی ہو گئی تو اسکا استبراء نہ کرے اسواسطے کہ اسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت ہم
صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اسکی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت
وفات ہو یا طلاق اور اسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اس پر استبراء واجب نہیں ہے اگر عدت قبل از قبض منقضی
ہو گئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبراء کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا یفعلہا
بہ یفتی اور کچھ مضائقہ نہیں ہے اسقاط استبراء کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا
حیلہ نہ کرے اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت
معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور بصورت قربت محمد رح کے قول پر فتویٰ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں انکو حلال
نہیں کہ ایک عورت سے اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں قربت نہ کی تو یہ نہی متحقق نہ ہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہ ہوں تو عدم جواز ظاہر ہے
تو بہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرۃ او اربع او ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریہا فتحل للحال لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ
لا یجب ایضاً اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حیلہ جس وقت کہ اسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہ ہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرلے اور اس پر قبضہ کرے پھر اسکو خرید کرے
تو وہ جاریہ اسیوقت اسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہ ہوگا ہم قبل خرید کے
قبض اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبراء ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق
مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا ہے کہ قبض شرط ہے

نہ دخول اور مشہور اول قول خصی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہی قول صحیح تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و نقل فی الدرر
عن الظہیریۃ اشتراط وطیہ قبل الشراء او ذکر وجہہ اور درر میں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہے کہ
یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو پھر وہ خرید نے کے نکاح باطل ہو جاویگا پھر بسبب ملک کے
وقت نکاح نہ رہا تو استبراء واجب ہو گیا اسکے سبب متحقق ہونے سے یعنے استبراء حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر و ان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان یزوجہا
البائع او غیرہ و ہما ممن یثق بہ کما یجی قبل الشراء او ان یکونہا المشتری قبل قبضہ لہا فلو بعدہ ظلم ایسقط ممن یوثق لیس تحتہ حرۃ اور اگر اسکی نکاح میں حرہ ہو بلکہ
ہوئے بیان ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جسکو تھا طلاق دینے کا جیسا کہ اسکا ذکر
قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا اقول و فی نکاح شرط ہے تو اگر بعد قبضہ کے نکاح
کر دیگا تو استبراء ساقط نہ ہوگا او نیز وہما یشترطان یکون الامر بیدہا او بیدہ یطلقہا متی شاء ان لا یلقاہا یعنی جاریہ کا نکاح کر دے تو ضروری ہے کہ شرط کر لے کہ جاریہ
کی مختار ہو یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اسکو طلاق دے یہ اسوقت ہے جبکہ بائع یا مشتری اس بات سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتری
الامۃ ویقبضہا او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول او بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور قبضہ کرے یا وہ شخص جس نے بیچا ہے بائع کے
مشتری جاریہ پر قبضہ کرے دونو صورتوں میں مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا حاصل کلام اگر اسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ
اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے اس سے کہ جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکا خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے تو استبراء نہ ہوگا
اسلئے کہ جسے غیر کی منکوحہ خریدی اور اسکی وطی مشتری کو حلال نہیں تو استبراء نہیں پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگی اور وقت
حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہے تو استبراء واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کر دیا امر دونوں سے پھر نکاح کے بعد اس پر قبضہ کیا پھر زوج

قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبراء واجب نہ ہوا بعد قبضہ کے اور اسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اسوقت استبراء کا
یعنے حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رح علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یوہبہا
فقال المشتری نصفہا و یوہب النصف الآخر کذا فی النقایہ اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو
قسم دلائی کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیجاوے کذا فی النقایہ یعنی تو اس طرح سے ہبہ یا
صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہو گیا او یکاتبہا المشتری العاجز او وقبض کما یفیدہ ظاہر علیہ
فیطلب الفرق بین الکتابۃ و النکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثاً کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا
قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ار التقیید المذکور فتنبہ یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے
چنانچہ شرط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے اور بموجب اسکے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنے اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے
بعد خرید و قبض کے تو استبراء ساقط ہو اور اگر بعد قبض اسکا نکاح کر دے تو استبراء ساقط نہ ہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں او البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق
مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کرینگے یعنے اگلے قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن
سے تصریح ہے تقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنے مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا
برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کرے ہم بعضوں نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے نقل سو ہے نقل نہیں کی تو عبارت
اسکی مجموعہ ہے چند کتب کی تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی قلم نسخ برضاہا

شہوت سے ہو جیسے ہوتا فقیہ ابو جعفر نے اسکو اور بزرگ کے چہرے کا بوسہ فقیہ ابوجعفر نے کہا کچھ مضائقہ نہیں بوسہ دینے میں ایک عالم دین یا دوسرے مرد کے چہرے کو یکبارہ
لقبیلہ یا عالم یا تارک دنیا یا عادل بادشاہ یا دین کی نسبت سے کذا فی العالمگیریۃ وکذا معانقتہ فی ازار واحد اور اسیطرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنی گلے سے گلا لگا کر
ملنا ایک تہبند میں یعنی کرتہ اور انگرکھا بدن پر نہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہوا ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ جب با شہوت ہو اور مراد یہ ہے
کہ ہر شخص پر تہبند ہو اور یہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ایک تہبند میں ہوں اسواسطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رض سے مروی ہے کہ ہمنے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انحنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں
ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار
میں ہے اور کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ دریافت کرنا چاہیئے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ فقط تہبند بدن پر ہو سوا اسکے کپڑے نہ ہوں اور معانقہ بغیر
کی شہوت سے ثابت ہے کما یجی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں بوسہ اور معانقہ کرنیمیں ایک تہبند میں
ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ وعلیہ المتون اور اگر ہر ایک کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے با جماع جائز ہے
اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں ہم حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر میں حبشہ سے آئے
تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور انکے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے
اور کافی میں ہے کہ اعراب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے آپ ہی یا آپ سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ
کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب ابطح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھکو سوار ہونا
لائق نہیں اس شہر میں جس میں خدا کا دوست موجود ہے پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور
معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ رض سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ جاز بالاجماع اور حقائق میں ہے
کہ اگر بوسہ بطور نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو باتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کما یجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اسکے گناہ جھڑ جاوینگے ہم یہ حدیث معجم طبرانی میں حذیفہ بن یمان سے یوں مروی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی
پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے
گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیت کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف
تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا یفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ
وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیٔ توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ
اور مجمع اور ملتقی میں وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی
مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابوں میں ذکر کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ حمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اسکو یعنی لیس بشیٔ کو اباحت

بدعت حسنہ ہے اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف ہے اور اذکار نووی مین یون ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگون کی عادت ہے تو اسکی شرع مین
اس وجہ خاص سے کچھ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نکرنا بعضے وقت کے کرنے کو
مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کردیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ
فیما علقتہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہے کہ سنت مصافحہ مین یہ ہے کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین
کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو
اسواسطے کہ اسمین ایک رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ ذکر کیا شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین اور شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ
مصافحہ مین ہاتھ ملنے کے بعد اور اقبال و بوجہ سے عبارت ہے تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین بخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل
وان کان کل احد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور
جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد کا ایک کپڑے مین
اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی اوالصبیۃ
عشر سنین یجب التفریق بینہما بین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی
المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی مان اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہے
بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو انکے بستر ون مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہے کہ جب چھ برس کو پہونچین یعنی جدا کرنا چاہیے
کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے ہم بستری ہے اور جو ایک کھانے پینے والا حاجت کا پاس بیٹھنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ
حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبیٰ مین ہے کہ جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان
عورت کے مانند ہے جیسے مسلمہ کا بدن سوا چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہین ویسے ہی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ
وصححہ الختان امام اعظم رح سے روایت ہے کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اور صحیح اسکی ختان ہے یعنی جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حمامی کو
ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت مین ہے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل
الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے
مگر در صورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرلے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اسکو خرید کرکے اس سے اپنا ختنہ کروالے اور
اگر بڈھا مسلمان ہوا اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولیٰ
جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ الا کا لازم ہے اسلئے کہ صواب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہے ولا الا انہ یفعلہ الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانہ فتختنہ
والظاہر فی الکبیر انہ یختتن ویکفی قطع الاکثر اور ظاہر مذہب کبیر السن کے حق مین یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہے حصول سنت مین ولا بأس
بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک اور عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے مین بطریق تبرک کے کچھ مضائقہ نہین کذا فی الدرر بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت
ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگو بہ تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیۃ مین اول کراہت
تقبیل مطلقاً اور یہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین کہ لا بأس بہ مطلقاً اور قول ثالث تفصیل یعنی اگر بوسہ تبرک کے واسطے ہے جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا
ہاتھ چومنا تو اسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہے اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل

غیر معتبر کہ ہو غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خاص یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے شرح ہدایہ میں
کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہو اسکی تقبیل بھی جائز ہے و نقل المصنف عن الجامع لا باس بتقبیل ید الحاکم
المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ یہ تو قول آئندہ میں
داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں و السلطان العادل و قیل سنۃ مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں
اور بعضوں نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی هم تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم
لڑائی سے پلٹے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور چومے آپکا دست مبارک چوا اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسیکو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت انکے واسطے
اٹھکر کھڑے ہو جاتے تھے اور انکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور
ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام انپر جھکے اور انکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل بطور حل ثابت ہوئی اور سر اور گردن کی اور احادیث سے ثابت ہوا اور تقبیل بین العینین جو علی المرتضی نے
عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم و تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے
حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا و تقبیل راسہ ای العالم اجود کما فی البزازیہ اور چومنا اسکے سر یعنی عالم کے سر کا عمدہ تر ہے کذا فی البزازیہ هم طحطاوی نے کہا
شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب کے ہے و لا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرهما ای لغیر عالم و عادل هو المختار مجتبی و فی المحیط ان لتعظیم اسلامہ و اکرامہ جاز و ان
لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوا عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا واسطے اسکے
اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب میں عالم اور ایمان ہے فتح القدیر
من قدمہ لتقبیلہ اجابہ و قیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ معتمدا للتقبیل ایک شخص نے عالم یا
زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑھاوے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے تو اسکو عالم یا زاہد ہاں کہے یعنی چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ اسکو چومنے کی
رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے تقدیم قول ... صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو
مقدم ذکر کیا اجابت پر قال و ما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے کہ اپنے ہاتھ چومتے ہیں
جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمیں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے و اما تقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ملاقات
کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے هم طحطاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی یہاں کیا وجہ ہے و کذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی
العلماء و العظماء فحرام و الفاعل و الراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرنے والا
اور جو اس فعل سے راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار رہیں اسواسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ اسمیں سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی و ہل یکفر ان علی وجہ العبادۃ و التعظیم کفر و ان علی وجہ التحیۃ لا و صار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر بوجہ
عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیۃ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا و فی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط
میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے هم طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے
شہوت پرستی کے لیے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کمبد لیس کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع حقیقت خدا کی طرف ہوئی اسلئے کہ غرض دینی ہے

نہ غرض دنیاوی الوہبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم مسیحی نظما اور وہبانیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا ہوجانا آنیوالے مسافر کے لیئے جیسے جائز ہے کھڑا ہوجانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر میں ہے اور یہ نظم میں آویگا اور شرنبلالی نے کہا ہے فقیہوں کا کلام قیام میں مختلف ہے سو بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا ٹیکتے تو ہم صحابہ کھڑے ہو گئے تو فرمایا کہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کے واسطے جیسا کہ ابو داؤد و ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اسمین تفصیل کی ہے جیسا کہ قاضی خان نے کہا ہے چند لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اسکے پاس کوئی شریف آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اسکے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام جائز نہیں انتہی اور مجمع فتاوی النسفی میں ہے قیام قاری کا جائز ہے جبکہ کوئی اس سے زیادہ تر عالم یا اسکا استاد جسنے اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اسکے والدین آویں اور انکے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے واسطے ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا موجب ہوتا ہے خصوصا جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ انکے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہیں جیسا کہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہے اور اصحاب کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اسواسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہوجانا عرب کی عادت نہ تھی اور اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ہوا لسید کم یعنی اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی الطحطاوی **فائدہ** قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ للوالدین علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبھۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضہم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ قلت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ **فائدہ** اقسام التقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لیئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیۃ اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کے واسطے کذا فی الجوہرۃ میں کہتا ہوں اور کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہوچکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہے وفی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ میں ہے متعلقات مقابر کے باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب ہے اور فرمان ہے میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیۃ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا تأباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پاؤں سے روندنا مکروہ ہے نہ اسکا چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث میں مروی ہے اور تقبیل منجملہ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالے نے اسکو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اسکو مقرر کیا ہے

فصل فی البیع یہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعضے احکام میں ہر مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا چاہیئے جبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کرے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کسکی نہیں زبان سابق میں یہ حال تھا کہ قوم ترک بازاروں میں خرید فروخت کرتے ہیں اور انکا اکثر مال حرام ہے اور

نہیں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جو اسباب ہو اسکی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر غالب گمان یہ معلوم ہو کہ یہ چیز انھوں نے غیر سے ظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہو اور
ازالہ ملک بھی نہ ہو تو اسکا خرید کرنا نہ چاہیے اگرچہ درست ہے دوسری یہ کہ اگر جانتا ہو کہ وہ چیز بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم
کے قاعدہ پر خلط سے ملک ہو جاتی ہے تو ملک میں داخل ہو گئی مگر اسکو خرید کرنا نہ چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو راضی نہ کرے یا بدلا دیدے تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہۃ تیسری
یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غصب اور بیاج وغیرہ کی چیز اسکے پاس باقی نہیں اسنے بیچ ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو ایسے خرید کرنا درست ہے اور یہ فتویٰ ہے اور بہتر یہ ہو کہ ایسے خرید
نکرے بالجملہ طلب حلال ان بلادوں میں دشوار ہے جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان لے اور ایسی چیز نہ لیگا
جس میں شبہ ہو قنیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے لیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو
اسکے حق میں حلال ہوگی لیکن شبہ اور مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمگیریۃ کرہ بیع العذرۃ رجیع الآدمی خالصۃ یعنی آدمی کا خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے
پر جبکہ زیلعی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اسپر مٹی غالب ہو تو جائز ہے لا کرہ بل یصح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی کہ وہ اسمیں باطل
صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے اور قہستانی نے کہا کہ عبارت ہے زبل کا مراد یہ ہے کہ ختلط وہ سرگین جو سکا وہ عقار کرے اور
مجتبی سے کذا فی المجتبی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب اور بارا غالبا کما فی الشرح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جب وہ مخلوط ہو مٹی سے اور راکھ سے جو گوہ پر
غالب ہو قول صحیح میں ہم قہستانی نے کہا کہ خالص کی صورت یہ ہو کہ مٹی اور راکھ اسپر اگر وہ پڑا ہو اور اس سے کچھ نہ اس کا اٹھانا نفع ہو جیسا اور جیسا اور میں
بیع مخلوط بلا قید تراب مذکور ہو تو یہ اطلاق کو مقید پر حمل کیجیے یا خصوصیت اور استثنا ہے کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ بل بہا خالصۃ علی
ما صححہ الزیلعی وغیرہ خلافا لما صححہ فی الہدایۃ اضافت صحیح بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے
انتفاع درست ہے زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع
عذرہ بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسے بیع میں خالص و مخلوط کا فرق ہے ویسا ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو
جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہو شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اس سے دین لینا درست
ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ہی رہیگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ
خلافا لہما وعلی ہذا الوجہ مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے
بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان
مر گیا اور اسنے ثمن اس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اسکے وارثوں کو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی نے کہا ہے
کہا اگر مر گیا اور اسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اسکے وارث اسکو نہ لیں اور جس کا مال ہے مالکوں کو پھیر دیں اگر انکو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو اس مال کو
خیرات کر دیں یعنی مالکوں کو ثواب کی نیت سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا
للوارث الا اذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں
بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا نأخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
تنبیہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبی میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر مجتبی
نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث اس مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو ظاہر یہ ہو کہ
اشباہ کا قول ضعیف ہو لائق حجت کے نہیں ہم ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانے والے نے مال کمایا اگر نوحہ اور بجانے کی

جواز اور عدم جواز دعا عباد و فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی بر قول اصح اسواسطے کہ فاسق بھی گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چارپایہ جانوروں کا یہانتک کہ بلی کا بھی ہم خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاوے ہندی میں اسکو بدھیا کہتے ہیں واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجوں سے خدمت لینا اور انکو عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ایسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوجے مخنث [...] امور میں اول یہ کہ مسلم کے صاحب پیدا نہیں ہوتے اور نہ ایسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی تادیب میں زبردست اور خود بیباک اور عورتوں کی مجلس میں آرزو رکھتے ہیں کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور بال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی [...] والخیل والفرس بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا خصی کرنا حرام ہے شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک خصی کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے میں فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کو خصی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے خنزیر سے وانزاء الحمیر علی الخیل کما فی القہستانی اور گدھا جو انا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی والرجل یعالج بالطاہر لا بالنجس اور حقنہ اور مرد علاج بیماری کے علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے [...] بیماری دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ تسمین بدن کے واسطے سنن ابوداود میں ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیو کذا فی العینی وکذا اکل تداوی لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور ایسا ہی ہر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب اسکو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیرہ میں ہے ایک بیمار [...] شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا [...] چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں [...] پینا [...] طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری [...] شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ [...] جلد شفا ہوگی تو اسمیں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ

قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جسکو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور ایسا ہی عطش شدید میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش ہلاکت کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہوگیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کونسی صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو سبب ٹھہرایا ہو اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغ نہیں دیتے اور افسون

نہین کرتے اور درجۂ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اُسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اُسکا کرنا بھی ممنوع اور محظور نہین
ہے بخلاف ترک سبب قطعی بلکہ کبھی ترک علاج افضل ہوتا ہے اُسکے فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ مین ہے ظہیریہ سے ایک شخص کا
پیٹ جاری ہو گیا یا آنکھین جوش مین آئین سو اُسنے دوا نہ کی یہان تک کہ ناتوان ہو کر مر گیا تو اُسپر گناہ نہین اور اگر بھوکھا رہا اور اُسنے نہ کھایا باوجود
قدرت کے یہان تک کہ مر گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہ ہے کہ کھانا بقدر قوت کے البتہ دور کر دیتا ہے یقینًا تو اُسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک
کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا سینگیون سے ہر شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ سترھوین
بہتر و نافع ہے اور پندرھوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ مین ہے کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اُسکی
خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودھ کا ناک مین لینا درد کو اور علاج کے واسطے بھی درست ہے لیکن ظاہر المذہب مین ہے کہ اجزاء آدمی سے
نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہے جبکہ اُسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیمار کو اسکی درست ہے اور اگر یقینًا معلوم ہو کہ اُسمین شفا ہے
تو اُسکا پینا درست ہے مجتبیٰ مین ہے کہ لڑکون کا اخصا فرض سے اور علاج حیوانات کا اخصا انسانی کے واسطے درست ہے خزانۃ المفتین مین ہے کہ قرآن کے افسون کرنے مین
اختلاف ہے یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین لکھنا اور مریض پر اسکا باندھنا یا برتن مین لکھ کے دھو کر بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور شعبی کے نزدیک
مکروہ ہے خزانۃ المفتین مین ہے کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازون پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اہانت ہے اور
نجومیون سے مشابہت ہے اکمل من العالمگیریہ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال
یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال ہو یعنی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اُسمین سے لینا حلال نہین یعنی ہوا اسواسطے کہ وہ غیر کا مال ہے
اُسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر الکفایۃ واہلہ فی کل زمان ولو غنیا فی الاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر رزق کیا
تا معلوم ہو کہ مقدار اُسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اُسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اُسکی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح
مین ہم اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہے وہذا لو بلا شرط ولو بہ فالاجرۃ حرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر
الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین بحر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اُسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو
اور اگر بشرط وظیفہ ہوا تو اُجرت کے مانند ہو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اُسکا اجارہ
جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا اسمین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا
کلام یہ ہے کہ طاعت پر اجارہ درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہے کہ جسکے نزدیک تعلیم قرآن اور فقہ مخصوص پر اجارہ جائز ہے تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ
جائز ہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اُسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم الا فی
زماننا ہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل الفساد وبہ یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اُسکا سفر کرنا بدون محرم
کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ مین تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیون کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن کمال
وجاز شراء مالا بد للصغیر منہ وبیعہ لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم ای کنفہم والا لا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اُس چیز کا
جو اُسکے واسطے ضرور ہو جیسا کہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اُسکا جو صغیر کے واسطے ضروری ہے جائز ہے اُسکے بھائی اور چچا اور ماں کو اور اُسکو جسنے
لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اُنکی پرورش مین نہو تو خرید و فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز
اجارۃ لامہ فقط یعنی حجرہا کذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولم ارہ فیہ ودیانی متنا ما ینافیہ فتنبہ اور فقط اُسکی ماں کو صغیر کا اجارہ دینا

جائز ہے اگر اسکی پرورش میں ہو اور اسیطرح لاوارث آدمی کا پانے والے لڑکے کو صغیر کا اجارہ درست ہے بنابر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو شرح مجمع کی طرف
نسبت کیا ہے اور میں نے اسمیں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہے تو آگاہ رہیو ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مصنف زیلعی میں ہے قدوری کی
روایت سے یعنے صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہے اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے وکذا العلۃ عند الثانی خلافا للثالث اور اسیطرح صغیر کے
چچا کو اسکا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک ہم یہ شارح کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ
شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش میں ہو اور اسکی ماں اسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ولو اجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت
ہوگئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرت مسمی واجب ہوگا یعنے علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہوگیا وصح اجارۃ اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل فی الاصح کما یعلم من الدرر قنیۃ اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا باپ
اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم
انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور بیچنا شیرہ انگور کا بیچنا اس شخص سے جسکو بائع جانتا ہے کہ
اسکی شراب بناویگا درست ہے اسواسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنے شیرہ میں نشہ
نہیں جو اسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اسکی حقیقت بدل کر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ
ہے گناہ کی اعانت کی سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے مینڈھے اور اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے
اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنے گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے بہرحال میں ہے کہ
شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدلیل قولہ تعالے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ باہم مددگاری نکرو گناہ
اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے واحل اللہ البیع یعنے حق تعالے نے بیع کو حلال کیا ہے کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن
ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج اور
مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور مسلمان شراب ساز سے تو اسکی بیع مکروہ ہے اور اسی کے مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما
میں ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ
تقوم بعینہ برخلاف بیع امرد کے اس شخص سے جو غلام کرتا ہے اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہاں گناہ بعینہ اسی چیز سے
قائم ہوتا ہے بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ
قلت وقدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع
میں مذکور ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے یہاں برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں باب البغاۃ
کے اندر میں کہتا ہوں اور ہم وہاں باب البغاۃ میں ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق سے کہ جس چیز میں بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر
بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے ہم یعنے تو اس تقریر سے خانیہ
اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنے نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز
ہے ہم کنیسہ عبادت خانہ یہود بزبان فارسی میں اسکو کنشت کہتے ہیں تعمیر سے مرمت مراد ہے نہ اعادہ لانہ بعد الہدم ممنوع الفاقیہ ہے کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مزدوری کر

تو لا باس ہے اسواسطے کہ فقط عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی و حمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب لادنا
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ اُنکے حامل بھی ہے
امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل کا سبب شراب کے گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد
کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصر بالقیام المعصیۃ فیہ اور شراب نچوڑنے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ
معصیت بعینہ قائم ہے و جاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا وخص
سواد الکوفۃ لان غلب اہلہا کان اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت
الثلثۃ زیلعی اور دیہات کونہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اسمین شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے سوا دیہات مذکورہ کے
بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں نہیں اور مذکورہ کی قدرت نہ دیجاوے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہونے کے سبب اور دیہات کوفہ میں یا
اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اسلیے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی
قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی اور امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر لہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوئی ہے اور اسمین معصیت
نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اسمین مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم
و جاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقدمنا فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارات اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی
قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں پھر وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرہان فی باب العشر ولا یکرہ
بیع ارضہا کبنائہا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی کروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ
لا باس ببیع بنائہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ
میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قال قال ابوحنیفۃ اکرہ اجارۃ
بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم اہ فلیحفظ قلت وبہذا
یظہر الفرق والتوفیق وہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیۃ
فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ
کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتارین اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکین اس میں والا
اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے
فرق ایام حج اور غیر حج کا اور رفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہوگیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایام موسم
حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اُترے جہاں اسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و جاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈالکر تمرد اور بھاگ جانے کے
سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جائز اور محترم کو تکلیف دینا نا حق کرنا ہے اور یہی حکم ہے
لونڈی کا کذا فی الطحطاوی و قبول ہدیۃ تاجر او اجابۃ دعوتہ و استعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولا تجارت کیا کرتا ہو

اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اسکا جانور عاریت لینا درست ہو اور درستی استحسان کے حکم قیاس یہ ہو کہ اسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہو لیکن
بطریق استحسان کے درست ہو تاکہ اہل معاملہ اسکی طرف رجوع کریں اور سوداگری اسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کا
تحفہ قبول کیا انکے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اسکے حق مین صدقہ ہو اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای
قبول ہبتہ العبد ثوبا وایداؤہ النقدین لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہو اسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا
اسکا مکروہ ہو عدم ضرورت کے سبب سے یعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحرم لو سنہ خمسۃ عشر اور
خصی یعنی خوجہ سے خدمت لینا مکروہ ہو ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہو خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہ ہو کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین
بلکہ اسکا جانا گھر کے اندر عورتون مین مکروہ ہو اگر اسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او بر اخوف ہلکہ لو بقی بیدہ
یشترط لیاخذ منہ متفرقا منہ بذلک ما شاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وہو بقاء مالہ اور مکروہ ہو اقراض یعنی روپیہ
یا گیہون بقال کو جیسا نانبائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اسکے پاس رہے یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا اور
اگر یہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہو کہ وہ اسیواسطے دیتا ہو تو بھی مکروہ ہو کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہو کہ اسطرح دینا وہ قرض ہو جس
مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ہم اکثر ایسا ہوتا ہو کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہو اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہیگا خرچ ہو جائیگا
تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہو تو یہ مکروہ ہو اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے
اسواسطے کہ معروف کا حال مشروط ہو سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہو کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اسکی سواری پر سوار نہو مگر اسوقت جبکہ
ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون مین قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہو کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہو
ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو ہلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھا رہے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ
نہین اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو اسپر تاوان نہین ہم جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نہ ٹھہرا وکذا لو شرط ذلک
قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ
ہم کہتے ہیں اور قریب مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے
دیتا ہو یہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری وجہ یہ ہو کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اسکے قرض دے تو یہ جائز ہو کیونکہ یہان نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی
الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہو ہم کہتے ہین نرد شیر بن بابک نے نکالا ہو لہذا اسکو نرد شیر کہتے ہین کذا فی القاموس
قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر کی موضوعات سے ہو اور وہ دوسرا بادشاہ ہو ملک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہو اور مسقط عدالت ہو بالاجماع انتہی اور حرمت
نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت ہو چنانچہ جامع صغیر مین ہو اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہو وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویہمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح
شطرنج مکروہ ہو شطرنج بکسر شین معجمہ ہو اور سین مہملہ بھی جائز ہو اور اسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر بندرت ہم ہرچند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور ہو لیکن عمدہ دلیل
اسکی تحریم پر یہ ہو کہ وہ لہو لعب ہو اور آن ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث متعدد مین ثابت ہو خارج ہو کذا فی العینی شرح وقایہ مین ہو کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا
سلطنہ ہو اور عمر ضایع کرنا ہو اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہو کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی اور جسپر کا کیا ذکر ہو واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ
ونظمہا شارح الوہبانیۃ فقال ○ ولا باس بالشطرنج وہی روایۃ ٭ عن الحبر قاضی الشرق والغرب یوسف ٭ اور شطرنج کو مباح کہا ہو شافعی اور ابو یوسف نے ایک
روایت مین اور اسکو نظم کیا ہو شارح وہبانیہ نے سو یون کہا کہ کچھ مضائقہ نہین شطرنج مین اور ایک روایت ہو منقول علامہ شرق وغرب کے قاضی سے

نہ کہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے ہم خانیہ مین ہے کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ
اللّٰہم صلے علے فلان مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا کر یون کہنا اللّٰہم صلے علے محمد وعلے آلہ واصحابہ جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال
صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجاے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی (وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق
تعالے) اور مکروہ ہے یون کہنا دعا مین بحق رسلک وبحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہین خالق تبارک
وتعالے پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالے پر وجوباً ثابت نہین لیکن تفضلاً و کرماً ثابت ہے یہان تک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت
ہے چنانچہ حصن حصین مین حدیث ثابت ہے اللّٰہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بلا توسط وسیلہ
درست ہے قال تعالے (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی بتصرف (و قال لا تخرج بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ در) اور
اور ڈھونڈو طرف اسکے وسیلہ ۱۲
اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر تو اسپر یہ کرنا لازم نہین اگرچہ کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنے واجب نہین مستحب ہے (فی المختار قال
ابن المبارک سال لوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ) اور مختار اینایہ مین ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے
صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اُسنے تعظیم کی اُس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی
پروردگار جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو (فیہما اقرأ القرآن والعمل بہ وجہ ثبات علی قرأتہ
لکن یصلے وبعضہ) اور مختارات مین ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور سمجھا لیکن جب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اُس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہو اور گناہ کرتا ہے
یعنے اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسائل ملتقطہ شارح کا ہے (یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا
قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیہ) کہا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات
کے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے
کذا فی الطحطاوی (وکرہ احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ) اور احتکار یعنے بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور
اور بادام اور جانورون کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اُس شہر مین جہان کے لوگون کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو ہم احتکار یعنی حبس طعام اور وقت گرانی
یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس اہل کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار
ثابت ہوتا ہے ۴۰ دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی (لحدیث
الجالب مرزوق والمحتکر ملعون) احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ہم یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب رض سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ
اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر مین بیچنے کو لاوے تو وہ
مرزوق یعنے اُسکی روزی مین برکت ہے اسلیے کہ لوگون کو فائدہ ہوتا ہے و دعا مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اُسپر لعنت ہے اصطلاح
شرع مین احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اُسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اُسی شہر مین خرید کیا ہو اور لوگون کو ضرر ہوتا ہو
حبس سے یعنے اگر دور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی (فان لم یضر لم یکرہ) سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو
تو وہ مکروہ نہین ہم ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنے جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلیے کہ اُسنے
اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی (ومثلہ تلقی الجلب) اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے ہم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر بیوپاری بھرتی لانے والون سے غلہ مول لینا اگر
مضر ہو شہر والون کو تو درست نہین اور نہین تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والون سے نہ چھپاوے والا تلقی جلب مطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

کذا فی الہدایۃ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ رادعا لہ وباع
القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اسکی اور اسکے گھر والوں کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اسکی زجر اور تنبیہ کے واسطے اور قاضی اسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور
صاحبین رحمہم کے بقول اصح ہم ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن در صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک
اخذ الطعام من المحتکرین وفرقہ علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ وہذا لیس بحجر بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک تناولہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی
عن الاختیار واقرہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو ذخیرہ کرنے والوں سے اناج لیوے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر
جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اسکے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہے اور جو شخص کہ غیر کا مال کھانے میں مضطر اور
اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اسکو بے رضامندی مالک کے لے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ او ما جلبہ
ومجلوبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اسکے غلہ کے حبس سے کہ لادا ہو دوسرے شہر سے برخلاف
ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اسکا خالص حق ہے اور عام لوگوں کا حق متعلق نہیں تو مباح ہوا اور دوسرے شہر کے غلہ میں اسواسطے احتکار نہیں
کہ اہل شہر کا حق اس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ
صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اپنی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لایا ہو یا شہر کا
غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو ضرر نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات کا غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوبہ کو ذکر کیا ہے ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری
کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک بطریق اولی احتکار نہ ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایۃ مختصرا وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں کا غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار کرنا
ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرانے والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشائش
اناج کی اسیکی طرف سے ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے طالب نہ ہو ظلم کرنے کا
خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن
القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اہل الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رائے کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش
کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ وہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال المالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں در صورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے
وفی الاختیار ثم اذا سعرہ وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے کہ جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے
اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے
کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے کذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بنقصانہ ان

فی الخبز لا اللحم لشہرۃ سعرہ عادۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان
بھر لے روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہے برخلاف گوشت کے کہ اسمیں شہرت نہیں ہوتی مگر لقایت اصر یہ تفصیل
مشتری مسافر پہچان ہو اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان بھر لے اسواسطے کہ سہر دونکا مشہور ہے کذا فی الزاہدی
وفیہ وقالت وقالوا ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبہ صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامۃ فیسعر علیہم الحاکم بناء علی ما قال
ابو یوسف فینبغی ان یجوز ذکرہ القہستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقرر فتدبر میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان
اور حیوان کی قوت میں ہوتا ہے قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اسکو صحیح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں
ظلم کریں تو حاکم انپر زیردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت
ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرے یکرہ امساک الحمامات ولو فی برجہا ان کان یضر بالناس
نہایۃ او جلبیۃ اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہیں بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ہم نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے
مکانات اور عورات پر کبوتر بازکی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑ آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بہا
ثم یشتریہا او توہب لہ مجتبے اور جو غیر کا کبوتر پکڑے اور اسکے مالک کو پہچانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اسکو محتاج سے خرید کرلے یا اسکو
ہبہ کر دیا جائے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے ھم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اسکا رکھنا حلال نہیں اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب پانے کی
نیت سے فان کان یطیر فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلک الحمامات عزر ومنع
اشد المنع فان لم یمتنع بذلک ذبحہا ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے
مارنے اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جائے اور نہایت سختی سے منع کیا جائے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کرڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب
التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتماد علی عادتہم او رہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کرڈالنے کبوتروں کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور
برتن توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنے صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جھانکنے اور پتھر بان پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اسنے اس قید
لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال جامع الفتاوی
اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خریدکرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ انکو
پکڑ لے تو وہ اسی کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہیں ہوجاتے یعنے تا وقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ کنجشک خریدکرکے چھوڑنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیبت دابتہ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا من اخذہا ومر فی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور
ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا
وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب اذ ظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور
گدھوں سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان
کے ظلم سے ھم یعنے مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خدا تعالیٰ
کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ظلم ذمی ظلم مسلم
سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی

والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی فتنبہ والابل وعلی الاقدام لانہ من اسباب الجہاد
فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانے کا تیر اندازی اور گھوڑے اور اونٹ وخچر اور قدموں کے دوڑنے میں اسواسطے کہ یہ امور مذکورہ
جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوگی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں یہی بیان کیا تو اسکو
ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے خلاف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا اور مسائل شتی میں حالت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیر اندازی میں مخصوص کی ہے
وعند الثلثۃ لا یجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال شرط کرکے درست نہیں
اما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور کھیلوں میں چنانچہ آگے آویگا اور ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام
مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اسکا مفید ہے کہ یہ کلام ہمارا اہل مذہب کا ہے کذا فی الطحطاوی حل الجعل وطاب لانہ یصیر قمارا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ
لا یستحق بالشرط شیء لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ لزومہ بالعقد کالقول الشافعی مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اور طیب ہے اور نہیں کہ وہ مستحق
ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی اسلئے کہ
عقد وقبض نہیں انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہو جانے سے جیسا کہ شافعی مذہب ہے تو اسکو دیکھو یعنی عقد یا قبض سے
استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاویگا ان شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت ایک جانب
سے مال کی شرط کی ہو مثلاً حامد نے محمود سے کہا کہ اگر تیرا تیر سبقت کر جائے میرے تیر سے یا تیرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جائے میرے گھوڑے اور اونٹ سے تو تجھ کو سو درم
میں دونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں
دونوں جانبوں سے مال شرط ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار اور جوا ہوگیا اسلیے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا
محللا بینہما بفرس کفو لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ مسابقت کا
مال شرط حرام ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا ہو بشرطیکہ اسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے کے
برابر ہو کہ اسکا آگے بڑھ جانا دونوں کے گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں ہے اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں
کا مال شرط لیگا اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرے کو کچھ نہ دیگا اور دونوں شخص آپس میں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا
کہا کہ ثالث کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اسکا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں
عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے تجھ کو میری طرف سے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں
تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نپاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا
مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو ازراہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں یعنی جسکے کہا وجہ اس
یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعاً و یقیناً ہر تقدیر پر اسمیں تو فقط یہی احتمال ہے کہ پاوے یا نپاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا گویا ایک ہی جانب سے شرط
ہوئی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ
لا ومتفقہ اور اسی طرح کا حکم ہے فرقہ فقہا کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہو اسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص
کے واسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتبی جب صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہوا تو یہ قمار کی صورت نہ ہوئی اسلئے کہ احتمال یا دفت نقصان مخصوص نہیں
موجود ہے بلکہ علت مال کی یہ صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جاوے اگر حق گوئی اسکی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے کی طرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا تیسرے

فی البزازیۃ فی فات وانا ماحق راسہ فی الوہبانیۃ قال وقد قیل حلق الراس فی کل جمعۃ یحب وبعض بالجواز لیعبر یعنی مین کہتا ہون اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ مین
کہا ہو کہ بعضون نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ مین مستحب ہو اور بعضے اسکو جائز کہتے ہین نہ مستحب رجل تعلم علم الصلوۃ او نحوہ لیعلم الناس و آخر لیعمل بہ
فالاول افضل لانہ متعد ایک مرد ہو کہ نماز یا اسکے مانند علم دین سیکھتا ہو تا لوگون کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہو تا اسپر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہو
اسواسطے کہ اسکے علم کا فائدہ غیرون کو بھی پہونچتا ہو اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہو اول غیرون کو نکالتا ہو اور ثانی اپنی خیر سنا تا ہو وروی مذاکرۃ العلم
ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت مین آیا ہو کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہو ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت فتاوی عالمگیری مین ہو کہ علم اور
فقہ کی طلب فرض ہو اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہو اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہو اسواسطے کہ اسکا فائدہ
عام تر ہو لیکن اس شرط سے کہ اداے فرائض مین نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہ کہ رضاے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا
اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضون کے نزدیک یہ بھی صحت نیت مین داخل ہو کذا فی ذخیرۃ الکروری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو
بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہو علم چند قسم ہو لیکن فقہ افضل ہو تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہو کہ علم زہد اور کلام حکماء دین
اور شمائل صالحین مین نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہو سواے اسکے فرض نہین پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہو اور اگر ترک
کیا تو گناہ نہین علم تین قسم ہو ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہو وہ معرفت معبود کا علم ہو بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے
انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوے تیسرا علم وہ ہو جس سے پرہیز کرنا واجب ہو یعنے علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع
فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہو اور ایک علم اور ہو جسکا نفع آخرت مین نہین وہ علم جدل اور مناظرات کا ہو تو اسکے اشتغال مین عمر کا ضائع کرنا ہو غرض اس
الزام خصم ہو نہ اظہار حق کذا فی الطحطاوی مختصرا وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا وتمامہ فی الدرر اور نوجوانون کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا
اپنے والدین کے بلا اذن درست ہو اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر مین ہو اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہو اور مراد علم شرعی ہو نہ علم کلام
اور مانند اسکے جو بذیان فلاسفہ او اسکے اباطیل سے مملو ہو تمامہ فی الدرر واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ
لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگون کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان
سے تو اسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہین یہان تک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچھ گناہ نہین ہم اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت مین نہین کہ
وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہو اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت مین داخل ہو وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا لا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ
فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہو تو اسکو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نکرے
تاکہ باپ اور بیٹے مین عداوت نہ پڑجاے اور پورا اسکا بیان درر مین ہو وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر
علی وجہ الغضب یرید السب اور اسیطرح اسپر گناہ نہین اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیان ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اسطرح کا بیان عیوب
غیبت نہین غیبت تو یہی ہو کہ عیب ذکر کرے بروجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو
مجہول خانیۃ فباح غیبۃ مجہول ومتظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گانون والون کی غیبت کرے
تو وہ غیبت مین نہین ہو اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والون کا ارادہ نہین کرتا ہو بلکہ بعض لوگون کا قصد رکھتا ہو اور وہ بعض مجہول ہین معین نہین کذا فی
الخانیہ تو غیبت مباح ہو پانچ شخصون کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہو تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے
سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی الشرح الوہبانیہ ہم مصاہرت کی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کو اپنے نکاح کا ارادہ کیا اور

دوسرے سے مشورہ لیا تو اُسکے عیب کا بیان کر دینا درست ہو اور ایسے ہی اگر معاملہ یا اُسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہین
جانتا ہو تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہو اور ایسے ہی رواۃ اور شہود مین مجروحین کی جرح جائز ہو تا مسلمین شر سے محفوظ رہین اور جیسے حاکم سے بیان کرنا
ظلم ظالم کا درست ہو ویسے مفتی سے اس طرح فتوی پوچھنا درست ہو کہ مجھپر فلانے شخص نے ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہو اسکا شرع مین کیا حکم ہو اور تعیین کے واسطے
القاب مشہورہ کا ذکر کرنا جیسا کہ چنانچہ فلانا بہرا یا لنگڑا درست ہو یہ غیبت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا
بالفعل وبالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحا زبان سے
غیبت ہوتی ہو ویسی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہو اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو
سو وہ غیبت مین داخل اور وہ حرام ہو ہم غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین طفیلی نہین ہون ومن ذلک ما قالت
عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومات بیدی انہا قصیرۃ فقال صلے اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہو کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھنگنی ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسکی
غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا اوکما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہو جیسا کہ
لنگڑا کر چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہو بلکہ غیبت فعلی بدتر ہو غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم مین زیادہ تر اور عظیم تر ہو قولی سے
ان القول لبعض من مرّ بنا الیوم او لبعض من رأیناہ اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز ومنہا
اور منجملہ غیبت یہ ہو کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جسکو ہمنے دیکھا وہ ایسا ہو یہ قول اسوقت غیبت ہو جبکہ مخاطب نے اس شخص کو سمجھا کیونکہ محذور
اور ممنوع تفہیم شخص ہو نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہو ہم اور بعض لفظ اسمین
وہبانیہ کی شرح ہو وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان
لم یکن فیہ فقد بہتّہ اور شرح مذکور مین ہو کہ غیبت یہ ہو کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو
اسکو برا لگے جبکہ وہ اسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت
کیا ہو اصحاب نے کہا اللہ اور اسکا رسول زیادہ تر دانا ہو فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اسکو مکروہ معلوم ہوتا ہو کسی نے کہا کہ یا حضرت
بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اسمین وہ عیب ہو جسکو تو کہتا ہو تو تو نے اسکی
غیبت کی اور اگر وہ عیب اسمین نہین ہو تو البتہ تو نے اسپر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا یہی تو غیبت ہو اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت
نہین بلکہ بہتان اور افترا ہو غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہو اور جو حکم مردون مین
ثابت ہو وہ عورتون مین بھی ثابت ہو الا بدلیل مخصص اور جس طرح غیبت حرام ہو ویسا ہی اسکا استماع بھی حرام ہو حق تعالی اس بلا سے عام خلق کی
نگہداشت بخشے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی مین ہو ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہو واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والاستغفار بیان کل اغتابہ اور جس شخص کی
غیبت کی اور اسکو اسکی خبر نہین پہنچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہو اور اگر اسکو غیبت کی خبر پہنچ گئی ہو تو جس چیز کی غیبت
کی ہو اسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہو رفع گناہ مین ہم یعنی در صورت عدم علم مغتاب کے کفایت کرتی ہو اور در صورت علم اسکے یون
بیان کرنا چاہیے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہو سو تو اسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا برأت عامہ کفایت نہ کریگی واللہ اعلم

تو سلام سے مقصود وہ امر ہے یا محبت حاصل کرنا یا شر دفع کرنا تو اسکا بدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور
صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے پھر جیسا یہ قول ہے نووی شافعی رحمہ کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب اسکا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا
اور بعضوں نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم
اولا او رفائدہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت
پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی
حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب زید پر سے
ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لینے تو غیر کے جواب دینے سے جواب
ساقط ہو جاتا ہے ہم اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم ویسقط فی الرد وجواب
العاطس اسماعہم فلو لم یسمع بحرکۃ شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا بہرا ہو
تو اسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھا دینا تا وہ جانے کہ جواب دیا ہے کما فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض
فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحۃ قیل لا میں کہتا ہوں اور مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے
اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت
جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر التاتارخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی میں ہے کہ جواب
جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاتارخانیہ کا
ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے
ہم یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تسلیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے
ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے
اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے واو عطف زیادہ کر کے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم
یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے
وبرکاتہ پر ہم ابن عباس نے کہا کہ ہر شی کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکاتہ ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور
چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہر تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی وکذا یجب رد جواب
کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کی طرف سے خط بمنزلہ خطاب
کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے
تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لآخر اقرئ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو اسپر ابلاغ سلام واجب ہے
یعنی اگر اسکا سلام نہ پہونچا دیگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہونچاوے
تو اسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیک وعلیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا
والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کآکل او شرعا کمصل او قاری ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں ہے یہ کہ وہ جو سلام کرتا ہے در حقیقت جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا یعنی جسکے منہ میں لقمہ ہو اور وہ چبا رہا ہو یا عاجز ہو جواب
سے شرعاً چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان لوگوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہی مافی الملتقی وقدمنا فی باب مایفسد الصلوۃ
کراہتہ فی نیف وعشرین موضعا وانہ لایجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کی بیس اور چند
مقام میں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کہے میم کو جزم کے ساتھ کہے تو یہیں اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں ہوتا
کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں و لو دخل بیتا
یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر
سلام ہو اور حق تعالیٰ کے نیک بندوں پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ اور وہ ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضرین یعنی انکار خانہ میں ہو
کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے میں چاہیے فرع سئل بعض المشایخ کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار
ومتن المواہب الرحمن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے
مگر جبکہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اسکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں انکی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں اور یہ
وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز میں جو فعل قلیل ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولی درست ہوگا معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء
سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ وعبد الرحمن دوست تر ناموں کا حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ و عبد الرحمن
ہے رواہ مسلم وابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ
افضل ہے مطلقاً حتے کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے
روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو جیسا کہ عبد اللہ اور عبد الہادی
کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا
اولی لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور اسکے سوا اسے ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق
اور مخلوق میں انکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اسکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا
اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء مذکورہ کو تصغیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیہ مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں
عالی رتبہ ہے ہر شی سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں ہدایت
حاصل کرنے والا اور جو رشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمدا لا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ علیہ السلام تسموا باسمی و
لاتکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اسکی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے
کہ یہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی اور حدیث کا
یہ تھا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو پکارا تھا کہو دیکھو ان یدعو الرجل
اباہ وان تدعو المراۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی مافی السراجیہ بلفظہ ہم کہتے ہیں کہ والد کا حق
ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں خلاف ادب اور بے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کو واسطے امر ہوتا

تو زوجہ کو نزدیک جانے کے سجدہ کرنے کا حکم ہو تا و فیہا یکرہ الکلام فی المسجد خلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی البستان وعند قراءۃ القرآن
وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکرۃ قال المصنف وعند الاذان اقول یعنی وجدا او توحیدا جیسے ہیں ہر کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور پیشاب
میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی میں باتباع مختار
اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو ظاہر ایسا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ہم یعنی جب
کلام سماع وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غناء حرام وعظ کے وقت ظاہر ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تا تارخانیہ میں
ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے اگر امر خیر میں اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن
وهو لسان اهل الجنۃ من تعلمها او علم غیره فهو ماجور وفی الحدیث احب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی
زبان افضل ہے باقی زبانوں سے اور جنتیوں کی زبان عربی ہے جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے سے وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھ
تین وجہ سے اسواسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ہم جامع صغیر میں اخبرنا الصغیر حج امر حاکم
اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہی روایت ہے کہ حفظ لی فی العرب بالثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں
چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمین تالیف کی ہے از انجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ (حب العرب ایمان و بغضهم نفاق) یعنے محبت عرب کی
ایمان ہے اور عداوت انکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے
اسلام میں اور انکا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی و فیها التطیین للقبور لا یکره فی المختار وقیل یکره وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ کیلا
یذهب الاثر ولا یمتهن لا باس به ذکره المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمناه فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبروں پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار
میں مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہیں اسکا ایسا ذکر کیا ہے
مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہیں فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت
یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں
دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کریگا
اور مصلی کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور
یون کہے (السلام علیکم یا اہل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر) اور اگر شہید ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کے
واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والهکم التکاثر پڑھے قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز
مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ میں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنجشنبہ
میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتوں میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح از منہ متبرک میں چنانچہ عشرۂ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابو بکر بن ابی سعید
سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے مجکو روایت پہونچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے
اور اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم الله على ملة رسول الله پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے
چالیس برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک درست ہے اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت
ہے لیکن قبر والدین کے چومنے میں مضائقہ نہیں پھولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہے اور اگر پھولون کی قیمت کو خیرات کرے تو بہتر ہے اور اخراج شموع قبرون کیطرف بدعت ہے

الکل فی الوالوالجیۃ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا
خلاصۃ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمناء موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے
نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرنا جینے سے بہتر ہے ولا بأس
بلبس الصبی باللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ مفسر بالمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل
صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما وقال قد رجحوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی
عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں ہے لڑکے کو پہننے میں موتی اور اسی طرح
بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کی طرف منسوب کر کے اور موتی پر طرسوسی نے باقی جواہر کو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے
طرسوسی سے یہ نزاع کیا ہے کہ اسکی علت میں نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کہتا ہوں اور مصنف نے
اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے اور مصنف نے کہا
اور البتہ علماء نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اسی کا فتویٰ دینا چاہیے
پھر مصنف نے کہا اور بموجب اسکے تو مذہب میں موتی اور اسکی مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولی
الباس الخلخال والسوار للصبی اور ولی کو پہنانا لڑکے کو جھانجھن اور کنگن کا مکروہ ہے یعنی تحریما کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح ہاتھ پاؤں میں کڑے
اور جوشن اور گھونگرو لڑکوں کو پہنانا درست نہیں ولا بأس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط لڑکی اور لڑکے کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان
کے کذا فی الملتقط ہم ظاہر الطفل سے مذکر مراد ہے عادت کے قرینہ سے لیکن فتاویٰ عالمگیری میں کبریٰ سے منقول ہے لا بأس بثقب آذان الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اس میں چھیدنا لڑکیوں کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی قلت ہل یجوز الخزام فی الانف
لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھید کر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں
پہنتی ہوں جیسا کہ بعض بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نتھنی کے واسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانثی
الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب والفضۃ او من دواۃ کذلک اسیطرح مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم سے یا سونے یا
چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا بأس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا بأس بالسرج واللجام والثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف کذا فی السراجیۃ
میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف
کے ہم ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال رجل وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطؤہا ان کان ثقۃ او اکبر رأیہ
صدقہ کما مر وان اکبر رأیہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشیء لغیرہ فلا بأس بشرائہ اور اگر زید کی لونڈی ہو سو بکر نے کہا کہ مجھکو زید نے
اسکے بیچنے کا وکیل کیا تو عمرو کو اسکی خرید اور قربت کرنا درست ہے سبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں
مذکور ہو چکا اور اگر اسکے کذب کا گمان غالب ہو تو اسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص
کی ہے تو اسکے خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطء من زفت الیہ وقال النساء ہی امرأتک
جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہونچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے بضرورت عدم
معارض وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ فی

بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبه صدقها لا بأس بتزوجها وان بامر مستنکر لا ما لم یستفسرها اور حلال ہے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے
مجھکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اسنے مجھکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل مین اسکی راستی واقع ہو جاے اور ایسا
ہی بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہے یا مرد کے دل مین اسکی راستی جم جاے
تو اسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اسکے نکاح پر جرأت نکرے جب تک کہ اسکا حال دریافت نکرے لوگون سے
امر مستنکر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نتھا تو دوسرے مرد کو اسکا قول مان لینا
درست نہین اور نہ اسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقۃ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین
تجھکو حلال ہو گئی تو اسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعض علما کے نزدیک مجرد نکاح سے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید
اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کہ کتب ما قول الشافعی کتب جواب ابی حنیفۃ
مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے ہم یہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا
اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اعتقاد کرے اور اسکی بنا اس پر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور صحیح یہ ہے کہ تقلید
مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے
فروع مین اور اسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی یدین یکتب ولا یصدق قضاء ویقضی القاضی بحنثه اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃ
درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اسکے حانث
ہونے سے مثلاً ہم شاہد کہ یہ بسبیل او دیت کے ہے والاقضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہے اور افتاء فتوی دیانۃ
اعتماد کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنے
تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جاوین ہم منح الغفار مین اس قول کو صحیح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر
مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلیے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنے مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع
مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بالاخلاف حرام ہے وان زاد کرہ له مستمعه اور اگر ترجیع سے حروف زیادہ ہو جاوے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ
سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقوله احسنت ان کان محرم ان تعلم ان القراءۃ حسنۃ یکفر اور
مستمع کا یون کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اسکے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرم کے واسطے
کہا تو اسپر کفر کا خوف ہے ہم وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام لقہر
مسلم واظہار علم ونیل دنیا ومال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کے واسطے
مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے التاترخانیۃ علی المنابر للوعظ والاتعاظ
سنۃ الانبیاء والمرسلین وللریاسۃ ومال وقبول العامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبرون پر غیرون کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے
انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود ونصاری کی گمراہی سے ہے ہم اسی کی
طرف اشارہ ہے قرآن مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی الایۃ قراءۃ القرآن بالقراءۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ
کما فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قرأت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی مین ہم قرات عشرہ سے زیادہ قراءت شاذہ غیر مشہورہ اور

جب مشہورہ اور غیرمشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرأت پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ۔ یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب
فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجتبیٰ الفتاوی واکل بین منح المنح ۔ مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالون اور داڑھی مین
اگرچہ خضاب کرے سوا ے جہاد کے قول اصح مین اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہین کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے
اور بعضون نے کہا مکروہ نہین کذا فی مجمع الفتاوی اور سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین ہاتھ پاؤن مین مہندی کا خضاب مکروہ ہے
مردون کی مشابہت کے سبب بالون کا خضاب درست ہے اگرچہ سپاہی اور غازی کے پسند نہ کرے کے واسطے کرے ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جیسے مجھکو اچھا معلوم
ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرایش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرایش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی
الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث مین وارد ہے لیکن کتم مین اختلاف ہے کہ وہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ ملائی جاتی
ہے ترجمہ فیہ رسالۃ وہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستحب ہے اس واسطے کہ صحیح بخاری مین وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر
شہید ہو کر شام گیا تھا تو ریش مبارک مین وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور دوسری سیاہی مکروہ ہے وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ
وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا باس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو احسن کما فی الانبیاء ۔ کتابین جنسے فائدہ حاصل نہین ہوتا ہے کہ سبب
اس مین حق تعالیٰ اور اسکے فرشتون اور اسکے رسولون کا نام مٹا دیا جاے اور باقی جلا دی جائین اور بہتے پانی مین اسی طرح بلا محو ڈالدی جائین یا
یا زمین مین دفن کر دی جائین اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہین ویکرہ التکلم
بالیس لہ اصل معروف او لتعظیم یا الاتعاظ او زیادۃ ونقص لیضفی فی مسلۃ انا التزئین بالعبارات الاطیفۃ والرقیقۃ وشرح لفوائد ونکات فحسن ۔ مکروہ ہے
مکروہ قصہ بیان کرنا ہے کہ لوگون سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہین اہل روایت کے نزدیک یا انکو اس چیز کی نصیحت کرے
جسپر خود عمل نہین کرتا یا اصل قصہ اور مطلب مین کچھ زیادہ کر دے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتون لطیف دل نرم کرنیوالون سے اور شرح
کرنا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ بہتر ہے ہم اکثر جاہل واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والون کی عادت ہے کہ حکایات کا ذکر اور روایات موضوعہ
جنکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہین فقط رقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہین یا کمی بیشی کر دیتے ہین معلوم ہوا کہ درست نہین مکروہ ہے جاہل
کے وعظ گوئی مین یا جاہل عالم کے بیان مین اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہین والافضل مشارکۃ اہل محلتہ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا ظلم
فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعط من عجز ۔ اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے مین جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے
زمانے مین اکثر نوائب ظلم ہین سو جو شخص کہ اسکے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہے تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ
سے ٹال سکنے سے عاجز ہو تب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اسوقت درست ہے جبکہ اسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاے فتاویٰ عالمگیری مین قنیہ سے منقول ہے کہ
ایک شخص پر ناحق قصور باندھا گیا تو اسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگون پر اسکا حصہ نہ ڈالا جاے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع کر کے
یعنی دینے مین اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع ۔ صاحب حق کو جائز نہین کہ
اپنے حق کے غیر جنس کو اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے تا چنانچہ حق مین ہم یعنی اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیہون
قرض ہین اور اس سے وصول نہین اور وہ اسکے جو یا چاول پاوے تو اسکو لینا درست نہین اسواسطے کہ اسکے ہم جنس نہین غیر جنس ہین حنفیہ مین ہاں گو
دراہم اور دینار ایک جنس ہین تو اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعہا فاشتری ببعضہا واخذ بعضہا لہ ذلک لانہ
تملیک لہ من الاباء معلم نے لڑکون سے فرش کتب کی چٹائیون کے واسطے قیمت طلب کی سو جمع کی تحصیل کر کے کچھ پیسون سے چٹائیان خرید کین

اور کچھ چیز اپنے لیے تو اسکو یہ درست ہے اسواسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکون کے باپون کی طرف سے تملیک ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اسلیے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے
خرید میں یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہیں کہ خیانت ہے لا باس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہیں منکوحہ کی قربت کرنے میں لونڈی کے
سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہیں ہم مجتبیٰ میں یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہے کہ دو
لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر کراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ
اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد لاقیمۃ لہ لا باس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ
چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہیں اور اُس سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے ولو لقیمۃ وجب التصدق بہ اور اگر اُس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانیوالا
غنی ہے اور مالک معلوم نہیں تو اُسکو خیرات کر دے لا باس بالجلوس فی بیت فیہ مصحف للبلوی کچھ مضائقہ نہیں جلوس کرنے میں اُس کوٹھری یا دالان کے
اندر جسمین مصحف رکھا ہے یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ہم مجتبیٰ میں اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ میں یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو ورنہ اگر
اولویت پر نظر کیجیے تو منافات زائل ہو جاتی ہے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہا منہ
فلا باس یہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اُسوقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد
یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اسکے واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہیں ہم حدیث
مذکور طحطاوی میں یون مذکور ہے کہ لعن الله الفروج علی السروج التغنی بالقرآن ولم یخرج بالحانہ عن قدر یصح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی
اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اُس مقدار سے جو زبان عرب میں صحیح ہے تو وہ خوب ہے ہم قرآن میں خوش آوازی وہان تک درست ہے جسمین قواعد موسیقی
کی رعایت نہو یعنی راگ اور راگنی کو دخل نہ دے یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات میں تغیر ہو جاتا ہے ذکر الله
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر الله کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع
والغروب اور مستحب ہے قراءت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت ہم فتاوے عالمگیری میں غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور اُن اوقات میں جنمین
نماز درست نہیں درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات میں تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہیں پڑھتے تھے
انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قراءت مستحب نہیں یا ذکر مستحب ہے ان اوقات میں کذا فی الطحطاوی لا یکرہ للامام عقیب الصلوۃ
بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہیں امام کو نماز کے بعد آیۃ الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے میں بلند آواز سے اور
چپکے پڑھنا انکا افضل ہے قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد
پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہے ہمارے استاذ یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار
اور آثار کے ہم فتاوے عالمگیری میں اس مسئلہ میں تفصیل واقع ہے یعنی اگر اُس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے
اور نہیں تو مکروہ نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض اور سنت میں سوائے اللہم انت السلام یا اَور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نچاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض
رشوت مملوک نہیں ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنی راشی کو اُسکا پھیر لینا درست ہے ہم اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کرے
رشوت لینیوالا ۱۲ رشوت دینیوالا ۱۲
تو یہ رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اُسکا کام نکال دیا تو بعد کار برآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار برآری سے پہلے اسکے طلب
کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے میں اختلاف ہے مشائخ کا
کذا فی الطحطاوی عن المجتبی لا باس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہیں رشوت دینے میں جبکہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے ہم یا اپنا حق

چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے ** من صلی و تصدق یرائی به الناس لا یثاب علیه بل یعاقب ولا یثاب علی الصلوۃ ولا یثاب بها قیل هذا
فی الفرائض وعند الزاہدی للنوافل لقولہم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے کے واسطے
تو اس نماز ریائی کے سبب سے اسپر نہ ثواب ہوگا اور نہ اسکو اسکا ثواب ملیگا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب فرائض میں ہو نہ نوافل میں
اور زاہدی نے اسکو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتا ہم شارح کو یون کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی
بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی میں ہے لکن نص فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعلیل
ظاہر ہے اور تعمیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی تزول الرجل سے مراد ہے تزول الامراۃ یعنی عورت کا بننا مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے اسواسطے کہ
مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اسپر لعنت وارد ہے ویکرہ للمرأۃ سور الرجل وسور الرجل للمرأۃ عورت کو مرد کا جھوٹا
اور مرد کو عورت کا جھوٹا مکروہ ہے ہم مراد جھوٹا پانی ہو عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت بصورت تلذذ کے ہے والا ظاہر اکروہ نہیں اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی
الطحطاوی ولہ ضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ہم اور باپ کو
اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے
کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدۃ للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول
صحیح میں ہم لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے ویمنع من الوضوء منہ وفیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا یا خود حوض میں وضو کرنا
منع کیا جاوے وحملہ لاہلہ ان ماذونا بہ جاز والا لا اور اس حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی
تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وہو الحق قال تعالی قتل الخراصون
الکل من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی کنایۃ
تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت
کیے گئے یہ سب مسائل یعنی مسائل متفرقہ سے یہان تک مجتبی سے منقول ہیں وفی الوہبانیۃ قال وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم او اہل الترضی
والقتال لیظفر ، اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المؤمنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے
وحشت میں نہ آوے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض مراد ہے نہ کذب خالص ویکرہ فی الحمام تغمیز
خادم ، ومن شاء تنویرا فقالوا بنورہ ، اور حمام میں خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورا لگانا تو علما نے کہا ہے کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
ہم کہتے ہیں یہ چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حرام ہے چنانچہ جاہلون کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی
شرح الوہبانیۃ ویفسق معتاد المرور بجامع ، ومن علم الاطفال فیہ یوزر ، اور عادت گرفتہ مرور در جامع مسجد فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ اسمین لڑکے
پڑھاوے اور وہ گنہگار ہے ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا ہاں اسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہوسکتی ہے کہ جب
اُسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہوگیا ومن قام اجلالا لشخص فجائز ، وفی غیر اہل العلم بعض یقرر ، اور جو کھڑا ہوگیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہے
اور بعضے علما غیر اہل علم میں اسکو ثابت رکھتے ہیں ہم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں
اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ میں ہے ویجوز نقل المیت البعض مطلقا ، وعن بعضہم ما فوق میلین یحظر ، اور بعضوں نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں ہم طرسوسی نے ذکر کیا کہ میت کو

یا ذمی آباد کرے تو اُس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہو گاؤں سے اس طرح کہ اگر چیخے وہ شخص منتہا
آبادی پر یعنی سرِ شہر بلکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اُس زمین تک اُسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اُس زمین کا مالک ہو جاتا ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اُسکا مالک
معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اُس میں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اُسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اُسی کو پھیر دیجاوے اور اُسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ھم زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہوگا اگر مسلمان ہو تو اُسپر عشر واجب ہوگا
اور اگر ذمی ہو تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اسکو سینچے گا تو اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الاختیار و اعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ قال المترجم
قلت وہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوٰۃ الکبری ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد قال صاحب
منح الشرنبلالی کیف علم بذکر ذلک فلیحفظ اور محمد رح نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اُس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین ہے جس سے اہل قریہ
منتفع نہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوٰۃ میں ہے
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور ایسا ہی برجندی میں ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد رح کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اُسنے کیونکر بیان کیا اسکو یاد
رکھنا چاہیے ھم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول روایت میں وہ ہے کہ اگر فناے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ
موات ہے اور جہاں تک آواز پہونچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوا کرتی ہے فتاوی قاضی خان کی اور کتابوں میں محمد کے
قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن الامام فی ذلک وقالا یملکها بلا اذنه احیاء موات مسلمان مالک اُسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اُسکو آباد کرنے میں حکم دیا ہو
اور صاحبین کہتے ہیں کہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اُسکے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی شرط اذن امام اور صاحبین کا اختلاف اُس وقت ہے جبکہ وہ مسلم
اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو مستامنا لم یملکها اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہو
تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکها بعد الاحیاء وزرعها غیرہ فالاول احق بها فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد
اور غیر شخص نے اُسکو بویا تو پہلا شخص اُسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبها الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب
تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے
علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی ھم اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اُسکی راہ مقرر کرنے میں
ہر طرف سے اُسکو اختیار ہے اور اگر چاروں جانب اراضی میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ
ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منها بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اهملها ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلها هو احق بها وان لم یملکها لانه انما یملکها
بالاحیاء والتعمیر لا بمجرد التحجیر اور جس نے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کے پھر اُسکو چھوڑ دیا تین سال تک
تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاوے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اُسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اُسکا مالک نہیں ہو گیا ہے اسواسطے
کہ آدمی اُسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربها او ضرب علیها المسناۃ او شق لها نهرا او بذر فالقوۃ احیاء ولو سقط او رس
اگر ویران زمین کو جوتا یا اُسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اُسکے واسطے نہر کھودی یا اُسمیں بیج ڈالا تو وہ اُسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المجتبی و داھم
مسناۃ بضم میم و تشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح اللغات میں ہے کہ
مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سند کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے [illegible]

ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لہم ومطرحا لحصائدہم لتعلق حقہم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان مملوکا اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی
قریب ہو بلکہ اسکو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور اونکے کھلیان ڈالنے کے واسطے اسلیے کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات
نہیں ہے اور اسیطرح وہ زمین موات نہیں جو ان لوگ کی ملک ہو اور اونکے ہاں رکھتے ہوں واعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرة
وہی ما کان جوہرہا الذی اودعہ اللہ فی جواہر الارض بارزا کمعادن الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز
جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کانوں سے اور ظاہر کان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے
ظاہر اور آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کانیں ہیں قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشموں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا رنگ سیاہ
جواہر وغیرہ میں ملا جاتا ہے اور نفط کمان وغیرہ میں استحکام کے واسطے ملی جاتی ہے والابار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئیں جو کسی کے
مملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی الاستنباط السعی کابار الفلوات والانہار الکبری فی الظروف فلک تحرزہ المستفید وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث
المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو جمع رکھا گیا برتن میں
سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں
پانی اور گھاس اور آگ میں ہم فتح القاف وکسر النون والتشدید یا جمع قناة یعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھودی جاوے التی لم یحتفرہا
الناس زیلعی یعنے التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئیں جنسے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی یعنے وہ کنوئیں کسی کے مملوک نہیں
بواسطہ استنباط اور سعی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ہذہ المعادن الظاہرة لم یکن لاقطاعہا حکم بل المقطع
وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اسکے عطا کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعہم
المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومة العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحة او یصیر منہ فی حکم الاملاک
المستقرة ذکرہ العلامة قاسم فی رسالتہ احکام اجارة اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اسنے جسکو سلطان نے عطا
تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہریگا اور جو چیز کہ ان سے لیگا اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جا
روکنے سے اور پھیرا جاوے مدام عمل سے لئے ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہ ہو یا وہ چیز اسکے ساتھ در حکم املاک
مستقرہ کے نہو جاوے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ جو اسکی ملک میں ثابت
داخل ہوں کذا فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وہی التی ینزع الماء منہا بالبعیر کبئر العطن وہی التی ینزع الماء منہا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر اربعون
ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح ستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہو تو ساٹھ گز ہے
بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنے کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الہدایة اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی
بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنے اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد وفی الشرنبلالیة عن شرح المجمع وعمق البئر لو
اربعین یزاد علیہا انتہی لکن نسبہ القہستانی لمحمد ثم قال یفتی بقول الامام وعزاہ للتتمة ثم قال وقیل التقدیر فی بیر وعین بما ذکر فی اراضیہم لصلابتہا وفی
اراضینا رخاوة فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للہدایة وعزاہ البرجندی للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق
چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم
چالیس گز سے زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کی

کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہی طحطاوی نے فتاویٰ اہیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین رحمہما اللہ کا بھی اور کاریز کا پانی اور کسی زمین پر بہہ کر ظاہر ہوگیا تو وہ مقام چشمے کے مانند ہو یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہی یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہر میں تو اسکا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہی جرجانی نے وحریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسة اذرع من کل جانب لیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہر ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اس میں درخت لگاوے وتلحق ما ضنع عود دجلة والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک

حریما لعامر ودجلہ اور فرات کا پانی پھر جانا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہو بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو ہم دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہو یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہوگیا اور پھر اس طرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل ہو اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہو علی الخلاف

فان کان حریما او جاز عوده لم یجز احیاءه لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا پر حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہی والنھر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک میں ہو اسکا حریم نہیں امام رح کے نزدیک مگر گواہ کر دینے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناة النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے پشتہ کی ملکیت ہو اسکے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکالکر پشتہ پر ڈالی جاوے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وھو اوفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد رح نے پشتہ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہو ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہو کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہو بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہو کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہی اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہو یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہیں مگر با قامت شہود اور صاحبین رح کے نزدیک حریم ہو محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہی اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہو وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لہ مسناة فارغة یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناة لہ عندہما ولصاحب الارض عندہ اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہو کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک میں ہو جسکی پشتہ خالی ہو درخت وغیرہ سے اسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رح کے نزدیک پشتہ صاحب نہر کی مملوک ہو اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہو ھم اگر پشتہ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک پشتہ کا بھی مالک ہو کذا فی الطحطاوی عن الدرر عینی میں قاضی خان سے منقول ہو کہ اگر پشتہ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہو اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہو وفیہ معزیا للتصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی میں تصحیح سے منقول کہ قول صحیح یہی ہو کہ صاحب نہر کے واسطے حریم بالاتفاق ثابت ہو اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی میں کہتا ہوں اور جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہو انہیں سے شرنبلالی ہو ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب

یہ فصل ہو شرب کے مسائل میں ہو وہو لغة نصیب الماء وشرعا نوبة الانتفاع بالماء سقیا للزراعة والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہو پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہو پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفة شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہو اور لب سے جانوروں کا پینا ہو ہم یہاں شرب بالشفاہ میں مصدر ہو یعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا انتفاع ہو دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لیے اور بانداز اسکے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہو کذا فی الطحطاوی وکل حق ما فی

کل کو علم ہو کہ پانی میں حق عام اسوقت تک ہے جب تک وہ برتن یا مشک کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہو پانی میں جو برتن یا مشک کے اندر ہو پینے کا حق ثابت ہی ہے واسطے لب جانداروں کے اور جب پانی کو پھر
وہ اپنے مقام میں ہو یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض میں بھر کر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا
اور مصنف رحمہ نے احراز کہا نہ اخذ اسمیں اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے منہ سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخین رح کے نزدیک بھرنے والا اسکا مالک
نہ ہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شئی کے گرد حائل ہونے سے موضع مخصوص میں کذا فی الطحاوی و لکل حق الشفۃ فی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات و نحوہما لان الملک
بالاحراز و لا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکے
جیسا کہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہروں میں احراز نہیں ہوا کہ پانی کا غلبہ غیر پانی
کو غلبہ کو مانع ہوتا ہے و لکل شق نہر لسقی ارضہ منہا او نصب الرحی الی ان قال لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس
والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لینا تا اپنی زمین سینچے یا پنچکی قائم کرنے کے واسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ ہو
اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اسی صورت میں مخصوص ہے جبکہ کسی کو ضرر نہ پہنچتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرطیکہ عدم ضرر
خلق ہو ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ہلاکر کے ایک طرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اسوقت نہر کھودنا درست نہ ہوگا اور اسکا دفع
ضرر کرنا واجب ہے کذا فی الطحاوی عن خزانۃ المفتین لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتہا و لا سقی ارضہ و شجرہ و زرعہ و نصب دولاب
و نحوہا من نہر غیرہ و قناتہ و بئرہ الا باذنہ لان الحق لغیرہ فتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونے کا خوف ہو
جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے بلا اذن
کے اذن سے اسواسطے کہ حق اسی کا ہے تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں ہوا اور اگر بلا اذن
اگر بلا اذن سینچیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اسکو کچھ سزا دیگا اگر مصلحت سمجھے کذا فی الطحاوی عن الخانیۃ و لہ سقی شجر
او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ و اوانیہ فی الاصح و قیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سبزہ غیر کی نہر یا کنوئیں کا
پانی اٹھا کر گھڑوں اور برتنوں سے بلا اذن درست ہے صحیح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے ہم فانیہ اور ذخیرہ میں قول ثانی کو صحیح کہا ہے
دونوں قول صحیح ہیں کذا فی الطحاوی و المحرز فی کوز و حب لا یؤخذ الا باذن صاحبہ لملکہ باحرازہ اور جو پانی کسی نے رکھا
کوزے اور گھڑے میں تو اس سے فائدہ لینا چاہیے مگر اسکے مالک کے اذن سے بسبب اسکے کہ مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے ولو کانت البئر والحوض والنہر فی
ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اس میں پانی
پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اسکو اپنے مملوک مکان میں داخل نہ ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اسکے پانی پاسکتا ہو بشرطیکہ متصل پانی ملسکتا ہو
پیاسے کا منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحاوی فان لم یجد یقال لہ اما ان تخرج الماء
الیہ او تترکہ یاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر و نحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار
سوا اگر پانی کا طالب اسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو پانی نکالدے یا اسکو چھوڑ دے تا روک
تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اسکے حوض کا کنارہ اور کگر نہ توڑ ڈالے اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اسکے مباح پانی نپاوے
تو اسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تینوں چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم مراد حدیث شریف کی
اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اسپر اپنا قبضہ کرے یا برتن میں بھر لیوے تو وہ حق ہی اور وہ اسکا مالک ہو دوسرا

مالک نہیں اسکو سعی نایاب کی تصحیح و بدرہ تملیک کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خودرو ہو تو صاحب زمین اسکا مالک نہیں تو جو اسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اسکا مالک
ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہے اسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اسمیں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اسکے گرد بیٹھ کر تاپنا چاہے یا اسکی روشنی میں کچھ سینا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے
تو آگ جلانے والا اسکو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں اپنا غیر کی
ملک سے جائز نہیں بدون اسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطاب کی نسبت کسی گانون یا جماعت کی طرف مقرر نہیں جب تک یہ معلوم نہو کہ یہ
انکی ملک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اسنے رسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الطحاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک
اما ان تقطع وتدفع الیہ والا تترکہ یاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے دے
یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے ورنہ تو اسکا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹ کر دینا اسوقت ہے جبکہ قریب اسکا دوسری
زمین میں مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ
عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے
ہتھیار سے بدلیل اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کالطعام عند المخمصۃ درر لو اکان
فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی گھڑے
برتنوں میں ہے اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے
جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑنا اس شرط سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانا اس شخص کے
بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا
گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہو کافی یعنی ترک معصیت مستحق تعزیر ہے یا تادیب اور زجر کے واسطے وکری نہر الحقیرۃ غیر المملوک من بیت المال فان لم
یکن شیء فی بیت المال فعلی المسلمین یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ
مال نہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام اکثر صرف کریں مصالح پر اپنے
فقط اسیے لئے سلطان کو ان پر جبر کرنا درست ہے جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم
علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے اسکے مالکوں پر ہے اور جو انمیں سے انکار کرے اسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر ...
کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہو اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے بہتر قول اسمیں
یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہوں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں ہر شریک کے واسطے
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے نہ خرچ کرنے والے سے پھر لینگے
ہاں ہاں اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے
کھودنے کا خرچ شریکوں پر نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں
حصہ ہو وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہیگا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض
رجل منہم بریء من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی

زمین سے تو وہ بری ہو گیا کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین رحمہم اللہ نے فرمایا کہ سب شریکوں پر کھودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب
برابر ہیں شرب میں اور یہی بہتر ہے یوں کہا کہ شارح نے کذا فی الاختیار الشفعة یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہی اسواسطے کہ حق شرب شریکوں کو
مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی والکردی سے عمل بل الشفعة اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی جو اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں انکا حق تو فقط شرب
میں ہی جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہی اور دوسرا یہ کہ ہم وجہ استحسان یہ ہی
کہ باری مرغوب ہے فیہا اور انتفاع کے لائق ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت کا مالک ہو باری کا اسلیے کہ کبھی زمین بک جاتی ہی بدون پانی کی
باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہی بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر واراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن
ذلک ویترک علی حالہ اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اُس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اُسکی زمین میں نہر جاری نہ رہے تو اسکو
اس روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑ دے نہر کو اسکے قدیمی حال پر وان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای الارض فعلیہ البیان ان ہذہ النہر لہ وانہ
قد کان لہ مجراہ فی ہذا النہر یسوقہ لیسقی ارضیہ اور اگر نہر اسکے قبضہ میں نہو اور نہ زمین کے کنارے پر کذا فی الہندیہ اور نہ زمین میں جاری ہو تو
اسکا جاری ہونا زمانہ ماضی میں معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہو کہ نہر اسکی ملک ہی یا اسکا پانی اُس زمین میں جاری تھا اسکی واسطے اپنی کی
زمین سینچنے کے واسطے قولہ وانہ قد کان لہ کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہی یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں ہی کذا فی الطحطاوی علی ہذا اذا
فی نہر او مسیل علی سطح او المیزاب والممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب یعنی اور اسی قیاس پر ہی پانی گرنے کا مسیل ہی زمین میں یا چھت پر
وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب مذکورہ دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو ان میں اختلاف کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہو
مراد پانی گرنے سے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا دھونے کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات گرانے کا حق ہیں یا کسی کا گھر میں
پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہوں تو اسے گواہوں سے دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم
اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم لان المقصود نہر مشترک ہی ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری انکے درمیان میں بقدر
انکی اراضی کے ہوگی اسواسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہی یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اسکی زمین کے
ہوگا بخلاف اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعة الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق بخلاف راہ کے اختلاف کے کہ اس طریق کی
ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہی اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے ولیس لاحد من الشرکاء فی النہر
ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا بماء اور نہر کے شریکوں میں سے کسی کو درست نہیں یہ کہ اسمیں سے دوسری نہر جاری کرے یا اسپر پن چکی قائم
کرے مگر وہ پن چکی قائم کرنا درست ہی جو خاص اُسکی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ پن چکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہی اور کنارہ
ٹوٹنے سے پانی بیکار بہ جاتا ہی کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہی کہ اسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہی کہ اسکے جاری ہونے میں
خلل واقع نہو او دالیة کنا عورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے جو پل یا لکڑی اور کنگھی کا پل تو شریک کو جائز نہیں
او یوسع فم النہر او یقسم بالایام والحال انہ قد کانت القسمة بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ وفتحہا النقب لان القدیم یترک علی قدمہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک
نہر کا دہانہ کشادہ کرنے یا پانی کی قسمت دنوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تھی بذریعہ نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز
اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہی بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہی کوہ بمعنی نقب کے اصل اسکی نقب بیت ہی لیکن یہاں
استعارہ ہی کشتزار کے مفاتح آب کے واسطے کذا فی المغرب او لیسوق نصیبہ الی ارض لہ اخری لیس لہا منہ ای من النہر شرب

شارح نے کہا زبد بکسر نون اور شد یا تحتانیہ ہو اور زبد بفتح زا ترجمہ وبا موحدہ عبارت ہی رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے
مراد جوش کامل ہو اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہی جوش کہا نشہ کی جس سے
مستا کر دینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہی جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضوں نے کہا
صلاحیت اسکار یعنی مست کر دینے کی لیاقت مراد ہی کذا فی بنایۃ العینی وعلم الشیء طاقتہ فمہ قالت الثالثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ
عن المواہب وبالی الایضاح اور صاحبین رح نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا بلکہ فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہی بغیر
جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہی تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابوحفص کبیر نے لیا ہی اور یہی قول ظاہر تر ہی جیسا کہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہی
اور آگے آویگا جو اس مطالب کا مفید ہی یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد ہم صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ لذت سکر پیدا اور قوت مسکرہ اشتداد سے حاصل
ہو جاتی ہی اور یہی موثر ہی ایقاع عداوت اور نماز سے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہی اسکو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم رح کی دلیل
یہ ہی کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہی اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہی سو اسی جھاگ ڈالنے سے صافی پتلا ہو جاتا ہی کیسے سے اور احکام شرعی جو خمر سے
متعلق ہیں وہ قطعی ہیں جیسا کہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکے لہذا انہا احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد قال الخمرۃ علی غیر ما ذکرنا اور
کہ یہ خمر کا اطلاق ہوتا ہی غیر مذکور پر بھی باعتبار مجاز کے ہم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہاں تک کہ متغیر ہوگئی اور اختمار یا رسنا ہی
تغیر بیچ سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت کے سبب عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہی پہ قول اول امام کے موافق ہی اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہی اسواسطے کہ
انکے نزدیک ہر مسکر خمر ہی اور دلیل انکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث ہی کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہی کہ جو اوپر مذکور ہی
کی ہی اسپر اہل لغت کا اتفاق ہی اسیلئے سوا اور مسکرات کو بادہ و مثلث وغیرہ ذالک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہی نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم
وغیرہ محمول ہو یا بیان حکم پر محمول ہی کذا فی الزیلعی اور خمر کی تفصیل اسکی کتب مطولہ میں ہی ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہا ای
لذاتہا پھر مصنف رح نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہی بحیثیت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہی نشہ کرنے کے
باعث سے ہم بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اسواسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہی اسلئے قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہی
اسلئے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہی تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں
یکساں وفی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الآیۃ عشرۃ دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر
مجتبی وغیرہ میں مشرح مذکور ہیں ہم دلائل مذکورہ یہ ہیں اول خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا دوم اسکو رجس یعنی نجس العین کہا سوم عمل شیطانی سے اسکو
شمار کیا چہارم اجتناب کا حکم کیا پنجم اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ششم شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہی خمر سے ہفتم ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہی اسکے سبب سے
ہشتم روکتا ہی یاد خدا سے نہم روکتا ہی نماز سے دہم نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وہی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس بنجاست غلیظہ ہی
پیشاب کے مانند اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہی ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہی خمر کا حلال کہنے والا سو اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا
منکر ہوا وسقط تقومہا فی حق المسلم الا مالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہی نہ مالیت اسکی صحیح تر قول میں ہم تاکہ
مسلمان کے حق میں اسواسطے نہیں کہ حق تعالی نے اسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہی اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہی
اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ مال ہی بسبب میلان طبائع کے اسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو بسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام
او غیر ذالک اور حرام ہی فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشے کے واسطے

بادہ میں اسکا ذائقہ باقی ہو پس اگر کھانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے الا للتخلیل او لدفع العطش بقدر الضرورۃ فلو زاد فسکر حد یعنی کہ خمر کا
سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی لیوے اور نشہ ہوگا تو اسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبیٰ ولا یجوز بیعہا
لحدیث مسلم ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا بسبب صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسنے اسکا پینا حرام کیا ہے اسنے اسکا بیچنا بھی
حرام کیا ہے صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اسنے کہا کہ میں نے
اسکے بیچ ڈالنے کا حکم کیا ہے تب یہ حدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اسنے اسکا بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اسمیں خمر تھی سب
جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاوے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اس سے ہم باوجود عدم سکر حد
لازم ہے اسواسطے کہ اسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مسند ابی یعلیٰ میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مرد
خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اسنے پی تو اسکی نماز چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر
اسکو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو
حد ماری جاتی ہے جبکہ اسکو بیہوشی اور نشہ ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اسپر جو مست ہو جاوے
ان شرابوں کو پیکر جو سیندھی اور تاڑی اور دودھ اور جو وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ اکثر انہیں پر جماع کرتے ہیں ہمارے زمانہ میں اور لہو و لعب کا
قصد کرتے ہیں اور اسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اسکے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا ہم
یعنی پکانے سے اسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا تو شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اسکی حرمت کو باطل کرے بعد حرمت
کے ثابت ہو جانے کے بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ مؤثر ہے اور جبکہ خمر بن گئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی الا انہ لا یحد فیہا مالم یسکر منہ
لاختصاص الحد بالنئ ذکرہ الزیلعی وبہ تظہر ضعف ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد
مالم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ لیکن پکی خمر مطبوخ کے پینے پر حد ماری نجاویگی جب تک اس سے مست نہو کا بسبب مخصوص ہونے حد کے
کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف رح نے اپنی شرح میں اور ضعیف کیا ہے اس قول کو جو قنیہ اور مجتبیٰ میں ہے یعنی جب خمر
پکائی گئی اور اسکی تلخی دور ہو گئی تو حلال ہو جاتی ہے پھر مصنف شارح نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاوے اسکے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے
قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جب تک کہ اسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تضعیف میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم
خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رح کا یہ ہے کہ اسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیے یا بہت چنانچہ
فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے اور ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ
اس سے اوصاف خمریت کے یعنی تلخی اور مست کر دینا زائل ہو جاوے کیونکہ اسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اسکی حقیقت بدل جاتی ہے
اور یہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا
جو مقتضی ہے اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اسکے نہیں اسلیے کہ مؤثر انقلاب ہے طبخ کی اسمیں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی
الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قال المصنف فات ورد باحتقان واقطار فی احلیل نہایہ اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنابر قول معتمد کے ایسا
کہا ہے مصنف رح نے شرح میں میں کہتا ہوں اگر یہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جاوے کذا فی النہایہ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال

تو ظاہر ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اسلیے حرام ہو کہ حسب قولہ غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوگی تو جھاگ ڈالنے سے پہلے بطریق اولی حرمت ہوگی ظاہر کلام کہ بقیۃ
المتون انہ اختار ہٰہنا قولہما قالہ المصنف ثم قال القہستانی وذکر الاتقانی ہٰہنا انہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور باقی کا ظاہر کلام باقی اور متنوں کے مانند یہ ہو
کہ انہوں نے اس مقام میں صاحبین رح کا قول پسند کیا ہے کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو ذکر نہیں کیا ایسا کہا ہے مصنف نے پھر
قہستانی نے کہا کہ اتقانی نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور ہو چکا تھا یہاں
اسکے ذکر کی ضرورت نہ تھی سو اس سے خبردار رہنا ہم کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ مصنف رح کی تقریر سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہو اسواسطے کہ انہوں نے سکر کی حرمت میں جھاگ
ڈالنے کو بیان کے بعد ذکر کیا ہو تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونوں میں یکسان غلو ہو وفی حکم نجاسۃ السکر بالنقیع ومفاد کلامہ
انہا خفیفۃ وہو مختار السرخسی والمختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رح نے سکر یعنی تمر اور نقیع کی نجاست کا جو بیان نہیں کیا اور اسکے کلام سے ایسا
ظاہر ہوتا ہو کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رح کا مختار ہو اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہو کہ نجاست غلیظہ ہو وحرمتہا دون حرمۃ
الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہے خمر کی حرمت سے تو انکا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جائیگا
اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہو اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ہم کہتے ہیں کہ تکفیر کو اکفار سے کہنا بہتر ہو تکفیر سے اسواسطے کہ اول
نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہو اور خاص دلالت مراد میں اولی ہو مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر
والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ میں سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب ہو یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا
پانی بشرطیکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہانتک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اسکا پینا حلال ہو اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ مزین ہو عینی نے کہا اتخذ من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اسکی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں
تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہوجاتا ہے وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو شرب للہو فقلیلہ
وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ اور تمر اور زبیب کی اسوقت ہو جبکہ وہ پیا جاوے بغیر لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شرب ہوگا تو اسکا
قلیل اور کثیر سب حرام ہو ہم کہتے ہیں کہ طرب سبکی ہو جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہو درر میں کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص
نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہو وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم
اور یہ حلت اسوقت تک ہو جب تک کہ وہ نشا نکرے تو اگر اسقدر پیے گا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا
یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہو نہ مشروب تمامہ مجتبیٰ میں ہو کہ جسنے نو پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اسکو نشہ نہوا پھر اسنے دسواں پیالہ
پیا اسوقت نشا کیا تو حرام دسواں پیالہ ہو نہ اسکے پیالے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر مست ہونیکی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہو اور وہاں کا بیٹھنا
حرام اور اسکی طرف چلنا حرام ہو کذا فی الطحطاوی والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور دوسرا حلال سے
مشروب ثانی خلیطین ہو یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد اس میں حاصل ہوا ہو
بدون لہو ولعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہو کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم کے واسطے برتن میں ڈال لیتے تھے اور پانی اسپر ڈال لیتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو
بھگو رکھتے اسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث میں خلیطین سے نہی وارد ہو وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہووے اور
حالانکہ پڑوسی محتاج ہو بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی میں تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو

کذا فی الطحطاوی (والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیر والذرۃ فیحل سواء طبخ او لا بلا لہو وطرب) اور تیسرا شربۃ حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو
اور جوار کا نبیذ یعنی نبیذ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے (والرابع المثلث العنبی وان اشتد وہو ما طبخ من ماء العنب
حتی یذہب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للہو لا یحل اجماعا) اور چوتھا شربہ حلال ہے مثلث
انگوری ہے اگرچہ اسمین اشتداد حاصل ہوا ہو مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہانتک کہ اسکی دو تہائیان جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی رہے
یہ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو و لعب کے واسطے پیتا ہو تو شیخین رح
اور محمد رح سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ہم شیخین رح کے نزدیک مثلث عنبی کا شربہ مذکور حلال ہے اور محمد رح اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک
حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین رح کے ایک دلیل یہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ کہتے وہ کہ لکھا امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا کہ ہمارے پاس ملک شام کا قافلہ شربۃ غلیظ اسود لایا کالا اونٹ کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ ایسے مین نے انسے پوچھا
کہ تم اسکو کتنا پکاتے ہو انہون نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائیاں جاتی رہتی ہیں اسکے دو ثلث خبیث جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث تشدد اور
سکر کا سواسنے لوگون سے حکم کر کہ اسکو پیا کرین اور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے شربہ کو تم پکاؤ یہانتک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے
شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال ہے
سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ مین لوگ لہو و لعب اور فسق و فجور کے واسطے
پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر شخص کے واسطے مثلث پینے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہان کا بیٹھنا اور اٹھنا اور چلنا حرام ہے امام اعظم رح سے روایت ہے کہ
کہ مین نبیذ کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور مین اسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہی (وصح بیع
غیر الخمر) مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہو چکے انکی بیع صحیح ہے ہم یعنی اشربہ مذکورہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے
اسواسطے کہ معصیت لعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی (ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ہل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل علی ان مرادہ
بعدم الجواز عدم الحل) قال المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون
ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے
شرح مین (وضمن ہذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لامتناع تملیکہ عینہ وان جاز فعلہ) اور تاوان دیا جائیگا ان شربون کا بسبب ہلاک کرنے
کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت
مراد ہے کذا فی الطحطاوی (بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکہم وما یدینون) زیلعی بخلاف اتلاف صلیب کے یعنی
اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب تلف کر ڈالے تو اسکے مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیے کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور
ہین انکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی (وحرمہا محمد) ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین ونحوہا قالہ المصنف (مطلقا) قلیلہا وکثیرہا (وبہ یفتی)
ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے انکو محمد رح نے مصنف رح نے شرح مین کہا یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وہ محمد رح
کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ حبوب اور غلات کا
نبیذ یعنی انکا بوزہ اشربہ مذکورہ شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پیکر مست ہوا اسپر حد نہین اور اسکی طلاق واقع نہین اور محمد رح کے نزدیک وہ
حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کفایہ وغیرہ مین ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ مین یہ ہے کہ شہر

مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کے کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہے وہ خمر ہے اور
ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد رح و ابن ماجہ رح و دارقطنی کے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتویٰ محمد رح کے
قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اسکا اور کثیر سب حرام ہے فقہا نے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہیں اور محمد رح کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا کہ مذہب
شافعی رح اور مالک رح اور احمد رح اور داؤد رح ظاہری کا ہے انتہی اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا چار اشربہ حلال میں ہے اور اشربہ بعد میں سے تو قدر قلیل بالاتفاق شیخین رح اور
محمد رح کے حرام ہے کیونکہ اسقدر سے نشہ نہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً واختارہ شارح الوہبانیہ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے محمد رح
کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین رح اور محمد رح سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہو گئی شرح وہبانیہ
میں عمادیہ سے یوں مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ انہوں نے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ جس سے
نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اسکے پینے سے لوگ باز رہیں تا روے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے خمر کے
سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونظمہ فقال ؎ وفی عصرنا فاختیر حد واوقعوا طلاقا لمن بالسکر من الحب سکر وعن کلہم یروی وافتی محمد بتحریم ما قد قل
وہو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کر دی ہے اس شخص کی جو اناج کی
شراب یعنی بوزے سے مست ہو اور شیخین رح اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد رح نے قلیل کے بھی تحریم کا فتویٰ دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے
وفی طلاق البزازیة وقال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وہو نجس ایضا ولو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد انتہی وفی الملتقی ووقوع طلاق من سکر منہا تابع
لتحریمہ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ہو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا انتہی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور بزازیہ
کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے
زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اسپر حد ماری جاوے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اسکے پینے سے تو اسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے
اور سب مسکرات حرام ہیں محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل
اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہے انتہی ما فی الملتقی اور پورا اسکا بیان اس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی ان لبن
الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لہما والسکر منہ حرام بالاتفاق والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب
جوش کھا کر مستی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اسکے مست پر حد واقع ہونا اور اسکی
طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہے یعنی شیخین رح کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الافراس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الہدایۃ
حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اسکے حلال ہونے کو
صحیح کہا ہے یعنی امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر ہم حلت اسوقت تک ہے جب تک
نشا نکرے زیلعی میں ہے قول اصح یہ ہے کہ گھوڑے کا دودھ امام رح کے نزدیک حلال ہے بموجب ذکر کرنے صاحب ہدایہ کے اسلیے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے
سبب سے ہے اور اسلیے کہ مادہ جہاد منقطع نہو جاوے تو یہ کراہت اسکے دودھ کی طرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدباء
جمع دباة وہی القرع حلال ہے نبیذ بنانا تونبوں میں دباء بتشدید بید و یہ جمع ہے دباة کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرة خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر
والنقیر الخشبة المنقورة وما ورد من النہی منسوخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جسپر زفت یعنی
رال قیر کا ملا ہو اور لکڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ رح عن علقمہ بن مرثد رح عن ابن بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا
کرو اور بیہودہ گوئی نہ کرو اور محمد صلعم کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب کھاؤ جتنا تم چاہو منع اسی واسطے
کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کرے اور دبا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو جس برتن میں چاہو اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں
کرتا اور نہ پیو نشا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر انمیں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے انکا استعمال درست ہے
پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد رح کے نزدیک وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک
تین بار دھو لے اور ہر بار خشک کر دے تو پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اسمیں بار بار پانی بھرے اور گرا دے یہانتک کہ صاف پانی نکلے
جسمیں نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وکرہ شرب دردی الخمر والامتشاط بالدردی لان فیہ
اجزاء الخمر فقلیلہ ککثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عندنا بلا سکر یعنے تلچھٹ شراب کا پینا اور اسکو کنگھی میں لگا کر بالوں میں لگانا مکروہ ہے اسواسطے
کہ اسمیں شراب کے اجزاء موجود ہیں اور شراب کا قلیل اسکے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد جاری نہ کی
جاوے بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد جاری کی جاوے گی ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ
وعن الصلوۃ اور بنج یعنے خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنے ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اسواسطے کہ یہ سب مفسد عقل ہیں اور یاد خدا اور نماز
سے باز رکھتا ہے اور اسیطرح قاموس میں ہے کذا فی الطحطاوی بنج اور حشیشہ میں اہل لغت تفسیر میں کچھ خطا ہو جاتی ہے اسلیے کہ بنج بفتح با موحدہ و سکون نون خراسانی اجوائن کو
اور حشیشہ ورق القنب یعنی بھنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتی ست
شبیہ بہ کرفس با دستہ بیرو بسیار بلند و در طول و عرض ازان بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن مزغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار [illegible]
آن بیک پہلو [illegible] و تخم شبیہ بتخم ... بسیار ریزہ تر ازان و غیرہ ... سہ نوع ست سیاہ و سرخ و سفید بہترین انواع اول با ماہیت و تخم مستعمل و نوع سوم کہ
سفید ست قاتل و کمیاب یعنے سرخ آنرا استعمال نباید اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ ہندی میں بھنگ و ہندی میں سیانا بھنگ و ناطلاح ورق الخیال
و حشیش و حشیشۃ الفقراء گویند درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شہدانج و شاہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے
شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جسکو قلندر استعمال کرتے ہیں وہ
لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغائر حشیش کی ہے اسواسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مخدر اور مفتر اور کسل ہے اور اسمیں اوصاف ذمیمہ ہیں
اور متاخرین کا اسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسمیں زیادہ
اور قتل کرے یا عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے انتہی مانی العینی الطحطاوی نے قہستانی سے شرح اللباب نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایکقسم مزیل عقل وہ حرام ہے اسکی ایک قسم
ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند اسواسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر
محمول ہو انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیأ من ذلک لا حد علیہ وان سکر بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ خراسانی اجوائن
اور بھنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمیں سے کھاوے تو اسپر حد نہیں اگرچہ اس سے نشا ہو جاوے بلکہ حاکم
تعزیر دیگا حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا تحرم جوزۃ الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسیطرح جوزۃ الطیب یعنے جائفل حرام ہے لیکن
اسکی حرمت بھنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اور مصنف رح نے شرح میں حرمت جائفل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے پس قواعد کے موافق
جانا کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوزۃ الطیب کے جو نقل عن الجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین

الزاہدی نے کفر و مباح قتلہ اور مصنف رح نے شرح میں جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بھنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہی بلکہ نجم الدین زاہدی نے کہا کہ وہ منسوب
بکفر ہی اور اسکا قتل مباح ہی اور مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہ رح سے کچھ منقول نہیں اس واسطے کہ انکے وقت میں اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی
کچھ منقول نہیں مُزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہیں امام شافعی رح کے اور اسمیں جو شاگرد امام اعظم رح کے عراق اور عجم میں تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب
اسکی بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم میں پھیلا اور سفاہت عقلا پر غالب آگئی اسکے استعمال سے تو تمام علما ماوراء النہر نے مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور
اسکے جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی رح اور حنفی رح دونوں مذہبوں کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہی یہانتک کہ اسکی حلت کے قائل کو
زندیق اور مبتدع کہا ہی اور حکم کیا ہی کہ جو بھنگ سے مست ہوا اور طلاق دے تو اسکی طلاق واقع ہوگی زجرا اور تو بنج کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم
الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر [illegible] بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ میں
کہتا ہوں اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی رح نے اپنی شرح میں جو انکے باپ بدرالدین کی منظومہ پر ہی جو کبائر اور صغائر کے بیان میں ہی ابن حجر مکی سے
یوں کہا ہی کہ اسنے تصریح کی ہی جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہی ثم قال شیخنا النجم والتتبعین الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق
فی سنۃ خمس عشرۃ بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وہو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل
مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ
کسائر الصغائر انتہی بحروفہ پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعی رح نے کہ تمباکو جو نو پیدا شئی ہی اور اسکی پیدایش دمشق شام میں اکہزار پندرہ سال
ہجری میں ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوے کرتا ہی کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہی یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر
حواس کو شکستہ اور ضعیف کرتا ہی اور جو چیز مفتر ہی وہ حرام ہی بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہی کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے اور نجم مذکور نے کہا کہ تمباکو کا ایک دوبار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کردینے
سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہی علاوہ یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہی ہاں اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہی جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہی
انتہی کلام النجم الشافعی رح بلفظہ ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تمباکو کی حرمت علما شافعیہ رح کے قول پر ہی اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہی کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا
سامان کردینا واجب ہی انتہی اور بعض ثقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انہوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہی سو قول ضعیف ہی اور مذہب صحیح یہ ہی
کہ تمباکو مکروہ تنزیہی ہی مگر بعارض اور حقہ اسوقت زوج پر واجب ہی جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر کرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر
اسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم ہوگا انتہی کلام الشافعیۃ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہی کہ یہ امر مختلف ہی
باختلاف مستعملین کے یعنی ہر کسیکو مضر ہی اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ
کالحیوان المشکل امرہ والنبات المجہول سمیتہ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ میں اس قاعدہ کے
اندر کہ اصل اشیا میں اباحت ہی یا توقف ہی اور ظاہر ہوتا ہی اثر اس قاعدہ کا اس چیز میں جسکا حال معلوم نہیں جیسا کہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہیں
اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کہتا ہوں تو اس قاعدے سے پوچھا جاتا ہی حکم اس گھاس اور بوٹی کا
جو ہمارے زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہی جسکا نام تتن یعنی تمباکو ہی تو خبردار رہنا یعنی بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا میں اباحت ہی
تمباکو مباح ہی اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا میں توقف ہی یعنی نہ اباحت ہی نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہی نہ حرام وقف کرے

شیخنا العمادی فی ہدیۃ الحاقا لہ بالثوم والبصل بالاولےکہ فقد بر اورالبتہ تنباکو کو ہمارے اُستاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں مکروہ کہا ہو اُسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے ملحق کر کے سو اسکو غور کرے ہم مفتی روم ابو سعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہو لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہو انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہو کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہو جیسے لہسن پیاز وہان مکروہ تحریمی ہو اور قرآن خوانی کے وقت اُسکا استعمال صریح بے ادبی ہو کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث رح دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہو کہ جو لوگ اکل دخان حرام سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہین سو یہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہین ایک تو بدبو تا حقہ کش کے منھ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھوان نکلنا منھ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہو ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہو لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہو انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم وممن جزم بحرمۃ

الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ۝ وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ وتطلیق محتش لزجر وقرروا ۝ لبائعہ التادیب والفسق اثبتوا ۝ وزندقۃ للمستحل وحرروا اور ان علما مین سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہین شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہو اسکو کتاب الحظر مین اور اسکو نظم کیا ہو اور یون کہا ہو اور علما نے فتوے دیا ہو بھنگ کے حرام ہونے اور اُسکے جلا دینے اور بھنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہو علما نے بھنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہو اور اسکو منقح اور محقق بیان کیا ہو واللہ اعلم وتغفراللہ الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہو صید یعنی شکار کے احکام مین ہم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ ہو جو ان ممتنع متوحش ہو جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر حیلہ سے تو متوحش کی قید سے مرغی اور بط نکل گئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہو کہ اُسکے پاؤن یا پر ہون جنسے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہو کہ آدمیون کی طرف بالطبع نفرت نہ رکھے اور وحشت اصلی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہو اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید مین جیسا کہ بچہ یا ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر حیلہ سے لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہو کہ دونون چیز موجب سرور ہوتی ہین ہو مباح بخمسۃ عشر شرطا بسطہا فی العنایۃ ونظمہا فی ثلاثۃ ابیات شکار کرنا مباح ہو پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثناء مسائل مین ہم جملہ شرط مذکورہ پانچ شرطین ہین شکار کرنے والے مین ہونا اُسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اُسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اُسکے چھوڑنے مین غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمدا نکرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ معلم ہونا اُسکا یعنے تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اُسکا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطین شکار مین ہین ایک یہ کہ اُسکی خورش نیش دار وانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوا ٹکڑی کے آبی جانور نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پاؤن سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اُسکے ذبح کرنے کے کذا فی الحاکمیۃ عن النہایۃ پہلی تینون شرطین حلت اکل کے واسطے ہین نہ مطلق شکار کے واسطے منح الغفار مین ہو کہ شکار کا سبب تلاش ہوتا ہو شکاری کے خلاف حال سے اسلیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہو اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان مین ہو کہ شکار کرنا مباح ہو حلال جانور مین اور حرام مین حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اُسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منح الغفار مین ہو کہ شکار کرنا مشروع ہو قرآن سے قال اللہ تعالیٰ (واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما) یعنے جب تم حلال ہو یعنے محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تمپر شکار کرنا خشکی مین جب تک تم محرم ہو اور مشروع ہو حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اُسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اُسنے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اُسکو زندہ پایا تو اُسکو ذبح کر اور اگر تو نے اُسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اُسکو نہین کھایا تو اُسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہو یہ حدیث بخاری

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے الا فی الحرم
للمحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہے جلبی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا للمحرم او فی الحرم یعنے شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں
مباح نہیں اسواسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او للملاہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے
مگر لہو لعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ وقال المصنف وانکار ذلک بقولہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب
وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت
بموجب اشباہ کے ہے مصنف رحمہ اللہ نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ میں زیادہ کی اشباہ کی متابعت سے ورنہ میرے نزدیک شکار
کو پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کے برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے
چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں بیان ہے مصنف شاگرد ہیں صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نہ کیا انتہی ... شبکۃ
لصید یملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا
اس جانور کا جو اسمیں پھنس گیا بخلاف اس صورت کے کہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمیں الخ تو اول صورت میں
دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اسکو پکڑے گا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد لقاش
او غیرہ خاتما او دینارا ضرب بغیر ضرب الاسلام لا یملکہ ویجب التعریف اور اگر دینار یا کوئی اور چیز انگوٹھی یا اشرفی جس پر اسلام کا سکہ ہو پاوے تو اسکا
مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنے پکارنا واجب ہے کیونکہ یہ لقطہ ہے اسکو لقاش بضم میم و سکون قاف وکسر لام و شین معجمہ عرف میں اسکو کہتے ہیں
جو زمین میں مالیت کی چیز تلاش کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جس پر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ ناقل کالبیع
والہبۃ وخلافۃ کالارث والوصایۃ و اصالۃ وہو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک
فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للملقش ما یجدہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنے ایک مالک سے
دوسرے مالک کی طرف ملکیت منتقل ہو جاوے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرا
مالک ہو جاتا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنے استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو
تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر
ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنے اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کی تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ھم تمام تعریف صید کی قہستانی سے
ترجمہ میں مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب و مخلب تقدم فی الذبائح من کلب و باز و نحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہونے تعلیم کے اور بشرطیکہ اسکے
نجس العین نہونے کے کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنے ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار
ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علیہ ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب و اسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق البعض بہما الحداۃ لخساستہا پھر مصنف رحمہ نے تفریع کی اس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے لیے عمل

نہین کرے تو شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہین کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہین کرتا اور بعضون نے ریچھ کے ساتھ
چیل کو بھی ملحق کیا ہی اسکی خساست کی وجہ سے قہ اور بعضون نے بھیڑیے کو بھی اسکے ساتھ ملحق کیا ولا الخنزیر لنجاسۃ عینہ علیہ فلا یجوز بالکلب
علی القول بنجاسۃ عینہ الا ان یقال ان النص ورد فیہ فتنبہ اور نہ سور سے شکار کرنا درست ہی اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے اور یہ جب اس
قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہو ان لوگون کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہین مگر اسکا جواب و یجیے کہ کتے کے جواز شکار مین نص وارد ہی
تو کتا مستثنیٰ ہی اس قاعدے سے سو آگاہ رہنا وبہ یندفع قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضہم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علی
ما فی التجرید وغیرہ فتامل اور اس جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہی کہ کتا نجس العین ہی بعضون کے نزدیک اور سور نجس العین نہین ابو حنیفہ کے
نزدیک جیسا کہ تجرید وغیرہ مین ہی سو تامل کرے بشرط علمہما علم ذی ناب ومخلب یعنی دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہی انکی تعلیم یافتگی کی شرط سے
وذا بترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر قہستانی ویاتی ثلثا فی الکلب ونحوہ وبالرجوع اذا دعوتہ فی البازی ونحوہ اور یہ یعنی
انکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ مین تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہی اور باز وغیرہ مین پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو
مضر تعلیم کا نہین جیسا کہ قہستانی مین ہی اور تا گے مذکور ہوگا ہم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے سو وے اسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور بیر وغیرہ کچھ
نہ کھائے تو اسکا معلم ہونا ثابت ہوگا انتہی کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہی اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہی پھر جب دونون نے اپنی عادت
چھوڑ دی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوگی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھا وے گا تو یہ اسکی تعلیم یافتگی کو ضرر
نہین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وبشرط جرحہما فی ای موضع منہ علی الظاہر وبہ یفتی اور شکار حلال ہی بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی جگہ
مقام مین ہو جب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوے ہی یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہین بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہی کہ تخصیص نہیں کا حکم
وعن الثانی یحل بلا جرح وبہ قال الشافعی اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہی کہ شکار حلال ہوتا ہی بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہی امام شافعی رح کا وبشرط
ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہی بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال
کے اور اسکو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہا عمدا علی حیوان ممتنع ای قادر علی الامتناع
بقوائمہ او بجناحیہ متوحش فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البئر او استانس لا تحقق فیہ الحکم المذکور ولذا قال لو کل لان الکلام فی صید الاکل
وان حل صید غیرہ کما سیجیٔ او اعم من حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہی بشرطیکہ بسم اللہ کہے کتے یا باز کے چھوڑتے وقت جانور
ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما تو شرط یہ ہی عدم ترک تسمیہ عمدا یعنی ترک تسمیہ قصدا نہ پایا جائے ممتنع سے اسواسطے کہ جانور اپنے
بھاگنے پر قادر ہو اپنے پانون سے یا دونون پرون سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال مین پھنسا یا کنوئین مین گر پڑا یا وحشی مانوس ہو گیا تو اسمین
حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے مصنف رح نے شکار مین ماکول ہونے کی قید لگائی کہ
گفتگو بیان حلال شکار مین ہی اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہی ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ
حاصل کرنا حلال ہی چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے وشرط ان لا یشرک الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ ککلب غیر معلم وکلب مجوسی او کلب لم یرسل
اور شکار حلال ہوتا ہی اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہین جیسا کہ بدون سکھے کتا اور مجوسی کا
کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمدا بسم اللہ کہنا اسپر ترک ہوا تو ان سب صورتون مین شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا
یطول وقفہ بعد ارسالہ لیکون الاصطیاد مضافا للارسال اور حلال ہی شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے سے

اور توقف نکیا ہو یہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب ہو اور ضامن ہو بخلاف ما اذا کمن ثم استتبع کالفہد کما یکمن الفہد ساعۃ وجہ الحیلۃ لا للاستراحۃ
برخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبکا رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دبکا رہتا ہو بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے
ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ بھی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرر نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دبکا رہے نہ بطریق استراحت کے
پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہو اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی
عن المحیط مختصرا وللفہد خصال حسنۃ ینبغی لکل عاقل ان یاخذہا کما بسطہ المصنف اور چیتے کے چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہو ولیا رنا چاہیے مصنف
شرح میں انکو مفصل بیان کیا ہو ہم از انجملہ یہ ہو کہ چیتا دبکا رہتا ہو یہانتک کہ شکار پر قادر ہوتا ہو اسی طرح عاقل کو لازم ہو کہ دشمن پر عداوت ظاہر نہ کرے تا وقت
تا کہ تار ہے تا بلا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہو کہ اسکا سیکھنا مارنے سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اسکے سامنے مارا جاتا ہو اور چیتا اسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہو اسی طرح
عاقل کو لائق ہو کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ از انجملہ یہ ہو کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہو اسی طرح
عاقل کو لازم ہو کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہو کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہو اگر نہ پایا تو غصہ ہوتا ہو کہتا ہو میں اپنی جان کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے
ایسا ہی عاقل کو مناسب ہو کذا فی المنح عن الرضی عن الحاوی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک اکلہ پھر اگر شکار میں سے باز نے کچھ کھایا تو باقی حلال ہے
کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم آنا ہو بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لا یؤکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اسکے نے شکار سے
کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اسکو کھانے کی عادت ہو یا نہو کاکلہ منہ ای کما لا یؤکل الصید اذا اکل الکلب منہ بعد ترکہ الاکل ثلث
مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اسکا کھانا اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جسمیں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اسنے شکار
پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اسکا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہو اسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یؤکل ما صادہ بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل
ثلثا اور اسیطرح وہ شکار بھی نہ کھایا جائیگا جو اسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جاوے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار
شکار کرے اور نہ کھاوے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صادہ قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوت المحل وفیہ اشکال ذکرہ القہستانی
یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا یعنی مثلا کھا چکا تو اسمیں بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہو جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہو ہم خلاصہ مقام یہ ہو کہ شکار غیر موجود ہو
یا موجود اگر غیر موجود ہو تو اسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں عدم بقاے محل کے سبب سے اور اگر موجود ہو تو جنگل میں موجود ہو یا صیاد کے ملک میں موجود ہو
اگر جنگل میں ہو تو اسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہو اور اگر اسکی ملک میں ہو تو اسمیں اختلاف ہو سو امام رح کے نزدیک حرام ہو اور صاحبین رح کے نزدیک حرام نہیں خواہ
مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہو کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مدبرہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعوی دار کے نزدیک انتہی حاصل
اشکال یہ ہو کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہو اور لائق یہ ہو کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بیچ ڈالا گیا تو مشتری بائع سے ثمن پھیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تھا
اور اثر ظاہر ہوتا ہو تو بیمن اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیے کہ حکم وجود کا مقتضی ہو تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جاوے
محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کصقر فر من صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یؤکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل
چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اسنے شکار پر چھوڑا اسواسطے شکار پکڑا تو وہ
کھایا نہ جاویگا اسلیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اسنے ترک اجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھالیتا ہے
ولو الصیاد اخذ الصید من الکلب قطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہ ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ

ملتقی کی ہمارے شیخ نے بیان کی ہی جو ہم فتاوی قاضی خان میں ہی کہ غلیلہ اور پتھر و معراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیے کہ اشیاء مذکورہ
چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انکو دراز نوک دار تیر کے مانند کرلے اور اُسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ تیر کے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اسکا حلال ہوگا
اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہی کہ اگر قتل ثقل و گرانی سے حاصل ہو
تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر میں اسکی طرف اشارہ ہی اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اُنسے یہ فتوی ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا
شکار کرتا ہی سیسے اور مٹی کی گولی سے اُسکا کیا درست ہی یا نہیں تو جواب لکھا کہ اُسکا کھانا حلال نہیں زیلعی میں ہی کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ
اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہی تو وہ حلال ہی اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہی تو بالیقین حرام ہی اور اگر شک ہی اسمیں کہ زخم سے موت
ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں ہوتا رہی کہ اُسکا کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ گولی تو بندوق کی بقوت
کے جیسے قتل کرتی ہی نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی او رمی صیداً فوقع فی ماء لاحتمال قتلہ بالماء فیحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا
پانی میں اور مرگیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اُسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیاً فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو
پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اُسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہوگی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہی کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی
صورت میں احتمال ہی کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں یہ سب اسوقت ہی جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ
زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہی کہ وہاں احتمال مذکور منعدم ہی کذا فی العالمگیریہ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل الثلاث
لان الاحتراز عنہ ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہی ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی
صورتوں سے بچنا ممکن ہی علم یعنے یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور یہی حکم ہی درخت یا دیوار یا لکڑی کی
یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہی اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین
کے ہی کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء اکل اذ الاحتراز عنہ غیر ممکن فیحل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہی اسواسطے
کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں علم یعنے زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہی تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مرگئی ہو تو ساقط الاعتبار ہی ورنہ شکار کے
باب کا انسداد ہوگا او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بصیاحہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ او مثلہ کنسخ الحدیث یا مسلمان نے
اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اُسکو زجر کیا یعنے شور کرکے اُسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہی اسواسطے کہ زجر کمتر ہی
ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہی اس فعل سے جو اس سے فوق ہی یا برابر اُسکے ہی نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہی صحیح یا اصح سے نہ ضعیف سے
علم زجر اسواسطے کمتر ہی ارسال سے کہ زجر مبنی ہی ارسال پر کہ اُسکی تاکید ہی تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہی نہ زجر او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم
فانزجر اذ الزجر ارسال حکماً یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اُسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہی اسواسطے
کہ زجر ارسال حکمی ہی یعنے بمنزلہ ارسال کے ہی در صورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن منہ لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ
واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوا اُسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اُس شکار کا پکڑنا ہی
جسپر کتا قادر ہوسکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اُسنے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا
کھانا حلال ہی یعنے خلاصہ یہ ہی کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہی انہی دلائل سے
جنکو ہمنے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزاء ہی فان رفع اور اسکے معطوفات کی کصید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو وما ابین من الحی فہو میت الا ما قولہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا سو اسکا کوئی عضو کاٹ دیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف
شافعی رحمہ اللہ کے کہ انکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے
وہ مردار ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یوں روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنے جو چیز چوپایے
جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحٰق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا
فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات
اسمیں قائم ہے اور باعتبار حکم کا بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے عینی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے
چنانچہ ہاتھوں پاؤں یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیام اکل العضو ایضا والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اسکا بدن
سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اسکا نہیں ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں
کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن
حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح تینا والحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اسکا اکثر بدن اسکی ڈھڑی اور دم کے ساتھ ہا یعنے
ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دم تک
تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتوں میں اسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اسکو شامل نہ رہی ہم
اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اسواسطے کہ اسکی سلامتی اور بقا ایسے زخموں
کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اسکی ذکاۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد وقدہ سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ لامکان
المذکور برخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اسکے سر کے ساتھ رہا تو اسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنے اگر
ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی
حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ
الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے
برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر
شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اسکو زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مارا تو اسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور
حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش
فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اسکو
خارج کر دیا یعنے اب بھاگ نہیں سکتا اور اسمیں اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے لیکن اسکے دوسرے نے اسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے
اور اسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اسکا قاتل ہو گیا تو وہ حرام ٹھہرا امام زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے
اسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اسکے ذبح پر قادر ہو گیا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اسنے اسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا
شخص اسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہو گیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اول حرمت ثابت ہو گی
وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اسکی پوری قیمت کا جو اسکی قیمت

اسکے تلف کر ڈالنے کے وقت ہوا اس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہے اور وجہ تاوان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا
شخص زخم کاری لگانے سے اسکا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کر کے توضیح اسکی یون ہے کہ وہ شکار
دس درہم کا تھا مثلاً شخص اول کے زخم سے دو درہم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درہم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ درہم کا
تاوان دے کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ وما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے
شکار کرنا اس جانور کا جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے
واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرآنی کی مطلق ہونے کے سبب سے یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا
احرام باندھے ہو تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہین اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونون کو شکار کہتے ہین وفی القنیۃ
یجوز ذبح الھرۃ والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذتہ حرارۃ الموت اور قنیہ مین ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کر ڈالے ھم جبکہ بلی موذی ہو تو اسکو مار دے نہ یہ کہ کان ملے اگر اسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ جنس مزید ہی اور اگر کلب عقور
یعنی کاٹنا ہو تو اسکا قتل جائز ہے اور اسکا مالک تاوان نہین دے سکتا کذا فی الطحاوی وبالصید یحکم بطہر المیمن بخس ہے فلا یطہر اصلا وجلدہ وقیل یطہر جلدہ
لا لحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب سما ومر فی الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا اسکا سوا خنزیر کے چنانچہ مشہور یہ کہ وہ اصلا
پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اسکا اور یہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے
کتاب الصید مین منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ مین اغنا الطیر لا یباح والاول عدم فعلہ خانیہ پرندہ کا پکڑنا مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ
ایسا نکرے کذا فی الخانیۃ یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتغذیہ مکروہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرندہ سے اسلیے کہ پرندہ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے رمی الصائد
حس انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اسکے سوا اور جانور جیسے گھوڑے اور بکری
کی آہٹ سنی سو اسکی طرف تیر چلایا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ھم یہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہے ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات مین
اسکو قول مختار قرار دیا ہے منتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے اسی کو پسند کیا اس وجہ سے کہ آدمی وغیرہ
کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہین ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الطحاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید حلال
الاکل حل بخلاف صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنے سو اسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ
لم یحل جہرۃ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم جمع ہو جاوین
تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اسکے
سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرۃ بحال الرمی فحل
الصید بردتہ اذا رمی مسلما لا باسلامہ اور الیت اصطیاد مین تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جبکہ اسنے تیر لگایا ہو
اسلام کی حالت مین او شکار حلال نہین تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ھم عنایہ مین ہے کہ تیر لگانے اور کتا معلم کے
چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اسکے برعکس حلال نہین کذا فی المنح وتجب
الجزاء بحلہ اذا رمی محرما لا باحرامہ وہی تبیل کتاب الذبائح اور بدلہ دینا شکار کا واجب ہے محرم کے حلال ہو جانے سے جبکہ اسنے تیر مارا حالت احرام مین نہ اسکے
محرم ہو جانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الذبائح سے پہلے

فرع مسئلہ منتقی شارح کا اون باز یا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان ام لا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو مال الغیر
فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ ملتقی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا
درست نہیں شک پیدا ہونے کے سبب سے ارسال میں اور بلا ارسال شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی
اسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الملتقی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاۃ مذبوحۃ فی بستان ہل یحل اکلہا ام لا فقتضی
ما ذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالیٰ علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا
وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ شیخ ملتقی سے ابھی ذکر کیا اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس
بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اسمیں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جنکا ذبح حلال ہے یا انہیں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو آیا اسنے
ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک لیا یا نہیں انتہی لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی
قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد ابیح اکلہا بالشرط المذکور فتسلم
ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قال المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر
وہ پانی کے قریب نہ ہو اور اسکے دل میں یہ بات جم جاوے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ
نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اسکے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط
مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح میں اور یہ قول دال ہے عدم حلت
قول پر پانی کے قریب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہے کہ پانی میں گر کر مرگیا اور پانی کے جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈال دیا
اور بعضوں نے کہا کہ اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہ ہو قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا
وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں حادثہ فتوی مذکورہ اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقینا اور ثانی میں احتمال ہے کہ
مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو بھی تو معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الملتقی
والطحطاوی درایۃ بخلاف ثقۃ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیۃ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فاحفظ
اور میں نے دیکھا فتویٰ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اسکو پایا تو اسکا کھانا
حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور
بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ لو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی
اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ سرقہ سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانے گا تب کافر ہوگا اور تسمیہ
علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا مؤید فقہا کا یہ قول ہے کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی میں ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا
تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر
اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مرگیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز
ہے چنانچہ مستصفی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور
کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتملیک عصفور یا جدہ آخرہ اور اجازت دیگی تملیک کنجشک کی جسکے پانے والے کو

ہم یعنی ارسال کے وقت اسکی تملیک یا بروجہ اباحت مراد ہو تخصیص اور عزبیہ میں ہو کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اسکو لیا اور اسکی درستی اور خبرگیری کی پھر اسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتیں ہیں اگر اُسنے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑ لے یعنی جسکا اسکا کر دیا یا یہ کہ اُسکو آزاد ہے تو ان صورت میں مالک کو نہیں لے سکتا سوا اسکے کہ اسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت میں اُسکو لینا جائز ہو عدم اباحت کے سبب یہی قول ہمارا ہو کہ اسکے چھوڑ دینے میں کذا فی الطحطاوی مختصر آ و اعتنائہ لبعض الائمۃ یعنی اکثر ائمہ اُسکے اعتاق کو یعنی بعضاً اسکے چھوڑنے کو بعض علما انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں کہتے ہیں شامی و ہدایہ نے کہا کہ لفظ لبعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان یافہ مع غیرہ باز

اخذہ اور اگر مالک نے جانور کو غیر واجب کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے اس صورت میں جبکہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تخصیص اور عزبیہ سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی کہ شیر لیا یان راوہ المنقر چھڑے لینا جائز ہے جیسا کہ اُس دانہ کا جسکو چھلکے والے نے پھینکا تا ہم مباح ہیں ہر شخص کو انکا لینا جائز ہے لیکن اہل القفا ملاک اسکا اسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لیں یا لیسر

ولی سیا یا تا وہ حلال لا یحل اصطیادہ فہو وان اصیدت والی الخ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے کہ وہ کون شخص ہے جسکا شکار کرنا حلال نہیں ان شکاروں کا جنکو غیر نے شکار نہیں کیا اور نہ اس سے پہلے ہم اسکا جواب شارح نے اپنے قول میں دیا وہ صید

دخل دار رجل فغلق علیہ بابہ الخ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا ہو اُسنے اسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ اب وہ پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اسکا کوئی مالک ہوگا سوا اسکے کہ اگر وہ اپنا شکار ہے کہ گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اسکا پکڑنے پر قادر ہو جو دوسرا شکار کرنے کے لیے صاحب خانہ اسکا اخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اُسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اسکو معلوم نہیں تو اسکا اخذ اور مالک نہ ہوگا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور صاحب خانہ نے اسکو پکڑ لیا تو وہ مالک ہوگا اور دوسری صورت میں مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے قولہ اصیدت میں فی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنے کے احکام میں مناسبتہا ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہو کہ رہن اور شکار دونوں ایک تحصیل مال کے سبب ہیں ہو لغۃ حبس الشی و لیعنی رہن لغت میں عبارت ہے حبس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال و شرعاً حبس شی مالی ای جعل الشی محبوساً لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع میں رہن عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اس واسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہے نہ راہن اس کلام میں شارح نے حبس شے کی تفسیر جعل الشی محبوساً اس واسطے کی تا کہ ان حابس نہ ٹھہرے کیونکہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شے کا محبوس کرنے والا ہے اور العرف میں عبس مرتہن تو سعیہ ہوا کہ کلام ہے اس رہن میں جو راہن کا فعل ہے نہ ارتہان میں جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے روپیہ لیے اور اپنا باغ اسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون ہے بحق یمکن استیفاؤہ ای اخذہ منہ کلاً او بعضاً کالدین حقیقۃ او حکماً یعنی رہن عبارت ہے حبس الشی سے بعوض اس حق کے جسکا حاصل کرنا اور اپنا حق مرہون سے ممکن ہے خواہ تمام حق کا اس سے لینا ہو سکے یا بعض چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا تا علم اسکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں ہو سکتی چنانچہ مرہون کذا فی الطحطاوی کالدین ای کامۃ الاستیفاء یعنی لا یکمن استیفاؤہ من الرہن الا اذا صار دیناً حکماً الا ... چنانچہ رہن کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور ہے اس واسطے مراد یہ ہوا کہ رہن کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں مگر جس وقت کہ رہن دین حکمی ہو جاوے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا ... کا بیان

بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے بعض اہم استیفا عین سے ہوتی اسلئے ممکن
مختار ۱۲
نہیں کہ عین میں تو صورت مطلب ہے سو اسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شی سے ممکن نہیں بر خلاف دین کے کہ اسکا استیفا رہن سے ممکن ہے اسکو سمجھ کذا فی شرح الوقایہ
حقیقۃ وہو دین واجب ظاہراً وباطناً او ظاہراً فقط کثمن عبد او خل وجد حراً او خمراً خواہ دین حقیقۃ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں
واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ کہ جو خمر ثابت ہوا ہو تو بظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اسکے
ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد رح نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن
فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکماً کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما یجی خواہ دین حکماً ہو چنانچہ وہ اعیان
جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا اعیان مضمونہ بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف
ہو جانے کے وقت مثل واجب ہو اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا مثل نہ ہو چنانچہ مغصوب ہے اسلئے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے
تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ
چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ مضمون
بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسلئے کہ اسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر حق کے جائز ہے لیکن رہن
بعوض اعیان کی اسطرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت میں سو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی رہن بعوض
مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے مبیع کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے
ہاں اگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر و بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین ہو انتہی مافی الخانیہ
مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ
غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب و قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت میں تو راہن کو تسلیم
مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن
رکھنے میں فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن حال کونہ محوزاً لا متفرقاً کثمر علی شجر کزرع ارض فارغاً لا مشغولاً بحق الراہن کشجر بدون ثمرہ الا مشاعاً ولو حکماً بان اتصل المرہون
بغیر المرہون خلقۃ کالشجر ونحوہ پس لازم ہے جب راہن نے مرہون تسلیم کردیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کرلیا اس حالت میں کہ مرہون جمع اور مقسوم ہو
نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہو نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشرط مذکورہ
ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جسے مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے
شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا افاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ وفی المجمع
انہ شرط الجواز مصنف رح کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجمع
میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض
کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بین الرہن والمرتہن قبض حکماً علی الظاہر اور
تخلیہ کردینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں لیکن قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو نے

اور رہن ساقط ہی باقی رہیگا جب دونون مین سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما (ولا انتفاع
بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنیٰ ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن) کل (للآخر) جائز نہین منفعت حاصل کرنا مرہون سے
ہرطرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن سے
یا راہن سے کسیکو درست نہین مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے ھ صیرفیہ مین یہ ہے کہ عدم
انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ مین مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن صحیح سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان مین اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو
استیفاء منافع رہن جائز نہین مگر مرتہن کے اذن سے اور اسیطرح اسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود (وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا) اور بعضون نے کہا
کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہین اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو بیاج ہے ھ جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے
اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہین مصنف نے شرح مین اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور کتب معتبرہ
مین حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے ھ اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی (وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا) اور بعضون نے کہا کہ اگر عقد رہن مین استیفاء
منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہین تو بیاج نہین (وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن
ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن) اور اشباہ اور جواہر مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختون کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور
رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہین اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ مین یہ فائدہ
بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر مین آویگا ھ غالب حال لوگون کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہین
اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دین تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی (ماتت الشاۃ فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شرب فحظ الشاۃ یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن) بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنے وہ بکری جسکے دودھ
پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین تقسیم کیا جائیگا بکری اور اس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ
مرتہن لیگا ھ ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اسپر ضمان نہین پھر اگر بکری اسکے بعد مر گئی تو دین کی قسمت بکری
کی اور دودھ کی قیمت پر ہو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ
راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اُسکی عبارت مین کچھ ساقط ہوگیا ہے (فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ
صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ) پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اُسکی اس تعدی سے
(واذا طلب المرتہن دینہ امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین) اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار
مستوفی نہ ٹھہر جاوے ھ اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام اسکے استیفا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہے اس
صورت مین جبکہ مرہون ہلاک ہوجاوے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی (الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یاتمنہ) شرح مجمع مگر اس صورت مین
احضار رہن ضرور نہین جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا
تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع (فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ) پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اُسکا پورا دین
اُسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اُسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ دونون حق مین برابری ثابت ہو جاوے ھ یعنی حق مرتہن دین مین متعین ہو جاے جیسے راہن کا حق
مرہون مین متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع

مرہون کا امور ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن مؤنۃ وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان ذلک
علیہ لیس بما ہم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں
بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دیا جائیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون یعنی تخلیہ واجب ہے نقل کرنا مرہون کا
ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف واجب نہیں نقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیامہ لم یؤمر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر
مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں ہو
ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی درصورت عدم احضار
وہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا
دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جسکی مدت
پہنچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کا مر
ابن الشحنۃ وقال ح ولا وقع ما لم یحضر الرہن اولیکن بغیر مکان العقد واجمل لیسیر چنانچہ یہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور
یون کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جب تک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے بلکہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور بلا لانا اسکی بار برداری میں
دشواری ہے یعنی درصورت عدم دشواری غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو وکذا الحکم اذا ادی دعوے جبینہ ہلاکا وہذا
فی النہایۃ بذکرہا اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں بلکہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوے ہلاک کے راہن کے
اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تفریع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یون ہے کہ جیسے استیفا سے کل دین کے
واسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفا ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں یہ ہے کہ اگر راہن
مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہے تا اسکی خاطر جمع ہو جاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار
رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اسنے رکھا ہے معتمد شخص کے
پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ
ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ لم یکن اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ
کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ
مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ہم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت
طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ
ثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین
اسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے تا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابراء بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ
من الدین او یبرئہ اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اسنے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جب تک کہ وہ
قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح بعض دین کے
قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الولد اور مرتہن پر یہ واجب ہے کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جنسے ودیعت کی حفاظت واجب ہے ھم حفظہ عیال ہین اگرچہ بعض ہو نہ لنفقۃ اور اگر زوجہ مر جاوے تو زوج کے حفظ مین رہے تو اسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ بیرون کا نفقہ نہین کذا فی الحموی وضمن ان حفظہ بغیر ہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اسکی حفاظت کراویگا چنانچہ کتاب الودیعۃ مین گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ واستخدامہ ولبسہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور پہننے کی مرہون کی تمام قیمت کا تو دین سا قط ہو جاویگا بقدر اسکے یعنی اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وکذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل فصہ لباطن کفہ اولا یہ یفتی برجندی الیسری او الیمنی علی ما اختارہ الرضی اور اسیطرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائین یا داہنی چھنگلی مین بنابر اس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف مین کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان اسواسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی منہا انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فقیہ قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاساً ثلاثۃ اعلم مینا الا تیۃ ملخصاً لیکن ہمنے کتاب الحظر مین مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو اگاہ رہنا مین کہتا ہون ولیکن ہمارے زمانہ مین تو داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہو گئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے سمائیہ پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تقریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا یجعلہ فی اصبع اخری لان الا اذا کان المرتہن وامراۃ فیضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیاً للزیلعی ضمان لازم نہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری انگلی مین پہننے سے مگر جب صورت مین مرتہن عورت ہو گی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتین اسیطرح چھنگلی کے سوا اور انگلیون مین بھی پہنتی ہین تو انکے حق مین یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کرکے ہم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہین کہ پہلا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت مین تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وشملہ تقلد سیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان تقلدون فی العادۃ سیفین لا الثلاثۃ اور انگوٹھی کے مانند دو تلوارون کا باندھنا ہے نہ تین تلوارون کا اسواسطے کہ بہادر عادۃ مین دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین یعنے اگر رہن کی دو تلوارین باندھین تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندھین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرہن فوق آخر یرجع الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظاً فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے مین دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگون مین سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہین دو انگوٹھیان پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگون مین نہین تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان نہ دیگا ثم ان قیضے بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصاً بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمہ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونون ملکر برابر ہو جاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے مترجم اور وہ ناپید ہو جسمین مخالف ہین چنانچہ معدن مین مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا فیضمن المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب مدت دین کی آویگی تو مرتہن اسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضے بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہیگا مرتہن کے پاس

ہو سکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے میں واجرة بیت حفظہ وحافظہ ومادی الغنم
علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ راعیہ لو حیوانا ونفقۃ الرہن
والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل
فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور
اسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی حفاظت کے واسطے ہو
سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اسکا محبوس رہنا اسکے حق کے واسطے ہے ہم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے
والے کی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من الحاجات واعلم انہ لا یلزم شئی مما لو شرط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر
لازم ہے اسمین سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ ہم چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر
لازم ہو بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو مقرر و تاکید سے یہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنۃ ردہ بجعل الآبق او رد جزء منہ
کمداواۃ فیجیئ الی یدہ او الی ید المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین اور
مرتہن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانے والے کا اجر یا اسکی کسی چیز کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ مضروحی کا معالجہ تو منقسم ہے مضمون اور
امانت پر سو جسقدر مضمون ہے اسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلا دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی
قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضامن مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دو سو درم صرف ہوئے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور
نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر کذا معالجۃ
امراض وقروح وفداء جنایۃ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر کان متبرعا الا ان یا مرہ
القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فیئذ یرجع علیہ بمجرد امر القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا
اسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اسکا دعوے نہیں کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرادے دوسرے پر تو اسوقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ
پھیر لیگا اور بمجرد امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اسکو دوسرے پر دین ٹھہرادے رجوع نہیں کر سکتا چنانچہ ملتقط میں مصرح ہے وعن الامام لا یرجع وان امرہ القاضی
مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام رح سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگرچہ اسکا ساتھی موجود ہو مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے
یا نکرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنی امام رح کے نزدیک مکلف مسافر پر قاضی
حجر نہیں کر سکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ القابض
راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہے اور قول
معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اسکے پھیر دینے کا
دعوے کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے والبینۃ لہ بینۃ الراہن ایضا وبینۃ الرہن
لاثباتہ الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا والقول قبضہ فالقول
للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف ہوا اسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن

کہتا ہو بلکہ یہ ہے کہ قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے دخول فی الضمان کا انکار ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فالرہن اثباتہ الضمان بزازیہ اور اگر دونون اپنے دعویٰ پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ ویجوز لہ السفر بہ ای بالرہن اذا کان الطریق آمنا کما فی الودیعۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر مین لیجانا جبکہ راہ بیخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر مین لیجانا بشرطیکہ راستہ جائز ہو اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو کذا الانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا للعدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما کما یفیدہ کلام القنیہ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر مین لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضہ مین مرہون ہو چنانچہ عمادیہ مین ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیون کے فتاوی یعنے قاضی خان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عدہ مین ہے وہ امام رح کا قول ہے اور جو دونون فتاوی مین ہے وہ صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان مین قول صاحبین رح کا صریحا مذکور ہے کذا فی الطحطاوی فائدہ فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ یضمن بما فیہ من الدین کما ذکرہ المصنف اول الباب فائدہ حدیث مین ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اُس دین کے ہے جسمین وہ مرہون ہے شرح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہوجانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ اسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر دین وہ رہن تھا یعنے دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجائے ایسا ذکر کیا ہے مصنف رح نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونون طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل مین روایت کی ہے مین کہتا ہون مرسل ابوداؤد صحیح ہے یہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

یہ باب اُن مسائل مین ہے کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہین لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر یعنے صحیح نہین رہن رکھنا مشاع یعنے غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع مین گذر گیا مطلقا مقارنا او طاریا من شریکہ او غیرہ یقسم اولا یعنے مشاع کا رہن مطلقا صحیح نہین خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح انہ فاسد یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہے مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہے ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو جیسا کہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا اُسی کا رہن باطل نام ہے وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ وغیر المدبر فیجوز بیعہا لا رہنہا اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوا چار چیزون کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہو کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سوا غلام مدبر کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا انکا جائز نہین ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہین ہان مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ تفریع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع
بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ اس میں
اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف قول پر ہم بیان میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا
مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود الیہ وعلی کل یکون رہن المشاع ابتداء کما بسطہ فی تنویر البصائر
فقیر کہتا ہوں بلکہ وہ بنابر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہیگا
اسکی ملک میں یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ اسطرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر میں تو جبہ دار رشنا
علم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ ایسے متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہیں بلکہ ظاہراً یہ بھی متفرع نہیں ہو سکتا
اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجھکو اختیار ہے تو بیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اسکے ملک سے باہر گیا تو ویسے اپنے بعض ملک کو رہن کیا تو رہن مشاع
ابتداء سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہوگیا تو رہن رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے
پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگر چہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع
کی ملک میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتدا سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً قلت والحیلۃ الصحیحۃ ان یبیع فی حیلۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ
مشاعاً یبیع نصفہا من طالب الرہن ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرہن بالثمن
واعتمدہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو جنیۃ المفتی کے حیلوں میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کا
نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیچ کرے اور اس سے ثمن اسکا لے بشرط اسکے کہ مشتری کو خیار ہو اور مشتری
گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن عوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر
میں اعتماد کیا ہے اور اسیطرح حموی نے شرح اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا ہے انفاروی ہے کہ اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگا تو ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر قیمت زیادہ
ہو جاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ لا یضر لما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدہما رہنا والآخر بضاعۃ
عندک فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالدین لان احدہما لیس باولی من الآخر فیشیع الرہن فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورت
کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا
بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں
تو رہن شائع ہوگا دونوں کپڑوں میں عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا ولا رہن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونہا اور جائز نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون
زمین کے وکذا عکسہا کرہن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا
بدون درخت کے ہم اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرہون متصل بغیر المرہون خلقۃ لا یجوز لامتناع
قبض المرہون وحدہ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب ممتنع ہونے
قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز رہن الارض بلا الشجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے تو رہن الشجر
بمواضعہا والدار بما فیہا جاز لتفی لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختوں کو انکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکا اندر ہے

تو جائز ہے کذا فی المنتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت و مقاربت کے (فی القنیۃ رہن دارا الحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ
ولا بغیر اتصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حال یہ کہ اسکی دیواریں مشترک ہیں بیچ اس راہن اور ہمسایوں کے
تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اسلیے کہ وہ تابع ہے انتہی اور قنیہ میں یوں ہی روایت
ہے کہ رہن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحطاوی ولا رہن الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن رکھنا
آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا ثم لما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ
پھر جبکہ مصنف رحمۃ اللہ نے وہ چیزیں ذکر کیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں اب اسکا ذکر شروع کیا جنکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رح نے یوں کہا
اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے جیسے ودیعت اور امانت اور عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ رہن
موجب ہے استیفا کا مرتہن کے واسطے اور رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہے تاکہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفا درمیان اسکے ہوسکے اور امانات
کے قبض میں ضمان نہیں کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز
نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا هم رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو
استیفا ہے اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے یعنی ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن
بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے
بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اسکا لازم نہ ہوگا خواہ
درک حاصل ہو یا نہو بخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کے واسطے اور استیفا نہیں ہے وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب
کی زمان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہے ولا بالاعیان المضمونۃ بغیرہا ای بغیر
مثل او قیمۃ کمثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا هم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی
چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہے دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے
پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اسمیں ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن
جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہیں جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اسکے پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفا قصاص
رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ مرہون بعینہ قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء
الارش من الرہن بخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے لینے یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا
ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے بغیر تسلیم مبیع شفعہ کے بسبب نہ واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان
نہیں وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر
وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہیں واذا لم یصح الرہن فی ہذہ الصور
فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن

صحیح ہونا ان سب صورتوں میں تو رہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف
ہوگیا اسواسطے کہ رہن باطل ہے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا
من مسلم او ذمی للمسلم احولا یجوز للمسلم ان یرہن خمرا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں ہے مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے
یعنے مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ہم اسواسطے کہ ایفا اور استیفاء مسلم میں متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہا المسلم مرتہنا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہوکر تاوان نہ دیگا یعنے اگر ذمی کے پاس مسلمان
خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان
لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس میں ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم
ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیوں کے نزدیک مال متقوم ہے ہمارے نزدیک وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع
والمہر وبدل الصلح عن دم عمدًا اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا کہ
غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمد اخون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہوچکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ
اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنے
اشیاء غیر دین تین قسم ہیں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنے اصلا اسکا ضمان نہیں جیسا کہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون
کے مشابہ ہے جیسا کہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے جیسا کہ مغصوب اور مانند اسکے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے
ہم تفصیل اسکی درر میں یوں ہے کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنے اسکا تاوان نہیں جیسا کہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے
رد مثل مالک سے یعنے جو چیز تلف ہوگئی ہے اسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہو یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہو تو امانت اگر تلف ہوجاے بدون
تعدی کے تو اسکے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا کہ مغصوب اور
مانند اسکے اور فقہا انکو اعیان مضمونۃ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ رکھتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے
یا اسکی رد قیمت سے جیسا کہ معلوم ہوچکا اور شیء مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری
وہ عین ہے جسکا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبض میں اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہیں لیکن ثمن ساقط ہوجاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو پھر اس اعتبار سے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی وفی الدرر وصح
بالدین الموعود وبان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے
کوئی چیز گرو رکھی تا مرتہن اسکو قرض دے اسقدر جیسا کہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر
نہیں کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسیقدر پر مرہون محبوس ہوگا اور مرتہن ہونا
ایفا لازم نہیں اسلیے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہیں حالانکہ عقد رہن کے لیے تسلیم مرہون پر جبر نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا فاذا ہلک ہذا الرہن
فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بالوعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون
بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا
زبردستی اسوقت میں جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بالقیمت ہے یعنے مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان

لازم ہوگا نہ دین کا ہونا اور اسی قدر الدین فان لم یسمہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرہن بان رہنہ علی ان یعطیہ شیئا فہلک فی یدہ

بل یضمن بخلاف رہن الاعیان مذکور فی البزازیہ وغیرہا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح

یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اسنے معین نہ کیا ہو تو اسکا ضمان

لازم ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جس پر قبضہ ہوا طلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن

کچھ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اسمیں خلاف ہے اور اسمیں جو بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے

اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمیں تاوان نہیں ہے اور بعد متن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہ ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں

وصح برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے یہ علم ہو چکا صحت

اس رہن کی مطلق رہن کی صحت میں داخل تھی لیکن ہم کو علیحدہ اسواسطے مصنف رح نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اسپر مترتب ہوں فان ہلک الرہن

فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرتہن مستوفیا حکما اتفاقا للثلاثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد

تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانے والا ٹھہر گیا حکماً بخلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا

اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقدہ وہلاکہ بطلا

ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہو گئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف

باطل ہو گئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہو گئے واما المسلم فیہ فصحیح مطلقا اور مسلم فیہ تو

مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا

للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یہلک لکن تفاسخا السلم وبالمسلم فیہ رہن فہو رہن براس المال

استحسانا لانہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروے استحسان کے

راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا وان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور

ہلک بما ہو بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے

ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اسکے ہلاک ہونے تک ہم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا

لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح

وللاب ان یرہن بدین کائن علیہ عبدا لطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لانہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا

بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولے درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے

رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے

دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنی اسکے غلام کے رہن رکھنے کے

ثم اذا ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہو جاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان

اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال الطرطوسی یضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف الوصی لکن

جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور طرطوسی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے

نفع حاصل کرنا درست ہو بخلاف وصی کے کہ اسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہو ولو (ای للاب) رهن ماله
عند ولده الصغير يرهن له (ای للصغير) عليه (ای على الاب) اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے
جو صغیر کا دینا باپ پر ہو ہم فرزند صغیر کا دین جیسے اسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو ويحبسه (ای) لاجل الصغير بخلاف الوصي فانه لا يملك ذلک
اور باپ اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے بخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہو کذا فی السراجیه وكذا عكسه فللاب رهن متاع
طفله من نفسه لانه لوفور شفقته جعل كشخصين وعبارتين كشراء ماله لطفله اور اسی بیع کا حکم ہو اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی
ذات سے درست ہو اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص ماننده قرار دیا گیا اور اسکی ایک عبارت بمنزله دو عبارتوں کے قرار دیگئی
چنانچه باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہو یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزله بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصي لانه وكيل محض فلا يتولى
طرفي العقد في رهن ولا بيع وتمامه في الزيلعي بخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہو تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا اندر رہن
میں نہ بیع میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہو ہم اصل یہ ہو کہ ایکشخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعده
باپ میں اسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہو اور وصی باپ کے ماننده نہیں کیونکه اسکی شفقت قاصر ہو تو حقیقت کا عدول نہوگا کذا فی الزیلعی طحطاوی وصح ثمن
عبد او خل او ذكية ان ظهر العبد حرا او الخل خمرا والذكية ميتة اور غلام اور سرکه اور مذبوحه کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہو اگرچه ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں
آزاد ہو اور سرکه شراب اور مذبوحه مردار ہو ہم فائده صحت رہن کا یہ ہو کہ صورت بالا کی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا
امانت ہو کر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح عن انكار ان اقر بعد ذلك ان لا دين عليه والاصل ان وجوب الدين ظاهرا يكفي لصحة الرهن والكفيل
اور رہن صحیح ہو اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اسپر دین نه تھا واقع میں اور قاعدہ کلیه وہ ہو جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا
ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایکشخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض میں
کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نه تھا تو رہن کا ضمان لازم ہو اور اصل ان مسائل میں یہ ہو کہ ظاہر
میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہو حقیقتہً واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رهن الحجرين والمكيل والموزون اور صحیح ہو رہن
رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ سے استیفاء دین ممکن ہو کذا فی الدرر فان رهن المذكور بخلاف جنسه هلك بقيمته
وهو ظاهر یعنی اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اسکی جنس کے مخالف سے چنانچه بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقدار
کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہو مانند سائر اموال کے ان بجنسه فهلك هلك بمثله وزنا او كيلا لا قيمة خلافا لهما من الدين اور اگر
اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہوگئے تو ہلاک ہوئے بمقابله مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نه قیمت میں بخلاف صاحبین رح کے
ہم در صورت اتحاد جنس رہن اور مرہون کے امام رح کے نزدیک تاوان بالمثل ہو وزن یا کیل میں اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہو نه وزن
یا کیل مثلاً بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہوگیا
باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہو تو امام رح کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اسکی قیمت کا ضمان
واجب ہو اسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح مسکین ولا عبرة بالجودة عند المقابلة بالجنس ثم ان تساويا فظاهر وان الدين ازيد فالزائد في ذمة الراهن وان الرهن
ازيد فالزائد امانة ورده صدر الشريعة اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کھوٹے ہونے کا مقابله جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہو
یعنی دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ رہیگا اور اگر مرہون زائد ہو تو وہ امانت ہو یعنی وہ راہن کا ہو یعنی اگر

تلف ہوگیا تو مرتہن پر اُسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر والصدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک
بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے م اگر متعین رہن نہیں ہوا اگر
مجلس بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہوگئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی
ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنے رہن اور
وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع
فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنے بائع راضی ہوا تھا ساتھ شرط
مذکورہ کے تو بدون اسکے راضی نہوگا پھر جب اسکی رضا تمام نہوئی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجاوے الا ان یدفع المشتری
الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن
رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اسکی خلاف ہے
حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنے قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت ولو قال المشتری
للبائع قد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور
اگر مشتری نے سوا مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اُس سے کہا کہ اسکو رکھ یہانتک کہ میں تجکو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب تلفظ مشتری کے وہ لفظ
جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اُسکا مادہ
شرط نہیں ولو کان ذلک الشی الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز
جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ وہی مبیع ہو جسکو اُسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے
کہ اسوقت میں یعنے قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے م یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی ملکیت
اسمیں متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر
اور اگر مبیع کے قبض کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گزر گیا م تو اگر مبیع قبل
قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطأ المشتری فخاف البائع تلفہ
جاز بیعہ وشراؤہ ولو باقلہ بازید لتصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اُس قسم
کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو جیسا کہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اُسکے تلف ہوجانے سے
تو اُسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اُسکا خریدنا کرنا جائز ہے اور اگر اُسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمیں شبہ ہے غیر کے مال ہونیکا
یعنے مشتری کا م طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ
رہن من کل منہما لو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اُس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز
بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں م یہ نہیں ہے کہ اُسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے
پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقۃ واحدۃ اور اسمیں شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا
ہر شخص کا اور اسمیں کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے

اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کا ثابت ہونا نہیں ہوسکتی کذا فی الدرر فان تہایا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ہذا لو مما لا یتجزأ ان مما
یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن
اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جبکہ مرہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا جیسے گھوڑا یا غلام
اور اگر قسمت پذیر ہو جیسے مکیل یا گیہوں تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک نے دوسرے کو بالکل مرہون دیدیگا تو امام رح کے نزدیک اسپر تاوان
لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی مترجم واضح ہو کہ ضمان غصب لازم آویگا یعنی یہ ہے کہ جب شے قابل قسمت
دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھی سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دیدی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو ہلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء
اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا
مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر لما ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر
راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کردیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی
بلا انحصار و ان رہنا رجلا رہنا واحدا بدین علیہما صح بکل الدین وللمرتہن ان یمسکہ الی ان یستوفی کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک
چیز رہن رکھی عوض اس دین کے جو دونوں پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین حاصل کرنے تک اسواسطے
کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے مترجم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ
لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن کئے تو راہن ایک غلام کو اسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب محبوس
ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ
ان یقبض احدہما اذا ادی ما سمی بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر
کردیا یعنے مثلا یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے
جبکہ ادا کرے اسقدر دین جسکے واسطے معین کردیا تھا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں نہ بیع میں یہی قول صحیح ہے مترجم وجہ
اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع میں امام رح کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد
عقد کا نہیں ہوتا والہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہوجاویگی کل میں اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے کہ
ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت صحیح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ
میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ رہن
میں وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ارتہن کل واحد رہنہ ہذا الشیء کعبد مثلا عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذاک فی
آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل ہیں اس مقدمہ میں
کہ اس مرد نے اسکے پاس یہ چیز مثلا غلام کو رہن رکھا اور اس نے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اسکے پاس رہن ہونا
ایک آن میں محال ہے اور اسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں گواہیاں ساقط ہوگئیں اور اسوقت میں اگر مرہون
ہلاک ہوگا تو امانۃ ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہے مترجم حق یوں ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ
کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اسلیے کہ مرتہن دو مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے

اسی کے موافق ترجمہ کیا شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع قلنا اذا علم تورخہا ان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولیٰ وکذا اذا کان الرہن فی
ید احدہما کان ذوالید احق لقرینۃ سبقہ یعنی برہان شہادتین کا اُسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو
اگلی تاریخ والا لائق تر ہوا اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اُسکی سبقت کے قرینہ سے یعنے اُسکا قادر ہونا قبض پر
دلیل ہو اُسکے سبقت کی ولو مات راہنہ ای راہن العبد مثلا والحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما او لا ای ولیس العبد معہما فان الحکم واحد زیلعی فہو رہن کل
کذلک کما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا لانقلابہ بالموت استیفاء والشائع یقبلہ اور اگر مثلاً غلام کا راہن مر گیا
اور حالانکہ مرہون اُنکے ساتھ ہے یعنے اُنکے قبضہ میں ہے یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتہن اسی طرح
گواہ لایا جیسا کہ ہمنے اسکو بیان کیا ہے یعنے ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اُسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن
کے قبضہ میں نصف نصف غلام رہن رہیگا اُسکے حق یعنے اُسکے دین کے بدلے ازروئے استحسان کے اسلیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا
ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے اور قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفا دین کے واسطے اور حبس بیان میں ہو سکتا
شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شائع اسکو قبول نہیں کرتا اور راہن
کی موت کے بعد دین وصول کرنا ہے مرہون کو بیچ کر اُسکے ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہے کذا فی المنح اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ لم تکن رہنا
واذا ہلکت تہلک ہلاک رہن قال دہ ان ہو اذا رضی المطلوب بترکہا عندہ وبہ ومفادہ انہ ان رضی بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ یحمل اطلاق السراجیۃ
وغیرہا کما افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اُسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنے ضمان رہن
لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنے اُسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اُسکے رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمادیہ
اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اُسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور شق ثانی کے مستفاد پر
سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف رح نے اسکو شرح میں بیان کیا ہے اور سراجیہ میں یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اُسکی رضامندی کے اپنے پاس
رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے اگر غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہے کہ اگر بدون رضا کے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور
رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال
امساک مال المدیون رہنا بلا اذنہ وقیل اذا ایس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف اور مجتبی میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدون
اُسکی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اُسکو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو
درست ہے اور اسکو مصنف رح نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن احدہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ
مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا کہ ان دونوں میں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکھ عوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لیے تو دونوں میں سے
ایک کپڑا بھی رہن نہوگا ایک کے اختیار کر لینے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنے جب تک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا فروع مسائل متفرقہ
شارح کے غصبہ الرہن کہلاکہ الا اذا غصبہ ای حال انتفاع مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اُسکے تلف ہو جانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں
مگر جبکہ نا مستحق غصب کیا اُس حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا اگر مصحف
رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو اُس میں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہوگا یعنے اسلیے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا
اسلیے کہ رہن کا حکم حبس ہے پھر جب اُسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی الاکمل

عن الرہن فراجعہ فانہ لا یدال فدفعہ فہلک سالم الثمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اُسنے اُسکو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن پر ضمان
لازم ہوگا حاوی وضع المصحف المرہون فی صندوقہ ووضع علیہ قصعۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن نقصان الرہن الا الزیادۃ ایک حاوی مصحف مرہون
مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اُسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپکا پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہوگیا تو حاوی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا
یعنی دین آسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اُسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہو اور امانت پر تاوان نہیں
والمودع لا یضمن شیئا فیہ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں جبتک ہوں تعدی سے کذا فی القنیۃ الاجل فی الرہن نسیئۃ مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اور
رہن کا حکم حبس ہو اور اکی ہوتا حصول دین تو صورت مذکور کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہو لزوم ضمان میں برخلاف رہن
باطل کے کذافی الطحطاوی سلطہ ببیعہ مات الراہن بیعہ بلا حضر ایۃ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مر گیا تو مرتہن کو اسکی بیع
اختیار ہو بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ہم تو وارث لفض بیع نہیں کر سکتا اسلیے کہ حق مرتہن کا اُس سے متعلق ہوگیا ہو اور وہ باطل نہیں
ہو سکتا راہن کے مر جانے سے کذافی الطحطاوی غاب الراہن فیبہ شنقلۃ قبض المرتہن امرہ القاضی لیبیعہ ببیعہ منقضی الی اثر الدیون والاعلم لو واق
بلغ القاضی دار رہ جائز کذافی منتفرقات بیوع النہر راہن غائب ہوگیا اور غیبت منقطعہ کہ مرتہن نے اُسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کا
بیچ دے اُسکے دین کے سبب سے تولائق ہو اور اور نقد ہے کہ جائز ہو اور اگر راہن مر گیا اور اُسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اُسکا حکم
بیچ ڈالا تو جائز ہو ایسا مذکور ہو نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفی الذخیرۃ للاب المرتہن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا
لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع للقاضی او کان لا یجال یفسد قبل ان یرفع جاز البیع
اور ذخیرہ میں ہو کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پہل بیچنا اگرچہ اُسکے تلف ہو جانے کا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار
ہو نہ بیچ کا اور ممکن ہو اُسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اُسکو قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہ ہو یا وہ پہل
ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اُسکا بیچنا جائز ہو واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہو اُس رہن کے احکام میں جو رکھا جاوے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں جبکہ راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہو چکے تو اب اُنکے نائب کے احکام شروع
ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہو جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہو گئے اور اُسکی بیع پر راضی ہوئے عدل
تسمیہ پر اور وہ راہن کا وکیل ہو مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہو چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکور ہو نگے عنقریب ہی
بعدالتہ فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عدل ہو اسواسطے رکھا گیا کہ اُسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہو اذا وضعا الرہن علی ید عدل
صح ویتم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رہن صحیح ہو اور رہن تمام اور لازم ہوگا اُس شخص کے قبضہ کرنے سے
ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہو حفظ
اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہو استیفا دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن بدفع الی احدہما لتعلق حقہما بہ اور معتمد
تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلیے کہ دونوں کا حق اُس سے متعلق ہو یعنی اسواسطے کہ شخص مذکور راہن کا امانت دار ہو عین کے
حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہو مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہو اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہو اجنبی کے دینے سے کذافی
الدرر فلو دفعہ فتلف ضمن بالتعدیہ واخذ منہ قیمتہ وجعلہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلہا رہنا فی یدہ لئلا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر

معتمد نے مرہون ایک کو یعنے راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون
کی قیمت لیوین اور اس قیمت کو رہن رکھدین اس معتمد کے پاس یا اسکے سوا اور شخص کے پاس و شیکو اس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہین تاکہ معتمد ادا
کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا ہوجا ہم اسلئے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہو تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنے والا
ٹھہر گیا اور حالانکہ دونون مین تنافی ہے کذا فی المنح و الدر العادل الرجوع مبسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اسکا مفصل مذکور ہے شرح کنز مین ہم
زیلعی مین ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اسوجہ سے کہ اسنے مرہون
راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کے واسطے سالم رہی اسکو ملے جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اسوجہ سے کہ اسنے مرہون کو مرتہن کو دیا تھا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت پھیر لینا جائز ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت دیا اور وہ تلف ہوگیا
اسکے پاس تو مرتہن سے اسکا رجوع درست نہین اور اگر مرتہن نے اسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے پھیر لیگا اور اسیطرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت
مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واذا هلك بهلك من ضمان المرتهن اور جبکہ مرہون تلف
ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنے مرتہن پر تاوان اسکا لازم ہوگا فان وكل الراهن المرتهن او وكل العدل او غيرهما ببيعه عند
حلول الاجل صح توكيله لو الوكيل اهلا لذلك اي للبيع عند التوكيل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا انکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے
دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو فان لم یکن اہلا لہ
عند التوكيل لا تصح الوكالة وحينئذ فلو وكل صبيا صغيرا لا يعقل فباعه بعد بلوغه لم يصح خلافا لهما اور اگر وکیل اسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے
وقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اسنے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیچی تو بیع
صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوكالة في عقد الرهن لم ينعزل بعزله ولا بموت
الراهن ولا المرتهن للزومها بلزوم اصله فهي تخالف الوكالة المفردة من وجوه احدها هذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول
نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو
رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے چند وجہ انہین سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول
ہوجاتا ہے ہم مشروطہ وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن کسیکو رہن دینے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی
والثاني ان الوكيل هنا يجبر على البيع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر امتناع کے
نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے کذا فی الدر وكذا
لو شرطت بعد الرهن في الاصح زيلعي على خلاف ظاهر الرواية وان صححها قاضي خان وغيره على ما نقله القهستاني وغيره فتنبه بخلاف المفردة اور
اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط ہوگی ہر وقت بعد رہن کے صحیح تر قول مین کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ
قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری مین ہے
کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل ابتداء تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ ہم
جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہے والثالث انه يملك بيع الولد والارش اور تیسری وجہ یہ ہے
کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اسکی دیت مین

تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لیگا وان کان الرہن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر
مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اسکے مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہو ای المشتری علی العدل بثمنہ لانہ العاقد
اور مشتری مستحقہ سے اسکا ثمن پھیر لے اسواسطے عاقد بیع کا وہی ہے تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ہو ای العدل علی الراہن بالقیمۃ یعنی
مستحق راہن سے اسکا ثمن پھیر لیگا یعنی اسواسطے کہ راہن نے مستحق کو عہدہ تاوان میں ڈالا اُسکو وکیل کرکے تو راہن پر اسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر
واذا رجع علیہ بہ صح القبض وسلم الثمن للمرتہن اور جب مستحق نے راہن سے تاوان ثمن کا پھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اسکو مسلم ٹھہرا او رجع
المستحق الی المرتہن بثمنہ یا چاہے مستحق مرتہن سے اسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور مالک نے ثمن جانکر قبض کیا تھا
پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اُسکا لقبض مضمون بالضرور واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع ہو ای المرتہن علی الراہن بدینہ یعنی پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے
اپنا دین پھیر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا زادہ ہنا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرہن یرجع العدل
علی المرتہن فقط سواء قبض ثمنہ او لا صدر او وقایہ میں یہاں اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے شروط ہوئی ہو تو فقط عدل راہن پر
رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ہم اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اس سے متعلق نہوا تو اُسپر رجوع بھی
نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہے کہ مستحق نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا مستحق کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا
تو جو تاوان مستحق کو لاحق ہوگیا اُسکو راہن سے پھر لیگا کذا فی الدرر فان ہلک الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن وضمن الراہن قیمتہ ہلک الرہن بدینہ
پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا مالک نکلا اور مالک نے راہن سے اسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے
دین کے بدلے یعنی راہن ادائے ضمان سے اسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتہن قیمتہ یرجع علی الراہن بالقیمۃ
التی ضمنہا للضرر وبدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن پر مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھیر لیگا یعنی
وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر بھری اپنے ضرر کے سبب سے اور دین پھیرے انتقاض قبض کے سبب سے ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا
راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ
فرع مسئلہ یلحقہ شارح کافی الولوالجیۃ وہبت عاقین دابۃ الرہن یسقط ربع الدین وتیمی ولد الجیہ ین ہوکہ اگر مرہون کی آنکھ [illegible] رہی مرتہن کے پاس
تو چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرہن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف
بیع الراہن رہنہ علی اجازۃ مرتہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اسکے مرتہن کی اجازت پر یا اسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگا یعنی جب
راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اسکا دین
ادا کردیا تو بیع نافذ ہوجاویگی فان وجد احدہما نفذ وصار ثمنہ رہنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت پایا ادا سے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور
کامل ہوگئی اور اسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنی دو صورت ادائے دین رہن کی حاجت نہ رہی وان لم یجز المرتہن البیع وفسخہ لا ینفسخ
لفسخہ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کردیا تو بیع فسخ نہوگی اُسکے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں واذا بقی موقوفا
فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرہن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ رہن ابن کمال او جبکہ بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کی طرف تا وہ
بیع کو فسخ کر دے اور یہ اختیار مشتری کا اس وقت ہے جبکہ اسنے خرید کیا اور اسکو اسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ
الراہن ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتہن الاول فالثانی موقوف ایضا علی اجازتہ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے
ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند
اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم
ہو جاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باع الراہن ثم آجرہ او رہنہ او وہبہ من غیرہ فاجاز المرتہن الاجارۃ والرہن او الہبۃ جاز البیع الاول
لحصول النفع بتحول حقہ للثمن علی ما قرروہ فی محلہ بتجرد دون غیرہ من ہذہ العقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتہن فیہا فکانت اجازتہ اسقاطا لحقہ فزال المانع
فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اسکو اجارہ میں دیا یا کہیں رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو
بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنابر اسکے جو ثابت اور
اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے جو اسکے سوا ہیں عقود مذکورہ ہیں اسلئے کہ مرتہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اسکی اجازت اسقاط ہے حق مرتہن
حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہوگئی ہم کہتے ہیں بیع ثانی اجازت کے سبب جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں مراد بیع کے اجارہ وغیرہ تین عقد جائز ہوا
سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اسکا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا برخلاف عقود
مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اسکی اجازت فقط
حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہوگئی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراہن من زید ثم باعہ من المرتہن انفسخ الاول اور
اشباہ میں ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ہم کہتے ہیں گویا استدراک ہے مصنف رح کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ
ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای نفذ اعتاق الراہن رہنہ اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا
آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کر دے یا اسکو مدبر کرے تو یہ
تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا والدین حالا اخذ المرتہن منہ الدین الحال سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن
اپنا دین راہن سے لے وان موجلا اخذ قیمۃ الرہن بدلہ الی زمان حلولہ فاذا حل استوفی حقہ من جنسہ ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین
مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہونچنے تک پھر جب مدت آ پہونچے
تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب
کرے وان کان الراہن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کی
ادا کرنے میں یعنی اگر اسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ غنیا
اور جسقدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے پھر لے جبکہ اسکو مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی ای کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر
وام الولد مالک المولی اور استیلاد میں سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر
اور ام ولد کی کمائی مولے کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فانہ انما یسعی فی ضمان ما اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو

تلف کر دیا تو اسکا حکم مانند ہی اسکے حکم کے ہے جیسے مالدار مالک غلام مرہون کو آزاد کرے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہم کہتے ہیں اتلاف راہن عتاق کی مانند ہے تو اگر دین حال ہو
تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین میعادی ہو تو اسکی قیمت لیکر اور اپنے پاس رہن رکھے مدت تک کذا فی الدرر والرہن الذی اتلفہ اجنبی
او غیر الراہن فالمرتہن یضمنہ او المتلف قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رہنا عندہ لقیامہا مقامہ اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن
تلف کرنیوالے سے اسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت تلف ہونے کے دن کی ہوگی سو قیمت اسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا والعبرۃ
لقیمتہ فی الضمان للمرتہن یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اسکے تاوان میں یوم القبض
کی قیمت معتبر ہوگی اسلئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و باعارتہ ای المرتہن الراہن الرہن یخرج من
ضمانہ فتسمیتہا عاریۃ مجاز اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرہون کو اسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے
دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہو گیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ہم کہتے ہیں لفظ اعارہ یہاں مجاز ہے استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک
منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسکی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک
مجانا لانہ لو کان اعطاہ بکفیل لم یلزم الکفیل شی لخروجہ من الرہن نعم لو کان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن جاز ضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر
مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض مضمون مرتفع ہو گیا یہاں تک کہ اگر
راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو
لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی
فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا وللمرتہن استردادہ منہ الی یدہ اور
مرتہن کو جائز ہے کہ پھیر لاوے مرہون مستعار کو راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کیطرف سے فلو مات الراہن قبل فک او قبل الاسترداد فالمرتہن احق بہ
من سائر الغرماء لبقاء حکم الرہن سو اگر راہن مر گیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ ترحقدار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے
بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ہم کہتے ہیں کہ حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعارہ او اودعہ احدہما اجنبیا باذن الاخر سقط ضمانہ
اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ ان دونوں کے قبض سے نکل گیا سو باقی نرہا
ولکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کرے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ
بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما
باذن الاخر حیث یخرج من الرہن ثم لا یعود الا بعقد مبتدا لانہا عقود لازمۃ بخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ
صادر ہوں راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب
عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ہم کہتے ہیں یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل
ہو گیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعد انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ
دیا اجنبی کو اور راہن نے اسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہو جاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن نقل ہے زیلعی نے کہا
اسکا ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ وبخلاف بیع المرتہن من الراہن لعدم لزومہا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے
اسکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہو جاوے بقی لو مات الراہن قبل ردہ

بقی

کسی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز فلاں شخص غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور راہن چیز کے پھیر دینے کا
متوکل کی طرف امر ہوگا ولو رہن دارا بغیرہ فاجاز فصاحبہا جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہو وبینۃ الراہن
علی قیمتہ والرہن اولی اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اسکی قیمت میں
راہن کہتا ہو کہ اسکی قیمت سو درہم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہو کہ ۵۰ درہم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادتی
ضمان کے ثابت کرنیوالے ہیں ونماء الرہن کولدہ وثمرۃ رہن لاقائمۃ دار واجرتہا وعبدہا فلا یصیر رہنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا
بچہ اور پھل رہن میں داخل ہو نگر اسکا کرایہ نہیں اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہوگا عالمگیری میں محیط سے منقول ہو کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو
رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادتی کہ متولد نہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہو
یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور اون اور دودھ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے
ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اُنکے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو اُنکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصراً الرہن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہو اسکی ضمان میں صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع
رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درہم قرض لیکر اور درہموں کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء
دین درست ہو اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصاً وصح استعارۃ شیء لیرہنہ
فیرہن بما شاء اذا اطلق ولم یقید ویتقید اور صحیح ہو عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اُسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور
جسطرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او مرتہن او بلد تقید بہ وضمن لو خالف
خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المستعیر او المرتہن قیمتہا کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی
یعنی یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اُسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور
اسوقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اُسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب مستعیر کی
تعدی تو صریح ہو مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہو کہ اُسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اُسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہو اور مرتہن غاصب کا غاصب
ملخصاً الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک لا یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیکی اور بہتری میں اسطرح پر
کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا مستعیر نے اُسکو اُس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اُسنے بہتری کی مخالفت کی
یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہو نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو
رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وان ضمن المرتہن یرجع بما ضمن وبالدین علی الراہن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا
مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھر لے جسقدر کہ اُسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جیسے کہ مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد تاوان
دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھر لیگا چنانچہ مذکور ہوچکا فان وافق وہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی
مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اُسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ
اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی ووجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر وہو الراہن لقضاء دینہ بہ اور دین
کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا یضمن

کان مضمونا ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وجوب بقدر دین اس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہوا اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے
ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذہب من الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسی طرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے
دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ
غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین ازید فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر درر لکن تعقبہ الزیلعی وغیرہ واقرہ
المصنف فالمصرح علیہ فی شرح کمال متابعتہ للدرر فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اسکے قبول کرنے پر جبر کیا جائیگا پھر معیر
جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے بخلاف اجنبی کے کہ وہ ادا کرنے
دین میں متبرع ہے رجوع معیر اس شرط سے ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی اسکا
رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادا سے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال
کیا ہے اور مصنف نے اس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اسکو
ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو اسکو تامل کر لیجیے باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب
اسکو متن کے اندر داخل نہیں کیا ہم تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون ممکن نہیں ہو سکتی بجز دین کے ادا کر
سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدون ادا کے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو
اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جو اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اسکی تصریح واجب تھی
من شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ او بعد فکہ لم یضمن وان استخدمہ او رکبہ قبل ذلک من قبل انہ امین خالف
ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر اسکا تاوان
نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے خدمت لی ہو یا اسپر سواری کی ہو اور مانند اسکے اور استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن امین ہے جسنے مالک کی مخالفت کی بعد
اسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت لیعنی الفہ سے اسپر ضمان لازم نہوگا بخلاف امام شافعی رح کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ ان المستاجر او المستعیر اذا خالف ثم عاد
الی الوفاق لا یبرأ عن الضمان انتہی فلیحرر علیہ الفتوی انتہی لیکن شرنبلالیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد
پھر موافقت کریں تو پھر واجب تاوان سے بری الذمہ نہوگا بموجب اس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی مافی الشرنبلالیۃ ولو اختلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء
بحالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر یعنی راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے اقرار حال کا
منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے ہم صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد
فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھ پر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما
امرہ بالرہن فالقول للمعیر ہدایہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار دین میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایۃ
ہم یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر قلیل دین کا دعوے کرتا ہے
اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف
کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہوگا کذا فی شرح التکملہ ولو مات مستعیرہ مفلسا مدیونا فالرہن باق
علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو مستعار رہن کا باقی ہے اپنی حالت پر یعنی بدستور سابق مرتہن کے پاس رہے گا

مرتہن چاہے سقط الدین بکلہ منہا او اقل من قیمتہ الدین او مساویا و لو اکثر لیسقط قدر قیمتہ العبد فقط و لا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرتہن نے
والا و ان شاء افتکہ گیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون

کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا و لو استہلک مالا یستغرق رقبتہ فداہ المرتہن فان
ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر عبد کل مرہون تلف کرے اسقدر کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ ندے تو راہن اسکو بیچ ڈالے
یا اسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور درصورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اسکا
دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے و لو قتل دابة الرہن انسانا او استہلک مالا و فداہ الراہن

خرج من الرہن او فداہ و بقی رہنا مع ما اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو دیڈالے اور وہ رہن
خارج ہوگیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ و اما جنایة الدابة فہدر و یبیعہ کانہ ہلک بآفة سماویة و تمامہ فی الخانیة اور
جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنے اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے
وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراہن باع وصیہ رہنہ باذن مرتہنہ و قضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مر گیا تو
اسکا وصی اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی
نصب القاضی لہ وصیا و امرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادائے دین
راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہوا اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں و ہذا لو ورثتہ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ
میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو انپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرة فروع مسائل ملحقة شتی کے رہن الوصی بعض الترکة لدین علی المیت عند غریم

من غرمائہ لو توقف علی رضی البقیة و لہم ردہ فان قضی دینہم قبل الرد نفذ و لو انفرد الغریم جاز و بیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین
کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور انکو پھیر ڈالنا درست ہے
پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا کر دیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون
بیچا جاویگا ادائے دین کے واسطے و فی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن و لا بموت المرتہن و لا بموتہما و یبقی الرہن رہنا عند الورثة اور مصنف
کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مر جانے سے اور مرہون
رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقة

یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رہن عصیرا قیمتہ عشرة بعشرة فتخمر ثم تخلل و ہو یساوی العشرة
فہو رہن بعشرة کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس
درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ہم لانق یہن تھا کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ
ہوجانے کی صلاحیت سے و لہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ ہوگیا تو عارض زائل
ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر و الحموی ثم المعتبر فیہ الزیادة و النقصان القدر لا القیمة علی ما افادہ ابن الکمال پھر اسمیں
یعنے اس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہے ہم کی بیشی مقدار کا اعتبار

ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدار رکھتے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں
عن الزیلعی علیہ الفتوی فان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا
اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا ولو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ بعشرۃ قید بہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد رہنا بعضہ امانۃ
بحسابہ فتنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغہ ولا یبطل الرہن تو لانہ ہو ای الجلد یساوی درہما
فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درہم ہو دس درہم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنے کے مرگئی سو اسکی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا
آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم پر رہن ٹھہریگی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضرور ہے اسواسطے
کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہریگی اسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درم ہو اور
قیمت بکری کی ۲۰ درم ہو اور کھال ایک درم کی ہو تو کھال نصف درم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ
ہوجاویگی اسقدر کے عوض میں مرتہن کا اختیار ہوگا اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اس میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک
صحیح ہے بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مریگی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا ماتت شاۃ المبیع قبل القبض فدبغ جلدہا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ بکری بیع کی قبض مشتری سے پہلے مرگئی
پھر اسکے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر کھال کے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوجاتا ہے ہلاک مرہون سے اور
بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہے مبیع کے تلف ہوجانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرہن خلافا لزفر اور اگر مرہون
غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماء الرہن کالولد
والثمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسا کہ بچہ
اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خونبہا اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے وہو رہن مع الاصل
تبعا لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ
فی الرہن وتکون للراہن الاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا تبع القہستانی برخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا
بدلا ہے جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے
تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا ہے فاذا ہلک النماء المذکور ہلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد
مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو رائگان تلف ہوگی یعنے مرتہن پر اسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں
بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا اباح الراہن للمرتہن اکل الزوائد فاکل لا یسقط حصتہ اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد
الاکل فانہ یقسم الدین علی قیمتہا قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنے اگر چہ حقیقۃً باقی نہو بلکہ حکماً باقی رہے اس طرح پر کہ کھا یا جاوے
راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اسکو پھر لیگا راہن سے جیسا کہ جب اصل مرہون تلف ہوجاوے
کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائیگا دونوں یعنے اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی جیسا کہ مصنف نے اسکو اپنے قول آئندہ
میں ذکر کیا ہے زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اُسنے کھا یا تو اُسپر ضمان نہیں
اور اُسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا

والاولیٰ ... لیجاویگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادتکا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو لیا اور کھایا

کذا فی الطحطاوی ملخصا لعبد بلاک الاصل فاک بحصتہ من الدین لانہا صارت مقصودۃ بالفکاک والتبع یقابلہ شیء اذا کان مقصودا یعنے جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکورہ خلاص کیجاویگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصودہ ہوگئی خلاص کرنے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وحینئذ یقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط

من الدین حصۃ الاصل ویفک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفک بہ اور اسوقت میں دین قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجاویگی بقدر اسکے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسر سے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فکاک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن فی

اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ یعم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل بخصوص حقیقۃ الاکل فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنے درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنے خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصوص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اسکا اتباع کیا جاوے یعنے تو درصورت وجود نقل مخصوص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے ہے یعنے جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنے پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شیء من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کا [illegible] کچھ اباحت اکل سے قال

فی الجواہر رجل رہن دارا واباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب البعض لا یسقط شیء من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی اخذ حکم العاریۃ حتے لو اراد منعہ کان لہ ذلک جواہر اخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کردیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچھ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ہم میں اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہیں چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں

کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی

ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم

من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہی جو محمد بن اسلم سے منقول ہی کہ مرتہن کو یہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ سود ہی
اور تعلیل اسکی اسکے مفید ہی کہ مقرر کراہت تحریمی ہی سو اسمین تامل کروان ثم نفکہ الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علیٰ حالہ حتی ہلک الرہن في يد المرتہن
قسم الدين علی قيمة النماء اي الزيادة التي اكلها المرتہن وعلی قيمة الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزيادة اخذه المرتہن
من الراہن كما في الهداية والكافي والخانية وغيرہا اور اگر راہن نے مرہون نہ چھوڑایا یہانتک کہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون
ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اُس زیادتی کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہونچیگا وہ ساقط
ہوگا اور جسقدر دین زیادتی کو پہونچیگا اسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی مترجم اتنا مرتہن کی وجہ یہ ہی کہ مرتہن کا شرب لانا
راہن کے اذن سے راہن کے شرب کے برابر ہی تو جیسے راہن کے استعمال سے ساقط دین نہین ہوتا ایسے ہی مرتہن کے استعمال سے ساقط نہوا کذا في الخانية
وفي الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن كالاتلاف الراہن بنفسہ لتسليطه اور جواہر مین ہی کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی
تلف کرنے کے برابر ہی بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفيها اباح للمرتہن نفعه بل الرہن ان يوجره قال الاقبل فاواجره وفضت المدة فالاجرة لراہن للمالک اہ
ان اجره بلا اذن وان باذنه فللمالک وبطل الرہن اور اُسی کتاب مین ہی کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہی
یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہی پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اُسکی اجرت مرتہن کی ہی یا مالک کی
جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہی اگر اُسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اُسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہی اور اس صورت مین رہن
باطل ہوگا وفيها رہن کرما وسلمہ المرتہن ثم دفعه للراہن ليسقيه ويقوم بمصالحه لايبطل الرہن اور اُسی کتاب مین ہی کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر
مرتہن نے راہن کو باغ دیا تاکہ اُسکو سینچے اور اُسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمره ثم باع الكرم فقبض الثمن والثمن ان
ثمره حصل بعد البيع فللمشتري وان قبله فللراہن ان قضى دين المرتہن والايكون رہنا ويحمل البيع رجوعا عن الاباحة فانها تقبل الرجوع كما مر باغ رہن رکھا
اور اُسکا پھل مباح کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچڈالا سو مرتہن نے اُسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اُسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہی اور
اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہی بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پھل رہن رہیگا یعنے ثمن مقبوض کے
ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحة ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہی رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا مترجم برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کہا گیا ہوتا
کہ اُسنے مباح کو کہایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانے کے بعد کذا في الطحطاوي عن المنح وفيها زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح له الانتفاع لايجب
شيء وان لم يبح لزمه نقصان الارض ضمان الماء لو سقى فناة مملوكة فليحفظ اور اُسی کتاب مین ہی کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اُسکے لیے
انتفاع مباح ہی تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے زرعها الراہن اوغرسها باذن المرتہن ينبغي ان تبقى رہنا ولايبطل الرہن فتنبه زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت
لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہی کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہوجاسے تو خبردار رہنا مترجم رہن باطل نہین مگر وہ حکم ضمان
باطل ہی یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا في الطحطاوي عن شرح الوہبانية استحق الرہن ليس للمرتہن طلب غيره
مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجاے اُسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضه ان شائعا
يبطل الرہن فيما بقي وان مفرزا بقي فيما بقي ويحبس بكل الدين لكن ہلاکه بحصته بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہی تو باقی
مین بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہی تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اُسکا تلف ہونا بقدر

اجر دارہ وغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارۃ یعنی اگر کسی شخص کو اجارہ دیا پھر اسکو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور
اجارہ باطل ہوگا ولو ارتہن ثم اجرہ منہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے ابق الرہن سقط الدین
کہلاکہ فان عاد سقط بحساب نقصانہ الاباق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اسکے ہلاک ہوجانے کے مانند بعد
اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اسمیں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ
القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ
کردینا مرہون میں صحیح ہے مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہوگئے
وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافا للثانی
اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں ہے بخلاف ابو یوسف کے اور زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر
وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھدیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بلا ضمانت کے دین اول کے
ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی: والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین
لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کردینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ میں مثلاً ثمن میں یا معقود علیہ میں مثلاً
مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کردینا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین تو جب تھا
عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ ینبغی فی شرحہ علی انہا
عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلۃ مستقلۃ لا تفریع للاولی فتنبہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین
الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی
مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجاے اول غلام کے اور حال یہ کہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام
رہن ہے جبتک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے نہ ضمین یہانتک کہ دوسرے کو بجاے
اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے
میں بفا ہیں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ کردیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسپر واو سے عطف ہوا ہو یا نہ عطف بفا تا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جداگانہ ہے مسئلہ اولی پر
متفرع نہیں سو آگاہ ہو وابرأ المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ
من صاحبہ فیصیر غاصبا بمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کردیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو مفت ہلاک ہوا ازروے
استحسان کے بسبب ساقط ہوجانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہوجائیگا اسلیے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر
تمام قیمت لازم آویگی ہم درصورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نرہا تو ضمان بھی ساقط ہوگیا
ولو قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ کمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ ای عن دینہ علی شیء لانہ استیفاء او احال الراہن
مرتہنہ بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض اپنے راہن سے یا اسکے غیر سے جیسا کہ کسی احسان کرنیوالے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید کی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفا دین ہے
یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا اور وجہ فرق ابرا اور استیفا میں یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین

ساقط ہوجاتا ہی اور استیفا سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ قضا ردیون بامثالہا ہوا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہوگیا

یعنے استیفا بقبض مرہون ثابت ہوگیا اور استیفا ثانی یعنے استیفا حقیقی منقوض ہوگیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدر المختار وردما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفا

راہن او تطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت مین

یعنے اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید یا صلح مین پھیر دینا واجب ہی تاکہ استیفا مکرر نہو جاے

وبطلت الحوالۃ بہلاک الرہن بالدین لانہ فی معنے الابراء بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنے مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہین کرسکتا اور یا وجود

بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہی کذا فی الہدایۃ ہم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ

مین دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ یعنی ابرا ہوتا

ہو تو لائق یون تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہ ہی کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہی لیکن بطریق ادا کے بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے

گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا وہ مفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والا فینبغی ان لا یبطل الحوالۃ

فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہی اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہی اور اگر دین

مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہی کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار دین کذا فی القہستانی وکذا ای کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک

ایضا لو تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون الجہۃ باقیۃ بخلاف الابراء لانہ یسقط

الدین اصلا اور اسی طرح یعنے جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہی استیفا کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہی بمقابلہ دین اس صورت میں بھی

کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہی پھر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے

سبب سے بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنے بعد اتفاق نفی دین جائز ہی کہ دونون یاد کرین اور قیام دین پر اتفاق کرین تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا

برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہی یعنے اسمین وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا اور تصادق نفی دین کی صورت مین توہم وجوب باقی رہتا ہی

اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہی برخلاف ابرا کہ اسمین توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ وشروحہا کل حکم عرف فی الرہن الصحیح

فہو الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح مین معروف اور معلوم ہی سو وہی حکم رہن فاسد مین ثابت ہی کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی

ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق ہی

ہم طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہی کہ تاوان اس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا

والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد

من البیوع اور یہ بھی عمادیہ مین ہی کہ جس مکان مین مرہون مال ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ بعض شرط الجواز سے مفقود ہو جیسے

مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند وفی کل موضع لم

یکن الرہن کذلک یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام مین مرہون ایسا نہو یعنے مال نہو جیسا کہ خون یا مردار

یا آزاد ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہو گا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہین وحینئذ فاذا ہلک

ہلک بغیر شیء بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت مین یعنے جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن

کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف ہوگا

اور مال بہ نسبت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنے قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن بہ نسبت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے
تو دین لازم ہوگا میں امانت ہوگا یعنے فالمرتہن احق بہ کما فی الرہن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مر گیا اور راہن کے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن باوجود
حقدار ہو مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہو فرع مسئلہ ملحقہ شایع کا رہن الرہن باطل کما عرفناہ فی العاریۃ معزیا للوہبانیۃ ایک مرہون کا
بلا اذن راہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہو چنانچہ مصنف نے کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہو وہبانیہ سے منقول کر کے کہ رہن کا راہن باطل ہو خواہ راہن رہن
کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا قال واي رہن لا یلزم انفکاکہ ولا یجیبہ لو مات
بالموت فلیفطن اور وہبانیہ کی پہیلیون میں کہا ہو اور کون مرہون ہو جسکا انفکاک مطلوب نہین یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہین اور کون قاتل ہو جسکا مقتول
اگر مرجاے موت سے اسکی دیت نصف ہوجاتی ہو ہم سوال اول کا جواب یہ ہو کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہو حق تعالے نے فرمایا (کل نفس بما کسبت
رہینۃ) یعنے ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہو خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہو کہ مراد ختنہ کرنے والا ہو جسنے صغیر کا ختنہ قطع
کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مر گیا تو اسپر نصف دیت واجب ہو اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہو جنایات کے مسائل میں مناسبتہا ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات
کی کتاب الرہن سے یہ ہو کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنے قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانون کے
محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہو جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اس واسطے کہ وسیلہ مقدم ہو ذی الوسیلہ پر ہم مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم
رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہو تا نفوس محفوظ رہین اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیان وہ ہین جو حدود کی خوبیان ہین اور
سبب بھی اسکا وہی ہو جو حدود کا سبب ہو اور جنایت کی شرط یہ ہو کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر جب دریافت کرنا چاہئے
کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہو ہم جنایت مصدر ہو جمع اسکی جنایات ہو ہر چند مصدر کی جمع نہین آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہو لہذا
جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اس
فعل حرام کا نام ہو جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہین لیکن فقیہون نے اپنی اصطلاح
مین غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہو اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہوا اور جنایت خاص کر لی ہو اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھ پاؤن
ناک کان آنکھ میں واقع ہو ہم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہین اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہین قتل عبارت ہو اس فعل سے جو عبد کی طرف
مضاف ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہوجاے اور زوال حیات بافعل عبد مسمی بموت ہو کذا فی الرملی والتسمی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود
ودیۃ وکفارۃ واثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آیندہ یعنے قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ
اور حرمان ارث متعلق ہو پانچ قسم ہو ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہین چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا
ہم یعنے مصرح قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آیندہ کے ہو تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہین اقسام خمسہ یہ ہین قتل عمد شبہ عمد قتل
جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء او مثل سلاح ومثقل من حدید
جوہرہ ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل برہان ولیطۃ وقولنا عطف علے محدد لانہا تشق الجلد وتعمل عمل الآلۃ حتے لو خنقت فی اللحم
فاخرقتہ العروق اکل یعنے ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہو کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام میں اسکے بدن

جو واسطہ اُس ہتھیار کے جو اُسکے اجزاء بدن کو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی الجوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار
یا دھار والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیر چھلکا یا قصد قتل ہو آگ سے
اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگون کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنی اگر آگ کے
جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اُسکا درست نہیں کذا فی الکفایہ حاصل تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمین بالقصد ضرب سلاح سے
ہو یا جاری مجرا سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی میں ہے کما قتل عمد وہ ہے جسمین قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار
سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُسمین حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن کچل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی بانٹ یا قتل نیزے یا سوئی
کو حکم ہو بشرطیکہ لوہے کا نام اُسپر قایم ہو خواہ غالباً اُس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ لوہا احادیث میں منصوص ہے چنانچہ لاقود الا بالسیف وفی روایۃ لاقود
الا بالسلاح وفی روایۃ لاقود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا
خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور
اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ دے یا بدن میں گھس جائے چنانچہ لکڑی
لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضیخان میں ہے کہ لوہے میں وجوب کے متعلق ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہوتا ہے زخم ہو یا نہو
نہیں اور طحطاوی کی روایت امام سے یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو موجب ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلاشک قصاص
واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک تو
قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہیں اسلیے کہ عادت میں اُس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا
فی الطحطاوی مختصر فتاوی قاضیخان میں اسمین عدم قصاص کو ہے واللہ اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہی میں کہتا ہوں اور شرح
وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی وفی البرہان وفی حدید غیر محدد کالمعمود
روایتان اظہرہما انہا عمد اور ہر ایک میں ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا بانٹ اُسمین دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی
(احماء التنور یکفی القود وان لم یکن فیہ نار) اور مجتبی میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اُسمین آگ موجود نہو کذا فی منح الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے
تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اُسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈالدیا کہ اُسمیں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بشرطیکہ سلاح کے مانند ہے خواہ وہ شخص اُسی وقت یا
یا صاحب فراش رہے مرنے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہیں وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا
فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگجائے تو اُسمین قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اُسکو یاد رکھنا چاہئے
(وقالا والشافعی ضربہ قصداً بالا تطیقہ البنیۃ کخشبۃ عظیم عمد) اور صاحبین اور تینون اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب
اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے اور امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا (وموجبہ الاثم فان حرمتہ
اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر بجوازہ لمکرہ بخلاف القتل) اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے
کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہیں حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یقتل
مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالے نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اُسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق کی برائی کے واسطے
کافی ہے اور احادیث تو اُسمیں بہت ثابت ہیں انمین سے ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے

مرد مسلمان کے قتل سے آور ترمذی مین ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون مین
شریک ہون تو اللہ تعالی اُنکو منہ کے بل آگ مین ڈال دے اور نسائی کی حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ مین مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے
اور ابن ماجہ مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اسکی
دونون آنکھون کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من
قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا معین قصاص ہے بالالزوم مال اور امام شافعی رح کے نزدیک قتل عمد مین قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث
مقتول کو قصاص اور خونبہا لینے مین مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنے تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین مین اور یہ خود امر یقینی
عبارۃ لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت مین قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا مین دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مؤمنا خطأ الآیۃ) وبدلیل حدیث
عبداللہ بن عباس کے جو مصنف ابن ابی شیبہ مین مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنے موجب
قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علما نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی بیان ہوسکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر مین
مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولے مجمل قرآن کا بیان ہوسکیگی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص مین قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہین لیکن حدیث مشہور
اسکی تخصیص واقع ہوگئی اور اطلاق آیت کا باقی نرہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ
او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد مین قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہوجاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی
دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے اور اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی
جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بہا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ سوا
کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ مین عبادت کے معنی ہین تو عمد پر مربوط کفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ
الکفارۃ مین کہتا ہون لیکن خانیہ مین لکھا ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کہ اُسکا فرزند ہو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدا قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے
و الثانی شبہہ وہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لہما فیہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنے
مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جاوے سوا اُس چیز کے جو قتل عمد مین مذکور ہوچکا یعنے اُس چیز سے جو تفریق اجزا نکرے اگرچہ پتھر اور
بڑا لکڑا ہو یہ امام رح کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد مین داخل ہے اور شبہ عمد وہ ہے کہ جسمین تعمد ضرب ہو اُس چیز سے جو
سلاح نہین اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اُس سے غالبا ہلاک ہو جیسا کہ سنگ عظیم اور عصائے کبیر اور مگر یا دھوبی کا یا ہلاکت غالبا نہو جیسا کہ عصائے صغیر اسکو شبہ عمد
اسلیے کہا کہ یہ قتل مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمین معنی عمد کے ہین اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمین خطا کے بھی معنی ہین اس اعتبار سے کہ قاتل کا
قصد قتل ثابت نہین ہوتا اس نظر سے کہ اُسنے آلۂ تادیب کو استعمال کیا نہ آلۂ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اُسکے آلۂ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہوگئی کذا فی العینی وموجبہ
الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ کما سیجیء تفسیرہا اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات
مین آویگی ہم شبہ عمد مین قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلۂ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمین
۲۵ یکسالہ ہون اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چار سالہ لا القود لشبہۃ الخطا نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ
عمد مین قصاص واجب نہین بسبب اسکے مشابہ ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلۂ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل سیاستا
کرنا جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہ العمد فیما دون النفس ہنا الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا کے

آدمی کے اطراف میں عمد ہی قصاص کا موجب تو جان کے سوا کہیں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہی ہے یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور اطراف نفس کی تلف نہیں ہوتا مثلاً
عصا کبھی قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا آلہ ہے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ پاؤں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص
واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ پاؤں توڑا جاویگا والثالث خطأ وهو نوعان لانه اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصاً ظنه صیداً او حربیاً او مرتداً فاذا
هو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر
حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو نکلا مسلمان نکلا او خطأ فی نفس الفعل کان یرمی غرضاً او صیداً فاصاب آدمیاً او رمی غرضاً فاصابه ثم رجع عنه
او تجاوز عنه الی ما وراءه فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیره او اراد ید رجل فاصاب عنق غیره وان عنقه فعمد قطعاً او اراد رجلا فاصاب حائطاً ثم رجع
السهم فاصاب الرجل فهو خطأ لانه اخطأ فی اصابة الحائط ورجوعه سبب آخر والحکم یضاف الی آخر اسبابه ابن کمال یا خطا واقع ہو نفس فعل
میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے گذر گیا کسی مرد کو جا لگا یا ارادہ کیا
نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کا ہاتھ مارنے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا
اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کو لگ گیا
تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف
اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وکذا لو سقط من یده خشبة او لبنة فقتل رجلا یتحقق
الخطأ فی الفعل ولا قصد فیه فکلام صدر الشریعة فیه ما فیه ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ
سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعہ کے کلام
میں وہ خلل ہے جو اسمیں ہے صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے
چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کر کے اور شخص کے لگجاوے انتہی حاصل کلام اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ
لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور اسمیں مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آویگا کہ یہ جاری مجریٰ خطا کی صورت ہے
نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوهبانیة وقاصد شخص ان اصاب خلافه فذا خطأ والقتل فیه معذر اور وہبانیہ میں ہے اور قصد
کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف آیا کہ دوسرے شخص کے لگجاوے تو یہ قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل ازروے قصاص کے متعذر ہے
وقاصد شخص حالة النوم ان یمت فیقتص ان الحی دامنه نهر اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مر جاوے تو قاتل سے
قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیة والرابع ما جری
مجراه مجری الخطأ کنائم انقلب علی رجل فقتله لانه معذور کالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرائے خطا کے ہے یعنی خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہے جیسے
سونے والا منقلب ہو یعنی پلٹا کھا کر پڑے کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند
تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کچلکر تو نائم معذور ہے خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے
طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرائے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی
اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے
کہ حقیقت میں خطا نہیں ہوا کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا مخالف ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی ما فی الطحطاوی

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعہ کی طرف صحیح خطا ہے وہ جو ہے اسے تو جب ہذا النوع من القتل ہو الخطاء وما جری مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون
اثم القتل اذ الکفارۃ یؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ
کمتر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ
کہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا کے پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی
لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہیں ہے بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب
کحافر بئر وواضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن
حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دو لفظ کی قید ہے جیسا کہ درر میں ہے تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھیگا تو اسکی طرف تعدی
ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہوگا کذا فی الطحاوی وکذا اذا وضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا استاء علی البئر ونحوہ بعد علمہ بالحفر ونحوہ درر اور اسیطرح
قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اسکے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو جیسا کہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جبکہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ
چلا کھودنا وغیرہ جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب
دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور رکھودنے والا متعدی ہے اسمیں تو بمنزلہ واقع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی
صیانت نفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ در اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے
اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث الا الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے
موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا
تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوا اس
قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنے قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہے اسواسطے کہ مباشرت
عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اسکو اسواسطے
ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی المجوی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ لاحق کیا ہے اسکے جمیع احکام میں واللہ اعلم

فصل

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ یہ فصل ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں یجب القود ای القصاص
بقتل کل محقون الدم بالنظر الی قاتلہ درر وسیجیئ عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمدا واجب ہے قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے
شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں آتا ہے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی فوضح
ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ بنظر القاتل وانما محفوظ الدم ہے یعنے اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب
ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن و حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے
نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے
ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اسنے مقتول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے
وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنے دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو انکو عمداً قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر
مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض ہے تو قواعد تحت میں

ملہ دھکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنے ایسا ہو کہ دوسرا کو دھکا دے کر کنوئیں میں گرا دیا ۱۲

داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تھا اصل مین پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ بوجہ شبہ کے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل عمد مین
قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الظہیریہ اور لا المستامن والحربی یعنی مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص
واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہین اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرطیکہ ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول اگر کوئی
کے قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صبی اور مجنون کے واسطے عمد نہین ہے فی البزازیہ حکم علیہ بالقود
فجن قتل وقیدہ بالوہبانیۃ بالقلب دفعہ بزازیہ مین ہے کہ قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل
من یجن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کیا اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا فان جن بعدہ
ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے
مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریہ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا روایۃ فیہ قال ابوجعفر یقتل غلام نے اپنے میان کو
قتل کیا تو اسمین کچھ روایت نہین امامؒ اور صاحبینؒ سے اور ابوجعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے
وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لیجاوے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاوے
قتل ختنہ عمدا وبنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے
کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر غایبہ مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت
واجب ہوگی کذا فی الطحاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ کولاد وملک او اعم کقولہ اقتلنی فقتلہ بینہما کما سیجیء اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور
مقتول مین قصاص ٹلجانے کا شبہہ نہو جیسا کہ ولادت یا مالک ہونا یا کوئی امر ولادت اور ملک سے عام تر جیسا کہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجکو
قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کرڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد
بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سواے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اسکی قیمت
دینا قاتل پر واجب ہے بخلاف امام شافعیؒ کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اسکی
قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مین (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے
اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور
حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ولنا اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الایۃ
کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور
غلام کی قید نہین تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے عن ابن عباسؓ نقل کیا ہے ہم مجملہ
دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنی مقتولین مین تمپر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازانجملہ قولہ تعالی
(ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور یہ تخصیص بالذکر
ماسوائے مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص ماعدا کی نفی پر دال

کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے نہ مارا جاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے
بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر بزرگ
فضیلت رکھتا تو بدعویٰ فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی ہونگے جب تک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے انکا آزاد نہ مارین حق تعالیٰ نے
انکے رد میں یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جو بہ جہ
کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور
غلام دونون برابر ہین قیل ولا الحر بالعبد ورد بہ قولہ بالا اس لئے کہا گیا ہے مذہب شافعی کی اشکال ہین کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ
آزاد بدلے غلام کے مارا جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اسکے دلائل ہو چکے ہیں اور یہ کہ ہم شارح کی ان عبارت میں کچھ تقریر اور تحقیق نہیں شارح نے
عبارت منح الغفار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اسکا قلم بہت چل گیا یون کہتا تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہ عطف ہے ان القتیل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی
مختصر العینی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعی رح کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا
بدلیل قولہ تعالیٰ والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہے اسوجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد اسکے بدلے بطریق اولیٰ مقتول ہوگا اور جو یہ تفصیل
اسکی منح الغفار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی لطماس ۵ خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ ❊ رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد
ولا تقتلوہ انی انا عبدہ ❊ ولم ار حرا قط یقتل بالعبد ❊ اور صاحب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ پکڑو میرے خون کے
بدلے اس غزال کو کہ جس نے اپنے دونون گوشہ چشم کے دو تیرون سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اسکو قتل نکیجو اسواسطے کہ مین اسکا غلام ہون اور مین نے
کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جاوے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ میں منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور
دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب نہیں فاجابہ بعض الحنفیۃ رادا علیہ ۵ خذوا بدمی من رام قتلی بلحظہ ❊ ولم یخش
بطش الالہ فی قاتل العمد ❊ وقودوا بہ جبرا وان کنت عبدہ ❊ لیعلم ان الحر یقتل بالعبد ❊ سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو
میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی وجہ سے ارادہ کیا یعنے ارادہ کیا اور مار بھی ڈالا اور وہ شخص اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرا اسکے پکڑنے سے جو ثابت
ہے قاتل عمد مین اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ مین اسکا غلام ہون تا معلوم ہو جاوے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا اس نظم
مین خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہیں ہے والمسلم بالذمی
خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض یہ بخلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی میں عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی مین ذمہ کے پورا کرنے والون مین زیادہ تر کریم ہون ہر چند دارقطنی نے ابن
البیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر میں کافر حربی
مراد ہے توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضیٰ رض سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہون اور انکا مال ہمارے مال کے برابر ہو
لا بمستامن بل ہو بمثلہ قیاسا للمساواۃ لا استحسانا لقیام المبیح ہدایہ و مجتبی و درر وغیرہا نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا
خون علی التابید معصوم نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم
ہونے مبیح کے کذا فی الہدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا اصل اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب مسلمین کا اسواسطے کہ مستامن بعزم دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف

وینبغی ان یعول علی الاستحسان لتصریحھم بالعمل بہ الا فی مسائل مضبوطۃ لیست ہذہ منہا ولذا اقتصر ملا خسرو فی متنہ علی القیاس انتہی یعنی فتنبہ المصنف رحمہ اللہ
علی عادتہ قلت ولیعضدہ عامۃ المتون کالملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یون ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے
استحسان پر عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے
انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر کا ویقتل
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے
دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت
کے بالاتفاق ہے تو اگر تندرست مرد ایسے مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور ذکر یعنی نازہ اور فوطے مقطوع ہیں اور آنکھیں بھی پھوٹی ہیں تو
قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں مساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے اور امور کی نہیں تو
قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی والفرع باصلہ وان علا لا عکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شاخ یعنی اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ
جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک رح کے اس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر
ہے یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک رح کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری پھینک مارا اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص نہیں
اور ظاہر مالک میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اسی پر [illegible] کہ حدیث میں ثابت ہوا ہے و مالک [illegible] تو [illegible] کیا ہے
کذا فی العینی تو ظاہر قصاص ولد کی روایت امام مالک رح کے مذہب میں معتمد نہیں [illegible] بالکلیہ [illegible] قصاص علی العموم مذکور ہوتی واللہ اعلم او الی الاصول [illegible]
علوا مطلقا ولو انثا من قبل الام فی نفس او اطراف فیعم [illegible] علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نکیا جاوے گا بدلے فروع کے
نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقا اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع [illegible] بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے
قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے ہے یعنی دادہیالی نانہالی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پروتے کو یا ماں اپنے
بیٹے کو یا نانا نانی اپنے نواسے کو یا پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمداً کریگا
تو اسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ نے عمر فاروق رض سے مروی ہے وہو وصف معلل بالجزئیۃ فیتعدی لمن علا لانہم اسباب
فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اجداد
عالیہ کو بھی متعدی ہے اسلئے کہ اصول اسباب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع انکے فنا کا سبب نہوگا ہے ولہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو صف
کفار میں پاوے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وحینئذ تجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی
تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی جوہرہ وسیجی فی المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر
اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی رح نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کی مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے
اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آویگی ہے اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریہ
وفی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطی او الصبی او المجنون وکل من لا یجب القصاص بقتلہ لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العامد
عندنا خلافا للشافعی برہان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں
اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہوا اسکے غلام کے قتل میں یا مالک کے شریک ہو قاتل مخطی کا

تو شریک پر بھی قصاص واجب نہین والد اور موسے اور مخطی کے مانند اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلایل ثابت ہو چکی ہی تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا
ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا بسید بعبدہ ای بعبد نفسہ و مدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ ہذا داخل تحت قولھم ومن ملک قصاصا
علیہ سقط کما سیجئ اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہی
فقیہون کے اس قول کے تحت مین اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہی چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آویگا ہم مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہ
ہوا کہ غلام اسکا مال ہی اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے مین کچھ واجب نہین ولیکن خانیہ مین ہی کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ مین ہی کہ سولی پر کفارہ
واجب ہی غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل مین کذا فی الطحطاوی ولا بعبد یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزے اور نہ قتل ہوگا شریک عبد
مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہین ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا
شرح ہدایہ مین تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا بالعبد الرہن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین
قصاص نہین ہم یعنی جب تک راہن اور مرتہن دونون موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا
مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہی لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہی تا حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جاے
وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرہ وعلیہ یحمل ما فی الدرر معزیا للکافی کما فی النہر اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہین اگرچہ راہن مرتہن
دونون موجود ہون کذا فی الجوہرة اور محمد رح کے قول پر محمول ہی وہ روایت جو درر مین کافی سے منقول ہی کذا فی النہر ہم یعنی جو کافی سے درر مین مذکور ہی کہ باوجود
اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہین سو محمد کا مذہب ہی نہ شیخین کا ہم جب امام محمد کے نزدیک جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی
کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیة عن الظہیریة انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ مین ظہیریہ سے ہی کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہی یعنی لو اختلفا فلہما القیمة تکون رہنا
مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص و قیمت لینے مین اختلاف کیا تو دونون کے واسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجاے عبد مرہون مقتول
رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارة فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہی نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید البائع قبل القبض
فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ والا ردہ فالبائع القود وقیل القیمة جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاے قبل قبض مشتری بیع کو جائز کردے تو
قصاص لینا مشتری کا حق ہی اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہی اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہی کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت لے کذا فی الجوہرہ
ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا لا حاجة لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود عزمی وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعا لاختلاف الصحابة فی موتہ
حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فامتنع القود اور قصاص واجب نہین بدلے اس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا یعنی بدل کتابت کے اور وارث اور مولے کو چھوڑ کر
اگرچہ وارث اور مولے ساتھ ہی موجود ہون بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی موت مین آزاد ہوکر یا غلام ہوکر تو اسکے ولی مین اس اختلاف کے
سبب سے شبہہ پڑا تو قصاص مرتفع ہوگیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہین مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ
شارح نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص مین شرط ہی ہم علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد
مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہی اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہی پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا
ولی مین تو قصاص مرتفع ہوگیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء اولا او ترک وارثا ولا وفاء اقادہ سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے
کوئی اپنا وارث نچھوڑا سواے اپنے مولے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث کو چھوڑا مگر وفاء بدل کتابت موجود نہین تو اسکا مولے
قصاص لیگا بسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے مین وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتون مین سے پہلی صورت مین خلاف ہی محمد کا ہم پہلی صورت یہ ہی کہ

سانپ تو اسکے قتل پر پیشقدمی الامت سے جیسے کہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو بھر گا قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں ہی واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف
وان قتله بغیره خلافا للشافعی اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی چیز ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے
انکے نزدیک جس طرح قتل کرنا قاتل کا ظاہر ہے اسی طرح اسنے مقتول کو مارا ہو یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں ان لفظ سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں ہی مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰ سے حدیث مرفوع مروی ہی لا قود فی النفس وغیرها الا بحدیدة یعنی قتل نفس وغیرہا میں
قصاص نہیں ہی مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الهدایة وفی الدر یعنی الکافی المراد بالسیف السلاح کذا وجه صرح فی تاج المفیدات حیث قال التخصیص باسم السیف لا یمنع الحاق
غیره به لان المراد الانتقام … اختص بالسیف لقوله علیه الصلوة والسلام لا قود الا بالسیف فما فی السراجیة من له قود قاد بالسیف فلو القاه فی بئر او قتله بحجر او نحوه
آخر عزر و کان مستوفیا … مراد بالسیف السلاح واللہ اعلم اور در یعنی کافی سے ہی کہ تلوار سے اور … ہتھیار مراد ہی … ہو
اسی کی تصریح کی ہی مفیدات کی کتاب تاج میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہی کہ جو قصاص
لینے کا مالک ہو وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالدیگا یا اسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا
اور وہ شخص اپنے قتل کا مستوفی … قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہی اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہی واللہ اعلم وللاب
المعتوه القود وتشفیا للصدر … له ان یصالح بالاولی لا العفو مجانا بالقطع ید ای ید المعتوه وقتل قریبه لانه ابطال حقه ولا یملکه اور فرزند نافہم ناقص العقل مدہوش
کے قطع ید اور اسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہی تشفی صدر اور تسکین دل اسکے واسطے اور جبکہ اسکا باپ
قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں ہی کہ مفت معاف
کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہی اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہم معتوہ وہ ہی جو بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بیہودہ … جسکا …
… اور بیہودہ بولتا ہی اسکے قرابت دار سے مراد اسکا اخیافی بھائی اور اسکی ماں اور بیٹا ہی باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہی لہذا
اسکا باپ اسکے قائم مقام ہوا اسلیے کہ شفقت کے سبب سے اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وقید بصلحه بقدر الدیة او اکثر منه والا
وقع باقل منه لم یصح الصلح وتجب الدیة کاملة لانه انظر للمعتوه اور مشروط ہی باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر واقع ہو گی
تو صحیح نہو گی اور پوری دیت واجب ہو گی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہی مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح فمن قتل ولا ولی له للحاکم
قتله والصلح لا العفو لانه نظر للعامة اور قاضی باپ کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اس شخص کے کہ مارا گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہی نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لا وارث اور خلق کا بڑا ضرر ہی والوصی
کالاب یصالح عن القتل فقط بقدر الدیة والقود فی الاطراف استحسانا لانه یسلک بها مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اسکے بھائی کے
برابر ہی کہ فقط صلح کر سکتا ہی اسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہی اسواسطے کہ اطراف
انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہی والصبی کالمعتوه فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ میں الخ یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اسکے
قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہی معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں لیا
کر سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہی مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہی وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لهما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببه کاملا ثبت
لکل علی الکمال کولایة انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہی صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین رحمہما اللہ
کے انکے نزدیک قصاص منع ہو گا جب تک صغیر وارث جوان ہو لیں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اسکا کامل سبب پایا جاوے تو وہ چیز ہر ایک

… [illegible] … مترجم اول سے چھوٹ گیا تھا اسلئے اسکو حاشیہ پر لکھ دیا ہے ۱۲

معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہو تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو یہ معلوم نہیں تو اسپر قصاص نہیں اور اسکے مال میں دیت
واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر
قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جسکا سمجھنا لوگون پر مشکل ہو ہم برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثون کا حق ساقط ہونا
مشکل ہے صحیح ہے لہذا اسمین در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہین تو دیت ہے اور سوا اسکی صورت مین فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا ومات المجروح فاقام
اولیاء المقتول بینۃ انہ مات بسبب الجرح واقام الضارب بینۃ انہ برئ من الجراحۃ ومات بعد مدۃ فبینۃ ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام
معزیا للعمادی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثون نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہون سے ثابت کیا کہ وہ
چنگا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہین کذا فی معین الحکام عن العمادی اقام اولیاء المقتول البینۃ علی انہ
جرحہ زید وقتلہ واقام زید البینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لجمع الفتاوی ورثہ
مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھکو مارا
تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہین کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ہم اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہین نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات
المجروح لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح بہذا السبب مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی والناس قبلت بینۃ مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے
زخمی نہیں کیا پھر زخمی مرگیا تو اسکے وارثون کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہین پہونچتا مطلقا خواہ اسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی
یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثون کا مقبول ہے کذا فی القنیۃ وفی الدرر عن المسعودیۃ لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا
اور درر مین مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثون نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ اس
فصل مین مکرر ہو گیا وفی الوہبانیۃ جریح قال قتلنی فلان ومات فبرہن وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم یسمع لانہ حق المورث وقد اکذبہم اور وہبانیہ مین ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق
مورث کا ہے اور مورث تو گواہون کو یا وارثون کو یا دونون کو جھوٹا کر گیا ہو قال جرحنی فلان ومات فبرہن ابنہ علی آخر انہ جرحہ خطاء قبلت لنفیہا التہمۃ
حرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے ازراہ خطا اسکو زخمی کیا تھا
تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سما حتی مات ان دفعہ الیہ حتی تناولہ فلم یعلم بہ فمات
لا قصاص ولا دیۃ لکنہ یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اسنے اسکی طرف دیدیا یہانتک کہ اسنے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانا
سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجرہ السم ایجارا تجب الدیۃ علی عاقلتہ اور اگر زہر اسکے
حلق مین زبردستی ڈال دیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری مددگارون پر وان دفعہ لہ فی شربۃ فشربہ ومات منہ فکالاول لانہ شرب باختیارہ
الا ان الدفع خدعہ فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیہ اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مرگیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند ہے
یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونون صورتون مین مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں
مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیۃ وان قتلہ بمرضخ السیم بالعمل ہو فی البلین لیقتص ان اصابہ بحد الحدید او طعنہ وجرحہ اجماعا کما نقلہ المصنف عن المجتبی اور اگر
مقتول کو قتل کیا ہو اوٹے اور ٹیچھے سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اسکی پیٹھ لگی اور اسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص
لیا جاویگا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرضخ سیم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ ہم اور اگر پھاوڑے کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہوگی نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بدن پھٹ جائے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین رح کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام رح کے نزدیک کذا فی المحیط

عن الاتقانی والا بینه جده ولو قتله بظهره ولم یجرح لا یقتص فی روایة الطحاوی وظاهر الروایة انه یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس وذهب ونحوها وعزاه فی الدرر لقاضی خان لكن نقل المصنف عن الخلاصة ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعليه جرى ابن الكمال اور اگر پھاوڑہ باڑھ کی طرف سے اسکے نہیں لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ امام رح سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے اور یہی لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند اسکے جو لوہے کا ہم جنس ہو اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی کی ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبی ضرب بسیف فی غمده فخرق السیف الغمد وقتله فلا قود وفیه عند ابی حنیفة اور مجتبی میں ہے اس تلوار سے مارا جو اپنے میان کے اندر ہے سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اس میں قصاص نہیں قاتل پر امام رح کے نزدیک ہم لیکن قاتل پر دیت ہوگی فیه لوا بھی سے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے کا قصد نہیں کیا اسیے اسکو نہیں مارا کذا کشفی والتغریق خلافا لهما والشافعی جیسے گلا دابکر یا سے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں بخلاف صاحبین رح اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے غالبا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہو تیر کر نکل آنے سے غالبا اور وہ مر گیا تو یہ خطاء عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن نہ ہو تیرنا نہ جانتا ہو کہ اسکے ہاتھ پاؤں بندھے نہیں یا اور وہ خوب تیراک ہو تو یہ بھی خطاء عمد ہے اور اگر اس طرح پانی ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام رح کے قول پر یہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبین رح کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریة عن المحیط ولو دفنه حیا فمات فیه جوعا لا یضمن شیئا وقالا تجب الدیة اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں یہاں تک کہ بھوک سے مر گیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنه حیا فی التتارخانیة عن محمد یقاد به بخلاف قتله بالموالاة فی ضرب بالسوط کما سیجی اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے بر خلاف قتل کرنے متوالی کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آویگا ظہیریہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہے کذا فی العالمگیریة وفیه لو اعتاد الخنق قتل سیاسة ولا یقبل توبته بعد مسکه کالساحر اور مجتبی میں ہے کہ اگر گلا دابکر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگون کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ انکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہے یہی انکا پیشہ ہے وفیه قمط رجلا وطرحه قدام اسد او سبع فقتله فلا قود وفیه ولا دیة ویعزر ویحبس الی الموت زاد فی البزازیة وعن الامام علیه الدیة اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈال دیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو اس میں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہان تک محبوس رہے کہ مرجاے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ہم اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے کو یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ قسم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریة ولو قمط صبیا والقاه فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلته الدیة اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہان تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادرون پر دیت ہے ہم اور بیمار مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریة وفی الخانیة قمط رجلا والقاه فی البحر فرسب وغرق کما القاه فعلی عاقلته الدیة عند ابی حنیفة ولو سبح ساعة ثم غرق فلا دیة لانه غرق بعجزه وفی الاول غرق بطرحه فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ نشین ہو کر گیا اور ڈوب گیا بچپر ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرا دینے والے کے برادرون پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت مین اُسکے پانی مین گرا دینے سے ڈوبا وقطع عنقہ وبقی من الحلقوم قلیلاً وفیہ الروح فقتلہ آخر
فعلیہ القود وفیہ علیہ لانہ فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے مین سے کچھ باقی رہگیا اور اُسمین روح ہی سو دوسرے آدمی نے اُسکو قتل کیا
تو اس صورت مین قاتل ثانی پر قصاص نہین اسواسطے کہ وہ مقتول درحکم میت کے ہی ہم فواگر مقتول مذکور کا بیٹا یا باپ کی اس حالت نیم جانی مین مرگیا تو مقتول کا
بیٹا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرہ ولو قتلہ وہو فی حالۃ النزع قتل بہ الا اذا کان یعلم انہ لا یعیش
کذا فی الخانیہ اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع مین تھا تو قاتل اُسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہوجاسے کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا
اسواسطے [illegible] سے قصاص نہین اٹھیگا کذا فی الخانیہ ہم خلاصہ مین ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع مین ہی تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا
کذا فی السراجیہ تو معلوم ہوا کہ یہان دو قول مختلف ہین طحطاوی نے کہا کہ مین نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی [illegible] عدم توقع زندگی کے بھی
قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو حاشیہ مین دیکھا تو شامی کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم ظاہر یہ ہے کہ خلاف نسخ باعث ہوا اس اختلاف کا وفی النوازل [illegible] شق بطنہ بعد یدہ
وقطع آخر عنقہ ان توہم بقاءہ [illegible] فالشق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور نوازل مین ہی کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا
اور دوسرے نے اُسکی گردن کاٹی اگر اُسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہو پیٹ پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاسے اور اگر اُسکی زندگی خیال مین نہ آوے
تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاسے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاسے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ
پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہی اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی صورت عمد کے ہی اور خطا مین
دیت واجب ہی کما فی عالمگیریہ ومن جرح رجلاً عمداً فصار ذا فراش ومات یقتص الا اذا وجد ما یقطعہ کحز الرقبۃ والبرءہ اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا
سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہوکر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاسے جو زخم کو قطع کر دے
جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہوجانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا
مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقید ہنا انہ لو عفا المجروح او الاولیاء قبل موتہ صح استحساناً اور اس سے پہلے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح [illegible] مشروع ہونگے اسواسطے
مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کر دیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہو وان مات شخص بفعل نفسہ وزید واسد وحیۃ ضمن زید ثلث الدیۃ فی مالہ ان کان القتل
عمداً والا فعلی عاقلتہ اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دیگا تہائی دیت کا اپنے مال مین اگر زید کا
فعل عمداً ہو اور اگر عمداً نہو تو اُسکے برادرون پر دیت ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنے سر مین زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اُسکے سر مین زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اُسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہی کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لان فعل الاسد والحیۃ جنس واحد لانہ ہدر فی الدارین وفعل زید معتبر فی الدارین وفعلہ بنفسہ ہدر فی الدنیا
لا العقبیٰ حتی یاثم بالاجماع فصارت ثلثۃ اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہی اسواسطے کہ وہ باطل ہی اُسپر کوئی چیز
واجب نہین دنیا اور آخرت مین اور زید کا فعل دونون جہان مین معتبر ہی اور اُسکی ذات کا فعل باطل ہی دنیا مین نہ آخرت مین یہان تک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو
تینون جنس ہوگئی یعنی ہر سبب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوسے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف
لیصیر فعلہ جنساً آخر غیر فعل الاسد والحیۃ وان لا یزید علی الثلث تو لعدد قاتلہ لان فعل الکل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہی
کہ مقتول مین تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہوتا کہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اُسکا بھی
فعل باطل ٹھیرگا دارین مین شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت مین زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول
مذکور کے قاتل چند آدمی ہون اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہی یعنی باطل نہین دارین مین معتبر ہی کذا ذکرہ ابن کمال وعجیب قتل من شہر سیفاً علی المسلمین

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیما عن الواقعات لو ابنہ صغیرا فیقتص اور بزازیہ میں ہو واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
ہم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہو تو قاتل پر قصاص ہو جیسے کہا اور یہی حکم ہو برادر صغیر میں منح الغفار میں ہو کہ یہ محمول ہو قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہو کذا فی الطحطاوی و فی الخانیۃ تجب الدیۃ فی النفس و بالف اقتلنی فیقتص اور تہامہ میں ہو کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اُسنے اسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہو اور قتل کا اذن نہیں ہو تو یہ قول اقتلنی کے قول
کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہو فی نفی قصاص و فی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہو قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
و فی اقطع یدہ فیقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے و فی شج ابنی فشجہ لا شئ علیہ
فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اُسنے اُسکا سر پھوڑا تو اُسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اُسپر خونبہا ہو
وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہو کہ اپنی ذات کے
اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہو جیسا کہ عمادیہ میں ہو اور طرسوسی نے بھی اسی کی
تائید کی ہو لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہو ہم شرح وہبانیہ میں ہو کہ لائق یہ ہو کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت صحیح ہو اسواسطے کہ
عصمت دم موجود ہو اور قصاص گو ساقط ہو گیا ہو بشبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں فتالو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ فقتل فلا ضمان
علیہ جماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اُسکا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اسکو قتل کیا اور اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسپر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اسواسطے کہ غلام اُسکی ملک
داخل ہو اور مال میں ابتذال جاری ہو لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری [illegible] الاطراف
کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پانوں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مر جاوے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا انکا صحیح ہوگا ام سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہو منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہو اسمیں بھی
خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطع یدی علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود و بطل الصلح بزازیہ اور اگر بولا کہ
ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ کپڑا یا یہ درم دے سو اُسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطائے ثوب یا درم باطل ہوگی کذا
فی البزازیہ فروع مسائل ملتقطۃ ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ
اُسمیں تملیک جاری نہیں ہم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل فضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے فضل اور بہتر ہو مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہو قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے براءت ہو جاتی ہو دنیا
میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے براءت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ و حاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہو عفو مجروح کا یعنی عفو
جراحت بستہ ۱۲
بہتر ہو صلح سے اور صلح بہتر ہو بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم کر دے کذا فی الاشباہ
ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہو کہ مقتول کے وارثوں سے
خبر کروے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ غیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم مسلمین
شرط استیفاء قصاص ہو یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہو علماء اصول کے نزدیک اور فقیہوں نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہو کذا فی [illegible]
ہم یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہو نہ قصاص کو اسلئے محیط میں ہو کہ ایک شخص مقتول ہوا عمدًا اور اُسکا ایک وارث ہو تو اُسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہو
قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اُسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل نہ کرے تو تعزیر دیجاویگی

اسپر تاوان نہین اور کسی طرح قتل کرے سو توفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریہ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء لعلمہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ مین الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدہ مین یہ ہی کہ حدود کی مانند قصاص ہی مگر سات صورتون مین پہلی صورت یہ ہی کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص مین درست ہی نہ حدود مین ہم یہ قول اسپر مبنی ہی کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوا سے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہی کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا ۲ قصاص مین میراث جاری ہی اور حد مین نہین ہم دوسرا قول آیا ہی کہ قصاص بھی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہی نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہی اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہی کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہی گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھنے سے برخلاف حد کے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی مین نے اسکو تلوار سے مارا ہی تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہی نہ حد مین السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ساتوین صورت یہ ہی کہ قصاص مین دعوی ضرور ہی نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہی انتہی ما فی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ مین ہی کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر مین جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونون صورتون مین تاوان نہین ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہی امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اسکی آنکھ پھوڑ دے ڈھیلے سے مار کر تو کچھ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ آنکھ مین نصف دیت ہی اور یہ عام ہی ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر مین کسی کے گھس لے تو بھی مستوجب قطع عین نہین اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہی اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیا جاے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جاے لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہی کہ وہ مطلق ہی اسمین کچھ تفصیل نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصر اولو ادخل راسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعا انما الخلاف فیمن نظر من خارج اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے پتھر سے مارا سو اسکی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن المجتبی عن کنز الروس باتفاق حنفی و شافعی کے اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اسصورت مین ہی جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہی ماسواے جان کے قصاص مین یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے مین ہم قصاص ما دون النفس ثابت ہی کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص حدیث مین ثابت ہی کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ما وراء النفس ہر ایک ایسے مقام مین جاری ہی جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہی یعنی جہان برابری عضاے ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو وہان بدلا لینا جاری ہی اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت ہی یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت مماثلت کے بدلا لینے مین لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے بدلے کاٹا جاویگا اور نہ بایان بجاے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجھے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ مین نصف قیمت واجب ہی اور قیمت غلامون کی مختلف ہوتی ہی اور قصاص نہین بال مین اور سر کی کھال مین اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا

[illegible]

باب القود فیما دون النفس

قصاص ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطیٰ بدلے وسطیٰ کے اور خنصر بدلے خنصر کے اور بنصر بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری واجب ہے تو ثنیہ توڑا
جاوے بدلے ثنیہ کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلیٰ ہذا القیاس مساوات اعضاء واجب ہے انکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وینبغی
فیما اذا قطع الیمنیٰ من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضروری ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمداً جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹ دیا
گٹے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبۃ انف لم یقتص لتعذر حفظ المماثلۃ وہی الاصل فی جریان
القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری
تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم [illegible] وہ یہاں ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمیں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اسمیں [illegible]
نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ کاٹی ہوئی قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجائے یا اسمیں زیادہ خلل ہو جاوے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری
سے وان کانت یدہ اکبر منہا لاتحاد المنفعۃ قصاص میں ہاتھ بدلے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص
میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن
اور اسیطرح حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھنوں اور کان میں ہم مارن نرم عضو رقیق ہے ناک میں بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے
قطع میں قصاص نہیں اسیطرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ اگر [illegible] کی قطع میں حکومت
عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءہا وہی قائمۃ فیجعل علی وجہہ قطن رطب وتقابل عینہ بمرآۃ محماۃ اور اسیطرح قصاص لیا جا
اس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ جنایت کرنیوالے کے منہ پر بھیگی روئی ڈالی جاوے اور
اسکے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ہم یہ حکم [illegible] علی رضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق کے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے
روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی
کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ حلقہ چشم سے نکالیجاوے تو اسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبیٰ فقا الیمنیٰ وبیسر
القاقی ذاہبۃ فلہ [illegible] او مجتبیٰ میں ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والے کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا
چھوڑا جاویگا وعن الثانی لاقود فی عین الاحول اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہم مجتبیٰ میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں خلل
مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو ظاہر قول اول مقید ہے اور قول ثانی ضعیف
تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو اتفاقی فی کل شجۃ یراعی او تحقیق فیہا المماثلۃ کموضحۃ اور اسیطرح قصاص کا حکم
ہے ہر ایک اس زخم سر میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ میں ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت
قطع ہو کر ہڈی کھلجاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولاً وکبراً الا مراد قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں
سواے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ [illegible] دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور
یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ
لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثناء عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن و یسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لہا ثۃ وبہ اخذ صاحب الکافی قال

قال المصنف وفی المجتبی وبہ افتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا جاوے سوہان گوشت تک
یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور اوسکے گوشت کے حصہ تک ریتا جاوے یہ قول نا ہو تو باقی رہے اوسکا قصاص بسبب تعذر مماثلت کے بسبب اسلیئے کہ دانت کا اکھاڑنا
یعنی کبھی یا اکثر کو افاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسپر فتوی ہے الخ پر فتوی ہے کہ مصطفی
نے کہا کہ بخط زیلعی اسیطرح لقصد لمانتہ ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ لقصد لثاتہ ہے یعنی بجائے باء موحدہ ثاء مثلثہ ہے لثاثہ جمع لثہ کا بمعنی
بیخ مسوڑہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہیئے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیئے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑہون میں اکثر خلل
واقع ہو جاتا ہے کما تبرداذان تبادیا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور کسور دونو کے دانت برابر ہو جاوین اگر کسو کا دانت توڑا گیا
ہو ہمہ ریتنا اسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہین تو نہما ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ وفی المجتبی ویؤجل حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل
الصبی لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ہم ملتقی مین ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیئے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ جما
تو اسپر قصاص ہے سوہان سے دیت گرا اور ظہیریہ مین ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے جمنے ہونے تک انتظار چاہیئے اور ایکسال کا انتظار ضرور نہین مگر
پھر دکی روایت مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اُگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مرگیا
تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی
یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القلاع والطبیب انتہی وتحقیقہ اور اسیطرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا عوض یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے
ہم مجیط مین ہے کہ جب سبب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیئے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہین اور اگر سال کے اندر اسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدا تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی مطلب پر ابو یوسف کا وہ قول ہے جو
شارح نے مذکور کیا ولا توخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یوخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل انہ لا یوخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص
لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نیچے کا اوپر کے سے
کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرفی رجل وامرأۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر
المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین
اور دو غلامون کے اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے اُنکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف السانی
بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر
ٹھہرا قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امرأۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین قہستانی
القہستانی والبرجندی مین کہتا ہون یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا بھی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے
کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جب کہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی
ہو جاوے تو اسیطرح کچھ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلیٰ کا مالک عبد
ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور ہے

ان ہونون تو ان اپنا سے کمال حق متعذر ہے قہستانی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہ وقت ہے جبکہ قاطع قطع کے وقت لنجا ہوا اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو
اور بعد قطع کے لنجا ہو جا سے تو مقطوع قصاص سے دیت پا دیگا سوا سلیے کہ مقطوع کا حق ہاتھ مین ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر رہا کہ ہو جا سے محل سے کذا فی الخانیہ
قال برہان الدین ہذا لو الشلاء ینتفع بہا فلو لم ینتفع بہا فلو لم یکن محلا للقود فلہ دیتہ کاملۃ بلا خیار وعلیہ الفتوی مجتبے برہان الدین نے کہا یا اختیار اس شرط سے ہے
کہ لنجے ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہین تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفیہ لا القطع الصحیحۃ بالشلاء او مجتبی مین ہے کہ صحیح ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ولیسقط القود بموت القاتل لفوات المحل او رساقط
ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہا وبعفو الاولیاء اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے وبصلحہم علی مال
ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثون کے صلح کر لینے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو ہم اسواسطے کہ صلح استفادہ حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض
مال کے جائز ہے انمین عوض کی کچھ تعیین نہین کذا فی الحموی یعنی جسقدر پر راضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا
واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت مین وبصلح احدہم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح وقیل علی العاقلۃ ملتقی اور قصاص
ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنے صلح اور عفو کچھ نہین کیا وہ اپنا حصہ پا ویگا دیت سے
تین سال کی مدت مین اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے یہی قول صحیح اور بعضون نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی المنتقی امر الحر القاتل وسید
العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما الذی اشترکا فیہ علی الف ففعل المامور الصلح عن دمہما فالالف علی الحر والسید الآمرین نصفان لانہ مقابل بالقود وہو
علیہما سویۃ فیبدل کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار درہم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونون شریک
تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونون کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درہم دونون امر کرنے والون یعنی آزاد اور سید پر آدھون آدھ ہین یعنے پانچ سو
آزاد پر اور پانچ سو مولے پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درہم قصاص کے عوض متقابل ہین اور قصاص دونون پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسی طرح دونون پر
برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجز بخلاف الاطراف کما سیجی اور قتل کیجائیگی
جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت مین سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہو مشارکت سے اسواسطے کہ
خروج روح امر قسمت پذیر نہین یعنے تو ایسی چیز کے اشتراک مین ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہین
چنانچہ عنقریب آتا ہے اور دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رض نے پانچ یا سات مردون کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے
اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو مین انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ
ساتھی مارین اور اگر ضرب علی التعاقب ہوا اور مقتول مرجاے اور معلوم ہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا دیگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری
پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہوجاے اور یہ متصور نہین مگر موت سے پہلے تو اسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا
کذا فی الطحطاوی والا لا کما فی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہین چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح مین ہے ہم خواہ کسی کا زخم
مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہوگا اسپر قصاص ہے اور باقی لوگون پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفی المجتبے انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزہوق
الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او مغرین او معینین بامساک واحد فلا قود علیہم اور مجتبے مین ہے کہ جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہونگے
جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو جبکہ اہل جماعت تماشائی ہون یا قاتل کو ورغلاتے ہون یا قاتل کے
مددگار ہون ایک شخص کو گرفتار کر کے تو ان لوگون پر قصاص نہین اور نہ اسپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی ۞ الا وسے ان یعرف الجمیع

بلام العهد فانه لو قتل فرداً جمع احدهم ابوه او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو معروف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص
کو جماعت قتل کرے کہ انمین سے ایک باپ اسی مقتول کا یا کوئی انمین دیوانہ ہی تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ہم یہنے اگر لام عہد خارجی ہوتا تو
پھر مراد فارج ہو جاتا بلا تکلف وقتل فرد بجمع اکتفاء بالباقین خلافاً للشافعی ان حضر ولیہم اور قتل کیا جاتا ہی ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت
مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیون کے واسطے برخلاف شافعی کے کہ امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول
مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیون کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے
نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہی اسواسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہی بوصف کمال از روے قصاص کے اور اسلیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے
صالح ہی اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد قتل له وسقط حق البقیة کموت القاتل
حتف انفه لفوات المحل کما مر یعنی اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط
ہوجاتا ہی قصاص قاتل کے مرجانے سے اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا وقطع رجلان فاکثر ید رجل او رجله وقطعاها معا بمنزله
وکذلک ما دون النفس جوہرہ دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پانون کاٹا یا دونون نے اسکا دانت اکھاڑا اور مانند اسکے اور کوئی جنایت قتل
نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذا سکیناً فامراها علی یده حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منهما لانعدام المماثلة بل یضمنان
اسطرح پر کاٹا کہ دونون شخصون نے چھری کو پکڑا اور اسکو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پانون پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص
نہین کسی پر ان دونون میں سے یا جماعت میں سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہی بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد
سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہی تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف
قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہی خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب کذا فی الہدایہ و شرحها لان
الشرط فی الاطراف المساواة فی المنفعة والقیمة بخلاف النفس فان الشرط فیها المساواة فی العصمة فقط در رکسی پر قصاص نہین بعدم مماثلت کے سبب اسواسطے
کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہی منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت دم کی مساوات
مشروط ہی کذا فی الدرر یعنی نفس کی عصمت واحدہ اور النفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانون کا قصاص ہوتا ہی وضمنا ادیة یده علی
عددهم بالسویه اور دونون قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلهما قطع یمینه
ودیة یده بینهما ان حضرا معاً اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہی اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپسمین آدھون آدھ
بانٹ کر بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون وان حضر احدهما وقطع له فللآخر علیه ای علی القاطع نصف الدیة لما مر ان الاطراف لیست کالانفس
اور اگر دونون مین سے ایک مرد حاضر ہوا اور اسکے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ
اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہین ہی مرد دیت سے جان کی دیت مراد ہی یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانچ سو دینار ہی کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص
بینهما ثم عفا احدهما قبل استیفاء الدیة فللآخر القود وعند محمد له الارش اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا اسوا ایک شخص نے
قصاص معاف کر دیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہی اور محمد کے نزدیک قصاص نہین خونبہا لینے کا اختیار
ہی ولقاد عبد اقر بقتل عمد خلافاً لزفر اور قصاص لیا جاویگا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک اقرار غلام سے قصاص
نہین ہم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہی کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہی اسواسطے کہ اسمین سید کا ضرر ہی ولو اقر بخطاء او بمال لم ینفذ اقراره علی مولاه بل یکون

واللہ اعلم مصنف نے شرح مین کہا کہ موجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تھا اس صورت مین جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سنگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا
سو وہ شے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اسکے فوراً کاٹنے سے مر گیا اور اگر ٹھہر کر اسنے کاٹا
تو اسپر بھی دیت نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے القی حیۃ او عقربا فی الطریق فلدغت رجلا ضمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ مین
ڈالا سو اسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہو پھر اسنے کاٹا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہوگا ہم خلاصہ
نے کہا کہ مسالہ کا مقتضا سے جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وضع سیفا فی الطریق
فعثر بہ انسان ومات وکسر السیف فدیتہ علی رب السیف وقیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور
مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اسکے گرنے سے تو اسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے ثور نطوح سیرہ للمرعی فنطح ثور غیرہ فمات ان اشہد
علیہ ضمن والا لا وقال صاحب البدائع لا ضمان لان الاشہاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاجیہ یا روبیل چھوڑا چراگاہ مین سو اسنے دوسرے کے
بیل کو سینگ مارا سو وہ مر گیا اگر گاو مقتول کے مالک نے اسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاو قاتل کے مالک پر ضمان
لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقاً تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل مین نہ جانور مین کذا فی السراجیہ
واعلم انہ اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ وابنہ منہا
ولد کما مر ومخطئ وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیۃ وسبع کما فی الجانیۃ فلا قود علی احدہما ای لا قصاص علی واحد منہما ذکرا وبہ معلوم
کر کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہین چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اسکے فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے
بیگانہ شریک ساتھ ہو گیا زوج کا اسکی اس زوجہ کے قتل مین جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل
مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونون مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین
کسی پر قصاص نہین علم پہلی [illegible] مین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اسکے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے
قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ [illegible] فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پھر جب اسپر واجب نہوا تو اسیطرح اسکے شریک پر بھی واجب نہوا
طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونون کے خاص مال مین اسلئے کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی
کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرون پر ہے اور بالغ پر نصف دیت
ہے اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہو قتل رجل بنتہ فرای رجلا مع امرأتہ او جاریتہ
فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح مفرداً بالشرح الوہبانیۃ وقد حققناہ فی باب التعزیر [illegible] اپنے گھر
مین ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اسکو اسنے مار ڈالا تو اسکو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخون
سے ساقط ہے اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب مین ہم ملت قتل مین ظاہراً احصان
شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسیطرح بزازی نے مطلق
رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو صریح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین ہوا
اسواسطے کہ زنا سو جب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور حموی مین ہادی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اسکو قتل کرنا حلال
ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اسکو حاکم وغیرہ سچا نجانیگا اس کہ اسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منح الغفار مین جانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اسوقت ہے جبکہ

شور کرنے سے زانی بھاگے اور زنا سے باز رہے کذا فی الطحاوی فرع مسائل بلفظ شارح کے یعنی مجموعہ قال لرجل شد فرسی فارادہ شدہ با فرسہ فمات فاتۃ علی عاقلۃ الآمر صغیرا باذن سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اس نے اسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اسکو پانون سے کچلا سو وہ مرگیا تو اسکا خونبہا امر کرنے والے کے برادرون پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شیء او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اسکو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت واجب ہوگی ہم یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھامنے کے واسطے اور اس سے کچھ نہ کہا سو اسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل اسکہ فقولان اور اگر اسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب ہم قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن ہے یعنی وقیل لا یضمن مطلقا تاجیہ طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اس سے کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اسپر خونبہا نہین اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہین کذا فی اتاتارخانیہ

فصل فی الفعلین فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلا قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ بالامرین اے بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطأین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والآخر خطأ تخلل بینہما برء اولا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اسکو مار ڈالا تو دونون امر یعنی قطع اور قتل دونون فعل مین پکڑا جاویگا یعنی دونون فعل کا بدلا اس سے لیا جاویگا اگرچہ دونون فعل عمد ہون یا دونون خطا ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہوا اور دوسرا خطا خواہ دونون فعل مین صحت واقع ہو گئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیؤخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل الا فی خطأین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل برء ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ مین بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن مین جنکے درمیان صحت واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ وہ دونون فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل مین داخل ہوجاویگا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہوئی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کر چکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمدا او خطأ والقتل کذلک صارا اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء او لا صارا ثمانیۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ قسمین ہوگئین اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہم تو اگر قطع اور قتل دونون عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ کمن ضرب مائۃ سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برأ من تسعین لم تبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر مانند اس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے اور انکی جراحت کا اثر کچھ باقی نرہا اور وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو انکا مارنا

معتبر باقی نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہی وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف فی مثلہ حکومۃ عدل وعن محمد یجب اجرۃ
الطبیب وثمن الادویۃ ودرر وصدر الشریعۃ وہدایۃ وغیرہا اور اسی طرح ہر زخم معتبر نہیں ہی ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابو حنیفہ رح
کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہی اور محمد رح سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دواؤن کی قیمت واجب ہوگا
چنانچہ درر اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا میں ہی ویجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی مائۃ سوط جرحتہ وبقی اثرہا بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش
باعتبار الاثر ہدایۃ وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہی ان سو کوڑون میں جنھون نے زخمی کر دیا اور اسکا نشان باقی رہ گیا یہ حکم اثر کے
باقی رہنے کے سبب سے ہی اور تاوان کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہی یعنی سو کوڑے کا زخم چنگا ہو گیا
لیکن اسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ دیت
مادون النفس کی واجب ہوتی ہی عیب کی اور بدنمائی سے اور عیب اکی پیدا ہوتی ہی نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواہر الفتاوی رجل جرح رجلا فعجز المجروح
عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی میں ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہو گیا تو زخم
لگانے والے پر اسکا نان و نفقہ اور علاج کرنا واجب ہی یعنی تا بقا نقد کذا فی الطحطاوی وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان فعجز عن الکسب
فعلیہ اداوۃ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتہی قال المصنف والظاہر انہ متفرع علی قول محمد رحمہ اللہ قلت وقدمنا معزوا للمجتبی عن ابی یوسف
نحوہ ویاتی فی الشجاج اور اسی جواہر الفتاوی میں ہی کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہو گیا
اپنے کسب اور کام سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہی جو ظالم کو لایا انتہی یاقی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ
کے قول پر متفرع ہی میں کہتا ہون اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے نسبت مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے ہم باب القود
فیما دون النفس کے شروع میں شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہی ومن
قطع ای عمدا وخطاء بدلیل ما یاتی وبہ صرح فی البرہان کذا فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء وہن ان المسا
علی القاطع فی الخطاء فقط خطاء وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجۃ او جراحۃ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی مالہ اور جسکا ہاتھ یا پاؤن کاٹا گیا
اسنے اس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مر گیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے
اسکی دیت کا ضامن ہو شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہی خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کرنیکی تصریح
کی ہی برہان میں چنانچہ شرنبلالیہ میں لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یون منقول ہی کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہی نہ قاطع پر اور شینے گمان
کیا کہ قاطع پر دیت ہی خطا میں سو اسنے سہو کیا خطا کی اور اسیواسطے حکم ہی اگر اسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خطاء فانما قلنا انہ عفا عن القطع وہو غیر القتل بخلاف ضمانا
کے یعنی انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہی ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہی اور قطع کا مغائر ہی
تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہو سکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدث منہ فہو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کرے یا جنایت سے
یا قطع سے اور اس جراحت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہی نفس سے تو قاتل کچھ ضمان نہ دیگا ہم اسواسطے کہ جنایت اسم جنس ہی شامل ہی قتل کو اور اس زخم کو جو
موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسطرح قطع اور جو قطع سے بعد حادث ہو صریح ہی عفو نفس تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہو گا کذا فی الطحطاوی ثم ہذا
فی الخطاء یعتبر من ثلث مالہ وان حرج من الثلث فیہا والا فعلی العاقلۃ ثلثا الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب ضمان لازم نہو
تو اگر جنایت از راہ خطا ہی تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اسکے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اسکے تہائی مال میں دیت کی گنجائش نہ ہوگی تو

عاقلہ یعنی قاتل کے برادرون پر دیت کی دو تہائیان واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اُسنے جنایت عفو کر دی ہو تو دیت کی معافی اُس
مقتول کے ثلث مال سے اُسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا
لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اُسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اُس سے وارثون کا حق متعلق نہین ہے تو عفو
عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انما علی القاطع فقد اخطا قطعا سو جسنے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اُس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا ومفادہ ان عفو الصحیح الاعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر ہوگا ایسا ذکر کیا ہے
قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اُسکا از راہ خطا قطع ہو گیا اور وہ
پہیا یہ چلتا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اُسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مرگیا اُسکے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا ثلث مین کذا فی البحر اور متصرف
مین کا لہ تعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالعفو ولانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہے
نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے وہ الشجۃ مثلا ای مثل القطع حکما وخلافا اور سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم مین اور امام اور صاحبین کے خلاف مین
قطعت امراۃ ید رجل عمدا ای او خطا المایاتی فاد اطلق کما سیق وکا لملتقی وغیرہ کان اولے قاتل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا از راہ خطا
ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو اب اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکھا تھا اور
جس طرح ملتقے وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آئندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوعۃ یدہ علی یدہ ثم مات
فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اُسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے
دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمداً ہو باتفاق امام اور
صاحبین کے ہے وجب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت
کے مال مین واجب ہے اگر اُسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری
بھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہو گیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اُسکے مددگارون پر اسواسطے کہ عمد مین فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اُسکے مددگارون پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترادا الفضل اور مہر اور دیت
برابر برابر ہو جاوینگے اگر دونون مقدار مین برابر ہون اور اگر کم و بیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دین ہم یعنے جب مرد پر مہر اور عورت پر اُسکی دیت واجب ہوگی تو اگر مہر
اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہو گئے جیسا دینا تھا ویسا لینا معاملہ برابر ہو گیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور
اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اُسکا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان اخطات فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارون پر دیت واجب ہے اگر عورت نے
از راہ خطا اُسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا تقاص لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت
باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگارون پر واجب ہوتی ہے خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونون
باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطاء ایضا الانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ
لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ولعا الطلقہ لاحالتہ لمحلہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہے کہ خطا مین بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوین
اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارون پر بموجب اُس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ عجم کے
گروہ مین منحصر ہے یعنے اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا مضمون نہین جو دیت مددگارون پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اُسکے محل پر
ایک دوسرے کی مدد کرنا ۱۲

ہو اور کیا ہے یعنی اخلاق باعتبار حکم کے ہے تو جب ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد
مہر المثل ولا شیء علیہا لرضاہا بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت
پر بعدہ وہ مر گیا اوسکے سبب سے تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص
سے یعنی جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا والباقی
وصیۃ لہم لانہم لیسوا وارثا لہا اور اگر قطع ید اور خطا کے تھا تو عورت کے مددگاروں سے اوسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے کہ جنایت خطا میں
دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہو اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوا دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں اسواسطے
کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کم پر راضی ہو گئی اور اگر
مہر مثل دیت سے کم ہے تو زیادت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط
والا سقط ثلث المال فقط یعنی اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا مدم یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے
تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگاروں پر سے ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے انکے حق میں تو وصیت
صحیح ہو گی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں
کے واسطے مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنح ولو قطعت یدہ فاقتص لہ فمات المقطوع الاول

قبل الثانی قتل الثانی بہ لسرایتہ وعن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأہ عما وراءہ وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف
قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اوسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اوسکے بدلے
بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف رح سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع پر اقدام کیا تو اوسکو بھی اوسنے
بری کر دیا ما ورائے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مع خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو
مقطوع عفو کر دے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہے اسوجہ سے کہ صورت عفو کی قود (قصاص) میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہاں اوسکی براءت معتبر کی اور یہاں
معتبر نہ کی الطحاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت نہیں ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص لہ

خلافا لہما فلست ہذا اذا استوفاہ بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا یتقید فعلہم بشرط السلامۃ کالواجب وتمامہ فی الدرر اور اگر
وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اوسکی دیت اوسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں
یعنی دیت کا واجب ہونا اوسوقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفائے قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور
فصد کھولنے والا اور نشتر زن سو انکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مثل واجب کے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف

السلامۃ والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ
مقید ہوتا ہے مدم یعنی چونکہ حاکم پہ قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر بعقد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے انپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل
مباح کے کہ اسمیں عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا والام والوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے

یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب والوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب
اور قسم اول سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پھر بچہ مر گیا تو ضمان نہیں تو تادیب کیواسطے مارنا …

رہنے کے ساتھ مشروط ہی اسواسطے کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا شرط سلامت نہیں اسواسطے کہ تعلیم ولی کی واجب ہی

و معلم فی الضرب المعتاد و ما تجاوزہ فوجب الضمان سوی الکل و تمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب بعادت کے موافق اور عادت کے سوا مارنا تو ضمان کا

موجب ہی سب صورتوں میں اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی یعنے اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہو باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سوا میں ضمان

نہیں تو اگر شوہر نے آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا در صغیر تلف ہو جاوے تو ضمان واجب ہی سب کے نزدیک بلا اختلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری

کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری و ان قطع ولی القتیل ید القاتل و بعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ استوفی غیر حقہ لکن

الا لقصاص للشبہۃ و قالا لا شئ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا

دے اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کیا یعنے اسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین

نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای لاتادیب علیہما لا علی الاب والوصی لان التادیب

یحصل بالزجر و التعریک و قالا لا یضمن لوضعا دآ و اما بغیر التادیب فیضمن الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے

تادیب کیواسطے انہیں دونوں پر ہی یعنے باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان

نہیں ہی اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب بغیر تادیب میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب معلم صبیا او عبد الغیر اذن ابیہ و مولاہ

لف و نشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں بیٹے اور غلام کو بدون اذن اسکے باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر در صورت

عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولا ابیہ و مولاہ میں لف و نشر مرتب ہی و ان الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا

قیل ہذا رجوع من ابی حنیفہ رح الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہی تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یعنے

امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف امام تمرتاشی نے کفایۃ المجیب میں مذکور کیا کہ اصح یہ ہی کہ امام

نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہی لیکن اشباہ میں نقل یہ ہی کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہی اور یہ سب ان ذکر کار ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب

ہی مقید بسلامت نہیں اور اسمیں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا لایضمن زوج امرأۃ ضربہا تادیبا لان تادیبہا للمولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للمصنف

فوافتہ عزوہ فی الاشباہ و غیرہا لکافی فتنبہ اور اسیطرح ضمان نہیں شوہر پر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مر گئی اسواسطے کہ تادیب ولی کا حق ہی مصنف

نے یہ قول منسوب کیا ہی اپنی شرح مجمع کی طرف میں کہتا ہوں اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہوا پس تو سمجھ اسکو اور ذکر کر چکے ہیں وفی دیات المجتبی الزوج

والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فیجب الدیۃ والکفارۃ وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ فیہ اور مجتبی کے باب الدیات میں ہی کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند تفصیل

اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضوں نے کہا کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول کی

طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہی فروع مسائل تحفہ شارح کے ضرب امرأۃ فافضاہا فان کانت تستمسک بولہا فثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ کسی نے

ایک عورت کو مارا سو اسکے صدمہ سے مسلک اسکے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور پاخانہ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو تہائی

دیت ہوا اور اگر تھم نہ سکتا ہو تو پوری دیت ہو و ان افضاہا بالزنا فان کانت مطاوعۃ حدا و لاغرم وان مکرہۃ فعلیہ الحد وارش الافضاء ولا العقر

حاوی القدسی اور اگر کسی مرد نے ایک عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اسکا مسلک بول اور غائط کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی سے

حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد جاری ہو جاوے اور مرد پر جرمانہ نہیں ہی اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہی اور خونبہا

بھی مہر لیکن عقر یعنی مہر نہیں کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی

اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے مشترک میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدعی کو
حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمدا مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقبل اجماعا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متہما پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ
پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ دے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام
نہیں ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب یعیدہا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی
حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونوں بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق میراث
کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع انما اور دعویٰ قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق
بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کردینے پر تو وارث حاضر خصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ہم حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعویٰ کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں سے ساقط ہوگیا اور
قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعا حکم ہوگیا پھر اگر
غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مرگئے ہوں تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبدہما عمدا او خطاء والحال ان
السیدین احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمدا یا خطاء قتل کیا اور حالانکہ دونوں مالکوں میں سے ایک غائب ہے
تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ہم یعنے اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے
عفو کردیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہوجاویگا ولو اخبر ولیا قود لعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو للقصاص منہما عملا بزعمہما اور اگر قصاص
کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہے انھیں دونوں کی طرف سے انکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم
اسواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہیں وہی رباعیۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ
الشریک فلا شیٔ لہ ای للشریک عملا بتصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مخبر
وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں
ہیں ہم اسواسطے کہ دونوں کا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباہما فلا شیٔ للمخبرین وللاخ ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور
تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مخبر بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم
ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے و
الرابع ان صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے
بھائی نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہوگیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے
تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر سے معاف کردینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیوں اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکا اقرار قاتل کی
تکذیب سے ثابت نہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر لہ القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبروں کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونون مخبر بھائیون کے واسطے اس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا تھا یہ بیان ہے وجہ
استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعوے
عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہوگیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا
قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین ہین
بلکہ محمود کے ہین تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیون کا ٹھہریگا و ان
شہد انہ ضربہ بشیء جارح فلم یزل صاحب فراش حتی مات یقتص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاھد ان یقول انہ مات
من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اُسنے اُسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو زخم لگانے والے
سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ اُسکے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہو اور اُسکی حاجت نہین شاہد کو کہ یون کہے کہ مقتول مرگیا اُسکے
زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف وان اختلف شاہدا قتل فی الزمان او فی المکان او فی الآلۃ او قال احدہما
قتلہ بعصا وقال الاخر لم ادر بما ذا قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل والآخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر
اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اُسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا
ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دو بار نہین ہو سکتا ہم قوم
ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگارون پر نہین ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما للتیقن بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب
ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک مقبول ہو اور دوسری مردود ولو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم
المعارض اور اگر ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہوگئی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہو اور ایک طرف
دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد ہو تو دو شاہدون کی گواہی مقبول ہوگی ولو شہدا بقتلہ وقالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین حملا لہ
استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انہون نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار
معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنے کے سبب سے اور موجبات قتل مین کمتر تو دیت ہے اور دیت
قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ قیاس یہان یہ تھا کہ شہادت مقبول نہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے
لیکن بدلیل استحسان اونی موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً
مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما عملا باقرارہما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے
یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونون کا قتل کرنا جائز ہے انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے
ولو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بحالہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاھد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار
اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجاے اقرار کے شہادت ہو تو دونون گواہیان لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہون کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہون کا اور گواہ کا فاسق
ہونا اُسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اُسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولی فی صورۃ الاقرار الثانیۃ
صدقتما لیس لہ ان یقتل واحدا منہما لان تصدیقہ بالقتل کل لقبتہ لہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعوے

القتل بلا تصدیق فیقتلہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقرون میں سے ایک
مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے واسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار ہی اسکا کہ دوسرے نے اسکو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کی تکذیب ٹھہرا
بخلاف اُس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہی اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہی بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل کریگا
انکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی اٰخر انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ کان لہ ای للولی قتل المقر دون
المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجب کلامہ اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہی اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اسکو
قتل کیا ہی اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہی نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی
تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذر گیا ہم موجب مشہود بہ انفراد ہی یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہی کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل یا اشتراک کا
قائل ہی تو تکذیب شاہدون کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفسیق ہی شاہدون کی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلتہ
وحدک کان لہ قتلہ لتصادقہما علے وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہی تو ہی نے
اسکو تنہا قتل کیا ہی تو وارث کو اُس مقر کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہی باہم تصادق
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیب مشہود علیہ وانما کذب الاٰخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو میں سے ایک مشہود علیہ
سے کہا تو وارث کو اُس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اُسنے تو اور گواہوں کی تکذیب کی ہی کذا الحکم فی الخطا
فی کل ما ذکر ذکرہ الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہی ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن عمد میں قتل واجب ہوتا تھا اور
خطا میں دیت واجب ہوگی شہدا علے رجل بقتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود
ورجعوا اے الشہود علیہ علے الولی لتملکہم المضمون الذی ہو الدیۃ اور دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے
مددگارون پر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لینگے اسواسطے
کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے پھیر لیں اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت کے اُس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ
میں ہی والشہادۃ علے القتل العمد فی ہذا الحکم کالخطاء فاذا جاء حیا خیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی
الولی لانہم ادوا القود وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہی پھر جبکہ مقتول مفروض
زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا
برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیئے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیئے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور وہ
قصاص مال نہیں اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند ہم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسواسطے کہ
حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہی کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیا او شہدا علے
شہادۃ غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علے العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی الصورتین للعاقلۃ
اذ ظہر انہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اور شاہدون
کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگارون پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الطحاوی پھر وہ شخص
زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اسواسطے کہ گواہی میں انکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگارون کو دیت کا

یہ کتاب ہی اقسام دیت کے مسائل مین الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت لغۃ تو مصدر ہی
اصطلاح شرع مین اس مال کا نام ہی جو جان کا بدلا ہی اور یہ نہین ہی کہ دیت مصدر ہی بمعنی مفعول ہو اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہی یعنی اطلاق دیت کا مال
پر حقیقت عرفی ہی فقہا کے نزدیک ہم لغت مین دیت مصدر ہی مانند عدت کے وزن و تعلیل مین عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہی اور مال کے عوض کا نام قیمت
ہی والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اس مال کا نام ہی جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور گاہے نفس کو بھی ارش بولتے ہین لیکن استعمال اکثری یہی ہی جو مذکور ہوا
بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض و بنت لبون و حقۃ الی جذعۃ یا دیتعال الغایۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیان ہین چار
قسم کی یعنی ٢٥ پوری یکسالہ اونٹنیان اور ٢٥ پوری دوسالہ اور ٢٥ پوری سہ سالہ اور ٢٥ پوری چار سالہ وہی الدیۃ المغلظۃ لا غیر اور یہی دیت مغلظہ ہی نہ سوا
اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہین شرنبلالیہ مین ہی کہ اگر اونٹون کے سوا اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ
فی الخطا اخماسا منہا و من ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہین پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ٢٠ اونٹنیان یکسالہ
اور ٢٠ دوسالہ اور ٢٠ سہ سالہ اور ٢٠ چار سالہ اور ٢٠ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرۃ الاف درہم من الورق یا
دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہین یا سونے کے یا دس ہزار درہم ہین چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہی خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد مین اختیار نہین
وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہی وقالا منہا و من البقر مائتا بقرۃ و من الغنم الفا شاۃ و من الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ
ثوبان ازار و رداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہی اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار
بکریان اور ازار و رداء پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے مین دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہی جوڑے کے اندازے مین اور بعضون نے کہا
کہ ہمارے زمانے مین جوڑا قمیص اور سراویل ہی یعنی کرتا اور پاجامہ برہان مین ہی کہ قیمت ہر گائے بیل کی ٥٠ درہم ہین اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور
ہر بکری کی قیمت ٥ درم ہی وکفارتہما ای الخطا و شبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولا ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر
توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہی پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے
اور ان دونون کے کفارہ مین مساکین کا کھانا دینا جائز نہین اسواسطے کہ نص قرآنی اسمین وارد نہین ہی اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہین یعنی نص شارع
اندازہ ثابت ہوتا ہی اسمین قیاس مجتہد کو مطلقا دخل نہین وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعا لا الجنین اور صحیح ہی آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا
جسکا باپ یا مان مسلمان ہی اسواسطے کہ وہ مسلمان ہی باپ یا مان کا ساتھ دیکر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ مین صحیح نہین و دیۃ المراۃ علی
النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس و ما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا و مرفوعا اور عورت کی دیت نصفا نصف ہی مرد کی
دیت سے جان کی دیت مین بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت مین بھی یہ مروی ہی علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم بروایت موقوف سنن
بیہقی مین ہی عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المراۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس و فیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی مین ہی
عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ
سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ للمستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر ملیح الاسلام
اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام مین آ کے پناہ لیکر اور مسلمان دیت مین برابر ہین بخلاف شافعی کے اور جوہرہ مین اسکی تصحیح کی ہی کہ مستامن کی دیت
نہین ہی اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہی لیکن اختیار مین ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہی اور اسکو زیلعی نے صحیح کہا ہی زیلعی نے فی النفس
خبر المبتدا رہ ہو قولہ الاتی الدیۃ اور جان مین یعنی جان کے قتل خطا مین دیت ہی شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکی جمیع معطوفات خبر ہین اگلی مبتدا کی

سر کے بال پر ور وہ زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر وہ جمین تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہو علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے
نزدیک اسمین حکومت عدل ہو واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقًا ولو مات قبل تمام السنۃ ولم ینبت فلا شی علیہ شعر صدر وساعد وساق اور معلوم کرو بالون
مین مطلقًا قصاص نہین اگرچہ جنایت عمدًا ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہو سو اسے تعزیر کے
کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین وفی العینین وفی الشفتین وفی الحاجبین وفی الرجلین وفی الاذنین وفی الانثیین اسے
الخصیتین وفی ثدیی المراۃ وحلمتہا والالیتین اذا استاصلہا والا فحکومۃ عدل اور دونون آنکھون اور دونون ہونٹھون اور دونون بھوون اور دونون پاؤن اور
دونون کانون اور دونون فوطون اور عورتون کی دونون چھاتیون اور چھاتیون کی دونون گھنڈیون مین اور دونون چوتڑون مین پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑون
کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمین حکومت عدل واجب ہو وکذا فرج المراۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل اور اسی طرح عورت
کی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہو اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہو ہم قطع شرمگاہ عورت مین یہ قید ہے کہ شرمگاہ
کی ہڈی تک پہونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہو کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ اور ان دوہری
چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہو یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھون یا ایک پاؤن یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان
یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہو وفی اشفار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین وقد تفتح الجفن او الہدب الدیۃ اذا
قلعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چارون پلکون مین کے بالون مین پوری دیت ہو بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھاڑ ڈالے اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع
ہو شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اسکا جائز ہو شفرہ عبارت ہو پلک سے یا پلک کے بالون سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہو اور پلک کے بالون پر مجاز ہو اور
دونون مین سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہو اسواسطے کہ پلکون اور انکے بالون مین پوری دیت ہو کیونکہ دونون مین آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہو وفی
احدہا ربعہا اور ایک پلک مین چوتھائی دیت واجب ہو ہم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونون آنکھون مین چار پلک ہین ولو قطع الجفون
باشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہا کشی واحد اور اگر قطع ہون پلکین انکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہو اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہین ہم
شارح کو یون کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل دیۃ کاملۃ نبتا او شعرا اور اس پلک مین
جسپر بال نہین حکومت عدل ہو لیکن معتمد قول یہ ہو کہ ہر ایک مین پوری دیت ہو خواہ پلک رہے یا اسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان مین یون ہو کہ جس
پلک مین بال نہین اسمین حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ سوا اسے شارح کے قول معتمد ذکور کو کسنے بیان کیا ہو اور ایک نسخہ مین بجائے شعرہ کے شفرۃ بالفا ہے
وفی کل صبع من اصابع الیدین والرجلین عشرہا اور دونون ہاتھون اور دونون پاؤن کی انگلیون مین سے ہر انگلی مین دیت کا دسوان
حصہ واجب ہو یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ہم ابوداؤد اور نسائی مین ابوموسی اشعری رضہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ انگلیان برابر ہین ہر انگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیۃ الاصبع ونصفہا ای نصف دیۃ الاصبع
لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس انگلی مین مفاصل اور جوڑ تین ہین تو ایک مفصل کے قطع مین انگلی کی تہائی دیت واجب ہو اور انگلی کی نصف
دیت ہو اگر انگلی مین دو جوڑ ہین چنانچہ انگوٹھے مین وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المراۃ نصف دیۃ الرجل جوہرہ خمس من الابل
او خمسون دینارا او خمسمائۃ درہم اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہو شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد
ہو اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہو لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ
لو حرا ونصف عشر قیمتہ لو عبدا ودیۃ مذکورہ ثابت ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہو تو اسکی دیت کے دسوین حصہ کا

یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم ویحیی بالوبھتہ فالتم فی اواخر ہذا الفصل اور اسی فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ آویگا کہ اگر عضو کو چیکایا یا پھر گوشت جم گیا۔

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہی شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہی اس جراحت کیساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو
شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہی ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی بہا سے نزدیک چہرہ میں داخل ہی کذا فی العالمگیریہ جو فی کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہی اور جرحہ یعنی
مطلق جراحت علی ما سوا شجہ نہیں اسوا اسکے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہی وما یکون بغیرہما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ وفیہا حکومۃ
عدل مجتبی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہی وہ مسمی بجراحت ہی اور اسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہی کذا فی المجتبی والمسکین وہی ای
الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الخارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام خارصہ ہی بخاء معجمہ
و راء مہملہ و صاد مہملہ اور خارصہ وہ زخم ہی جسمیں کھال خدوش ہو جاوے یعنی چھلجاوے ہندی میں اسکو کھر و نچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع
ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہی دال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہی جسمیں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا
زخم دامیہ ہی جو خون کو بہاوے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہی جو کھال کو قطع کریوے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ
وہ زخم ہی جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہی جو سمحاق تک پہونچ جاوے
سمحاق وہ باریک کھال ہی جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہی والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہی جو ہڈی کو ظاہر کردیوے یعنی
جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاوے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہی جو ہڈی کو توڑ دیوے والمنقلۃ التی تنقلہ
بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہی جو ہڈی کو منتقل کردیوے اسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کردیوے کذا فی العینی والآمۃ
التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسوان شجہ زخم آمہ ہی جو ام الدماغ تک پہونچ جاوے ام الدماغ اس کھال کا نام ہی جسکے
اندر دماغ ہی یعنی بھیجا وبعدہا الدامغۃ بالغین المعجمۃ ہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد للموت بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم
بالاستقراء بحسب الآثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھوین جراحت دامغہ ہی یعنی معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہی جو بھیجے کو نکالے
اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد تو موت ہی باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج
دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے فیجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع والا فیہا حکومۃ عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ
قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درہم واجب ہی بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اسکے سر کے بال پیری
سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہی اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہی آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ
وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہی یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا
دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہی اور جائفہ کی
تفسیر میں اختلاف ہی بعضے کہتے ہیں کہ جائفہ وہ زخم ہی جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ جائفہ نہیں ہی تا حلق کے اوپر انتہی الحج وظاہر یہی ہی کہ جائفہ وہ زخم ہی جو پیٹ کے
اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچ جاتا تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی تو یہ سب
جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہی وہ جائفہ نہیں ہی اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور
اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہی کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فشلثا بالدیۃ اذا انفذت

سارت جائفتین فیجب ثلثا الدیۃ پھر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کی جانب سے اور انکا رائیگان چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انہیں حکومت عدل واجب ہوئی ہم مصنف عبدالرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ماورای موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعاً ازقل ثابت ہے شارع سے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا ہے کی مقدار کی توضیح یہ ہے مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع دیت واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس وتصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قالہ الطحاوی یقوم المجروح عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص العشر فیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جاوے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جاوے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جاوے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے وہو ای ہذا التفاوت ہی ای حکومۃ العدل یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہ وراس فیفتی بہ ولو فی غیرہا او تعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقا لانہ الیسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت میں مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقاً اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرأ اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک ہم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کرچکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمداً میں ہم شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور مادون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا وما فوقہا

لیستوی العمد والخطأ فیہ اور جن شجاج میں قصاص نہیں اسمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضاً ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر وتبعہ ابن الکمال وغیرہ لامکان المساواۃ بان یسبر غورہا بالمسبار ثم یتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہو ان شجاج مین بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق ہین یہ ذکر کیا ہی محمد بن حسن نے اصل یعنے مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ما قبل موضحہ کا صحیح ہی کذا فی الدرر والمجتبیٰ وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ مین برابری کرنا ممکن ہی اسطرح پر کہ زخم کا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جاوے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لیجاوے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جاوے ہم کافی مین ہی کہ یہی قول صحیح ہی بدلیل ظاہر قرآن و الجروح قصاص یعنی زخمون مین قصاص ہی اور اعتبار مساوات کا ممکن ہی کذا فی العینی واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا قصاص فیہا اجماعاً کما لا قود فیما بعدہا کالہاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنیٰ کیا ہی تو اسمین بالاتفاق قصاص نہین جیسے ما بعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبیٰ ولا قود فی جلد راس و بدن ولحم خد وبطن وظہر پھر ذکر کیا ہی مجتبیٰ مین کہا اور قصاص نہین سر اور بدن کی کھال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت مین ہم کہتا ہی کہ یہ قول بخیر ظاہر الروایۃ ہی یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہی کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین ان مین حکومت عدل ہی جبکہ ہڈی کھلجاوے یا ٹوٹ جاوے بشرطیکہ اثر باقی رہا اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اسمین کچھ نہین اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت معتاد کی لازم ہی کذا فی الطحاوی والا فی اللطمۃ والوکزۃ والوجاۃ اور نہ قصاص ہی طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب ہاتھ مین ہم ع م قصاص کو عدم تعزیر لازم نہین وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے مین پوری دیت ہی وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیون کے قطع مین نصف دیت ہی اگرچہ پانچون انگلیان ہتیلی کے ساتھ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ ہتیلی انگلیون کے تابع ہی ہم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہی ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہی ہتیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہی نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہی پنڈلی کا یعنے اگر پاؤن کی انگلیان آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہی اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہی وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتیلی کے قطع مین جسمین ایک انگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا یا پانچوان حصہ دیت کا واجب ہی شارح نے کہا یہ لف ونشر مرتب ہی یعنی ایک انگلی مین دسوان حصہ ہی اور دو انگلیون مین پانچوان حصہ ولا شی فی الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شی فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہین قطع کف مین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین تین انگلیان ہون تو قطع کف مین کچھ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی ہم یعنی جسطرح کف مین کچھ واجب نہین جبکہ پانچون انگلیان قطع ہون تو اسی طرح تین انگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہین ہی اور یہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہی اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبری الا انہ لا یصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وہکذا واقرہ المصنف اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ ہاتھ گردن کے نیچے نہین پہونچتا تو بقدر نقصان محصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی رد نہین کیا ہی ولو قطع مفصلاً من الاصبع فثلث الباقی او قطع الاصابع فشل

الکف لزم دیة المقطوع فقط وسقط القصاص فافهم وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیة وتبعه محشیا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی
سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ قول
درر کے مخالف ہو ایسا بیان کیا ہو شرنبلالیہ نے اور آگے متن میں آویگا ہم نہایہ میں شرح طحطاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہی کہ جو عضو شل ہوگیا اسکی
دیت واجب ہو اگر وہ انگلی ہی تو انگلی کی دیت ہو اور اگر کف ہو تو کف کی دیت ہو اور زیلعی میں ہو کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہو اور
اگر لایق انتفاع ہو تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہی اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدة وعین
الصبی وذکرہ ولسانه ان لم یعلم صحته بنظر فی العین وحرکة فی الذکر وکلام فی اللسان حکومة عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی
آنکھ اور آلۂ تناسل اور اسکی زبان میں حکومت عدل ہی اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہو آنکھ میں نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں گفتگو
سے ہم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی
حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحة فکالبالغ فی خطائه وعمده اذا ثبت ببینة او باقرار الجانی وان انکر او قال لا اعرف صحته فحکومة العدل جوہرہ
پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہی خطا یا عمد میں جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا
میں اسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہی کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحة اذهبت عقله او شعر راسه فی الدیة لدخول الجزء فی
الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمے سے عقل جاتی رہی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل
ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل میں مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل
ہو جاویگی ہم عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہی اس واسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذهب
سمعه او بصره او نطقه لا تدخل لانها کاعضاء مختلفة بخلاف العقل لعود نفعه للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی
تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہوگی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع
سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہی ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہوگئے تو ایک دوسرے میں
داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ولا قود وان ذهبت عیناه بل الدیة فیهما خلافا لهما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں
آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت
ہو ولا القطع اصبع شل جارة خلافا لهما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف
صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہو اور دوسری میں دیت ہو کذا فی الطحطاوی ولا القطع مفصله الاعلی فشل ما بقی من الاصابع بل دیة المفصل والحکومة
فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہی
ہم یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود او اصفر او احمر باقیها بل یجب کل دیة السن اذا فات منفعة
المضغ والا فلو ما یری حالة التکلم فالدیة ایضا والا فالحکومة عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیء فیه فیه ما فیه اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں
جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر
چبانا فوت نہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہی اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہی کذا فی الزیلعی
تو درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہی تو اسمیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہی ہم خلل یہ ہی کہ اسمیں نفی مطلق مذکور ہی حالانکہ ایسا نہیں ہی

بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے بہ سبب جمالی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی
محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی
مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کردے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے
قصاص کی مانع ہے ہم زیلعی میں ہے کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور
صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی یجب الارش علی من
اقاد سنہ بعد مضی حول ثم نبتت لبیان ذلک انہ لبیان الخطاء حینئذ وسقوط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال
گذرنے کے بعد پھر اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے ساتھ اسے قصاص لینے کے وقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہو شبہہ کے
سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی وليتانی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر
الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ لکبیر الا اسنہ لان نباتہ نادر والملتقی
میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہلگیا
لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اسمیں تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے اور کہتا ہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے
جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہے نہ تاجیل ایکسال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں
نادر الوقوع ہے ہم وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اس سے تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکے مفید ہے کہ سال کی
تاجیل میں خلاصہ ہے عالمگیریہ میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار نہ کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح پہلا
قول ہے انتہی اور ندرت نابت کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردہا ای ردہا صاحبہا الی
مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا اسو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھ دیا اور اسپر
گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالہا الاولی فی
المنفعۃ والجمال لاشیٔ علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب
نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسیطرح
کان جبکہ اسکو قطع کے بعد چپکا یا پھر تانکے دیکر گوشت سے چپکا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت
السن فنبتت اخری فانہ لیسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما اگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط
ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین ہم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت
ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت
ٹیڑھا جما تو اسمیں حکومت عدل ہے ولو نبتت لنصف النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہے ولاشیٔ فی ظفر
نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جسطرح کہ پہلے تھا اور اگر قطع کے بعد ناخن ٹیڑھا جما تو اسمیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع میں اسکی
دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار والتحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لاشیٔ فیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہو گیا

یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہوگیا اور اُسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہین ہم اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور
زوال نفع ہی سو چنگا ہو نے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہین جیسے ضرب اور درد ناک غیر فاحش ہین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہین
ان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہی وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ لے الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدوا
اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنے حکومت عدل ہی اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لاحق ہوا ہی صحت ہو نے تک طبیب کی اجرت اور دوا
کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداوا فعلیہ لا خلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ
قلت وقدمنا نحوہ عن المجتبیٰ اذا کرہنا عند ردا ئین قنیہ اور طحاوی کی شرح مین ہی ابو یوسف کے قول یعنے خونبہا سے درد کی تفسیر اجرت طبیب
اور مداوات واقع ہوئی ہی تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ
اسکے ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبیٰ سے صاحب مجتبیٰ نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین سو ظاہر دار یہ ہو ہم دو روایتون
ایک روایت محمد کے موافق ہو اور دوسری روایت یہ ہو کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے شارح نے بلفظ قنیہ
اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہو کذا فی الطحاوی ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی
اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اُسکے چنگے ہو جانے کے بعد بر خلاف شافعی کے کہ مسند احمد اور دار قطنی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ
الصلاۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہو جاے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ جراحات مین انجام کا معتبر ہی شاید کہ زخم کی شدت سے
زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطا بخلاف السکران
والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بد فہم اور بیہوش کا عمد خطا ہی بر خلاف مست اور غش والے کے کہ انکا عمد خطا نہین فہ علی عاقلتہ الدیۃ ان
بلغت نصف العشر فاکثر و لم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اُسکے مددگارون پر دیت ہی اگر دیت بیسوین حصہ
تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین
دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم
ہونا بر خلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہو اور صغیر اور مجنون لایق عقوبت کے
نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا
کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہی ضرب سن صبی فانتزعها ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلی
عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے
بالغ ہو نے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اُسکے مددگارون پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہی تو خود اُسکے مال مین دیت ہی اور ہم
عجمیون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین تتمۃ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملها العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتتارخانیہ
حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانب کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ
تنویر البصائر مین ہی منسوب بتتارخانیہ

فصل فی الجنین یہ فصل ہی بچہ کے مسائل مین جنین اُس بچہ کا نام ہی جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہی ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل فجع
الامۃ والبہیمۃ وسیجیء حکمہا قلت بل للشرط حرمۃ الجنین دون امہ کانۃ علقت من سیدہا او من المغرور بہا الغرۃ علی العاقلۃ درر عن الزیلعی فالجنب

من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم
آگے آویگا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ کا بھی آزاد ہونا شرط ہو نہ اُسکی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مغرور سے حاملہ ہوئی تو اسکے بچہ کی عوض میں غرہ
یعنی دیت ہو قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدرر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہو کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا
ہو یہاں اسکے مخالفت بیان کیوں کیا ام ضرب شکم مثال ہو نہ قید تو یہی حکم ہو ضرب پشت کا شرح تنویر میں ہو کہ ضرب جنین کی شرط ہو کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ و
مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اوّلہ وہذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی
یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرا دیا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہو شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہو اول شہر سے اور یہ
دیت جسکا غرہ نام ہو اول مقادیر دیات سے ہو مترجم شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ و تشدید راء عبارت ہو عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی
کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہو کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمیں غلام کا دینا واجب ہو اور غلام کو غرہ کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی اوپر
مذکور ہو کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہو دیت کے بیس حصہ سے یعنی مرد کی
دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونوں پانسو درم ہیں مترجم مرد کی دیت دس ہزار درم ہو تو اسکا بیسواں حصہ
پانسو درم ہو اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہو تو اسکا بھی دسواں حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ لنا فعلہ
صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں غرہ یعنی پانسو درم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور امام شافعی رح نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور
امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہو اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو مترجم طبرانی میں حدیث طویل سے مروی ہو کہ غرہ عبد او امۃ او خمسمائۃ او
صحیحین میں ابی بکرہ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین میں غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اسمیں ۵۰۰ کا ذکر نہیں اور محمد بن حسن کے موطا میں سعید بن مسیب سے
روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اخرجہ مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنین میں عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فماتت فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہو ضارب پر
وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما قررنا ان الفعل یتعدد بتعدد الاثر اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اسکی مرگئی تو ماں میں دیت
واجب ہو اور بچہ میں غرہ اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ فعل متعدد ہوجاتا ہو اپنے اثر کے تعدد سے مترجم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اور اُس سے پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا
تو تیر انداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں قتل از راہ خطا ہیں اور اگر اول عمد ہو تو قصاص اور دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ بتعدد الغرۃ لو جنینین
فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لم اراہ فلیراجع اور ذخیرہ میں تعدد غرہ کی تصریح کی ہو کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی ما فی الذخیرۃ میں
کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہو اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے مترجم جوہرہ میں ہو کہ اگر حاملہ دو جنین
گرا دے تو دو غرہ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکلکر مر جاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہو ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں
کی دیت واجب ہو اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی
غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اُسنے مردہ بچہ گرا دیا تو فقط ماں کی دیت ہو اور امام شافعی رح نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہو مترجم امام اعظم کی دلیل یہ ہو
کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہو کیونکہ اسکا جینا اسکے جینے سے ہو اور اسکا دم لینا اسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اسکی ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہو اور
یہ احتمال بھی ہو کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہیں ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان بحال ادا ماتت حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت
نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اُس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں

مر گئی تو ما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرثہ منہ امۃ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہو وہ موروث ہے یعنی جنین کے وارث اسکو بطریق
میراث کے پاوینگے اور اسکی ماں اسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ ولا یرث
منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نپاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی
عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہے یعنے قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں ہے
وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثی لما تقرر ان دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اسکی قیمت کا بیسواں حصہ
واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا ہو اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ مملوک کی دیت اسکی قیمت ہے ثم تعیین قیمۃ الجنین کما والاتہ
ہو کہ بعد الانفصال جنین مردہ کے اسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کریں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی ایسی حالت میں کتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب
ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر واجب سے اسواسطے کہ فہم اکثر ہوتا ہے جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں
ولا یلزم زیادۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زیادہ ہونے قیمت مذکر کے غالبا یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت
زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار درہم ہوگی تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں
سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکرا او انثی فلا شئ علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے کہ
جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ ابن شحنہ نے ... تابع ہوگیا ہے قہستانی کا اور شمنی میں یوں مذکور ہے
کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے یعنے خنثی مشکل کے مانند انتہی یعنی ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم
نہو تو متیقن ماخوذ ہے یعنے خنثی مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسیطرح یہاں بھی امر متیقن پر عمل کرنا چاہیے انتہی نعم لو القی بلا راس
لا یجب الا القیمۃ اذ لا نفخ فیہ للروح ولا نفخ من غیر راس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ
قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب للامۃ الا
جنین مملوک میں اسکی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہو ضارب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ بوجہ
مملوک کی واجب جنین اور اسکے مال کا مالک یعنے لونڈی کا مالک ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا لو قیمتہ
وفاء بہ والا فعلیہ تمام ذلک مجتبی اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے
نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اسکا پورا کردینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی
مثلا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض نہ ضارب پر واجب نہیں اور اگر
جنین کی قیمت ۲۰ درم ہے تو ضارب پر ۳۰ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے
جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر
الشریعۃ ولا یخفی انہا للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اسکی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ انتہی تو مخفی نہیں ہے کہ قیمت
مالک جاریہ کی ہے فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولی لا دیتہ وان مات بعد العتق لان القتل باعتبار
حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو جسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو اسمیں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے
واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنے قتل اسکا ضرب کی وقت سے ہے اور وقت ضرب حالت رقیت میں ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعة وعند الثلاثة تجب فیه وهو روایة عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ
فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا کفارة فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان تبرع بها اور کفارہ واجب
نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی مع نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کامل میں تو اسکے غیر میں
متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایہ وشروحہا وان خرج حیا فمات
ففیه الکفارة کذا صرح به فی الحاوی القدسی وهو مفهوم من کلامهم لتصریحهم بوجوب الدیة حینئذ فتجب الکفارة فیه مما لا یخفی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر
مرگیا تو اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کی صورت میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درصورت زندگی
جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد
رکھنا چاہیے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں فما استبان بعض خلقه کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام کعدة ونفاس کما مر فی بابه اور جنین میں
کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا جیسے ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہوچکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں
چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرة عاقلة امرأة حرة فی سنة واحدة وان لم یکن لها عاقلة ففی مالها فی سنة ایضا صدر الشریعة ولم تأثم ما لم یستبن
بعض خلقه ومر فی الحظر نظما اسقطته میتا عمدا بدواء او فعل کضربها بطنها بلا اذن زوجها اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کر دیا عمداً بدون اذن
اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارنے کے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ
نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعہ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا
اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہوچکا ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب
نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضا بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضا بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن
او لم تتعمد لا غرة لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم
تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہے زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے
کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں وتمامه فی حاشیة الطحطاوی ولو امرت امرأة ففعلت لا تضمن المامورة اور اگر
زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرا دیا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں وام الولد اذا فعلته بنفسها حتی اسقطته فلا شیء علیها لاستحالة الدین
علی مملوکه الا المستحق فحینئذ تجب للمولی الغرة لانه مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے
مملوک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ
ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے مال میں تصرف کیا اپنے مال جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے حکم ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ
لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی نے پیٹ گرا دیا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے
واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ
وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو گویا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریہ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطه عمدا
فان القته حیا فمات فعلیها الدیة والکفارة وان میتا فالغرة ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گرا دے پھر اگر بچہ گرایا
زندہ بعد اسکے وہ مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہوگی وتجب

وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ او (بنی) باذن الامام لا ینقض اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا جیسا کہ مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو
وہ توڑا نہ جائیگا اور فقہا کے کلام سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا
تو منع اور رفع اسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل انکا قول ہے کہ جسکو ضرر کہے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نہ رکھا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو
یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی وان کان یضر بالعامة لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو
تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہم یہ حدیث
جابر سے طبرانی میں اور عبادۃ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابوہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ
سے بیہقی و دارقطنی میں مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچاوے یعنی اسکی حق تلفی نہ کرے
اور ضرار کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجھکو اسمیں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اسمیں کچھ
نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہے اور ضرار دونوں طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا ضرر اور ضرار متحد المعنے ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ میں اکمل نے کہا
لا ضرر لیبتدا ولا ضرار جزاء یعنی بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنی تو اسکو ضرر پہونچاوے جسنے تجھکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم
والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خریدنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہیں
تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے جو قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانے کا وہذا فی النافذ وفی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحداث
مطلقا اضر بہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں
تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے
کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے ہم شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل
حالہ ان یجعل حدیثا لو فی الطریق العامة وقدیما لو فی طریق الخاصة برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں
یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا
درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلة المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی اشیاء
مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے یعنے سبب ہلاکت
بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلة لو حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب
جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا
اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلفت بہ ای بواحد من المذکورات بہیمة ضمن فی مالہ لو لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی
چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنے بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال میں تاوان
لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو ہم وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا
اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ نائب ہے خلق اللہ
کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام سے ہے اولی
کلام تک یعنے فان مات احد کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان

[illegible] ۱۲

فی مسجد حیہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاھلہ دون غیرھم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکورہ مثلاً چٹائی یا قندیل یا کچھ بیان اپنے محلہ کی مسجد میں
لٹکادی اور کوئی شخص اسکے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے انکے سوا اور لوگوں پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہو تو بشرط سلامتی
ہوگا اور کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر یہ چیزیں مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ و غیر اہل دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے
بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی فی جلس فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن ولغیر الصلوۃ
یضمن مطلقا خلافا لھما واستظہر فی الشرنبلالیۃ مذہبا لہما للزیلعی وغیرہ قولھما وقد حققت فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے
اور کوئی شخص اسپر گر کے تلف ہو گیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اسپر ضمان نہیں
اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ
نماز کے واسطے جلوس ہو یا نہ ہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور میں نے اسکی تحقیق بیان کی ہے شرح ملتقی میں تمام زیلعی میں حلوانی
سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی غرض
سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی قولہ واستاجرہ لیبنی
او لیحفر لہ فی فنائہ حانوتا او دارہ فالمستاجر ضامن ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علمہ فعلیہ
کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر در ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنا وے یا اسکے واسطے کنواں کھودے اسکی دوکان یا گھر
کے پیش دروازے میں سواسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہو گئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی
تو امر کرنے والے پر ہے چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش دروازہ میں اور مزدور اسکو جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اپنے تعمیر کے واسطے
امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہوگا واسکے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہیں تو اسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے
تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای [illegible] الامر فیما امرہ وعلی
المستاجر استحسانا الخ قلت وقد قدم ہو وغیرہ القیاس ہنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی اواسیہ روایۃ صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتامل
اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمیں مجھکو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے پھر باوجود اسکے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف
ہو گئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہو گیا تو مستاجر نے اسکو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کر کے اور مستاجر
پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے لیکن کلام ملتقی میں کہتا ہوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے بیان قیاس کا استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اسکی ترجیح
پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کرو وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہرا اپنے املاک
میں کیا اسواسطے کہ پیش دروازہ میں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا
نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی
طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کھودا راہ میں سلطان
کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑی رکھا راہ میں یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے
اسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہو گیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولی ہے بہ نسبت مسبب کی طرف سے یہ تعلیل ہے [illegible]
دو مسئلوں کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز یا بدون اذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ یا قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اسپر عمدا چلنا نسبت الی الواضع کا

قاطع ہو اسواسطے کہ واضع متسبب ہو اور چلنے والا مباشر ہی کذا فی الطحطاوی وبهذا تبين ان المتسبب انما يضمن فی حفر البير ووضع الحجر اذا لم يتعمد الواقع المرور كذا
في المجتبي اور اس کلام سے یعنی عدم ضمان تلف سے ظاہر یہ ہوگیا کہ متسبب پر اسی صورت مین ضمان لازم ہوتا ہی کنوان کھودنے اور پتھر راہ مین رکھنے سے جبکہ اُسکا گرنے والا
بالقصد اُسپر مرور نکرے کذا فی المجتبی وفیہ حفر فی طریق مکۃ وغیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبهذا عرف ان المراد بالطريق فی الكتب الطريق
فی الامصار دون الفيافي والصحاري لانه لا يمكن العدول عنه في الامصار غالبا دون الصحاري اور مجتبی مین ہی کہ مکہ معظمہ یا اُسکے سوا میدانون کی راہ مین
کنوان کھودا اور راستہ مین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کھودنے والے پر ضمان نہین برخلاف شہرون کے مین کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ
مین شہرون کی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلون کی اسواسطے کہ شہرون مین راہ مین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانون کی راہ مین ولو استاجر رجل اربعة
يحفروا له فوقعت البير عليهم جميعا من حفرهم فمات احدهم فعلى كل واحد من الثلثة الباقية ربع الدية ويسقط ربعها لان البير وقع عليهم
بفعلهم فقد مات من جنايته وجناية اصحابه فيسقط ما قابل فعله خانيه وغيرها بزازيه وفي الجوهرة وهذا لو البير في الطريق فلو في ملك المستاجر ينبغي ان لا يجب
شیء لان الفعل مباح فما حدث غير مضمون انتهى اور اگر ایک مرد نے چار شخصون کو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کھودنے کو سو کنوان اُن سب پر پھٹ کر گر پڑا
اُنکے کھودنے کے سبب سے سو انمین سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہو اور چوتھائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے
کہ کنوان اُنپر گرا اُنکے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیون کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہوگی جو بسبب اُسکے فعل کے مقابل
واقع ہوگی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور یہ حکم اس شرط پر ہی جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر مستاجر کی ملک مین ہوگا تو لائق یون ہی کہ کچھ دیت واجب
نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہی سو جو حادثہ ہوگا اُسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرۃ قلت ويؤخذ منه جواب حادثة هي ان رجلا له كرم وارض تارة تكون ملكا له وتارة
الخراج كاراضي بيت المال وتارة تكون للوقف وتارة في يده مدة طويلة يؤدي خراجها ويملك الانتفاع بها بغرس او غيره ثم استاجر
الرجل جماعة يحفرون له بيرا ليغرس فيها اشجار العنب وغيره فسقطت على احدهم هل لورثته مطالبة بديته قال المصنف والحكم فيها وفي نظائرها
عدم وجوب شيء على المستاجر وكذا على الاجير كما يفيده كلام الجوهرة وحمل اطلاق الفتاوى على ما وقع مقيدا لاتحاد الحكم والحادثة والله اعلم
مین کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہی وہ حادثہ یہ ہی کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین کاہے مملوک
ہوتی ہی اور اُسپر خراج ہی جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہی اور کاہے صاحب انگور کے قبضہ مین مدت دراز رہتی ہی کہ وہ اُسکا
خراج دیا کرتا ہی اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہی درخت وغیرہ لگاکر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کھودنے کے واسطے
تاکہ اس زمین مین انگور وغیرہ کے درخت جمادے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اُسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہی یا نہین مصنف نے
شرح مین کہا اس حادثہ اور اُسکے مانند مین عدم وجوب ضمان کا حکم ہی مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد
ہوتا ہی اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہی یعنی یہ جو کتب فتاوی مین مذکور ہی بلا قید کہ جو کھودنے مین تلف ہو اُسکا ضمان ہی سو مراد حفر فی الطریق ہی بوجہ
حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم میں یہ جو کہا کہ زمین کاہے مملوک ہی اور کاہے وقف اور کاہے تصرف مستاجر مین ہی مدت طویل
سو مراد اس سے یہ ہی کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہین کہ ایک زمین کاہے مملوک ہی اور کاہے وقف اور جواب استفتا مین خلل ہی کہ حادثہ انگور [illegible]
ہی صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز ہی اور فقہاء کے دین سے منصوص نہین تو حکم متحد نہین ہوسکتا اور حادثہ بھی مختلف ہی کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغائر ہی واللہ اعلم کذا
فی الطحطاوی فروع مسائل ملتقطة شارح کے استاجر رجلا لاخراج جناح او ظلة فوقع فقتل انسانا ان قبل فراغهم من عملها فالضمان عليهم لانه [illegible] الى الدار
اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا سو اُسنے کسی آدمی کو قتل کیا اُنکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان اُن کاریگرون پر

ہو نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے قبل از منع ملک صاحب خانہ کے واسطے وہ ظلم نہین ہوا لیکن اگر شستن الماء بحیث یزلق واستوعب الطریق

اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور جو حصہ کہ تمام راہ مین ہے اور اگر چھڑکا تھوڑا ہے یا تمام راہ مین چھڑکا نہین اگر

تو ضمان نہین فلو رش فناء حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا وتمامہ فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر

کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی رو سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے

فصل فی الحائط المائل

یہ فصل ہے دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل مین مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہا ای صاحبہا ما تلف بہ من نفس انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کے ساتھ کرکے اشارہ کیا کہ یہاں مالک حقیقی مالک مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا ولی ہو یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طولب ربہ حقیقۃ او حکما کالراہن والقیم ولو حائط المسجد ضمن عاقلتہ او وقف ضمان تلف لازم ہو گا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکماً مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ وقف پر ضمان لازم آویگا وکالقیم الوصی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے ہم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اسکا باپ اور دادا اور راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک نہین کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر رہن کے قبض مین کیسے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہو گی حال کتابت مین تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہو گا وہ مکاتب پر لازم ہو گا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اسکی ادائے قیمت مین بھی مکاتب پر واجب ہو گی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہو گا تو اسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی وکذا احد الشرکاء ولو الورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکون مین سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہون انکے وارث ہون باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکون سے مطالبہ کرے تا وہ جمع ہو کر دیوار کو ڈھا وین تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہم دیوار کا مالک نہین نعم فی الظہیریۃ لومات رجل عن ابن فقط ودین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ہان ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہو گا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہو گی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضہ مکلف مسلم او ذمی یعنے من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن ولیہ ومولاہ بالخصومۃ زیلعی حرا ومکاتب ضمان لازم ہو گا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اسکے مالک کا اذن خصومت کے واسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طلب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد (گواہ کرنا) جو کتب فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل ہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یون کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ خطرناک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس امر سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجھکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہین ہے اور نہ اشہاد بلکہ مشورہ ہے کذا فی الخلاصۃ ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحال انہ لم یتمکن من نقضہ وہو یملک نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت مین کہ اُسنے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ
وہ اسکے گرانے کا مالک ہے اسقدر مدت مین جسمین اُسکے ڈہانے پر قادر ہے یعنے طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہین تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی
مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اُسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب اور دیوار پر اسواسطے ضمان
تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہوجاے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہوجانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام
کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک
جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلی العاقلۃ ومن الاموال فعلیہ لان العاقلۃ لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگارون پر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ
مددگار تلف مال کا ضمان نہین دیتے والضمان لا بالاشہاد وشرطہ تقدم استشہاد علی التقدم شاہیہ وعلی المالک بالسقوط علیہ ویطلب کون المدار مالکا لہ ای من وقت
الاشہاد والیہ وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہین اگرچہ چیز پر گواہ لانے سے ایسا ہے کہ صاحب دیوار کی طرف طلب پر مقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت
ہوئی اسکے گر پڑنے کے سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہے یعنے اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اسکی ملک مین باقی ہے لہذا مصنف نے قول
آیندہ کو ذکر کیا ولو تقدم الیہ من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتہن او الی المودع لا یصح لعدم قدرتہم علی التصرف
اور اگر طلب ہدم اُس شخص سے مقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہین اُن لوگون مین سے جو گھر مین رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے سبب یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب
ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہین اُنکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنے وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہین ہین فلو سقط بعد التقدم
لمن ذکر واتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت مین اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے
ساقط ہوکر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہین نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہین کہ وہ مالک نہین اور مالک پر اسواسطے نہین کہ اُسپر اشہاد
ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع او بجبرہ کہبۃ حاو ہبۃ الفقہ ولو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقہ ثم عاد او افاق خانیۃ جیسا کہ اس
صورت مین ضمان نہین کہ دیوار خارج ہوگئی اُسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی
اور اسی طرح ضمان نہین اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا جنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا اور اُسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام مین آگیا یا مجنون
ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہر اسمین تسلیم ضرور ہے بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہین قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول مین کہیگا لزوال
ولایتہ بالبیع ونحوہ وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ حاوی وخانیۃ خروج ملک
بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہین آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہوجانے اُسکی ولایت کے بیع اور اُسکے مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی
ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق
مین پہلے ذکر ہوچکا ہم اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنے دیوار سے دھنیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعہ
اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہین اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ
ساقط ہوکر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہین بدلتا اور دیوار بنانا خود
جنایت نہین بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہین وان مال الی دار انسان من اہلہ او ساکن باجارۃ او بغیرہا والاضافۃ

لاولی بالبینۃ و قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا بسنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اُسی آدمی کو
طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اُسی کا ہے قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کثیر تعلق اور انتفاع کی وجہ سے ہے یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو
صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فیصح تاجیلہ وابراؤہ منہما ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار
مائل ہے اور اُسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت میں گرا کر بنا لینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم
نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یصح لان الحق العامۃ و تصرف
القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرۃ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اُسکو قاضی نے مہلت دی مدت
معین تک یا جسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام میں سب کا حق ہے اور قاضی
کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اسمیں جو انکو نفع کرے نہ اسمیں جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ بخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہاں اُسی کا خاص حق ہے و لو مال بعضہ الی الطریق و بعضہ

مہلت دینا ۱۲

الی الدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف
تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد
صحیح ہوگا اسقدر دیوار میں جو انکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ
کا غیر ہے تو اسقدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے
معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنے اجمال محل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح و نحوہ کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی
ہے شروع سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں جیسا پرنالہ میں ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اُسکی تعدی کے مائل بنانے سے
حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم
ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ
دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اُسکے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے
اُسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اُسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں
لیکن اسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہیں دار بین ثلاثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا
فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین و قد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک نے اُسمیں
کنواں کھدوایا یا دیوار بنائی سو اُسکے صدمہ سے ایک مرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دیگا بسبب اُسکی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنے
دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحدہ ثقل ہلاک ہے تو اُسکی قسمت ہوگی مالکوں پر
بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ و شرحہا للعینی وقالا نصفہا لان التلف قسمان معتبر و ہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصفا نصف
ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اُسکے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اُسکے حصہ میں
تلف باطل اور رائگان ہے اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہوگئیں تو نصفا نصف انقسام
ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الاشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار ۱۲
دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارح نے کہا کہ

النقض بکسر نون وسکون قاف عمارت ہے اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد وعثر انسان بنقضہ فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اسوقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اسپر ٹھوکر کھا کے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہے وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن رب الجناح القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا ویؤیدہ انہ لو باع الحائط او النقض برئ ولو باع الجناح لا برخلاف برآمدہ گرنے کے کہ وہاں مالک اسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اسکا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے سے پیشتر پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتداء اور انتہاء کے وتقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہا شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر

فروع مسائل متفرقہ شتی حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ کحائطین فالاشہاد وہی صحیح فی الواہی لا فی الصحیح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اور شکستہ سو اسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت میں طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیواروں کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار میں صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا خانیہ دو دیواریں ہیں ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اسنے کچھ تلف کردیا تو وہ باطل اور رائگان ہے کچھ اسکا ضمان نہیں کذا فی الخانیہ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اسکے بانی پر چاہیے اور اسکے سقوط کا خونبہا اسکے بنانے والے کے مددگاروں پر ہے حائط الوقف علی الساکنین علی عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ ساکنین پر وقف ہے تو اسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے جو اسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر ساکنین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہیں کذا فی العالمگیریہ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگاروں پر ہے اگرچہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تعلیق دل علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فزنی بہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ ولوالجیہ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کرونگا تو یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ تعلیق ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ جب کل آویگی تو مین اس شخص کو جسکے بہانے کا شارع نے مجھکو اختیار دیا تیری ملک مین کردونگا اور لا محالہ تعلیق صحیح نہیں تعلیق قصاص پر مسئلہ اصل کا یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی الولوالجیہ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا جانی کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اسپر حد نہیں

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام میں الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہو لعدم امکان الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہیں لہذا انہیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اسکے لگجانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط ہی نہیں فضمن الراکب فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں ہوا راکب جس چیز کا جسکو اسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ فیقتلہ یتعلق بہ حرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث ہوں تو جانور کا مالک ضامن نہ ہوگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا کیونکہ چند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اُسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہوتا ہے یہ ہو سکتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلایا اور جانور کو دو زمین پر جالیس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا قہستانی اور اگر غیر کے ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنے مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جانور کا مالک اسکے ساتھ نہو یعنے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی والا یکن باذنہ ضمن ما اتلف مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال نہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اُسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اُسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اُسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے کہ دم اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کھڑا کریگا راہ میں اور ضرب کو واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھیرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطب انسان بما القت او بالت سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھیر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اسلیے کہ بعض جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ پھر اگر اُسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھیرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنے اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اُسکے ٹھیرانے کی تعدی کے سبب سے یعنے راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں آخر کے واسطے ٹھیرایا جاوے تو ٹھیرانا تعدی ٹھیرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فلا یضمن ومنہ سوق الدواب وامام باب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہان سلطان نے جانور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور از انجملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان وہان مقرر کردیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اوچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اوڑایا سو اُسنے آنکھ پھوڑی یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح فی الدرر انہ مطرد ومنعکس اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد

سلہ بلکہ نفس میں بیانہم بعینہ ہم قائل ہوا اور لفظ بعلاوہ یعنی ہوئی ہے ۱۲

اور بعکس ہر دو عبارت ہی اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہی نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہی کہ جہان راکب پر ضمان آتا ہی وہان کھینچنے والے اور ہانکنے والے
پر بھی ضمان آتا ہی اور جس موضع مین راکب پر ضمان نہین وہان ان پر بھی ضمان نہین اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہی کہ سائق ضامن ہی جانور کے
ہاتھ اور پاؤن کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہی نہ پاؤن کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب
ہی کچلنے مین چنانچہ گذر گیا ہم طحاوی نے کہا کہ اسباب مین تو راکب کا کفارہ مذکور نہین ہوچکا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد یعنی دونون پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے
والے پر کفارہ نہین ہم سائق اور قائد تسبب ہین اور راکب مباشر ہی اور کفارہ مباشرت کا حکم ہی نہ تسبب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق مین حرمان میراث اور وصیت
متعلق ہی نہ سائق اور قائد کے حق مین کذا فی المنح ولو کان سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ
الی المباشر اولی من المتسبب کما مر لنہ اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ الا فانہ کما ہنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ
نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہوا اور دوسرا اس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان آویگا
بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے بخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اس پر یقین کیا ہی اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہی سبب
کی اضافت پر چنانچہ گذر چکا یعنی اولویت مباشر کی تسبب سے اسوقت ہی جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے مین اکیلا عمل نکرتا ہو چنانچہ یہان ہی یعنی کھینچنے مین لیکن ایسے
سبب مین جو تلف کر ڈالنے مین تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان مین شریک ہونگے چنانچہ بیان مسئلہ جانور کو چبھنے کے مسائل مین آویگا اسکے راکب کے
اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے سے کہ اگر تو اس جانور کو کوچ اور دو کو چبھنے سے بہا گا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون پر ضمان لازم آویگا
کر فقط کو چبانا اتلاف مین کفایت کرتا ہی وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الاخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیسا
من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دینگے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون باہم ٹکر کھا گئی ہو اور مر گئے ہون
اس صدمہ سے دونون چت گر پڑے ہون بشرطیکہ دونون آزاد ہون عجمی نہون اور ٹکر لگانے کے قاصد نہون اور دونون منہ کے بل پٹ گرے ہون ہم ضمان یہہ کہ ہر
واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہی لیکن ضمان علی الاطلاق نہین بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہی اسواسطے کہ اختیار مین ہی کہ کسی نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا سوار
پیچھے سے آیا اور اسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہوگیا تو اگلے سوار پر ضمان نہین اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہی اور یہی حکم ہی دو کشتیون کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی ولو
کانا عبدین یہدر او وقعا علی الوجہ ای کل منہما ہدر وہما فی العمد والخطا سواء بلا ریب وغیرہا اور اگر دونون سوار یا پیدل غلام ہون یا ٹکر کھا کر پٹ گرین منہ کے بل کذا صرح
ابن کمال تو انکا خون رائگان ہی عمد اور خطا مین کذا فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر مرارا اور اگر دونون عجمی ہون یعنی عرب نہون
تو دیت انکے مال مین ہی نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہوچکا کہ عجم کا عاقلہ نہین ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونون نے عمدا ٹکر کھائی ہو
اور مر گئے ہون تو ہر شخص پر نصف دیت ہی ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کیا ہے ہین
ہی کہ نصف دیت عمد مین ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہی اور خطا مین پوری دیت ہی کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا
تو فقط اسکا خون رائگان ہی یعنی اسکا خون رائگان نہین جو چت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی العمد اور اگر دونون
مین سے ایک آزاد ہوا اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہی خطا مین اور نصف قیمت ہی عمد مین ہم یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے
مخالف ہی کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت واجب نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی
القفا او ہدر دمہما یعنی کل ایک ہی تو نصف چنانچہ اگر دو مردون نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل ہی اور
رائگان ہی اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الاخر یعنی پھر اگر دونون

گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدهما علی القفا والآخر
علی الوجه فدية الواقع علی الوجه علی عاقلة الآخر لموته بقوة صاحبه وهدر دم من وقع علی القفا لموته بقوة نفسه پھر اگر دونوں متعاکس گرے یعنی
ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اُسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگان ہوا اُسکا
خون جو چت گرا بسبب اُسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بينهما فوقع كل منهما علی القفا فماتا فديتهما علی عاقلة القاطع لتسببه
بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص تان رہے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ کاٹ
قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا ولو علی سائق دابة وقع اداتها ای آلاتها کسرج ونحوه علی رجل فمات او قائد قطارا بالکسر للابل وطئ بعیر
منه رجلا الدية اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسا زین یا رسی اسکے کوئی اوزار گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹوں کی قطار کے
ہانکنے والے پر جس میں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معه سائق ضمنا لاستوائهما

فی السبب لكن ضمان النفس علی العاقلة وضمان المال فی ماله هذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطها واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمنا ما امامه
ولو راكب وسطها يضمن فقط ما لم يأخذ بزمام ما خلفه اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونوں
پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب ہونے میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہوا اور مال کا ضمان خود ان کے مال میں ہے یہ اس صورت میں
ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہوا اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے
کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم ضمانت سائق کا قائد نہ رہا اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہو وہ فقط اُسکا
اونٹ کا ضمان دیگا جب تک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو ہم ظاہر یہی ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹوں کی
جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ اُنکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اُسپر نہیں کیونکہ وہ اُنکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل
پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اُسکی جنایت کا ضمان اُسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا
ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہیٰ طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعير ربط علی قطار سائر بلا علم قائد
رجلا مفعول قتل ضمن عاقلة القائد الدية رجعوا بها علی عاقلة الرابط لانه دية لا خسران کما توهمه صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا
گیا تھا چلتی قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو
پھیرینگی اسلیے کہ یہ دیت ہے نہ نقصان جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے
کہ اُسنے اُنکو نقصان دیا اپنے مال میں والا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اُسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اُسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ہوا انتہی
اور اسی عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اسکو اس بلا میں ڈالا وان ربط والقطار واقفة ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لقوده بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ
قطار ٹھہری ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اُنکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ہم
برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بهيمة وكلبا ملتقى وكان خلفها سائقا فاصابت فی فورها ضمن لان الفعل انتقل
وان لم يمش خلفها فلا واصابت فی فورها فلا ضمان حكما وان تراخى انقطاع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفها والمراد بالبهيمة الكلب اسلیے اور جسنے جانور یا کتا
چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اُسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی جانور کا حامل و باعث ہے اور اگر
جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جب تک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہوگا اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

قولہ انکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ھم در المنتقی میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور کے کا چھوڑنے والا ضامن ہے
ہر حال میں خواہ اُسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث
نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اسکو فاسد کیا اگر اُسنے چھوڑا اسکو اور ہانکے یا کھیت کی طرف اس طرح پر کہ وہ اسکے پیچھے تھا تو اسپر ضمان ہے
اور اگر وہ اسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور داہنے بائیں نہیں جھکا جس طرف اُسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اُسنے خراب کیا تو بھی ضمان اسپر لازم ہوگا
اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اُسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا
پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے
کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصرا وان ارسل طیرا ساقہ او لا او دابۃ او کلبا ولم یکن سائقا لہا او انفلتت دابۃ بنفسہا فاصابت
مالا او آدمیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اسکو ہانکا ہو
یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اسکو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اُسنے تلف کیا رات میں یا دن میں تو ضمان
نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور کے زخم کا فعل رائگاں ہے اسپر ضمان نہیں ہے ابو داؤد اور ابن ماجہ میں
یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگاں ہے اسپر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گونگا جانور ہے تو اسکا فعل باطل ہے جو جانور
چھوٹ گیا اسواسطے کہ فساد مرسلہ کا فورا رسال میں رائگاں نہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں
ضمان ہے کذا فی العینی کما لو نفحت الدابۃ ای بالراکب وہو یسیر اولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ بمنزلتہا لیس بسیر اما
فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر بحار چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار روکتا ہو اور نہ ہو اسکے
پھیرنے پر ضمان لازم نہ ہوگا خود بخود چھوٹے ہوئے جانور کے مانند اسواسطے کہ اسوقت میں سوار اسکا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ
ہوگا تو اگر اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اسکا خون باطل ہے اسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العمادیۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن
الراکب فنفحت او ضربت بیدہا او نفرت وصدمتہ وقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی
سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کوچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کوچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اُسنے اسکو کچلا اور قتل کیا تو کوچنے والا
ضمان دیگا نہ سوار راکب کے مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کوچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والا
پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان سوقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف ایضا اور ابو یوسف نے
کہا کہ کوچنے والا اور سوار دونوں نصف نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی
تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑا کرنے سے جیسے کوچنے والے کی تعدی ہے وکما لو کان باذنہ وحلفت احدا فی فورہا فدمہ علیہما اور جیسے اگر کوچنا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو
کچلا کوچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے یعنی دونوں پر خون اسوقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر
کذا فی الطحطاوی عن الملتقی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر کوچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اسکا خون رائگاں ہے ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ
الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطئ فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیۃ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اسکو
قتل کیا تو اسکا خون کوچنے والے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کوچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو
سوار پر ضمان لازم ہوگا کوچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیۃ وضمن فی فقء عین دجاجۃ او شاۃ قصاب ما نقصہا لانہ اللحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کے واسطے ہیں یعنے قصاب کی بکری سے
گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر
تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی و فی عینیہا ای عینی ما ذکر من الشاۃ ونحوہا کما
علمۃ الفائت فی عینیہا او مسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے پر
چھوڑ دے یعنے اسکو دیدے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار و جزور و اۃ ای ابلہ
فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گائے بیل اور اسکے
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لیے ہونیکا اعتبار
نہیں ہے وجوب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم شتر کش کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم کرے کہ وہ دونوں
گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اسکا حکم بکری کے مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انکی چوتھائی قیمت ہے جسطرح
غیر ماکول اللحم جانور خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا
فصارت کانہا ذات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے ہوا
ہوا کہ انسے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنے مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں
اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہے یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جسکو ہم پہلے
ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقئتا
عینیہا مثلا ان یضمن نصف قیمتہا ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی علیہ الصلاۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ ربع القیمۃ لیکن
چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں چنانچہ
زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے سب قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال
کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے
مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا کذا فی لسان الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع
الخادم فقو المہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی لانہ لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہا لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ
وعلیہ الفتوی وعزاہا لقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی
زبان کاٹنے میں ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا جیسا کہ اگر ایک پاؤں کاٹیگا جانور کا تو اسکی پوری قیمت
کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اسکی تفصیل دونوں آنکھوں کے
پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پاؤں کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو کاٹنے والا اسکا کچھ ضمان
نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پاؤں کٹ جانے کے مانند ہے یعنے ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل شتی شارح کے نقل المصنف عن الدرر لو کلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب

لم يضمن وانما يضمن فيما اشهد عليه فيه اذا كان مما يخشى منه تلف الآدمي كالحائط المائل وقطع الثور وعقر كلب عقور فيضمن اذا لم يحفظه انتهى قال المصنف ويمكن حمل المتالف في قول الزيلعي وان اتلف الكلب فعلى صاحبه الضمان ان كان تقدم اليه قبل الاتلاف والا فلا كالحائط المائل على الآدمي انتهى فيحصل التوفيق مصنف نے شرح میں درست یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہو کہ انگور کے درختوں سے انگور کھاتا ہو سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اسکے کھانے میں سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہانتک کہ وہ اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جبکہ اشہاد ہوا ہو اسی امر میں جس میں آدمی کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی حفاظت نکریگا انتہی قول الدر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اسکے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے ورنہ نہیں تو ضمان نہیں ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہوگا میں کہتا ہوں کہ اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہو تو اختلاف باقی رہا دونوں قولوں میں طحطاوی نے کہا قوله على الآدمي متعلق ہو قول حمل التالف سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل يضعه في بستانه فيخرج فتاكل عنب الناس وفواكههم هل يضمن رب النحل ما اتلفه النحل من العنب ونحوه ام لا وهل يامره بتحويله عنهم الى مكان آخر ام لا وجوابه ان لا يضمن سواء اشهد عليه ام لا اخذا من مسئلة الكلب بل اولى وكذا ذكره المصنف في منحه لكن رايت في فتاواه انه افتى بالضمان في مسئلة النحل فراجعه عند الفتوى سے میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جسکے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ انکو اپنے باغ میں رکھتا ہو سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور دوسروں کے انگور اور انکے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنیکا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور انکے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھا لیجانے کا حکم ہوگا یا نہیں جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگوں نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہو کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولی ہے یعنے اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اسطرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے منح المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاوی میں دیکھا ہے کہ انہوں نے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجو فتوی دینے کے وقت ظاہر ایسا کلب سے تغیر وجه درر میں مذکور ہے وجود نص کے سبب سے کذا في الطحطاوي واما تحويله من ملكه فلا يؤمر بذلك على ما هو ظاهر المذهب واما جواب المشائخ فينبغي ان يؤمر بتحويله اذا كان الضرر بينا على ما عليه الفتوى اور مکھیوں کا اٹھانا انکے مالک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یوں ہے کہ انکے اٹھانے کا حکم کیا جاوے جبکہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفي الصغرى حمار اكل حنطة انسان فلم يمنعه حتى اكل الاصح ضمانه اور صغری میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کھاتا ہو سو گیہوں والے نے اسکو نہ روکا یہانتک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اسپر ضمان ہے ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا في زرع او كرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقيل يضمن وتمامه في البزازية کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگورستان میں اگر اُسنے داخل کیا ہو ہانکے کے تو جو اُسنے تلف کر دیا اُسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اُسنے کچھ خراب کر دیا سو اسکو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ مجتبی میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدون اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا سو اسپر تاوان نہیں اور اگر کپڑا کسی کے گھر میں رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اسکو پھینکدیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہے چنانچہ ذخیرے میں ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھولدی سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا سو جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے

الکل من العالمگیریہ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنے لونڈی یا غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام مین اعلم ان جنایات المملوک لا توجب الا دفعا واحدا لو محلا معلوم کرو کہ مملوک کی جنایات موجب نہین ہوتی مگر ایک بار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو یعنے اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون اشخاص متعددہ مین تو سب مقتولون کے وارثون کو وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اُسمین اپنا اپنا حصہ کر لینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جبکہ اُسکے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہ ہوگئے ہون چنانچہ مدبر اور ام ولد اور مکاتب کذا فی المجتبی و الا فقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نہ ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اُسکو بانٹ لینگے و لو فدی القن ثم جنی فکالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنے اسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اُسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت یعنی الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے یعنے جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اُسنے جنایت ہی نہین کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر و اختیہ فانہ لا تجب الا قیمۃ واحدۃ و سیتضح بخلاف مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطاء التقیید بالخطاء ہنا انما یفید فی النفس لا بما

یقتص وامافی ما دونہا فلا یفید لاستواء خطاء و عمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطاء بالبینۃ و اقرار مولاہ و علم القاضی لا باقرارہ اصلا بدائع قلت لکن قولہ و علم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیہ عن الاشباہ و تقدم و فعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا او ان شاء فداہ بارشہا حالا مملوک نے از راہ خطا جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دے تو جنایت کا ولی یعنے مقتول کا وارث مالک ہو جائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہے اسلیے کہ ما دون نفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر مین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور اُسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہے ہم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق ہے دفع مین تو وجہ یہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن الواجب الاصلی ہو الدفع علی الصحیح و لذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح و لہذا واجب ساقط ہوجاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ہم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہوجاتا ہے کہ محل باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مرگیا یعنے قتل خطا مین تو واجب ساقط نہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیہ عن السراج و الجوہرۃ عن البزدوی ان الصحیح ہو الفداء حتی لو اختارہ و لم یقدر علیہ اداہ متی وجدہ و لا یبرا بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اُسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اُسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے و علل الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حقہم فیبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح لتنتہی و مفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثون کا حق باطل ہوگیا غلام مین ابوحنیفہ رح کے نزدیک انتہی ملخصا الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع و افاد شارح المجمع فی تعلیل الامام ان الواجب احدہما و انہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام رح کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

دفع اور فدیہ مین سے ایک چیز واجب ہے اور جبکہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس سے فی لفظ
الکتاب والا الزیلعی لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت مین واجب اصلی پر دلالت نہین ہے ہم محیط مین آگے
کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط مین کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہے چاہے غلام دیدے چاہے فدیہ دے اسیطرح مذہب ہے کیونکہ جب
اصلی دفع ہوا تو اس نص سے خلاف مذہب تقیم ہوگیا اور فدیہ اختیار کرنیکے بعد غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہوگیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہے سو اسنے فدیہ ہی
کو اختیار کیا تو یہ عارض ہوا ہے کہ سبب ہے یعنی اختیار کرلینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل مین مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی بعدہ فہی
کالاولی حکما سو اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہے حکم مین یعنی مولے دفع
اور فدیہ مین یہان بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتین کین تو ان جنایتوں مین
مولی غلام کو انکے وارثوں کو دیدے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولی لاولیاء احدہما او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ
ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا
آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی مین تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت مین سے کمتر چیز کا یعنے اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت
دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کیونکہ جبکہ اسنے جانکر ایسا کیا غلام کی بیع سے دیت
واجب ہوتی ہے جنایت جانکر کذا فی الطحطاوی کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش مین داخل ہے ولو علق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ فقتل
العبد ذلک کان مختارا للفداء کقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جبکہ دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام مین قتل زید کے ساتھ یا
اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر مین بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار تو
عورت وارث ہوگی زوج کی یعنی اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے
تو تو آزاد ہے سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ
اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا ودفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا
ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے
تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح
کی صحت نہین بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجاے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح درضمن اعتاق صحیح ہوگئی ابتدا سے
وان لم یعتقہ وقد سری یرد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نکیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام
اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کر دیا جاے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ
بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منہما ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے از راہ خطا جنایت کی
سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ناواقفی اسکی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین مین کمتر کا یعنے اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان
اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ
ای العبد الجانی اجنبی فقیمۃ واحدۃ للمولی لانہ اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے نہ سوا اسکے
ہم یعنے صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر ہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا کمتر ہی ملک رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پا دیگا تو اسکو صاحب دین لیگا

دیۃ الحر قیمتہ فان بلغت ہی ای دیۃ الحر ملکیتہ قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل دیۃ عبد وامۃ عشرۃ دراہم اظہار الانحطاط رتبۃ الرقیق
عن الحر وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ [illegible] یعنی اگر غلام کی قیمت جو سوا اسکی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنی قیمت غلام کی
دس ہزار درہم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر یعنی پانچ ہزار درہم ہو تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گھٹا دینگے تاکہ غلام کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درہم
کا معین کرنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے [illegible] اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درہم کم کیے جاوینگے کیونکہ
علی ان المقدر فی [illegible] اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگار برادری پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں خلاف ابو یوسف کے یعنی انکے
نزدیک نقصان [illegible] کا معتبر ہے کذا فی الطحطاوی وفی الغصب تجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے
بالاتفاق جہاں تک اسکی قیمت پہونچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وفی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الاصح
درر وقیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ [illegible] اور جو مقرر ہے اعضا حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں مملوک کے ہاتھ میں اسکی نصف قیمت
ہے قول صحیح میں جس قدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں امام یہی قول ہے
اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور محیط [illegible] اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی میں کذا فی الطحطاوی وتجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل
کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی ڈاڑھی میں قول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے اور یہ اس صورت میں حکم ہے جبکہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے
قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ ولہ للعبد ورثۃ غیرہ غیر المولی لا قصاص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اسکے
مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاویگا صاحب حق کے
اشتباہ کی وجہ سے یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص
ہوگی لیکن دیت فقط وارثوں کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی والا یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہیں سوائے مولی کے تو قاطع سے
قصاص لیا جاویگا بخلاف مذہب محمد کے قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے
دو غلاموں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا
تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء اور
اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی
قیمت برابر ہو اور وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان
اظہار ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کل واحد منہما او علی التعاقب لزم قیمۃ
الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب
ہوگی کذا فی الزیلعی ہم قولہ وان قتل کل واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور
ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پہ دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقأ رجل عینی عبد غیرہ مولاہ انشاء دفع مولاہ عبدہ المفقود
للفاقئ واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک شخص نے
غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا اندھا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور اس سے نقصان لے لے اور صاحبین نے کہا کہ مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ چھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑ اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیام قیمتہما مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے انکے جسم مناسب ہے تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ اخری یشارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شیٔ علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر بسبب حکم قاضی ولو دفع القیمۃ بلا قضاء اتبع السید ولی الجنایۃ بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر مالک نے پہلی جنایت کے وارث کو قیمت دیدی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں یا واتبع ولی الجنایۃ الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنے نصف قیمت اس سے پاوے اسلیے اسواسطے کہ اسنے اسکا حق ناحق لیا وقالا لا شیٔ علی المولی اور صاحبین نے کہا کہ قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ قبل العتق او لا لان حق المولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن متلفا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعدد صادر ہوئیں تو سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں ہے پس مالک آزاد کرنے سے اسکے حق کا ضایع کرنے والا نہ ٹھہرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنے مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مالک کے ضرر پر بر خلاف اسکے جبکہ اسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطا فمات لم تسقط قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مرگیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاہ خطا سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنے محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعی فی قیمتہ ثم قتلہ ورد اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اسکو قتل کرڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کروا دے اسکی قیمت حاصل کرلے میں پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ

یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ فغصبہ رجل وسری فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وہو فی ید غاصب فمات منہ بری الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہوجانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہرا ولو غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مواخذ بافعالہ

لا باتوالد الا بعد عتقہ غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضہ میں مر گیا سو وہ تاوان دیگا اسکی قیمت کا اسواسطے
کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہوتا ہے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فجنی عند سیدہ فاخذ
ضمن المولیٰ قیمتہ لہما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت
کی تو مالک اسکی قیمت کا تاوان دے دونون مقتولون کے وارثون کو نصفا نصف یعنے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے
وارث کو ورجع المولیٰ بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولیٰ نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاولیٰ لان حقہ لم یجب بلا مزاحم قائم اور مالک
کی نصف قیمت پھیرے غاصب سے اور مولےٰ وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب ہوا تھا اس حال میں کہ مزاحم موجود تھا هم
طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم
اور منازع اسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اسکو لیگا
تاکہ اسکا حق پورا ہو جاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنے مقتول
اول کے وارث کا حق اسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولیٰ علی الغاصب لانہ اخذہ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر
دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیرے اسواسطے کہ ولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس تھا او بعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ
لا یرجع المولیٰ علی الغاصب ثانیا لان الجنایۃ الاولیٰ کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی
غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی
الفصلین کالمدبر بغیر ان المولیٰ یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونون صورت میں یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوا اسکے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنے جنایت مدبر میں قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
مدبر جنی عند غاصبہ فرد فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولیٰ نصفہا
ای القیمۃ المأخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولیٰ ورجع المولیٰ بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو
پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوگی اور
مالک قیمت پھیرے غاصب سے اسلیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور مولےٰ نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار
دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے پھیرے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتون میں مدبر کے مانند ہے غصب صبیا حرا
لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات فی یدہ فجاۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا
غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مر گیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے
ہم یعنے غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہیں اسلیے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہ ہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن ہے
مختلف باختلاف الاماکن نہیں ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا لتسببہ بنقلہ لمکان الصواعق والحیات
حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسببا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ
کے کاٹنے سے تو اسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہوا ہے بجلیون یا سانپون کے مکان کی طرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو
اس مکان میں لے گیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی الہدایۃ

نہ ہوا کہ قاتل کو جانتے ہیں پھر قسم اسکا خونبہا اور کرو تو دو دیون سے ناکار تھے ہم لوگون بن ناموس یعنے وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدر عن الزیلعی عینی نے شرح
ہدایہ مین کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعض حدیث صحاح ستہ مین بطرق جو موجود
ہے صحیح مسلم مین تو یون ہے کہ ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح مین یون ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی
کا وظیفہ قسم نہین ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہے ثم قضی علی اہلہا بالدیة لا علی عاقلتہم ان وقعت الدعوی بقتل عمد
وان وقعت الدعوی بخطاء فعلی ای فیقضی بالدیة علی عاقلتہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرة والخانیة ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی
ظاہر الروایة القسامة علی اہل المحلة والدیة علی عاقلتہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمة القن توخذ فی ثلث سنین شرنبلالیة پھر اہل محلہ
کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے مین بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی
واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عاقلہ یعنے مددگارون پر دیت کا حکم ہوگا یہ شرح مجمع مین ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ
ظاہر الروایة مین اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگارون پر دیت ہے یعنے تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال مین لیجاویگی کذا فی الشرنبلالیة ولو
لم یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ مین پچاس مرد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاوے گی تاکہ پچاس قسمین پوری ہو جاوین
وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاویگی ومن نکل منہم حبس حتی
یحلف علی الوجه المذکور ہذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیة علی عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیة اور جو شخص ان مین سے
قسم نکھاوے تو قید کیا جاوے یہان تک کہ قسم کھاوے اسطرح جسطرح بیان مذکور ہوچکا یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی مین اور قتل خطا مین تو انکے مددگارون پر دیت کا حکم ہوگا
اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسه او عبده قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقه الولی سقط التحلیف عن اہل المحلة
اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار قبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ
سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامة علی صبی ومجنون وامرأة وعبد اور قسامہ نہین صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر اسواسطے کہ صغیر اور مجنون تو قسم کے
لائق نہین اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہین اور قسم ہوتی ہے مددگارون پر ولا قسامة ولا دیة فی میت لا اثر به لانه لیس بقتیل الا ان القتیل عرفا
من فاتت الحیوة بسبب مباشرة الحی وہذا مات حتف انفه والغرامة تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت مین جسمین قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہین اسلیے
کہ وہ مقتول نہین ہے کیونکہ مقتول عرف مین وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد کے فعل کے
او یسیل دم من فمه او انفه او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منها عادة بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک
یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہین اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت مین بدون فعل انسان کے بخلاف کان اور آنکھ کے او نصف منه ای ولا
قسامة فی نصف میت شق طولا او اقل منه ای من نصفه ولو معه الراس للامر بانه لنفسه مین یعنی قسامہ نہین ہے میت کے اس نصف بدن مین جو طول مین پھاڑا گیا یا
نصف سے کمتر بدن مین قسامہ نہین اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو دلیل گذشتہ ہم یعنے مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہین مگر تمام بدن یا اکثر بدن مین او علی رقبته ای المیت حیة
ملتویة لان الظاہر انه مات بہا بزازیة یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہین اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیہ
وتام الخلقة ککبیر ای وجد سقط تام الخلقة به اثر الضرب وجبت القسامة والدیة وفی الظہیریة بخلافه اور جس بچہ کی پیدائش پوری ہوچکی ہو وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنے تندرست
بچہ پیٹ سے گرایا گیا جسمین ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ مین اسکے مخالف ہے یعنے اسمین قسامہ اور دیت نہین ولو ادعی الولی علی واحد من غیرہم
کان ابراء منہم لاہل المحلة وسقطت القسامة عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ انکی طرف سے ابراء ہے محلے والون کے واسطے

اور قسامہ انکے ذمہ سے ساقط ہوگیا فان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والون مین سے ایک شخص پر قتل کا دعویٰ کیا
تو انسے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہو جاتا ہے قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وقتیل علی دابۃ
معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کما فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا
یا سوار ہے تو اسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اسکے قبض و تصرف مین ہے تو گویا اسکے گھر مین ہے ولو اجتمع فیہا
سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا
علی السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون جمع ہون تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ
جانور انکا مملوک نہو بنا بر انکے قبض و تصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضون نے
کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ مین وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل
المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والون پر ہے جس محلے مین مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ
علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما
اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گانؤن مین یا دو قوم کے
درمیان تو جو انمین نزدیک تر ہوگا اسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اس مقتول مین جو دو گانؤن
کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونون کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانؤن کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھین لوگون پر قسامہ کا حکم ہوا
اور اگر دونون گانؤن برابر ہون بلا کم و کاست تو دونون پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القہستانی ہم قرب کا اعتبار اسوقت
ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ مین یون صحیح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانؤن کی زمین مین لیکن وہ متصل نہ ہو دوسرے
گانؤن کے گھرون سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہین تو نزدیک تر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہان اعتبار ہے جہان
زمین کسی کی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منہم کذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی نقلا عن
الکافی یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو
اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یون منقول ہے
کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہون اسواسطے کہ ساعت آواز کی وقت فریادرسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ تقصیر ہونگے ہم طحطاوی نے
کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانؤن تک پہونچے گی والا بان کان
فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہین تو نہین یعنے اگر مقتول ایسے مکان مین ہو کہ
اسکی آواز نہین سنائی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ہم یعنے قسامہ اور
دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھون نے مدد نہ کی تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی پھر جب ویسے بعید مکان مین مقتول ہو
کہ اسکی آواز گانؤن تک نہین پہونچ سکتی تو وہ عدم نصرت مین معذور ہین تو انکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا وسیاتی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل
فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا
الی الولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مالک فیہ لاحد ولا ید لاحد علیہ

اس مکان کے حال کی جسمیں مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اُسکے مالکوں پر اور دیت واجب ہوگی اُنکے مددگاروں پر اسی طرح اگر وہ مکان
معین لوگوں کے قبضہ میں ہوگا تو مستحقوں پر قسامہ ہے اور دیت انکے مددگاروں پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنے تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں ولوالجیہ
اور بزازیہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن میں درر وغیرہ کی پیروی سے تو اسوقت قرب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جبکہ مقتول اُس
مکان مباح میں پایا جاوے جسمیں کسی کی ملک ہو نہ قبضہ اور شرح مجمع محیط سرخسی میں ہے کہ جب مقتول بیابان میں ہو تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک
اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اُسپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی جاتی ہو تو اگر اُس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ
ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہاں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اسکا خون رایگان ہے اور اسی طرح کا حکم ہے
اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اسکی قرب میں آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن المجتبی والاقرب فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو
تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولاية واليد المخصوص ولو لجماعة المسلمين فلا قسامة ولا دية على احد بل
اور ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوے ہیں ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت مسلمین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کی
کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن ینبغی وجوبها في بيت المال فتأمل لیکن وجوب دیت کا بیت المال میں عنقریب آویگا سو تامل کرو طحطاوی نے
کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد باليد ايضا اليد المستحقة والا فالاراضي التي لها مالك اخذ يد
وال ظلما فينبغي ان يكون القتيل فيها هدرا لانه ليس على الغاصب دية قهستاني عن الكرماني انتهى اور یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف
مراد ہے ورنہ جن زمینوں کے مالک ہیں پر حاکم نے زبردستی انکو چھین لیا ہے تو لائق یہ ہے کہ اُنکے اندر مقتول کا خون رایگان ہو اسواسطے کہ غاصب
پر دیت نہیں ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لكن في ايدي المسلمين تجب الدية
في بيت المال لما ذكرنا انه اذا كان بحال يسمع منه الصوت يجب عليهم الغوث كذا في الولوالجية اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضہ
میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اسوجہ سے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح ہو کہ وہاں سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ
ہم محیط سرخسی سے نقل کر چکے ہیں کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہاں سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلاوجہ ہے کذا فی الطحطاوی
وفيها ولو وجد قتيل في ارض رجل الى جانب قرية ليس صاحب الارض منها اي من اهل القرية فهي عليه اي على رب الارض لا على اهلها اي القرية
لان العبرة للملك والولاية انتهى قلت فهذا صريح في ان القرب انما يعتبر اذا وجد في ارض مباحة لا مملوكة ولا موقوفة لان تدبيرها لربها فتنبه
اور ولوالجیہ میں ہے اور اگر مقتول پایا جاے ایک مرد کی اُس زمین میں جو ایک گاؤں کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اُس گاؤں کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت
اسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی ما فی الولوالجیہ میں کہتا ہوں تو یہ روایت صریح ہے اسمیں کہ قرب مکان اُسی
صورت میں معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاے زمین مباح میں نہ مملوک اور موقوف میں اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اُسکے لوگوں پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن
میں آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد في دار انسان فعليه القسامة وعلى عاقلته حضورا او غيبا في القسامة ايضا خلافا لابي يوسف رحمہ اللہ اور اگر
مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر میں تو اُسپر قسامہ ہے اور اگر اُسکے مددگار موجود ہیں تو وہ بھی قسامہ میں داخل ہونگے بخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی
والدية على عاقلته ان ثبت انها اي الدار له بالحجة وكان له عاقلة والا فعليه اور دیت اُس آدمی کے مددگاروں پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ گھر اُسکا
ہے اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اُسکے مددگار نہیں ہیں تو اُسی آدمی پر دیت واجب ہے اور حجت سے مراد گواہ ہیں یا مددگاروں کا اقرار وهي اي الدية والقسامة على
اهل الخطة الذين خط لهم الامام اول الفتح ولو بقي منهم واحد اور دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہیں جنکو امام نے خط کھینچ کر ملکیت کا ابتدا

فتح اسلام میں اگرچہ ان میں سے ایک بھی شخص باقی نہ رہا ہو (خطہ بالکسر عبارت ہے مکان حصہ سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے زمین کے جبکہ امام نے
شہر فتح کیا اور انکو غنایمون میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا تاکہ انکے حصے جدے جدے ہو جاویں کذا فی العینی) دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف کلہم مشترکون
نہ وہاں کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصلی مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع
پھر اگر وہاں کے سب مالکوں نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعضہم اکثر
فعلی عدد الرؤس کالشفعة اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضون کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیون کے شمار پر
ہے شفعہ کے مانند ہے مثلاً ایک شخص کا حصہ آدھا ہے اور دوسرے کا دسواں اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت انکے عاقلہ پر تہائی تہائی ہے اسواسطے کہ قلیل اور
کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہے کذا فی الطحطاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلة البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور ابھی خریدار
مشتری کے قبضہ میں نہیں آیا کہ اسمیں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلة ذی الید فانہا اور بیع شرط
خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے بخلاف صاحبین کے خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونون کا ولا تعقل عاقلة حتی یشہد الشہود انہا
لذی الید لیضہا القتیل لذی الید وہو القتیل کما سیجئ اور عاقلہ یعنے مددگارون پر دیت دینا لازم نہ ہوگا جبتک شاہد گواہی نہ دین اسکی کہ جس گھر میں مقتول
ہو وہ یعنی اور صرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہ ہوگی جبتک گواہ یون
نہ دین کہ ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان ہو لم تدعا قلتہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدون ثبوت
کے کافی نہ ہوگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قاتل کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور قاتل یعنی مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر ملا
بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثة للورثة یعنے صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون کے واسطے
ممکن نہیں ہے مقتول کا گھر وقت قتل کی حالت میں وارثون کا مالک ہو گیا اور وارثون کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہیں جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تا وارثون پر
تخفیف ہو تو اگر مددگارون پر دیت واجب ہو اور وارثون کو ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہوا وارثون کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے
یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا مذہب ہے کہ وارثون کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور مسئلہ
متن اور شرح میں آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثة یتحملون فیکون الایجاب علی الورثة للمیت لا للورثة کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے
ہیں تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثون کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضون نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت
وقد یقال لما کان ہو لا یدی لنفسہ فغیره بالاولی لقوة الشبہة فتامل میں کہتا ہوں جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے
سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہ ہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر و وان وجد فی الفلک فالقسامة والدیة علی
من فیہا من الرکاب والملاحین اتفاقا لانہا فی ایدیہم کالدابة اور اگر مقتول پایا گیا ناو میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگون پر ہے جو ناو کے اندر
سوار ہیں اور ملاحون پر بالاتفاق اس واسطے کہ کشتی انکے قبضہ میں جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناو کے کھینچنے والے سب
برابر ہیں وکذا العجلة حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنے اسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارون پر ہے وفی
مسجد محلة وشارعہا الخاص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وحققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا
محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمیں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہون چنانچہ
ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے

ہم یا عشر دکا بیان ابن کمال کے موافق نہین جیسا کہ شارح سمجھا ہے اسواسطے کہ ماعشر وسے شارع یعنے راہ کی دو قسمین بیان کین اسطرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع
خاص جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور کاسہ اہل محلہ کے سوا اور لوگ کبھی آ جاتے ہون اور دوسرا شارع عام جسمین جمیع خلائق برابر ہون جیسے بازارون کی
راہین اور خارج شہر کی راہین لیکن تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز
ہو شارع عام سے یعنے شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز
پڑھتے ہون تو وہان قسامۃ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہے اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی و سوق مملوک
علی الملاک و عند ابی یوسف ؒ علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اسکے مالکون پر قسامۃ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون
پر واجب ہے کذا فی الملتقی و فی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد
منہم ولا لجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال وانما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک
مین اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اُس مکان مین جس مین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہو نہ ایک مسلمان کا
مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامۃ نہین اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہے اسواسطے کہ
تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے یعنے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور جیل اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی اُنپر ہوگا یعنے مقتول کی دیت جو بیت المال
سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اُسمین شریک ہین
سو خدا کی لعنت ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اُسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال
ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فتکون القسامۃ
والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اُسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوئی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوئی ہے اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اُنکے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامہ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی
اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید مین جبکہ لوگ اُسمین رات کو رہتے ہون یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہین اوکان لاحد فیہا دار مملوکۃ تکون القسامۃ والدیۃ علیہ
لانہ یلزمہ صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ ما ہو موجب التقصیر کما فی العنایۃ معزیا للنہایۃ قلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود
مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خالف عامۃ المتون لانہ صرح بہ فی غالب الفتاوی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید مین گھر ہو
مملوک تو قسامہ اور دیت اُسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اسکو حفاظت اُس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اُسپر تقصیر کا
موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہے نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات
پر کذا سے فی الطحطاوی عن المصنف فتوے دیا ہے مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اُسپر اعتماد کیا ہے اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے
وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاوی اور شرحون مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وکذا لو وجد فی
بریۃ او فی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا کما سیجئ اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاث ماءہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ
فی بیت المال لانہ فی ایدی المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگان ہے اگر مقتول پایا جاوے جنگل مین اور دریاے فرات کے
درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لاشہ اسکی محتبس نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگان ہوا کہ وہان کسی کا تصرف نہین

اور قول مضیعت ہے کیونکہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا فیج دارالاسلام میں ہو تو دیت اسکی بیت المال میں واجب ہوگی اسلیے کہ دارالاسلام مسلمانوں کے قبضے میں ہے کذا
ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہیں ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یا یستحق
بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اسکے مقتول میں اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب
ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر موٹی ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الشمنی او
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کا مرو تجنی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاجبیۃ او الفسطاط تجبت یسمع منہ الصوت تجب
علی المالک من ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاجبیۃ زیلعی اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور
اگر آبادی یا جنگل قریب ہو گاؤن سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت
واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت میں اہل ہوا
اکثر شانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی
علی الشط فعلی قرب الموضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یسمع صوت اہل الارض
والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب مکان
ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف
نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا
چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علیہ اولئک او ید
علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیٔ ولا علیہ اولئک حتی یبرہن لان مجرد الدعوی لا یثبت الحق وبری اہل المحلۃ لان قولہ
حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑگئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی
انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرقہ پر قتل کا دعوی کرے یا انہین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم
پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے
کہ وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت
ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم کھانی ہے اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے
کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح
نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے
حق مین باطل ہے بخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے یعنے ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ
محلے والون کے سوا اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو گواہی باطل ہے امام کے نزدیک
تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم
ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی قبیلۃ فنقل منہا فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف رحمہ
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے بخلاف

ابو یوسف رح کے کہ قسامہ اور دیت نہیں ابنہ فانہ مبہ جرح بہ رمق حملہ احد الی اہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفۃ رح
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہاں ایک مدت رہا پھر مرگیا تو اٹھانیوالا ضامن
نہوگا ابو یوسف رح کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلے میں
موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسہ دیتہ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد
اور دو آدمیون میں بغیر تیسرے شخص کے دو فرد دونون میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو
آپ قتل نہیں کرتا ہے خلاف محمد رح کے یعنے انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ لامرأۃ کرر الحلف علیہا و
تدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گاؤن کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے
مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگارون پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند
اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ
فی ہذہ المسئلۃ کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی
اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے امام زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں کہا
کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی ولو وجد قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ
علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لا شیء فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو وتبعہما لما رجحہ صدر الشریعۃ وتبعہما
المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اسکے وارثون کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور کو
میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اسی قول کا تابع ہوکر جسکو صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف الاختصار
اور صدر الشریعۃ دونون کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ ان القسامۃ
انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یون کہا ہے کہ
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبض اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان
ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثون کا ہوگیا تو دیت مقتول کی وارثون کے
عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی
منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ یعنی یون
نہ کہا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثون پر واجب کرنا وارثون کے فائدے
کے واسطے اسلیے کہ اس سوال کا یون جواب دیا جاویگا کہ یہان ایجاب مال کا وارثون کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تاکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتین اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو
قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تخیر دار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او دار
کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر میں جو معین لوگون پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انھین لوگون پر ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفۃ علی المسجد فھو کما لو وجد فیہ ای فی المسجد زیلعی ودرر وسراجیہ وغیرہا وقد قدمناہ اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا میں ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کردیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیید بکون الارباب الموقوف علیہم معلومین یخرج غیر المعلومین کما لو کان
وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاہر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ تکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین فاشبہ الجامع
ت المصنف بحثا میں کہتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہو نکلجاوے چنانچہ فقیروں
اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت میں ہوگا منجملہ ان اشیاء کے
جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاۃ غیر مملوکۃ ففی الخیمۃ والفسطاط علی من یسکنہا
اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکرگاہ میں جو بیابان غیر مملوک میں واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال میں مقتول ہے تو اسکے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے وفی خارجہما
ای الخیمۃ والفسطاط انکانوا ای ساکنوا خارجہا قبائل فعلی قبیلۃ وجد القتیل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے
قوم قوم ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین القبیلتین کان حکمہ کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے
درمیان پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا درمیان دو گانوں کا حکم مذکور ہوچکا یعنے جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں
برابر ہیں تو دونوں پر واجب ہے ولو نزلوا جملۃ مختلطین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو کانوا
قد قاتلوا عدوا فلا قسامۃ ولا دیۃ ملتقی اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت
الارض التی نزل فیہا العسکر مملوکۃ فعلی المالک بالاجماع لانہم سکان ولا یزاحمون المالک فی القسامۃ والدیۃ درر لکن فی الملتقی خلافا
لابی یوسف فتنبہ اور اگر وہ زمین جس میں لشکر اترا مملوک ہو تو اسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہاں کے
ساکن ہیں مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتقی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ
کہنا صحیح نہیں فتنبہ ولو وجد فی قریۃ لایتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلتہم لانہم لیسوا من اہل الیمین اور ملتقی میں ہے کہ اگر
مقتول پایا گیا یتیموں کے گانوں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنے قسامہ ہے انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں وان کان فیہم مدرک
فعلیہ لانہ من اہل الیمین ولوالجیہ اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الولوالجی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے لو وجد فی دار صبی ومعتوہ فعلی عاقلتہما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو انکے مددگاروں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف
خمسین یمینا ودی من مالہ ولو تعاقلوا فعلی عاقلتہما اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس قسمیں کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کے
عاقلہ ہوتے ہوں تو دونوں یعنے یہود اور نصاریٰ کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یوں قسم کھاوے (کہ اس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اتاری) میں نے اسکو
نہیں مارا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں اور نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلۃ فاصابہ سہم او حجر ولم یدر من این
او مات منہ فعلی اہل المحلۃ القسامۃ والدیۃ سراجیہ اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ میں سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابۃ مقتولۃ فلا شئ فیہا اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا جانور مقتول
پایا تو اسمیں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی

ہو اسلئے کہ ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے محلہ مین تو ساقط ہوا اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگارون پر واجب ہے تین سال کے
اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاہ فہدر الا مدیونا فقیمتہ علی مولاہ لغرمائہ حالۃ والا مکاتبا فقیمتہ علی مولاہ مؤجلۃ اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک
کے گھر مین تو خون اسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اسکے قرض دینے والون کے لیے اور
بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر مین تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت مین کہ مکاتب کی قیمت بدل کتابت
ادا کیا جاوے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جاوے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اسکے وارثون کی میراث ہے کذا فی العالمگیریہ ولو وجد المولی قتیلا فی دار
ماذونہ مدیونا او لا فدیتہ علی عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گھر مین خواہ غلام مدیون ہو یا نہین تو مالک کی عاقلہ پر دیت
ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امہ او امرأۃ فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول
پایا گیا اپنے باپ یا اپنی مان کے گھر مین یا عورت اپنے شوہر کے گھر مین مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث
سے محروم نہین واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان مین جمع معقلۃ بفتح فسکون فضم وسیئے معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم وسکون عین وضم قاف جیسے کہ مکرمہ بضم را کی جمع مکارم ہے
وہی الدیۃ وتسمی عقلا لانہا تعقل ای تمسک الدماء من ان تسفک ای تمسکہا ومنہ العقل لانہ یمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون
قاف بھی کہتے ہین یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت خونون کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے اسی معنی پر عقل دانشمندی کو عقل کہتے ہین اسواسطے کہ
عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے ہم کہتے ہین کہ معاقلہ سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات مین ہم ذکر کر چکے اور اس کتاب مین دیت کا کچھ ذکر نہین بلکہ
ذکر ان لوگون پر دیت واجب ہے یعنی عاقلہ کہتے ہین تو چاہئے کہ کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا تھا چنانچہ صاحب ہدایہ نے کتاب العواقل کہا ہے بعنوان اسکا
یون جواب دیا ہے کہ کلام بتقدیر مضاف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحاوی مختصرا والعاقلۃ اہل الدیوان وہم العسکر و
عند الشافعی اہل العشیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنی جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہین اور امام شافعی کے نزدیک
عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہین اور دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن مین اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہین
عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد وانکار چونکہ انسان کی جان محترم ہے
تو باطل اور رائگان نہین ہو سکتی اور قاتل خطی پر دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا امت سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجئے تو وہ
نیست و نابود ہو جاوے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگارون پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز مین اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پرواہ نہین
کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور حمایتیون کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری مین کیونکہ یہی تو سبب ہین اسکی بیباکی اور تعدی
کے تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انھون نے کیون محفوظ نہ رکھا سبب احتیاطی سے تو انھین پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا یعنی سے تصریح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے
صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا جواب دینگے کہ یہ اجماع
حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوا اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نساؤن اور بچون اہل نسب پر دیت نہین
اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہین پھر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہین بلکہ معنی نصرت
کی تقریر ہے ولکن منہم اہل لشکر عاقلہ ہین اسکے جو انھین سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے ہر قاتل کے یعنی ہر سلسلے اور جب لشکر مین قاتل ہوگا انھین پر دیت واجب

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام ہو یا کافر ہونے کے سبب تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اُسکو شافیہ
مین شرح بیان کیا ہے و لا عاقلۃ للعجم و جزم به فی الدرر قال المصنف لعدم تناصرہم یعنی عجمیون کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والون کا عاقلہ نہین اسی پر
یقین کیا ہے درر مین یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین انکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین
والسراجین فاہل محلۃ القاتل و صنعتہ عاقلتہ وکذا کل حلیۃ العلم فلتہ وینبغی الحاقہ دغیرہ خانیۃ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کے واسطے بھی عاقلہ ثابت
ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اُسکے عاقلہ ہین اور اسی طرح
طالب علم باہدگر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی النہایۃ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا
الباب ومعنی التناصر اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتبیٰ مین یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ مین تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اُسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اُسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اُسکی کاربرآری مین یعنی اُسکو بچا لینے اور اُسکی تکلیف ٹال دینے
اور اسکا پورا بیان مجتبیٰ مین ہے و فی تنویر البصائر معزیا للحاوی القدسی واقول ان التناصر بینہم بالحرف فعم عاقلتہ الخ فلیحفظ و اقرہ القہستانی اور تنویر البصائر
مین حاوی سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین پیشہ کے انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی
نے ثابت رکھا ہے لکن جزم شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے اُستاد حانوتی
نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہو ہم یہ وہی قول ہے
جو زاہدی صاحب مجتبیٰ نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ وبیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری ہو اور
نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہے یا بیت المال مین ہم وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایۃ منفی ہے اور وجوب مال قاتل کے مال مین روایت
شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اُسکے عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے
تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعًا عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کو آخر کتاب
مین لائے قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور وصی ہے کو یعنی جس چیز کی وصیت کیجاے اُسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے
سے تاکہ غیر اُسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ
موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ والایصاء یقال اوصی لہ فلان اسے جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجیٔ فی باب مستقل واوصی
لفلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی لہ فلان یعنی اُسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور
وصی کے مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنی اُسکو مالک کیا بطریق وصیت کے ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان مین تابع ہے صاحب درر کا
فیہ منزاہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت مین یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے
مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجیٔ مین کہتا ہون
تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاوے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنے بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہو۔ ہم بعضون نے کہا اقرار دین عبارت ہو اظہار ما فی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کی لفظ سے خارج ہوا اور دو
احسان کی کچھ حاجت نہیں ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالے فتامل اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالے کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر ہم کہتے ہیں جواب ہے
سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی میں وصیت واجب
ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں اسواسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ
کیا یعنے وجوب حق اللہ سبب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند نہوا کذا فی الحلبی وہی علے ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ
بالزکوۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ لاہل الفسق والا مستحبۃ اور بنا بر اس کلام کے جو مجتبی میں ہے
وصیت چار قسم ہے واجب ہے وصیت ساتھ زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے میں مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور
مکروہ ہے فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہے ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی میں مذکور ہے تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا
اور مجتبی میں اسکو مستحب میں شمار کیا ہے عبارت مجتبی کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ
کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور انکے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء احباب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی
کے واسطے وصیت کرنا انتہے کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب
نہیں اسواسطے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نسار کی آیت سے منسوخ ہے ہم سورۂ بقر کی یہ آیت ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم میں سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابتون
کے واسطے اور سورۂ نسار کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہے جو ناسخ ہے سورۂ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہے ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی کا اور اکثر اہل تفسیر کا
اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۂ بقر کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالے نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور
سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور حجت ہے امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے مقتضی نہین کذا فی العینی شرح الہدایہ انتہے ملخصا وسببہا سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنے عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ہم حموی نے کہا وصیت کا یہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنے جو اعمال فوت
ہوگئے ہین انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہے تا کہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہے کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے
بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم و حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے
موت ضروری ہے اور وہ امر وصیت ہے جسکو قرآن مجید مین بتاکید فرمایا ہے آیۃ المواریث میں اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا
کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سر کے پاس ہو انتہے
حموی نے قاضی خان سے شرح مختصر نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہے شیخین نے کہا
کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہے امام نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہے اور
وارث غنی ہین تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین

پڑوسیون کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی وشرطہا کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضافہ لعتقہ لما سیجی اور
وصیت کی شرطون مین سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہین ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کی طرف نسبت
کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجی اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا
وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی لہ فافہمہ فانہ بہ یسقط ایراد الشرنبلالیۃ اور موصی لہ جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے
وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہے سو اسکو سمجھ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے صاحب درر نے
کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہان حیات کہان ہے
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہونا شرط ہے یعنے موصی لہ موصی کا وارث نہو
موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور
حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق مین وصیت صحیح ہے یعنے اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نرہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اُسنے
اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتلا اور
موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اُسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اُسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو ہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی
الزیلعی وہل یشترط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ وفی الباب الاتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہین مین کہتا ہون ہان اُسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اُسکو ذکر کیا ہے باب آیندہ مین ہم موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی وکون الموصی بہ قابلا للتملیک
بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے
قابل ہو تملیک کے واسطے کسی عقد کے عقدون سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا معدوم ہم معدوم ہے یعنے علی خلاف الوجہ وہ جیسے باغ کے پہلون کی
وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جب تک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہین پھر اُسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اُسکی
موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو طحطاوی نے کہا یہ لزوم وصیت
کی شرط ہے درر رکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان وما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ مین نے وصیت کی اس چیز کی
فلانے شخص کے واسطے اور جو اُسکے قائم مقام ہون الفاظ سے جو وصیت مین مستعمل ہوتے ہین ہم چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے
ٹھہرایا وفی البدائع رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع مین ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب ہی رکن ہے ہم
غایۃ البیان مین ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی مین ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک متعلق بعد الموت ہے
تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہین اسواسطے کہ قبول نہین ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ بان یموت
الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجی مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مرجاے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد ہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل مثل قبول بالقول
کے برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اسکے وارثون کے واسطے خریدنا یا اسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی وحکمہا کون
الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا اور حکم یعنے اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لہ
کی چنانچہ ہبہ مین ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبراء لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع

وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے اور صورت مذکورہ میں اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نہ رکھین ہم مانع وصیت ہونا
قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور کی دلیل سے یعنے حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمرون مین کہ تمہارے
اعمال زیادہ ہون لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیٰوتہ اصلا بل بعد وفاتہ اور ہم کیا ہے نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ
وصیت کرنا مگر اس صورت مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ
اسکی وفات کے بعد معتبر ہے ہم حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوگی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہین اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت
سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز
نہین سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے
تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون
فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنے وصیت کے واسطے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت
لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للاجنبی ای وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت بعکس اقرار کے مریض کے وارث کے واسطے کہ مریض کے
اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص
کے واسطے اور حالانکہ وہ اسکا وارث نہین تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اسکے اسکا وارث ہوجاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہوجاوے نئے سبب
کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اس
بھائی کے واسطے اقرار کیا جو مجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مرگیا کذا فی الطحاوی وندبت باقل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم
بحصصہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثون کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے
انکو استغنا حاصل ہوا ہو کما ندب ترکہا بلا احدہما ای الغنی والاستغناء لانہ حینئذ صلۃ وصدقۃ وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون
تونگری یا استغنا ورثہ کے یعنے جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے حصون سے انکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے
کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے ہم یعنے جب وارث محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات
کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری
سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی البرجندی یعنے بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تہیگا مین طحاوی و
قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر وارث
دس ہزار درہم کی میراث پاوے وتقدم علیہا الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنے ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے
بسبب مقدم ہونے حق العبد کے ہم حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط
ہوجاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت تبرع کے مانند ہوا کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم
المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے ہم یعنے جبکہ
مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود در رہین ہے تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی والمملوک تثلیث مالہ اتفاقا وتکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث

فیها والاسمی فی بقیة قیمته وان فضل من الثلث شئ فهو له اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اسکی آزادی کی
وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام
کا ہو جسم اگر موصی کا مال ۳۰۰ درم اور دینا ہو تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہوگیا اور اگر اسکی قیمت ۱۲۰ درم ہو تو ۲۰ درم
کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہوا اور اگر اسکی قیمت ۸۰ درم ہو تو ۲۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہے تو اسکی تفصیل
فتاوے عالمگیری میں مذکور ہے وبدنانیر ودراہم مرسلة لا تصح فی الاصح کما لا تصح بجزء من اعیان ماله اور اگر اپنے غلام کیواسطے دنانیر یا درہم
غیر معینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں ہوتی کہ اپنا اس مال سے ایک نفس کی ... اصح میں منقول ہے کہ اگر غلام کیواسطے
اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہوا اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دینار درم یا دینار
معینین کی وصیت کی تو ... صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی ... دیتا ... درم معینین کی قید
اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تھی اور معینین کی صورت میں اختلاف ہے ... وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب نفسه او لمدبره او لام ولده قوله الا
لمکاتب وارثه اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بدلیل استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے
وصحت للحمل وبه کقوله اوصیت بحمل جاریتی او دابتی هذه لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں
کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کیواسطے اور حمل کے واسطے بطرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درہموں کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما یصح ان ولد الحمل لاقل من ستة اشهر لو زوج الحامل حیا ولو معتدة
فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبه اختیار وجوهرة پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی
مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کمتر میں ... یا طلاق
سے کذا فی الطحطاوی شرح ... بدلیل ثابت ہونے اسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوهرة ولا فرق بین الآدمی وغیره من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ
میں حیوانات سے یعنی حمل موصی له اور موصی به میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی لما فی بطن دابة فلان لینفق علیه صح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے
واسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تا اسپر صرف کیا جائے تو صحیح ہے ومدة الحمل للآدمی ستة اشهر وللفیل احدی عشر سنة وللابل والخیل والحمار سنة
وللبقر تسعة اشهر وللشاة خمسة اشهر وللسنور شهران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قهستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت
حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گاے کے واسطے
نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی
میں ہے منسوب باستیفاء من وقتها ای وقت الوصیة والیه المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں
اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النهایة من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے
وفی الکافی ما یفید انه من الاول ان کان له ومن الثانی ان کان به اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر حمل موصی له ہو تو ابتدا اسکے
مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی به ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الهبة للحمل لعدم قبضه ولا
ولایة لاحد علیه لیقبض عنه زیلعی وغیره کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اس پر
کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیره فلو صالح ابو الحمل عنه بما اوصی له لم یجز لانه لا ولایة لا

على الجنين ولو الجنين فولو اگر بچہ پیٹ کی کا باپ اسکی طرف سے مرنا کہہ کرے بعوض اسکے جو نتیجہ کے واسطے وصیت ہو تو جائز ہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت
ثابت نہیں ہے پیٹ کی بچہ پر اور کذا فی الولوالجیہ قلت وبہ علم جواب حادثة الفتوى وهى انه ليس للوصى ولو مختارا التصرف فيما وقف للحمل بل ولا لوالد الحمل لانه لا ولاية لاحد عليه
میں کہتا ہوں اور بیان سابق سے حادثۂ فتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اسمیں جو حمل کے واسطے وقف
ہوا بلکہ فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی پیٹ کی بچہ کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اسپر ہے وصحت بالامة الا حملها اور لونڈی کی وصیت بدون اسکے
حمل کے صحیح ہے یعنی اگر اوس نے کہا میں نے وصیت کی اس لونڈی کے فلانے شخص کے واسطے مگر اسکے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ صحیح ہے لما تقرر ان كل ما صح
افراده بالعقد صح استثناؤه منه والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد میں
صحیح ہے تو اسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہیں اسکا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں درست ہے تو اسکا استثنا
بھی وصیت سے صحیح ہوگا وصح للمسلم للذمی وبالعكس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت
مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیل صحت اول کلام الہی ہے لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم یعنی
نہیں روکتا تمکو اللہ تعالی ان کافروں کے احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تمکو تمہارے گھروں سے اور صحت ثانی
کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح ممات میں
بھی کذا فی الدرر لا حربي في داره اور وصیت جائز نہیں مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب میں اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان
ہے اور ہم ممنوع ہیں کفار مقاتلین کے احسان سے لقوله تعالی (انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين) حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ
اللہ تعالی تمکو روکتا ہے ان کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغير وقيد بداره لان المستامن
كالذمي كما افاده المنلا ابحثا مصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے صحت وصیت میں چنانچہ
(منلا خسرو کمالی نسخہ)
یہ فائدہ ملا خسرو نے درر میں بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر میں عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہے اور
سیر کبیر میں جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ احتراز ہے اوس حربی سے جو دار الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی
مراد ہے سیر کبیر میں کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح
مذکور ہے کتب فقہ میں قلت وصرح الحدادی والزیلعی وغیرہما بجوازہ ثم تنافی وصایا الذمی میں کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور
زیلعی وغیرہ نے اور آگے متن آویگا ذمی کی وصایا میں ولا لوارثه وقاتله مباشرة لا تسببا كما مر اور درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور
اپنے قاتل کے واسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قتل حقیقی نہیں ہم حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ
لا وصية للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک میں کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل القتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازة
ورثته لقوله علیہ الصلوۃ والسلام لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث وسنحققه وارث کے واسطے وصیت درست
نہیں مگر موصی کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھیں
یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے
وهم كبار عقلاء فلم تجز اجازة صغير ومجنون اور حال آنکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہوں تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی واجازة
المريض كابتداء وصية اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہے ہم یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اسکو شفا ہو گئی

تو وصیت صحیح ہوگی اور اگر مریض مر گیا اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہو تو اجازت مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور
وارث اسکی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہو وارث نہیں تو اجازت جائز ہے اور تہائی مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض
ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصے کے وصیت جائز ہوگی
او یکون القاتل صبیا او مجنونا فتجوز بلا اجازۃ لانہما لیسا اہلا للعقوبۃ یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے
کہ وہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں او لم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ ای سوی الموصی لہ القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجتہ او ہی لہ ولم یکن
ثمہ وارث آخر صحت الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوا اسکے کذا فی الخانیہ یعنی سوا اسکے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی
زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبی فلو اوصت لزوجہا بالنصف
کان لہ الکل یعنی اسمیں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کو واسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوا زوج کے تو
نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف باقی بطریق میراث کے فلذا قید بالزوجین لان غیرہما لا یحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل برد او رحم وقد قدمنا
فی الاقرار معزیا للاشباہ بیان یعنی کہتا ہوں اور قید لگائی زوجین کی اسی واسطے کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث
ہوگا تمام مال کا میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں اشباہ کی طرف نسبت کر کے فی الوہبانیۃ اوصی لزوجتہ
بکل مالہ وماتت ولم یترک وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہا الثلث بلا اجازۃ فیبقی الثلثان فلہا ربعہما وہو سدس الکل ولو کان
لہا زوج فان لم تجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور وہبانیہ میں یوں ہے کہ وصیت کی ایک مرد نے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا
سوا اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کو واسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلیے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی
رہیں دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجائے زوج ہو اور وارث وصیت کرنیوالی کا سوا اگر زوج نے
وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے ہم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے بارہ سہم ہونگے تہائی
وصیت کی تکمیل کر چار سہم باقی رہے آٹھ ان چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج
وصیت کے، اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نرکھی تو اسکی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی ممیز ولو فی وجوہ
الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہیں اس صبی غیر ممیز سے جسکو نیک و بد کی تمیز نہیں اگرچہ اسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام
میں انکے نزدیک صحیح ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فتجوز استحسانا اور اسیطرح صغیر ممیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اسکی تجہیز اور دفن کے
امر میں تو وصیت استحسانا جائز ہے لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور
دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط سنت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ
فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کریں تو شرط اسکی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی المجتبی وعلیہ تحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ
یافع یعنی المراہق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہے ہم یعنی فاروق اعظم
جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان وصیۃ مات بعد الادراک
او اضافہ الی ما بعد الادراک کقولہ ان ادرکت فثلثی لفلان لم تجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہیں
اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہے تو وہ

جائز نہوگی چنانچہ قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا نہ تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ بالاتفاق ابن اسکو مالک نہیں ہے برخلاف غلام کے
چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول میں اسکو بیان کردیا ہے والاصح جواز عبد و مکاتب ان ترکہ الکتابت وفاء و قیل ان ترکہا صحیح فی صورۃ ترک الوفاء و درر
اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعض لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نزدیک وصیت صحیح ہے در صورت
ترک کرنیا ادا سے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما وعبارۃ الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولی مگر جبکہ
غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولے کا اور درر کی عبارت
یوں ہے اضافاہا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا ہم یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولے کے سبب سے جائز
نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگی ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت
عقلتہ فتکفی عندما الاشارۃ مع وجود فہم کا خرس اور وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی
یہاں تک کہ اُسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے اور معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو بگلٹی سے کذا فی الحموی
درر میں ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ
قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے نہ بستہ زبان میں وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت لموتہ
جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ کان کالخرس قالوا وعلیہ الفتوی سے دور قیحی فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا
اور بعضوں نے کہا جبکہ بستگی اُسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اُسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اُسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور
وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے علم تو اگر موصی کی موت کے بعد
موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہیگی اسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک میں داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی
ملک سے بھی خارج ہو کذا فی الاتقانی فبطل قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک
بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہو بلا قبول فہو انسب المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول
کرنیکے نہیں ہوتی مگر جبکہ اُسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنیکے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل
سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی محتمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب پھر جب موصی لہ
مرگیا تو اُسکی ملک میں وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اس بیع میں جس میں مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مرگیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر کذا او اوصی
للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسی طرح اگر بچہ پیٹ میں ہے اُسکے واسطے وصیت کی تو وہ اُسکے ملک میں داخل ہوگا بدون قبول
کے استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اُس شخص کے جسکی ولایت ہو اسپر تا کہ وہ اُسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہ بقول صریح
او فعل یقطع حق المالک عن المغصوب بان یزیل اسمہ واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے
جو مالک کے حق کو قطع کرتا ہے مغصوب سے اسطرح پر کہ اس چیز کا نام بدلدے اور اُسکا بڑا فائدہ زائل کردے چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہوچکا ہے چنانچہ کپڑے کی
وصیت کی پھر اُسکو قطع کیا اور سیا تو اب اُسکا نام قبا ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء
فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اُسکو زیادہ کردے جو موصی بہ کی

تسلیم کا مانع ہو بدون اسکے جیسے موصی بہ سوت کو کسی کے ساتھ ملا دینا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اُس گھر کے چونہ کاری کے اور اسکی
عمارت ڈھا دینے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہے تابع ہیں نہ اصل مین اور عطف علی بقول صرح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر بالواو وعلیہ فهو اصل ثالث
فی کون فعله یفید رجوعه عنها کما یفید بمعنی الدرر فقد بزیل ملکه فانه رجوع عنها وملکه ثانیا امر لاکالبیع والهبة اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے
جو موصی اسکے ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے
کہا قوله وتصرف عطف ہے بقول صرح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے کہ اسکا فعل
کے افادہ رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کرلے وکذا اذا خلطه بغیرہ بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسی طرح رجوع ہے جب وصیت کی
جس چیز کی موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون راجعا بغسل ثوب اوصی به لانه تصرف فی التبع موصی وصیت سے
راجع نہوگا اُس کپڑے کو دھونے سے جسکی اُسنے وصیت کی اسلیے کہ یہ تصرف ہے تابع میں نہ اصل میں واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا
اور یہ معلوم کر کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا الجحود کما فی الدرر والکنز والوقایة وفی المجمع بالمفتی وشرحه فی المغنی ثم نقل
عن العیون ان الفتوی علی انه رجوع وفی السراجیة وعلیه الفتوی واقره المصنف اور موصی کا رجوع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے
درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہے کہ یہی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ
انکار رجوع ہے وصیت سے اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہے
علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں عینی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور امام محمد نے اپنی کتابوں میں
لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اسوجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں
دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی وکذا لا یکون راجعا بقوله کل
وصیة اوصیت بها فحرام او ربا او اخرتها اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ ربا ہے یا اُس وصیت میں تاخیر ڈالی
میں نے بخلاف قوله ترکتها برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک
شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں وبخلاف قوله کل وصیة اوصیتها فهی باطلة او الذی اوصیت به لزید فهو لعمرو او لفلان وارثی فکل
ذلک رجوع عن الاول وتکون لوارثه بالاجازة کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کو دی
ہے یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقتها فالاولی من الوصیتین بحالها لبطلان الثانیة
اور اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے
ولو حیا وقتها فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیة بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو
پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل هبة المریض ووصیته لمن نکحها بعدهما ای بعد
الهبة والوصیة لما تقرر انه یعتبر لجواز الوصیة کون الموصی له وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیة اور مریض کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہے
اُس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلیے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث
یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت ہم وصیت تو اسوجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت

وارث ہوگی نکاح سے اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت میں لیکن مرض کے
سبب سے وہ حکما مضاف الی ما بعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہی وصایا کے موقع میں کیونکہ تبرع ہی تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف
الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا
اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہی اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے
وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر نہیں و بطل اقرارہ و وصیتہ و ہبتہ لابنہ کافرا و عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت
الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی اُسکا اقرار اور اُسکی وصیت اور اُسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان
ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزندی کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا موروث ہی
ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ انمین موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت
موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہی تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر و ہبۃ مقعد و مفلوج و اشل و مسلول من کلہ اصل
وہو فرح فی الزیادات من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل و خیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ او مہلکۃ
اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اُسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہوگئی ہو اور اُس مرض سے موت کا خوف نہو
اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنے ایک سال نہ گزرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اُسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ مقطا و لیئن
قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہی جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپڑیکا قرحہ ہی اور مقعد یعنی بیم وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو یا پانوں کی بیماری سے
اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا دھڑ حس و حرکت سے رہگیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ میں رعشہ ہو یعنے ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ اسکو
عارض ہوں اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر جو برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہی تو اُسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں
اسواسطے کہ جب سال کی چاروں فصلوں میں یہ مہلت تھا ہلاک ہونے کا نہ مرا بچ گیا تو اُسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا اور ایسا مریض کیونکہ بیمار رہا ہی کہ
علاج کے بھی لائق نرہا کذا فی الدرر و قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائجہ لنفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتوں کے واسطے
نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید میں کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ
اور قول مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ و اذا اجتمع الوصایا
قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر جمع ہوں چند قسم کی وصیتیں یعنے فرض اور واجب اور
نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اُسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہوں فرض یا نفل ہونے میں تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال
تمام وصایا کی گنجائش نرکھتا ہو حموی قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اُس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اُس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل ایسا ہی کہا
ہی فقہا نے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل و ظہار و یمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الا
زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ
فطر مقدم ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنے قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام
ابی حفص الکبیر یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی میں ظہیریہ سے امام ابو حفص کبیر سے
یوں مروی ہی کہ ابتدا کیجائے کفارۂ قتل سے پھر کفارۂ ظہار سے پھر کفارۂ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر

[illegible]

وفی البرجندی مذہب ابی حنیفۃ اخراً ان حج النفل افضل من الصدقۃ اور برجندی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے
هم اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی المحیط اوصی بحجۃ الاسلام یا حج
عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرا دے سوار کر کے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اس وطن سے
سوار ہو کر پیدل تو اسی طرح سے اسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لایجزیہ قہستانی معزیا للقنیۃ
سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سوار ایک مرد نے کہا کہ میں حج کرونگا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نہ کریگا میت کی طرف سے
چنانچہ قہستانی میں ہے قنیہ سے منقول ان لم تکف النفقۃ لذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہو کر وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جس
مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کر کے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بان یحج عنہ یحج من بلدہ راکبا
وقالا من حیث مات استحسانا ہدایۃ وعینی وملتقی وصححہ ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کا جانیوالا
راہ میں مر گیا اور اسنے وصیت کی اپنی طرف سے حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے اسکے شہر سے سوار کر کے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مر گیا وہاں سے
چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والعینی والملتقی میں کہا ہوا اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی
مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھو ہم جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی
مقدم ٹھہرا ان لم تبلغ النفقۃ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے کفایت کرے
وہیں سے سوار کر کے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہ ہو تو جہاں وہ مر گیا وہاں سے حج کروانا چاہیے
بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اسکے مال سے غلام
خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کی طرف سے اور اسکے وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف
درہم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین جمیعا اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درہم سے اور
ہزار درہم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی الجمع مریض اوصی بوصایا ثم
برئی من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے چند وصیتیں
کیں پھر وہ چنگا ہو گیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اسنے یوں نہ کہا ہو کہ میں اگر اس مرض سے مر گیا تو میں نے یہ وصیت کی کذا فی فتاوی
قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہو گیا اگر اسکا جنون
دیر تک ٹھہرا یہاں تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس فصار معتوہا حتی مات بطلت خانیۃ
اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ مر گیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیۃ اوصی بان یباع بیتہ من
فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیۃ وصیت کی کہ موصی کا گھر بیچا جاوے
فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیۃ
کما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال تعلف بہ دواب فلان جاز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے
جانوروں کے لیے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بھوسہ سے فلانے جانوروں کو چارہ دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق علی
فرس فلان کل شہر کذا جاز وبطل بموتہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے میں اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گھوڑے

کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہی ہم خانیہ مین ہی محمدؒ نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہی پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اُسکو بیچا تو وصیت باطل
ہو گی انتہی ولو اوصی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جازت ولہ سکنا ثلثہا ما دام حیا ولیس للورثۃ بیع ثلثیہا وقال ابو یوسف لہم ذلک لان القاسم للورثۃ النصف
والقرار الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہین سوا اُس گھر کے تو جائز ہی اور موصی لہ کو تہائی مین رہنا
یعنی تہائی گھر مین رہنا جائز ہی جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اُسکے گھر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہی
وارث کو اور یہ بھی جائز ہی کہ وارث وارثون سے تقسیم کرلے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصی بقطنہ لرجل وبحبۃ لاخر او اوصی بلحم شاۃ
لرجل وبجلدہا لاخر او اوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوس ویسلخ الشاۃ اور اگر روئی کی یا اسکی
وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے بنولون کی وصیت کی دوسرے شخص کیلیے اور یعنی بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکی کھال کی وصیت کی
دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اُس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہی ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونون مردون کے واسطے
جائز ہی اور دونون پر لازم ہی گیہون کا مانڈنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا اور اسی طرح دونون پر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنے تاکہ ہر ایک کا
حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ
من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیۃ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے
تو یہ جائز ہی اور وہ مال خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اسکے چراغ مین اور مانند اسکے علمانے کہا کہ یہ دلیل ہی اسکی کہ مسجد کے وقف سے
خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اسکے چراغون پر جائز ہی اور یہ جائز ہی کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلون کے واسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیۃ
وفی المجتبی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لاغیر وکذا للمسجد والقدس اور مجتبی مین ہی کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے
تو جائز ہی اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کام مین اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہی ہم یہ دوسرا قول ہی
متن کے مخالف کذا فی الحاوی وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقراے کوفہ کی وصیت کے سوا اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہی ہم اور
یہی حکم ہی فقراے حاج اور فقراے مکہ کا کذا فی العمادیۃ المکیۃ وفی الخانیۃ اوصی بعبدہ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہی کہ وصیت
کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اُس مین اذان دے تو وصیت جائز ہی اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہی اوصی بثلث مالہ لاعمال
البر لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کے واسطے کی تو اُسکا تہائی مال قید خانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی اصلاح بادشاہ پر ہی اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ
عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہی چنانچہ خانیہ مین ابوبکر بلخی سے
مروی ہی وفیہا عن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو
فضل طعام ان کثیر یضمن والا لا انتہی اور خانیہ مین ابوجعفر سے منقول ہی کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جاوے انکو جو ماتم پرسی
کے واسطے آوین تو جائز ہی تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہی اُسکو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرا یا اُسکے مکان کی مسافت دراز ہی نہ اُسکو حلال ہی جسکی مسافت بعید
نہین اور نہ زیادہ ٹھہرا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہی تو اُسکا تاوان دینا ہی اور اگر قلیل ہی تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی طعام
النائحات لیقینۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لہن فبطلت والثانی علی ما کان بغیرہن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی
ابوبکر بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت مین ہی محمول کیا ہی اُس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن تک

تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اس کھانے پر جو سوا نوحہ گر اور لوگون کے واسطے پکایا جاے ہم نوحہ گرون کے
واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر انھین لوگون پر مخصوص نہین ہے کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسائل الحفۃ شارح کے اوصی بان
یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرأ عند قبرہ شیئا معینا فہی باطلۃ سراجیہ وسنحققہ یعنی وصیت
کی کہ نماز پڑھے اسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اسکی لاش کو اٹھا لیجاوین دوسرے شہر کی طرف یا اسکا کفن دیا جاے فلانے کپڑے مین یا اسکی قبر پر
کہگل کیا جاے یا اسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اسکو کچھ معین مال دیا جاے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ
اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہین اور قرآن پڑھنا قبر پر اور
قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا
مکروہ ہے لہذا اسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف الی وجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی کے واسطے
تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاے نیک کامون مین ظاہر وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک ہین
تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہین بدون تاویل اور توجیہ کے والفتوی علی قول محمد ملتقطا ہے کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف
کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درہم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درہم میرے تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوا ہزار درہم کے
کچھ نہین ہے جبکہ ہزار درہم ثلث مال سے خارج ہوسکین تو اسکو ہزار درہم ملینگے خواہ ہزار دسوین حصے سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت
لہ بجمیع ما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اسی قول مین کہ مین نے فلانے کے واسطے وصیت
کی اس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درہم ہین پھر جو اسمین دیکھا تو دو ہزار درہم اور کچھ اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ مال
بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ ثلث مال سے خارج ہو وے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی فہی وصیۃ صحیحۃ ولو قال ان
مت لا یبرأ للمخاطرۃ اسنے قرضداروں سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے اس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ
بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو یون بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ
مراد اسپر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہین لیکن اسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیمارون کی وصیت مین
یعنے جو مال بیمارون کے واسطے وصیت مین معین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہوگا اسلیے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم
دون بلادنا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا ہو ان مین ملک خوارزم کے متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد مین گفتگو کرتا ہو
طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگون کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکون کے متکلم شبہات
فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے انکا مسئلہ الہی سے کچھ لفظی بحث نہین ولو اوصی للعقلاء
یصرف للعلماء الزاہدین لانہم ہم العقلاء فی الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندون کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ
فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقۃ مین تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیاے ناپایدار کا انجام غور کرکے اسکو
چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا در المختار کے نسخون مین بجاے لفظ قنیہ کے فتیہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اسلیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منح الغفار مین ہے
اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلیے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الوصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج
جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اسکے وارثون کے قبضے مین بجاے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنے اگر مال مذکور تلف ہو جائیگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل میں اذا اوصی بثلث ماله لزید و لآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة فالثلث بينهما نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے
واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور
صاحبین کے ہم ہو اسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہوسکتی اور استحقاق کے
سبب میں دونوں برابر ہیں اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وان اوصی بثلث ماله لزید و لآخر بسدس
ماله فالثلث بينهما اثلاثا اتفاقا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں
میں تین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدهما بجميع ماله و لآخر بثلث
ماله ولم تجز الورثة ذلك فالثلث بينهما نصفان اسے الوصية باكثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلة فيجعل كانه اوصى لكل بالثلث فينصف اور اگر وصیت
کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو اسکے مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف
ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بسبب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی
وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا وقالا اربا عا ان الباطل ما زاد على الثلث فاضرب الكل في الثلث فيحصل اربعة يجعل
ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوینگے اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہو تو کل کو ضرب دے کہ ثلث میں چار حاصل
ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دیے جاوینگے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنے اسمیں دقت ہے مطلب ظاہر نہیں در کی عبارت یوں ہے
کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے
کہ وصیت زائد ثلث پر بایں معنی باطل ہے کہ موصی لہ اسکا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی لہ اسکے سبب ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اسی زائد کے
اسلیے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا
ولا يضرب الموصى له باكثر من الثلث عند ابی حنیفة المراد بالضرب المصطلح بين الحساب فعنده سهام الوصية اثنان فاضرب نصف كل في الثلث يكون سدسا
فالكل سدس المال وعندهما اربعة كما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے
مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہیں تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے
مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہیں چنانچہ ہمنے انکو آگے بیان کردیا ہم شارح کو یوں کہنا اولی تھا فاضرب نصفهما او فاضرب نصیب
کل فرع بمصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی الا فی ثلث
مسائل وهي المحاباة والسعاية والدراهم المرسلة اي المطلقة عن التقييد بثلث او نصف او نحوهما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں
ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہیں ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنے مطلق دراہم یعنی ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید
مذکور نہیں ہم محابات لغت عرب میں بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صور ذلک
ان یوصی لرجل بالف درهم مثلا ومحاباة في بيع بالف درهم او يوصي بعتق عبد قيمته الف درهم وهي ثلثا ماله و لآخر بثلث ماله ولم تجز فالثلث بينهما اثلاثا
اجماعا اور اسکے منجملہ مثلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درہم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت
کی اس غلام کے آزادی کی جسکی قیمت ہزار درہم ہے اور حالانکہ ہزار درہم اسکے تمام مال کی دو تہائیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تینوں مثالوں میں اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہا و بالاتفاق ہوگی یعنے دو سہم ہزار درم کے موصی لہ کو
اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درم ہی اور دوسرے کی
۶۰ درم سو اُسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچا ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچ ہوا اور موصی کا سوا ان دو غلامون کے کچھ اور مال
نہین ہی تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہا و ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ
۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اُسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اُسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے
بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور سعایت کی صورت یہ ہی کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہی جو محابات مین مذکور ہو چکی اور
اُسکا کچھ مال غلامون کے سوا نہین تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا و ہونگے ایک سہم اول کا اور
دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انہین مقسوم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہی اور وہ سعایت در کوشش کرے ۲۰ درم مین اور ثانی غلام کا
ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہی اور سعایت کریگا ۴۰ درم مین تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہو ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہی کہ زید کے
واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درم ہی اور وارثون نے اس وصیت کو جائز رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی
وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحطاوی والمنح او بمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنے فرزند کے
حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہی خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا ولہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی وصیت کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہین
اگر اسکا بیٹا موجود ہو ہم سو اسیلے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہی پھر جب اسکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح
برخلاف مسئلہ سابقہ کے ہم اسیلے کہ مثل شیٔ مغایر شیٔ ہی وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی
اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرہ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہی اور یہ ہو گیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی
اگر وہ ہوتا انتہی مافی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی او مجتبی مین ہی اور اگر وصیت کی نصیب فرزند اگر
وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہی انتہی مافی المجتبی اھ لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہی ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ
او مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہی ہم مجتبی مین نصف مال مذکور ہی اور سراج مین ثلث مسطور ہی کذا فی الطحطاوی ولہ فی صورۃ
الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت مین تہائی ہی اگر موصی نے دو فرزندون کے ساتھ وصیت کی ہم یعنی دو فرزندون کے ساتھ
موصی لہ کے لیے مثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ولہ النصف مع ابن واحد ان اجاز او موصی لہ کے واسطے
ایک فرزند کے ساتھ نصف ہی اگر فرزند جائز رکھے وسلہم البنات اور بیٹیون کے مانند بیٹیون کا حکم ہی ہم یعنے اگر مثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہی تو موصی لہ
کو نصف ہی اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہی کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثہ یزاد مثلہ علی سہام الورثہ مجتبی اور قاعدہ یہ ہی کہ جب وصیت کرے
کسی وارث کے حصہ کے برابر بیٹی کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کیا چاہیے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ
فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جزء یا ایک
سہم کی تو اسکا بیان وارثون کی طرف ہی تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی کو وہ جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء و سہم کے بیان
متاخرین کا عرف ہی اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہی ہم وارثون کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء و سہم کا مدلول مجہول ہی قلیل و کثیر کو شامل ہی اور وصیت جہالت سے ممنوع
نہین اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہی کہ سہم عبارت ہی سدس سے اگلے قول مین بنا بر عرف بعض اشخاص کے منح نعمانیہ مین ہی کہ

افاد نصیبہ او نقص او بعض او جزء او شی کا سہم اور جزء کے مانند ہے کذا فی الملتقی وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلث مالی لہ واجازوا فلہ ثلث ای
حصۃ الثلث فقط وان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث تقدم او تاخر افادہ القہستانی وبہذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر بولا
کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اُسکے واسطے ہے اور اُسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے
تہائی مال ہے یعنی اُسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ موخر افادہ القہستانی کے
سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہو گیا ہم صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو
کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب ہے کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو سو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ
سدس ثلث مین داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا اسی معتبر ہوا اور دوسری
وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ اضعف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی یکرر لہ السدس لان المعرفۃ
اذا اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا افادہ مکرر کہا تو موصی لہ کے واسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ تو کلام نفی وصی نے یون کہا کہ میرا سدس
مال اُسکے واسطے ہے پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اُسکا ہے خواہ اُسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اُسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین
ہوتا ہے اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف وثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ فکالدراہم او عبیدہ
ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اُسکی بھیڑ بکریون یا اُسکے مختلف کپڑون کی یا اُسکے غلامون کے
ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہو جاوین تو موصی لہ کے واسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون مین یعنی درمون مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے
کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درہمون کے مانند ہین ہم یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کے واسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان
تلف ہو گئین تو موصی لہ کے واسطے تمام ما بقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی تین درم موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع
مالہ ای حلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع ما بقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی حلبی وثلث الباقی فی الاخیرین ای الثیاب
والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی
تہائی سے نکلے ہم یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہین اور انمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی
ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے بر خلاف درہم اور غنم کے کہ انمین جمیع ما بقی موصی لہ کا حق ہے والاول کل متحد الجنس کمکیل او موزون وثیاب
متحدۃ وضابطہ ما یقسم جبرا والثانی کل مختلف الجنس وضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس جیسا کیلی اور وزنی
اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اُسکا یہ ہے کہ اُس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اُسکا
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے
نہ چاہتے ہون تو قاضی انکی تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو انمین تقسیم جبری نہوگی وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان
خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اُسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہے
تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اُسکو وہی دیا جاوے ہم یعنی اگر اُسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیے جاوین
والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شی من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے
تو تہائی نقد کی اُسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اُسکی تہائی سے اسکو ملتی جاوے یہان تک کہ اُسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں مثلاً النقد متروکہ ۳۰۰ درم ہے تو ایکسو درم موصی لہ کو دینا اور جسقدر دین وصول ہوتا جاوے اسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک
و بثلثہ لزید و عمرو وہو ای عمرو میت لزید کلہ لان کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید وجدار
اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کے واسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم چیز
مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا اخرج المزاحم
من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ ولا یسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اسوقت ہے جبکہ
مزاحمت کرنے والا نکلجاوے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے بعد صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا بسبب
شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان مات وہو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لہ نصف لان
نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مروں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد
بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے
تو اس صورت میں زید پوری تہائی نپاویگا وکذا لو مات احدہما قبل الموصی وفروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا
اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں ہم ازانجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گہر میں ہو اور حالانکہ عبد اللہ گہر میں نہیں تو
زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی النہر واصلہ المعول علیہ انتہی دخل فی الوصیۃ ثم
خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے
کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جبکہ وصیت
میں داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا
للکافی حیث قال او ولد لبکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الی آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام باتباع
کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ ہم صاحب درر کا
تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور کسی محتاج فرزندوں کے واسطے اور شرط فوت ہو گئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتوں میں
اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اسکی مانند فتاوے
عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی السعدیۃ لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب
وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گزشتہ میں یعنی جبکہ مزاحم خارج ہو جائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار میں
نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اسمیں دو روایتیں ہیں فلو قال بین زید وعمرو وہو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی
لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث
پاویگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا
تو بھی زید کو نصف ہی پاویگا وبثلثہ وہو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لما مر ان الوصیۃ
ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اسکا ثلث
مال ہے یعنی اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اسواسطے کہ

ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد موت سے ہم طولانی سے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید ذکر نہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا لم یکن الموصی عینہا او
نوعہا معینا ثلث مال مذکور اس وقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین ہو اما اذا اوصی بعین او نوع من مالہ کثلث غنمہ فہلکت قبل موتہ
بطلت لتعلقہا بالعین فتبطل بفواتہا و لو استحقت [illegible] لیکن جبکہ وصیت عین کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر
وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی جب تلف ہو نے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہو گی اسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اسنے
سوا اسکے اس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادہا ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالنوع کتعلقہا
بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مر جاوے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلیے کہ تعلق وصیت کا نوع سے
ویسا ہی ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر کہا زید کے واسطے
گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاوے گی بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ حیث لا
شاۃ لہ فانہا باطل بر خلاف اس قول کے کہ اسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی
نہیں تو وصیت باطل ہے والوجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو مال کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ ماہیت گوسفند کی وصیت مراد نہ تھی بلکہ
مالیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو
غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفہا الی مالہ ولا غنم لہ قیل تصح اور اسی طرح اگر گوسفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نہ کیا اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں تو وصیت
باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہما تبیین اور اسی طرح گوسفند کے مانند حکم ہے ہر قسم
میں اقسام مال سے چنانچہ گائے بیل اور کپڑا اور مانند انکے کذا فی التبیین وبثلثہ لامہات اولادہ وہن ثلث وللفقراء والمساکین لہن ای امہات الاولاد
ثلثۃ اسہم من خمسۃ وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان قلنا ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اور اگر وصیت
کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہیں تو انکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں سے
اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقراء اور مساکین کا لفظ
جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب کہتے ہیں امام کی طرف سے کہ فقراء اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر
میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وبثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ ولہم نصفہ وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے
واسطے تو زید کے لیے نصف ہے ثلث کا اور مساکین کے واسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے واسطے اسلیے کہ اقل
جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثہ لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف واخماسا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی
اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک
کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد وقال محمد لا الا الی اثنین بناء علی ما مر فلا یجوز صرف ما للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف
فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعۃ وقال ثلث مالی لہذہ المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وصی کو جائز ہے
اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین
کے واسطے ہے اسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا
سو اگر اسنے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ہے و

ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف و علیہ الفتوی خلاصۃ شرنبلالیۃ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیرون کے واسطے سو وصی نے اُنکے سوا اور فقیرون کو دیا
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخلاصۃ و الشرنبلالیۃ بمائۃ لرجل و بمائۃ لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی
نصیبہما فامکنت المساواۃ فلکل ثلث المائتین اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے
کہا میں نے تجکو شریک کر دیا اُن دونون مردون کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر ایک کی تہائی ہی اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہی تو ممکن ہوگی تینون کی
برابری تو ہر مرد کو سکوٹ کی دو تہائیان ملینگی ولو باربعمائۃ مثلا لاحدہما و بمائتین لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ نصف ما لکل منہما لتفاوت نصیبہما فوفی
بالمساواۃ اور اگر مثلا ۴۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجکو
دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب تفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا
جب دونون کا حصہ متفاوت ہو تو تینون شخص ان کی برابری ممکن نہین تو شرکت کو محمول کیا ثلث کی مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان
صحیح ہووے و ثلث مالہ لرجل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر
دوسرے سے کہا کہ میں نے تجکو شریک کیا اُسکے ساتھ یا تجکو داخل کر دیا اُسکے ساتھ تو تہائی مال دونون میں آدھا آدھا ہی بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہی مساوات
کی اور یہان مساوات ممکن ہی وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث تحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے
شخص کا مجھپر دین ہی تو اُسکی تم تصدیق کیجیو تو اُسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے اور وجہ استحسان یہ ہی کہ اصل حق دین ہی اور مقدار
اسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہی اور قیاس یہ ہی کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ کل من
ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع بر خلاف اس قول کے جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوے کرے تو اُسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہی
ہم مین تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہی الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث و یصیر وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر
وصی اُسکا دینا مناسب و مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہی اور یہ قول وصیت ہو جاویگا ہم وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہی کہ اُسنے وصی کو تفویض کیا
کذا فی الطحاوی و لو قال کل من ادعی قبلی من مال فہو صادق فان سبق منہ دعوے فی شی معلوم فہولہ و الا لا مجتبی اور اگر یون کہا کہ فلانا شخص جو دعوے کرے
مال سے تو وہ سچا ہی تو اگر اس شخص سے کوئی دعوے شی معین میں سابق ہو چکا ہو تو وہ شی مدعی کی ہی اور اگر تقدیم دعوے نہین تو وہ چیز اُسکی نہین
کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا و الثلثان للورثۃ
پھر اگر موصی نے چند وصیتین کین اُسکے ساتھ یعنے اس قول کے ساتھ جو اُسنے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہی تو اُسکی تصدیق کیجیو تو تہائی
مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کے واسطے اور دو تہائیان جدا ہونگی وارثون کے واسطے ہم یعنے ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا
مجھپر دین ہی تو اگر وہ دعوے کرے تو اُسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اُسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتین کین تو اُسکے مال سے تہائی اہل وصایا
کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہی تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی
تقسیم ہوئی مجہول پر و قیل لکل من اصحاب الوصایا و الورثۃ صدقوہ فیما شئتم و الباقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا
اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہی ہم پھر جبکہ ہر فریق نے
اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکہ مین دین ہی دونون حصون مین تو ہر فریق کا اقرار اُسکے حصہ مین نافذ ہوگا کذا فی المستخلص و الدین و ان کان مقدما
علی الحقین الا انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہی وصیت اور میراث کے دونون حقون پر مگر وہ مجہول ہی معلوم نہین ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہی کہ دین تو

وصیت اور میراث پر مقدم ہی پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوئین بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہی کہ عدم
تقدیم دین یہان اُسکے عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تنفیذ یا ذکر اور دین مذکور کے مقرر و معین ہو جانیکا طریقہ وہ ہی جو مذکور ہو گیا یعنی
تصدیق فریقین کی فیوخذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والموصی لہم بثلث ما اقروا بہ والباقی لہم جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا وہ اُنکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے
اقرار کیا وہ اُنکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا یعنی دین ادا کرنے کے وہ اُنکا ہو یعنی جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہو اور جو کہ
تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہو ویحلف کل علی العلم اذا ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کہائے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوے کرے یعنی
ہر فریق یون قسم کہائے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین حلف لبقی لو کانت الوصایا دون الثلث بل بعزل الثلث کلہ لم لقد والوصایا لم اورہ
باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہوتو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے یہ لیے اسکی تصریح
کتب فقہ مین نہین دیکھی وینبغی ایضا بل یلزمہم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث براجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہی کہ آیا انکو لازم ہی یہ کہ مقرلہ
کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین اسکے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہی زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض
بدون جواب کے ذکر کیا ہی اور بعضون نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحاوی مختصراً ولاجنبی وورثۃ او قاتلہ لہ
نصف الوصیۃ وبطل وصیۃ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولہذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اُس قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہی وارث کی اجازت
سے ہم بخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا سب زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم
بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ وللاجنبی حیث لایصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لغا بعضہ
لغا باقیہ ضرورۃ بر خلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بھی اسلیے کہ یہ
اقرار ہی عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پھر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہی کہ وصیت انشاء
تصرف ہی یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہی اور اقرار اخبار ہی موجود سابق سے اور حالانکہ کسنے خبر دی ہی وصف شرکت زمانہ ماضی مین تو اب
اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہو سکتا کیونکہ اُسکی خبر کے مخالف ہی اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہی اسواسطے کہ وارث اسمین
شریک ہوا جاتا ہی کذا فی الطحاوی عن الزیلعی مختصراً قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد و
عندہما بطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا یہ یعنی عدم صحت اقرار اسوقت ہی جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے
پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے
حصے مین باطل ہی اسوجہ جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید و وسط وردی لثلثۃ انفس لکل
منہم بثوب فضاع منہا ثوب ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم بلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیۃ
لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر ان
تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہی ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل
ہوگی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسا ان دو مردون مین سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہی یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے واسطے مین نے

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جاتی ہے جہالت کے سبب سے یعنے معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یبینوا او یسلموا بالتی بینها فتعود صحیحۃ
لزوال المانع وهو الجحود مگر یہ کہ موصی کے وارث مسامحہ نکریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنے وارثوں کا
انکار مانع تھا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا فتقسم للذی الجید ثلثاه وللذی الردی ثلثاه وللذی الوسط ثلث کل واحد منهما لان التسویۃ بقدر
الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں
میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی اسواسطے کہ برابر کرنا ہی بقدر امکان کے واجب ہے اور الوصیۃ ببیت معین من دار مشترکۃ وقسم ووقع
فی حظہ فهو للموصی لہ والا فمثلہ فی حظہ فلہ مثل ذرعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ لکان اولی اور اگر گھر کے
دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے
اور اگر موصی کے حصے میں واقع نہوئی تو موصی لہ کے واسطے کوٹھری کے برابر گزوں سے زمین ملجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ میں وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یوں
کہتا قسمت کیجاوے پھر اگر کوٹھری اسکے حصے میں واقع ہو الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلها ای مثل الوصیۃ فی الحکم اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنے اگر دو شریکوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ
کوٹھری مقر کے حصہ میں واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصے میں نہ پڑی تو اسکے برابر زمین اسے ملجاویگی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکساں حکم ہے
وبالف عین ای معینۃ بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درہم معینہ کی وصیت کی
دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور ہزار درہم موصی لہ کو تسلیم کئے تو درست ہے
ولہ المنع بعد الاجازۃ لانہا اجازۃ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ شرح تکملۃ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درہم کا دینا
جائز ہے اسواسطے کہ اسکو اجازت دینا ابتدائی احسان کرنا ہے پھر جب تک اسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھیر لینا جائز نہیں
کذا فی شرح تکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتل او لوارثہ فاجازها الورثۃ حیث لا یکون لهم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون
علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اسکے جب کہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے
قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اسواسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ انپر زبردستی ہوگی
تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنے جسکے لیے اجازت واقع ہوئی ہے مال کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیوں کے نزدیک
اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج سے صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہوا ہے تمام کتنا
وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر لو اقر احد الابنین بعد القسمۃ
بوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا فی نصفہ استحسانا لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وهی بیدہما فیکون مقرا بثلث ما بیدہ وثلث ما بید اخیہ
اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصے کی تہائی
میں صحیح ہوگا نہ اسکے نصف حصے میں اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے
پاس ہے تو وہ مقر ٹھیرا اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنی اسکا اقرار اسکے حق میں مقبول ہے نہ اسکے بھائی کے حق میں بخلاف ما
لو اقر احدهما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اسکو
تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر ہم تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا استیفاء دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملیگا

اور وصیت کا اقرار ایسا نہین ہے پہلے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پاویگا جبتک وارث کو وہ نہ ملے کذا فی المنح و بانۃ فولدت
بعد موت الموصی ولد او کلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور
اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کے ہین والا یخرجا اخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء
اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون
برابر لیگا ہر صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اُسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم
کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک
ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہ ہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا
تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون میں وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نہ رہی اور یہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ہذا اذا ولدت
قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدہما فہو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ
اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اُسکی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے
اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے اسواسطے
کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے مین ہم چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق
ہوگیا لہذا اسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اسکا صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے یعتبر حال العقد فی تصرف منجز
ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کرے ہم اور تصرف
مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت
مین ہو تو اُسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اُسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ
معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے
نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اُس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اُسمین تبرع کا معنی ہے تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے
اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ہم اقرار سے احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح
احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اُسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی الموت وہو ما اوجب حکمہ
بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث
مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ
یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا
ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہے ہم اسلیے کہ وارث اور غیرہم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اُسکے مرض الموت مین اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہوگیا
کہ اُسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز حد التطاول بسنۃ وفی المرض

المقعد المبیع لصلوٰۃ قاعدًا اور جا بندا اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالدے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام
شرعیہ میں کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ ایک سال ہو اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو محتاج کر دے نماز کو بیٹھکر مرض معتبر یعنی جس
مرض میں نفوذ تصرفات انشاء کا ثلث مال سے معتبر ہو کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ المریض کا اعتاق
اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف اور ضامن ہونا اس میں ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں
اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ
کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زیادہ خریدنا یا قیمت
مثل سے ناقص بیچ میں اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ
ویمیز جیسا کہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ پہلے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون میں محیط کا وقف
باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تمیز یعنی فرق کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور ابطال وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی قدر حصص میں یعنی
محقق اور محاباتی اور موہوب لہ اور متہم اور مضمون لہ قدر حصص کے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال کے واسطے کافی ہو گیا فہو المراد ورنہ حصہ رسد
لینگے اور قیمت میں ہر ایک حصہ رسد کا مزاحمت کا مطالبہ ہی صحیح کہا ہے کذا فی الطحطاوی ولم یسع العبد ان اجیز عتقہ لان السعی لحقہم فیبطل بالاجازۃ
اور غلام سعی نہ کریگا اپنے استخلاص میں اگر اسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اسواسطے کہ سعی حق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ
ساقط ہو جاویگا انکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور
اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی میں دونوں تصرف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ محابات مقدم ہے اعتاق پر مثلاً اسکی یہ ہے کہ
۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو کہ جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوا ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی
سو درم محابات میں صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پھر محابات کی
تو دونوں برابر ہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم
کی تقسیم دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محابات دو سو سے غلام کو ۱۵۰ درم میں
خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم ہے و وصیۃ بان یعتق عنہ بہذہ المأۃ
عبد لا تنفذ الوصیۃ بما بقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہے کہ اسکی طرف سے غلام آزاد
کیا جاوے ان سو درموں سے خرید کر کے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درموں سے اگر ایک درم بھی سو درموں سے تلف ہو وے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ
متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج بخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درموں سے میری طرف سے حج
کیا جاوے پھر ان درموں سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں
وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں وتبطل الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع
بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کے آزادی کی یعنی یوں وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت
باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی تو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا
موت کے بعد موصی کے دین میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ لا تبطل

وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثون نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا انکے التزام
کے سبب یعنی انہون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر ثم ترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق
ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث مع یمینہ
لانہ منکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا اسوا اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص
نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہی پھر بکر نے دعوے کیا اسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اسکی آزادی کا دعوے کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث
مال کی وصیت پر مقدم ہی کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی اسواسطے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہی اور قول معتبر ہوتا ہی منکر کا قسم
کے ساتھ ولا شئ لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابہ لبکر لانہ المذکور اولا فانہ الامر ان القوم مثلوا بزید فغیرہ المصنف ولا نسیہ
تنبیہا واللہ اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح متن اور شرح کے نسخون مین لاشئ لزید مرقوم ہی مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک ہی ولاشئ
لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ قوم یعنی فقہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل
دی ہے سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغییر کو بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل شئ من ثلثہ عن قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے
کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا مثلا ثلث مال سو درم ہی اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے او تقوم حجۃ علی
دعواہ فان الموصی لہ خصم لانہ یثبت حقہ وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق صحت مین تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہی کیونکہ
وہ اپنے حق کا ثبت کرتا ہے اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہی ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث
یسعی فی قیمتہ ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شئ اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوے کیا صحت مین اور
حالانکہ میت کا کچھ مال نہین ہے سوا اس غلام کے سو وارث نے دونون مدعیون کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے مین اور وہ قیمت
صاحب دین کو دیجاوے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہوجاویگا اور کچھ کوشش قیمت مین نکریگا صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوئے وارث کی
تصدیق سے ایک کلام مین تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہ ہی کہ دین کا اقرار قوی تر ہی عتق سے ولہذا معتبر ہی
احوال کل مال سے معتبر ہی اور اقوی مدفوع نہیں ادنے سے اور اسکا مقتضی یہ ہی کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں
تو اسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر مختصرا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعاہا رجل دینا وآخر ودیعۃ
وصدقہما الابن قالا الالف بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے
سو ان درمون کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوے کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونون کی
تصدیق کی تو ہزار درم دونون مدعیون مین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہی دین سے ہم اس مسئلہ
مین ودیعت مین خلاف ہی برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہی کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عنہ
الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیۃ مین کہتا ہون اور ہدایہ مین اسکے بالعکس کہا ہی سو یون کہا ہی کہ امام کے
نزدیک ودیعت قوی تر ہی اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہین اور اصح تر وہ قول ہی جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہی اور اسکا پورا بیان
شرنبلالیہ مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ مین یون ہی کہ صاحب ہدایہ پیشتر گئے ہین خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہی وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار
الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ او پڑوسی وہی ہی جو اسکے گہر مین ملاصق او متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور
محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنی اسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑہتے ہون اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہی اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گہر تک ہر
ہر طرف سے ہم محمد نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گہر کے ملاصقین کے واسطے ہی خواہ انکے دروازے قریب ہون
یا بعید ہون کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کابیہا واعمامہا واخوالہا واخوانہا وغیرہم ... وہی ہین سکو صہر او
... مین جہتی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو مرد کی جورو کے محرم قرابتدار ہین جیسے عورت کے باپ دادے اور اسکے
چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنین اور انکے سوا سے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو
فلو من بائن لا یستحقہا وان ورثت سو اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہو گا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہو گی
قال الحلبی الی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا فقط ابن وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ
حلبی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف مین تہی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہی یعنی خسر اور
خوشدامن کذا فی المنح وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکہا ہی مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ
مین اسکو ثابت رکہا ہی ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ
ہذہ الفائدۃ پہر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا ہی اور ٹہیک یہ ہی کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکہنا چاہیے ہم عینی نے سنن ابوداؤد وغیرہ
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین انہون نے انکو مکاتب کیا ادائے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین حضرت نے انسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے صحابہ کے حصہ مین آئے تہے انہون نے انکو
آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہین اور وہ سب خاندان وارثے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی
کذا فی المنح قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہی جیسے اسکی
بیٹیون اور پہوپہیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسی طرح کل ذی رحم واقع ہی اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہی وکذا کل ذی رحم
من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ
والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہی بنات اور عمات کے شوہرون کے ہر قرابتدار سے بعضون نے کہا یہ تعریف صہر اور
ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہی اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہی اور ختن فقط محرم کا شوہر ہی کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے
اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور ہمارے ملک مین یون لائق ہی کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہی
یہ اشارہ اسطرف ہی کہ دیار روم کا رواج اور عرف معتبر ہی اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا
کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح ملتقی قال ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ
فی المطولات اور اہل عبارت ہی اسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہی سوا اسکی لونڈی اور غلام کے وہ اسکے اہل ہین

ہمسر نہیں اور اسپر وہ مال نہیں جو سادات پر وقف ہو (الا بنص واقف) اور یہ حدیث ہے کہ (کل نسب لابن انثی فہو لابیہ الا ما کان من فاطمۃ فانی ولی) تو ابن
اگرچہ عورت کا نسب مشتبہ ہوا تو یہ خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اسکی انتہی کذا فی الطحطاوی (وان اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ
لذا النسخ قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ) اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے
یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت ہے قریب تر کے واسطے پھر اسکے بعد جو اوسکے
قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی قرابتہ بصیغہ جمع
ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا
ترجمہ کیا (ولا یدخل الوالدان قیل ومن قال للوالد قریبا فہو عاق والولد) ولو ممنوعین بکفر او رق کما یفیدہ عموم قولہ (والوارث) اور اقارب
کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا غلامی کے
چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہے ہم وجہ نافرمانی کی یہ ہے کہ اہل لغت کے عرف میں
قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی (واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر
الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار) اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو
پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں ہم فتاوے عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے (ویکون للاثنین فصاعدا لان اقل الجمع
فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث) اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی اسلئے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع
دو ہیں ہم امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کا اعتبار کیا ہے اول یہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب
فالاقرب معتبر ہو اور ابعد محجوب ہو اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمیں برابر ہیں کذا فی عالمگیریہ (فلو کان
للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا ارباعا) تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اسکی دونوں چچاؤں کے
واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا
اشارہ کیا کہ مساوی و سائر کے وقت جب اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی (ولو عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف
وقالا اثلاثا) اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے
کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر (ولو عم واحد لا غیر فلہ نصفہا ویرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ) اور اگر موصی کا
ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اسکے وارثوں کو دیا جائیگا کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہیں (ولو عم وعمۃ استویا
لاستواء قرابتہما) اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قرابت یکساں برابر ہے (ولو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما) اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف
وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ انکے نزدیک اقارب میں ددھیال اور ننہیال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحطاوی (ولو لولد فلان فہی للذکر والانثی
سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل) اور اگر وصیت کی فلاں شخص کے لڑکے کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا
اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے (ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب) اور داخل نہوگا پوتا
فرزند صلبی کے ساتھ (فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فہی للبنات عملا بالحقیقۃ) اور اگر فلاں شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت

بیٹیون کے واسطے ہو حقیقت مین عمل کرنے کی راہ سے پوتون کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے اور بیٹیون کو بیٹا بحقیقت کہے ہے اور یہان لا تُمکر حقیقت
بعدم ہو مجاز پر فلو تعذرت صرف الی المجاز تحرزاً عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار و بیہودہ نہ ٹھہرے
ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اسکی اولاد صلبی نہین ہے تو اب وصیت مین پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریہ ولا یدخل
اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیارا و بیٹیون کی اولاد داخل نہوگی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثۃ فلان للذکر
مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثون کے واسطے تو مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ
موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتہا ای صحۃ الوصیۃ ہنا ای فی الوصیۃ لورثۃ فلان وما فی
معناہا کعقب فلان موت الموصی لورثتہ او لعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہان یعنے فلانے
کے وارثون کی وصیت مین اور جو اسکے معنی مین ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت مین صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکے
وارثون اور پس ماندون کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہین آتا اگر
اسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم وبینہ علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثون
کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثون کو حصہ ملیگا تو انکے مابین
مرد کو دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ
او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثون اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکے وارثون و عقب کے واسطے
وصیت باطل ہو گئی ثم ان کان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم
لا یثبت لہم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ مین نے وصیت کی
فلانے شخص کے لیے اور اسکے وارثون اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اسکے وارثون اور عقب کے واسطے اسلیے کہ
وارثون کا اسم شامل نہین انکو مگر بعد مر جانے اس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج مین ہے وعقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان مات
فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج مین ہے اور عقب آدمی کا اسکا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت
پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنے انمین بھی مرد و عورت برابر ہین اور عورتون کی اولاد عقب مین داخل نہین اسواسطے کہ وہ
اپنے باپون کی عقب ہین نہ اسکے یعنے نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو فولد ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونون کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ وعمیا نہم
وزمنا ئہم وارا ملہم الارمل الذی لا یقدر علی شئی رجلا کان او امرأۃ ویونث قولہ دخل فی الوصیۃ فقیرہم وغنیہم ذکرہم وانثاہم اور اگر وصیت
کی فلانے شخص کے یتیم فرزندون مین اور انکے اندھون اور لنگڑون اور انکے مساکین مین تو وصیت مین داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی
اور انکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جسکا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہو چکنے بعد یتیمی
نہین ارمل جمع ہے ارامل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اسمین
عورت اور مرد یکسان ہین وقسم بسویۃ ان احصوا بغیر کتاب او حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے
متعین اور منحصر ہون بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت مین یعنے جبکہ منحصر ہون تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا انکو واسطے عدم جہالت اور انحصار کے فقط

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصا بدون لکھنے اور حساب کرنے کے ہوسکے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی راے پر
مفوض ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضیخان والافقر اسم لمطلق الوصی من شار اسم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ فیراد بہ القربۃ اور اگر یتیم وغیرہ
غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال اُنکے محتاجوں کو دیا جاسے وصی کو اختیار ہے اُنمین سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت مین تو اُس سے قرابت مراد ہوگی ہم درینہ ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم اور نابینا
اور لنگ کے اسما احتیاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی المحیط اوصی لبنی فلان یختص بذکورہم والذا فہنیا داور اگر وصیت کی
بنی فلان مین یعنی فلان کے فرزندون مین تو یہ انکے مردون کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد والد ہون الا اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ
فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتون کو
بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین عورتین بھی داخل ہین ہم جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اُسکی دو صورتین
ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا جیسا کہ تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہین معلوم کرنا چاہئے
کہ فقہا نے کی اسامی مین پہلا اشعب ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور
ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصراً ولہذا یدخل فیہ الحلفاء وموالی العتاقۃ وموالی الموالاۃ وان لم یکن یحصون فالوصیۃ باطلۃ اور
اسی واسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اُسمین موالی عتاقت اور موالی موالات اور اُس جماعت کے ہم سوگند لوگ بھی بنی فلان مین داخل
ہو جاتے ہین یعنی جبکہ وہ لوگ معین اور منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالیتامی صحت وان لم یحصوا
فالمراد فقراءہم تقربا الی اللہ تعالی وہو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت وتجعل تملیکا والا لا تمامہ فی اختیار اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ
یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر دیتا ہے حاجت سے جیسا کہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون بنابر اسکے کہ یعنی
اس حالت مین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہین کرتا
تو اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہے اور یہ وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور اسکا پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہے
اوصی من لہ معتقون ومعتقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما یعنی جسکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ
دونون موجود ہین اُسنے وصیت کی اپنے مولیٰ کے واسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مولی لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہین ہے ہم حنفیہ کے
نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے کہ ہم مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونون کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا
اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ موالی سے آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری
ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ
کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہین ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جبکہ نفی کی تحت مین واقع ہو اور صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اسی دلیل سے
کہ نفی مشترک مین تنافی نہین اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ قول آیندہ مین معلوم ہوگا وجوابہ ان الفقہاء قالوا لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لانہ
ہو فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضہم وہو غیر مختلف عنایۃ واقرہ المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہین
مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا

عام ہے موالات اعلی یعنے آزاد کنندہ اور موالات اسفل یعنے آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونیکی نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ قسم
کہا نیچے موالات شخص کا بعض باعتق ہے اور بعض ہمیشہ ملت ہے یا بین الاعلی والاسفل کذا فی المنح یہ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں قسم شمس الا
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم یہ نفس ہے نہ نفی الا اذا اطینہ ای الاعلی والاسفل قبل موتہ تعینہ یعنے زوال
المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کر دے موالات اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہو جاویگی زوال مانع
سبب سے یعنے مانع صحت وہ علم تعیین بھی سو زائل ہو گئی اسکا بیان ہے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے
وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولا یدخل فیہ مدبرہ وامہات اولادہ عن ابی یوسف یدخلون اور موالی میں داخل نہیں
موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ وہ بھی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد
ہوتے ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں
میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنے بدون علم
دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہاں تک کہ بعضے فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد کیا ہو
یعنے بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہ ہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ دانی میں اعلی مرتبہ کو پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنے جو مسائل
جانتا ہو سے بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق
کیا جاتا ہے الا ماشاء اللہ تو علما ہمارے زمان میں متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ
وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جائے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے جیسا کہ فتاوی قاضیخاں وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے
ذکر کر چکے ہیں لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ التطیین للقبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ الا انہا حینئذ وصیۃ
بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا
کراہت کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اس وقت یہ وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا
تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرأ عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور او بعدم
جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جواز ہما فینبغی جواز ہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہے
کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قراءۃ کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز
نہیں لیکن بنا بہ قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہے مطلقا یعنے خواہ عدم جواز کی علت
قراءۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف
لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ الا یستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف وبالمباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف
یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال وکذا فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے
کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان میں قراءۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا
اس مال کا جو اسکے واسطے مشروط ہوا ہے اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط وقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اسکے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے

شامل ہوگا اگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہے تو موجود اور معدوم دونون اسمین داخل ہین
بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی
تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر باغ مین پھل موجود نہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے
مانند ہے ثمرۂ معدومہ کے شمول مین جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے یعنے اگر وصیت کے وقت پھل باغ مین نہین ہین اور اُسنے پھلون کی وصیت کی ایک
شخص کے واسطے تو اُسکی مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اُسکو ملیگا وفی النہایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان
علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ صار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور نہایہ مین ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جسچیز مین باغ کا
قیام اور درستی ہے صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل
من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اُس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور
اُسکے کرایہ سے اور غلام کی اُجرت سے اور مانند اُسکے کذا فی جامع اللغۃ ہم کہتے ہین یہ بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت فظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ
فلیحرر مین کہتا ہون کہ ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ مین داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم یعنے ظاہر تعریف غلہ
اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اس باغ کا اخروٹ بیچا جاسکے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اُسکا ثمن موصی لہ کا ہے مین کہتا ہون کہ اخروٹ
اُسکا حق ہے اور وہی اُسکی بیع کا مالک ہے اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اُسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اُس نسخہ کے بموجب جسمین جوز کا لفظ بجیم وزاء
منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ مین بحاء مہملہ وراء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ شامل حطب کے ہے فتاوی عالمگیری مین
محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اُسمین قوائم یعنے ٹہنیان اور اوراق اور حطب اور ثمر سب داخل ہے انتہی
کذا فی الطحاوی وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما فی وقت موتہ سواء قال ابدا اولا لان المعدوم منہا لا یستحق بشئ من العقود فکذا بالوصیۃ
بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑون کے صوف کی اور اُنکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا ہے وہ صوف اور بچے اور دودھ جو باقی رہا
یعنے جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسی طرح
وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہے صحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا جعل
مسجدا لزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اُسکے وارثون نے اجازت دی
تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا بزوال مانع کی وجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنے مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا وان لم یجیزوا جعل
ثلثہا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونون جانب کی رعایت
کرنے سے یعنے اس صورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنے وبظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا
الوصیۃ وعندہما یجوزان درر اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے
امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونون جائز ہین کذا فی الدرر
وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس
تعلیل مین اعتراض ہے یعنے قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح نہین ہوتا بہت سے مواضع مین
مثلے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اوصی لبنی المسجد لم تجز الوصیۃ لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف

پھر اگر رد کیا یعنے قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اُسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست مین تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی ہم سو واسطے کہ وہ اُسمین متبرع ہی اُسپر
قبول کرنا واجب نہین چاہیئے اُسپر دوام اختیار کرے چاہیے رجوع کرے موصی کو اختیار نہین کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہین ہی کیونکہ موصی کو اختیار
ہی کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہان اگر اُسکے سامنے دوسری بار قبول کرلیگا تو صحیح ہی سو واسطے کہ نبازہ یہین ہی کہ کسیکو
وصی کیا سو اُسنے اُسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تجسے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اُسنے کہا مین نے قبول
کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی والا لا یصح الرد بغیبتہ لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اسکا رد کرنا اُسکے پیچھے یعنے
اُسکی عدم دانست مین صحیح نہین ہی تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہی
خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام رح کے نزدیک بخلاف ابو یوسف رح کے یعنی اُنکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین
فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اُسکا وصیت کرنے والا مرگیا تو وصی کو رد کرنا و قبول کرنا جائز ہی ہم وصی
اُن دونون مین متبرع ہی تو بدون قبول کرے کے اُسپر وصایت لازم نہین مانند وکالت کے اور یہان فریب دینا بھی نہین ہی اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلیے کہ اُسنے
حال دریافت نکیا کہ اُسنے وصایت قبول کی یا نہین ولزم بفعلہ ای ببیع شی من الترکۃ وان جہل بہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط
فی صحۃ تصرفہا اور بعقد وصیت لازم ہوجاتی ہی وصی کی کوئی چیز بیچ کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے کہ
وصی کو وصایت کا علم شرط نہین ہی اُسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت
کا معلوم ہونا شرط ہی وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت
سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہی مگر جبکہ قاضی نے اُسکے رد کرنے کو نافذ کردیا تو اب اُسکے بعد قبول کرنا وصایت کا
صحیح نہین ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج
جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنے قاضی اُنکے سوا اور شخص کو
وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہی تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کرین قبل اخراج کے
تو تصرف جائز ہی کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر والمرتد وتاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا
لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا بالزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد
مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اُنکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہوجانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا
مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہی کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہی کہ ولایت وقف کی صغیر کو سپرد ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہو والی عبدہ
والحال ان ورثتہ صغار یصح کایصائہ الی مکاتبہ ومکاتب غیرہ ثم ان ردفی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حال آنکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہی
جیسے اُسکا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہی پھر اگر مکاتب عاجز (ادا) بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھر اگیا تو اُسکا حکم غلام کے
مانند ہی یعنے اگر وارث صغیر ہین تو درست ہی اور نہین تو درست نہین والا لا وقالا لا یصح مطلقا ورد اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی
کرنا صحیح نہین اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ
لا بمجرد اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے
تو قاضی اُسکے ساتھ اور وصی کو ملاوے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کے واسطے اور وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہین ہوسکتی

اسواسطے معتبر نہوا کہ شکایت کرنے والا کا بیٹے کا ذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانیکے واسطے کذا فی المنح ولو ظھر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ
اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلا ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان
جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہی تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولما
عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ
فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ
الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بلا وقف اشباہ میں ہی فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی
اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقہا صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہی لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہی چنانچہ فصولین میں ہی اور
وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہی انتہی ما فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں فصل سے یہ ہی کہ میت کا وصی اگر متقی اور
کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہی سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہی کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک
صحیح یہ ہی کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہی قاضی سے یعنے اسنے بہتر سمجھکر اسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق
یوں ہی کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب
بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منجملہ وظائف کے تولیت ہی فتاوے
خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اسکی شرط یہ ہی کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین
میں ہی تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہی اور اگر کریگا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو
بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہی کذا فی الطحطاوی ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ
ووقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہی جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہی اسواسطے دو متولی دو وصی
کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ ووقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوے اور قول سابق
سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت
اسعاف میں مصرح مذکور ہی کہ انفراد احد الناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کرے تو جائز ہی مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان ایصاؤہ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے
وصی کے باطل ہی اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہی ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب
لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا قول
قریب تر ہی صواب کی طرف ہم یہاں دونوں قولوں پر فتوی اور قضا درست ہی چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا
کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاضی واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا
من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رآہ نیہ

المصلحۃ والا لاحتیاط فی وکالۃ تنویر الابصار مفرباً بالملتقطات وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ یعنے بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کی طرف سے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہی تو اسی طرح اسکے نائب کا تصرف جائز ہی اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہی اگر اسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر الابصار کی کتاب الوکالۃ مین ملتقطات وغیرہا سے منقول ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب له وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فله ذلک ومنصوب القاضی الآخر لا یخرج الا ان ادعی سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہی کہ اگر قاضی نجانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو اسنے وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسکو درست ہی اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء کفنه وتجهیزه والخصومة فی حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبد معین ورد ودیعة وتنفیذ وصیة معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل ہی مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اسکی تجہیز مین اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل صحیح نافذ ہی الی آخرہ

کذا فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخری منها رد مغصوب ومشتری شراء فاسدا وقسمة کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین یجمعها شرح وہبانیۃ بذا مجموعہ سوا ان کے اسکے حواشی مین اکثر مین زیادہ ذکر کیے ہین ازانجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خرید کی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین کا وصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق کے ہم جنس سے [illegible] ان امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر کیا ازانجملہ عیب کی وجہ سے ثمن پھیر کر دینا اور اجارہ نفس یتیم یعنی یتیم کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا مسکین فقیر یا مسکین کے واسطے وبیع ما یخاف تلفه وجمع اموال ضائعة او کسی چیز جسکے تلف ہو جانے کا ڈر ہی اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع اتبع اتفاقا شرح وہبانیۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہی تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع کی تصریح کر دی ہو تو اس تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدهما فان اوصی الی الحی او الی آخر فله التصرف فی الترکۃ وحده والا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہی اور کسی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم چلپی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر دوسرے شخص کو وصی کیا ہو گا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا یوص ضم القاضی الیه غیرہ درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت ندکی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ مین دو شخصون کی رائے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب ہی سے ممکن ہی کذا فی الزیلعی وفی الاشباه مات احدهما اقام القاضی الآخر مقامه او ضم الیه آخر اور اشباہ مین ہی کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام پر قائم کر دے یا اسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیة الا اذا اوصی لهما ان یتصدقا بثلثه حیث شاءا انتهی وتمامه فی شرح الوہبانیۃ اور وصیت باطل نہین ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی ما فی الاشباہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی ہم شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ اُسنے تو بیچ کیواسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے
متعلق ہے نہ عین متروکہ سے وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ
اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اُس غلام کو جسکے بیچنے کی اُسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اور شخص کا
مالک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے تو عہدہ عقد کا اسکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی فی الترکۃ کلہا لو
قال محمد فی الثلث تلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی الملتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی
رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے پھیر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے پھیر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف
کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہوگیا یا
کفایت نہیں کرتا تو واپس رجوع نہ ہوگا اور ملتقی میں ہے کہ وصی تاوان پھیر لے ان فقیروں سے جن کو اسنے خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا انکو ہوا
ہے تو اسکا نقصان بھی انہیں پہ پہنچیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع
علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہنچا اور اسکا
ثمن تلف ہوگیا وصی کے پاس پھر مال بیع غیر کا حق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے پھیر لیگا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق
و صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیال الوصی بمال الیتیم لو خیرا لہ بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز بحر یعنی اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو
اسطرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البحر وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیچنا اور
خریدنا وصی کی اجنبی سے اسقدر تفاوت پر جسقدر لوگ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں اور وہ عبارت ہے غبن یسیر سے نہ غبن فاحش سے یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلیے کہ وصی
کی ولایت نظری ہے یعنی صغیر یا یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیچ کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنیسے
کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک
مطلقا لانہ وکیل اور یہ صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی
نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا
یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب
جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے
ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں ہم زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم
کو بیچ کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت
ظاہر ہو یا نہو وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز
ہے قیمت کے برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں تو جائز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجیء اور یہ سب تفصیل
مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد او نقص

علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے ہمسرون کا
کفن تین کپڑون کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ یضمن
ما دفعہ من مال الیتیم ولوالجیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیۃ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفعہ
الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے اسکو دیا جسکا دینا اسکو جائز نہ تھا ہم یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک
وصی پر ضمان نہین اگر یتیم کو پچیس برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ
ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا الدین او خوف ہلاک ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی الزیلعی والقہستانی الاصح لا لانہ نادر اور وصی کو بیچنا
وارث بالغ غائب پر جائز ہی مال منقول مین مگر ادا سے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہی
عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی او قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اسکا
تلف ہوجانا کمتر ہی ہم اگر میت پر دین مستغرق ہی تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین ذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے نزدیک
جسقدر دین ہو اسقدر کی بیع جائز ہی اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ
او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا اور
صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے
کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جسکا نفاذ اور جاری ہونا بغیر بیع کے متصور نہین سوا عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی
اسکے مصارف سے یا اسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہو کذا فی الدرر والاشباہ مخلصا ہم وصیت مرسلہ سے
مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو اب عقار کی بیع جائز ہی کذا فی الدرر قلت وہذا لو البائع وصیا من قبل ام او اخ فانہما
لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہی کہ بائع مان یا بھائی کیطرف سے وصی ہو اسواسطے کہ
مان اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح یعنی نہ اشیاء مستثنیٰ مین نہ انکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور مان اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک
نہین سوائے طعام اور لباس صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک
سراہا اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہی کذا صرح بہ ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مال الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری
کرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سو اگر اسنے اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے وجاز لو اتجر من مال الیتیم ونما
فی الدرر اور سوداگری جائز ہی اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ہم درر مین خانیہ سے مذکور ہی کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے
مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک
نفع وصی کو حلال ہی خیرات نہ کرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان مین کہتا ہون اشباہ مین
ہی کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہی یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلان
شخص سے ہم اور فلان شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہو تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا اب بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

ویہنا الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین
وسعی فیہ سنۃ فلا شیٔ لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتہی اور اشباہ مین
ہو اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہی سو اگر اسنے عمل نہ کیا تو اسکو اجرت نہین ہی اور میت کے وصی کو بنا بر
قول صحیح کے اجرت نہین ہی اور یہ یعنے متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہی جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اسنے اجرت معین
نہ کی اور متولی نے ایکسال مین کوشش کی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہین اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے
وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہی یعنے یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہی اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف مین گذر گیا
اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کان الورثۃ صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار
کما فی الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصون کو بیچ ڈالے
جیسا کہ صغیر کے مسائل مستثناۃ مین ذکر ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثون کے حصہ کو بیچ کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے جسکی تفصیل ذکر ہو چکی ہی کہ اگر ادائی
اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہی نہ اسکے سوا مین کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ
لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے
نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین ملک صغیر کا
باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان
ہمارے ملتقی کی شرح مین مذکور ہی ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر
حجت نہین تو مدعی کو اسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیٔ من ترکتہ لفلان
الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہ کہ اقرار کرنے والا
وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصون مین ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لم یسمع درر اور اگر
وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اسکا دعوی مسموع نہو گا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے
ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی البحر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہی صغیر کے مال مین تصرف کرنے کا
صغیر کے دادا سے اور اگر اسکا وصی نہو تو دادا احق ہی چنانچہ کتاب البحر مین ثابت ہو چکا ہی وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ
الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ مین ہی کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتون کے جاری کرنے
کے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ اسکو یہ درست ہی

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہ فصل ہی وصیون کی گواہی کے مسائل مین ہم اس فصل مین شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت
مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت او
باطل ہی گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی
میت کے مال کی باطل ہی ہم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا تصرف جاری ہی اور بالغ کے مال میت مین وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت مین تو
اس تہمت سے اسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما بغیرہ ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہی گواہی ان دونون کی بغیر مال میت کے یعنے تعلق ہو

میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت لئے ہو یا لا ہو یا دکذا فی الحلبی و فی مختصر اگر وکیل ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا
اپنے مال سے سو اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے و کذلک الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع
اذا اشہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدی کہ جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے
بھر لے جبکہ اسپر اسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لونگا ولی البزازیۃ وانما شرط
الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ فائدۃ لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن
وان لم یشہد بخلاف الابوین شرنبلالیۃ قنیۃ بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ
حق رجوع میں بدون گواہ کے لیکے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے
اگرچہ اسنے گواہ نہ کر لیا ہو بخلاف ماں باپ کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہو تو ضرور اور شرنبلالیہ میں ہے کہ
ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بلا شہادت میں مضطرب ہے اور یہ مقدار کہ طعام اور لباس کی طرف راجع ہوا ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام
اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الحلبی و فی قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے وہ
دین میت کا جو شرعا اسپر ثابت ہوا ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث
المیت او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو
کفن دیا یا اسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہو گا یعنی اسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت
من مال نفسہ قبل قولہ فیہ [illegible] ہے کہ بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اسکا قول اسمیں مقبول ہو گا شارح نے کہا کہ [illegible]
نے کہا کہ یہ متن کا [illegible] نہ ذکر رہی بقول ماتن او کفنہ حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ
اس قول کا ذکر مذکور ہے [illegible] مصرح ہے طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے میں
متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہو گا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متغایر ٹھہرا فتامل انتہی
ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باع یرجع القاضی الی اہل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ وان
قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال مبیع کی طلب ہوئی اسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی
اسمیں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر ثقہ میں واقفکاروں میں سے دو شخص اسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اسکی قیمت کے موافق بیع کیا
اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض
البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منہم علی شئی یوخذ بقولہما عند محمد و کفی قول واحد فی ذلک عندہما
کما فی التتارخانیۃ اور اگر مزایدہ میں یعنی جہاں بیع میں زیادتی ہوتی ہے جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام کہتے ہیں وہ مال خریدا ہوتا ہے جو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر
تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کیطرف ہاں اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انھیں دونوں کا
قول لیا جاسکے محمدؒ کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جیسے ترکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ہذا فیہم الوقف اذا اجر
متولی الوقف ثم جاء آخر یزید [illegible] الاجر الکل نے الدرر [illegible] وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا
شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہو گا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوے قاضی خان سے منقول فروع

بیع الوصی

مسائل ہمہ شارح نے کہ یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثمان عشرۃ مسئلۃ نقل الی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے مین بدون گواہون
کے مقبول ہی مگر بارہ مسئلونمین مقبول نہین جیسا کہ اشباہ مین مذکور ہین ہم مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہی اوّلہا قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہی
کہ وصی نے میت کے دین ادا کرنیکا دعوی کیا مع صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے دعوی کیا کہ مین نے میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب
کرتا ہی اور ادا کرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا اداءہ قضاءہ من مال نفسہ بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا
اور اسے دین میت کا اپنے مال سے ادا کر کہ پھر ترکہ بیچے اور اسکی ثمن قبض کرنے سے پہلے اوان الیتیم استہلک مالا آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوی
کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا مع صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی مین اتلف
تلف کیا تھا اور مین نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن
للتجارۃ فرکبہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگونکے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم
کی طرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت
کے لائق نہ تھی مع اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت
وصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا مع یہ محمد کا قول ہی اور ابو یوسف
کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہی کذا فی الحموی و الطحطاوی او فداء
عبدہ الجانی ساتوان مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا والانفاق علی محرمہ آٹھوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا مع صورت
اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا نفقہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اسکو ایک برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے
اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی
کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلامون پر جو مر گئے مع یہ قول ہی محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہی کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ من مال فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا مع یہ مسئلہ اشباہ
مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہ ہی کہ وصی چاہتا ہی کہ مین اوس دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اسکی
تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی والانفاق من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسوان مسئلہ یہ ہی اور اسی طرح وصی نے دعوے کیا
خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھر لینے کا ارادہ کیا مع بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ مین اپنا مال
خرچ کرتا ہون پھر لینے کے واسطے اور اگر اسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او انہ زوج الیتیم امرأۃ
ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارھوان یہ مسئلہ ہی یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے
اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہی الثانیۃ عشر اتجر ثم ادعی انہ کان مضاربا بارھوان مسئلہ یہ ہی کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل
کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی مع یہان بھی عدم اشہاد شرط ہی اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع مین شریک
ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ اذا ادعاہ یصدق فیہ والا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ جس چیز
پر وصی مسلط ہو تو اسمین اسکی تصدیق کیجائیگی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہین تو اسمین اسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی مع تصدیق ہوگی
قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہو کذا فی الحموی نصب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کیطرف

نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں ور ہر حال عدم اجازت وارثوں کے مگر اُسکے منافع کے تبرع میں سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اُسنے
گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنے اُسکی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اُسنے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہی اسلیے کہ اجارہ مذکورہ مریض
کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہی اور اُسکی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عادی میں ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے
نافذ ہو تو شاید کہ یہیں مورد انہیں میں باع مال الیتیم او صیہ والمشتری مفلس یوجل ثلثۃ ایام فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال جو منقول یا غیر منقول
بیچا اور خریدار مفلس ہو تو وصی تین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر
المشتری وقد قبض یرفع الوصی الامر للحاکم فیقول ان کان بینکما بیع فقد فسخته پھر اگر مفلس خریدار بیع کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ بیع پر قبضہ کر چکا ہی تو وصی اس امر
کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا اور اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد
فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحاوی قبیل الوصایا ثم اراد عزل نفسہ لم یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول
کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اُسکو عاجز یا
کثیر الاشتغال جانے تو اُسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہی ایک یہ کہ وصی اُسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وہ چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت
یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اُسکو متہم کر کے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحاوی دفع للیتیم ماله بعد بلوغه ثم اشهد
الیتیم علی نفسہ انہ لم یبق من ترکۃ والدہ لا قلیل ولا کثیر الا وقد استوفاہ ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انہ من ترکۃ ابیہ وبرہن تسمع وصی نے یتیم کو اُسکا مال اُسکے بالغ ہونے کے بعد
حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اُسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی
چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہوں سے اسکو ثابت کیا تو اُسکا دعوی مسموع ہوگا ہم یہ اشہاد ابرا معلوم نہیں شخص معلوم
سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہی جو ابرا کا متضمن نہیں تو یہ اُسکے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اُس ابرا کے جو مجہول سے ہو [illegible] واسطے یعنے
شخص معین سے چیز غیر معین کا ابرا کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اُسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کیا تو
زید بری الذمہ ہوگیا اور یہ ابرا صحیح ہی چنانچہ معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحاوی عن الشرنبلالیہ مختصرا للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجۃ قال
تعالی ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج
ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا قید بدستور [illegible] یعنے جسقدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہی اُسی قدر مدت تک کھانا
اور سوار ہونا درست ہی تا ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ وله ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تاہل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ
کرے اگر یتیم اُسکا اہل ہو [illegible] شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انکی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت
کا ہی یعنے اگر یتیم خاندان علم سے ہی تو وصی خرچ کر کے اُسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القراءۃ الواجبۃ فی الصلاۃ مجتبی اور
اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اُسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرارت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اُسکو سکھاوے
کذا فی المجتبی وفیہ جعل للوصی مشرفا لم یتصرف بدونہ وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبی میں ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اُسکے تصرف متروکہ
میں نکرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنے بدون وصی کے درست ہی [illegible] اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للاب اعارۃ
طفلہ اتفاقا لا ماله علی الاکثر اور مجتبی میں ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اُسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وفیہ یملک
الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکہ الوصی اور مجتبی میں ہی وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اُس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکھا جو بیٹھا ہے کا اندازہ کرتا ہو یہانتک کہذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی المراۃ
او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یعنی تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اُسکے ڈاڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اُسکو احتلام
ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے و ان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہ فامراۃ اور اگر اُسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ
نکلا یا اُسکو حیض آیا یا اُسکو حمل رہا یا جماع اُسکا ممکن ہوا تو وہ عورت ہے ہم ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانون سے عورتون کے مانند دودھ نکلے اسواسطے
کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا استفادہ ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے
کی حاجت نہ تھی اُسکا جواب یہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے تمیز نہین پھر جب دودھ اُترا تو تمیز
واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثیٰ سے کسی نے روئی مین لیکر اپنی فرج مین داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہے کہ عورتون نے اُسکو دیکھا اور کہا
کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم یظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اُسکی کوئی بھی علامت مذکورہ
ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ خنثیٰ مشکل ہے بوجہ عدم مرجح کی ہم تعارض علامات کی مثلاً یہ صورت ہے کہ پستان اُبھرے اور ڈاڑھی نکلی ایک ساتھ یا
ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب اُسکا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المراۃ
تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثیٰ کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیون
سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ہم اسمین اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائین طرف کی ہوتی ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیان
اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ ہوتی ہین [illegible] نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونون کی پسلیان برابر ہین
اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اسکی یون مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری
رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فیوخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اُسوقت مین یعنی بصورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو
عمل کیا جاویگا خنثیٰ مشکل کے امر مین اُس چیز کے ساتھ جسمین زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام مین قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لا یتعلق التحریم
بلبنہ قنیہ مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین مذکور کیا کہ خنثیٰ مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور اُسکے دودھ سے تحریم متعلق نہین قنیہ تو آگاہ رہنا
یعنے اُن دونون صورتون مین عمل با حتیاط نہین ہے ہم یہان اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثیٰ مشکل
نہ رہا اُسکا جواب یہ ہے کہ بعد تحقق انوثت اُسکے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ ڈاڑھی نمود ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسیطرح دودھ مین کلام ہے کذا فی الطحطاوی
فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر احتیاط کے خنثیٰ مشکل کھڑا ہو مردون اور عورتون کی صف کے مابین مین ہم یعنی نہ مردون کی صف مین کھڑا ہو نہ عورتون
کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثیٰ مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتون کی صف مین کھڑے ہونے سے اُسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردون کی صف مین کھڑے ہونے سے
اُسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اُسکے داہنے اور بائین اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثیٰ بالغ ہے اور عورتون کی صف مین کھڑا ہو تو اُسپر
اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثیٰ ہون تو اسطرح کھڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چھوڑین کذا فی الطحطاوی
و اذا بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ [illegible] اور جبکہ خنثیٰ حد شہوت کو پہونچے تو اُسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اُسکی ختنہ کرے سو
خریدنے سے اُسکی وہ لونڈی ٹھہر گئی یا اُسکے مانند عورت ہوگی ہم یعنے اگر واقع مین خنثیٰ مرد ہے تو وہ اُسکی لونڈی ہوئی تو اُسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور
اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امراۃ احتیاطاً ولا ضرورۃ لان الختان
سنۃ [illegible] اور مکروہ ہے کہ خنثیٰ کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ کرنا [illegible]

سنت ہی نہ فرض ہم یہ مذکور ہای خنثیٰ بالغ کا اور بعضیوں کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہی کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم
تباع اور اگر خنثیٰ کا مال نہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجا سے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جاسے اور ثمن اسکا بیت المال مین
داخل کیا جاسے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہای کذا فی الحموی او یزوج امرأۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح وان
انثی فنظر الجنس الی الجنس یباح لہا وان فسد النکاح ثم یطلقہا یا خنثیٰ نکاح کرلے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اسکا ختنہ کردے اسلیے کہ اگر خنثیٰ مرد ہی تو نکاح
صحیح ہی اور اگر عورت ہی تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سے جائز ہی مرد کی نظر سے پھر خنثیٰ ختنہ کے بعد اسکو طلاق دے اور ختنہ کرنے کے عدت مین بیٹھے
بنا بر احتیاط اسلیے کہ اگر خنثیٰ نے قسم اسکے ساتھ خلوت کی ہو ہم یہ قول طحاوی نے اپنی بشارۃ سے نقل کیا ہی اور بیت المال کا قول علما مذہب سے منقول ہی اسواسطے کہ اگر
اسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہی اور اگر صحیح ہو تو عورت مطلقہ ہوگی اس سے خلاصی نہین ہوسکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقینی نہین ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثیٰ
مشکل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ اسپر نفقہ واجب ہی یا نہین رازی نے یون کہا ہی اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہی کہ نکاح
کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہی سو وہ ختنہ کے بعد طلاق دے احتیاط شرط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے
از قسم محال ہی تو نکاح کرلینا سہل ہی والتہ اعلم کذا فی الطحاوی عن الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثیٰ کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہی ولا یخلو بہ غیر محرم اور خنثیٰ
مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سواسے اسکے محرم کے ولا بغیر محرم من رجل و امرأۃ ولا یسافر ثلاثا الا مع محرم وان قبلہ رجل بشہوۃ حرمت علیہ امہا وبنتہا اور اگر خنثیٰ مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت
ہوگی ہم تو جائز نہو گا خنثیٰ کی ماں کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثیٰ مشکل سفر نہ کرے بدون محرم
کے اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو ہم محرم سے مراد محرم مرد ہی اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہین وان قال انا رجل او امرأۃ لا یعتبر
بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثیٰ مشکل نے کہا کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اسکا کچھ اعتبار نہین صحیح قول مین اسواسطے کہ یہ دعوی ہی بدون دلیل کے
وقیل یعتبر لانہ اعلم بنفسہ اور بعضوں نے کہا کہ اسکا قول معتبر ہی اسواسطے کہ اسپر سوا اسکے کوئی واقف نہین لکن فی الملتقی بعد تقرر الاشکال لا یقبل
وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی مین ہی کہ بعد ثابت ہوجانے اسکی اشکال کے قول اسکا مقبول نہین اور قبل از ثبوت اشکال قول اسکا
مقبول ہی مین کہتا ہون اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہوگی ہم یعنی عدم قبول کا قول اسصورت مین ہی جبکہ خنثیٰ کا
مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اسصورت مین ہی جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہین اسی طرح کی تفصیل عالمگیری مین مذکور ہی محیط سے وضعیف بانہا القہستانی
عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا فتنبہ اور نسبت بضعف یعنی وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہی مگر یہ کہ اس تفصیل
مذکور پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا سوا گاہ رہنا ہم قہستانی مین فرائض شریفی سے یون ہی کہ اگر خنثیٰ نے حیض یا منی کی یا مرد
یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اسکا مقبول ہوگا اور رجوع اسکا مقبول نہو گا جبتک کذب اسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اسنے اپنے مرد ہونے کی
خبر دی پھر اسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحاوی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا شاید یہ ہی بدلیل نفی مفصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل
ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثیٰ مرگیا قبل ظاہر ہوجانے اسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاسے اور اسکو تیمم کردیا جاسے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے
غسل کے ہم چونکہ اسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہین جو اسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم مقرر ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہی تو اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرادے اور
اگر محرم ہی تو بدون کپڑے کے مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثیٰ مشکل قریب البلوغ ہونے
کی حالت میں کسی مردہ کے غسل میں حاضر نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہی خنثیٰ مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کرلینا عورت کے مانند ویوضع
الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاسے مردہ مرد پھر خنثیٰ مشکل پھر عورت جبکہ انپر جنازے

کی نماز پڑھی جاسکتی ہے ترتیب کی رعایت کرنیکے واسطے ہم خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاوے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثی مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر میں
دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جاوے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ برابر دو قبروں کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں
دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر میں محرم قرابت والا
رکھے انوثت کے احتمال کے ... الخ وتمام فروعہ فی احکامہ من الاشباہ ولی عندی فیہ تالیف مجلد لطیف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ
میرے نزدیک اس میں ایک تالیف مجلد کا ان ہے ہم نے مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے اور اسکی نماز عورت کے مانند ہے شکل میں اور
اخفا میں اور وہ نکاح نہ کرے نہ مرد سے نہ عورت سے اور اگر اسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ
جماع پر قادر ہوا تو نکاح اسکا صحیح ہو گیا اور اگر اسنے اپنی مانند دوسرے خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الجوہرة ولو مات مورثہ فلہ اقل النصیبین یعنی اسوء
الحالین یہ تفسیر ہے محشی کی خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے یہی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم اقل النصیبین یعنی
مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہو گا وہ اسکو دیا جاویگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثی مشکل کے حصہ کو دیکھ کر کہ اسکو مرد فرض کر لینے میں کس قدر ملتا ہے
اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہو گا وہ خنثی کو دیا جاویگا اور اگر ان دونوں میں خنثی محروم ٹھہرے تو اسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے
اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین ذکر کی یعنی جو دو حالتوں میں بدتر حالت ہو گی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اسکے نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان
دونوں کو شامل ہے کذا فی الجلبی بتصرف فقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف
حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترک معہ ابنا واحدا فالمال بینہما اسہما للابن سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مرگیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم
ہیں اور خنثی کا ایک سہم خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تاوقتیکہ اسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف لہ ثلاثة من
سبعة وعند محمد لہ خمسة من اثنی عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں
سے ہم صاحبین کی دلیل مطولات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفة لہ سہم من ثلاثة لانہ الاقل وہو متیقن فیقتصر علیہ لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے
نزدیک خنثی کا ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہو گا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا ہم توضیح اسکی یہ ہے
کہ یہاں اثبات مال کی ابتداء کی حاجت ہے اسواسطے کہ سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل میں دونوں
سببوں میں کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتداء بدون سبب متحقق کے شرعا جائز نہیں تو یقین پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں
شک ہے تو متیقن ہی واجب ہو گیا اسی پر اقتصار کرے کذا فی العینی شرح الہدایة حتی لو کان الاقل علی تقدیر ذکورته بان ترکت زوجا واما وشقیقة ہی خنثی فلہ السدس لانہ
عصبة لانہ الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر کہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اسکو سہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ اس صورت میں کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر
جو خنثی ہے تو اسکو چھٹا حصہ ملیگا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا
باقی مال یعنی سدس ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی ثمانیة اور اگر صورت مذکورہ میں خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ہے اور مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم
کی طرف عول کریگا ہم مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں کا ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی
حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جبکہ خنثی کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اسکو
مرد قرار دیا تاکہ اسکا حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء لہ کزوج وام وولدہا وشقیق خنثی فلا شیء لہ لانہ عصبة
ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی تسعة اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اسکے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں

یا ننانوے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ
الترتیب واجبۃ علیہ ولا یمکنہ مراعاۃ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ
انتہی بلفظہ پھر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہی اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب
مختلف اور کثیر ہی بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہی کہ مراعات ترتیب کی اسپر واجب ہی اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہی مگر تعیین کی نیت سے
تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہی نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہی محیط مین اور یہ تفصیل خوب ہی نمازون مین اسکا یاد رکھنا
لائق ہی انتہی بلفظہ ثم رأیتہ لعلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو معتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلینتبہ
لذلک پھر دیکھا مین نے صاحب بحر الرائق کو کہ اسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت
مین مشکل ہی اور جو ہمارے علما نے ذکر کیا ہی چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہی یعنی تعیین مشروط ہی آنکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر
ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہی چنانچہ تبیین مین ہی انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا چاہیے وجہ اشکال یہ ہی کہ عدم اشتراط تعیین فوائت
اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہی جسپر فقہا کا اتفاق ہی وہ قاعدہ یہ ہی کہ تعیین ہوتی ہی اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازین قبیل مختلف الجنس کے
ہین اسواسطے کہ آنکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا فی الحموی حاشیہ الاشباہ طحطاوی نے ہو المعتمد کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول بھی ولوالجیہ مین صحیح ہی اگرچہ
تعیین احوط ہی راس شاۃ متلطخ بدم احرق الراس فزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقدمنا انہ من المطہرات بکری کا سر
خون مین لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہی اور جلانا دھونے کے برابر ہی پاک کر دینے مین اور ہم نے
کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہی ہم آگ نجاست کو فنا کرتی ہی یہان تک کہ شی ناپاک مین ناپاکی کا کچھ اثر نہین رہتا یا جلا کر اسکو کر دیتی ہی
بطریق استحالہ کے لہذا اگر گوبر جلا کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہی جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا سور نمکسار مین گر کر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض
جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہی ہم یہ قول ہی ابو یوسف رح کا اور اسی پر فتوی ہی اور امام محمد رح کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا
جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہی کہ محل خلاف اسوقت ہی جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہین ہی تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر
لا لانہ زکوۃ قلت وقدمنا فی الجہاد وقدمنا فی الزکوۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہی مین کہتا ہون
کہ مین نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہی اور کتاب الزکوۃ مین بھی مذکور کر دیا ہی ہم جب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیرون کا حق ہی ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی
دینا درست ہی کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج ودفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ
لیعطوا الخراج من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصون کو دی
بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین آسکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہی فان فضل شیء من اجرتہا دفعہ لمالکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے آسکی اجرت سے
کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونون کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج آسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ
زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا زیلعی پھر اگر بادشاہ اسکو نپاوے
جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ آسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زیادتی کو آسکے مالکون پر رد کرے کذا فی الزیلعی
قلت قدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط مین کہتا ہون اور بیشک کتاب الجہاد
مین مذکور کیا ہی راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہی یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہی کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جاوے

پورے ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یون کہنا اگر زید گھر مین ہو
تو زوجہ مطلقہ ہی اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر مین تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد و تبیین مین یہ فرق ہی کہ تبیین مین
اطلاع عباد ممکن ہی اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم والضابط للمقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً
کما فی البحر من باب التعلیق یخالفہ ما ذکروہ من ان مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصراً فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول
اور قاعدہ کا یہ مقتصر اور مستند کے واسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہی وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہی اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی
چنانچہ بحر الرائق مین باب التعلیق سے مخالف ہی اسکے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہی اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہ ہی کہ طلاق
اور عتاق اور اسکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہی وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد کے تو آگاہ ہو اور ہم دار رہنا کہ اکمل و غیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کا یہ مخالف
ہی لا ملکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانہا تندرئ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ ما مر یعنی گونگے کا اشارہ اور کتابت اسکا بیان کے مانندہی
حدین حد دے سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہین اسلیئے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہی اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ ولا یصح
اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم اوہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہی مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اسکا صحیح ہی اور
مین نے اسکو صریح نہین دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر درمختار فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال لی گیا تو
روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہ مذکور ہوگیا ہی اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھناتا ہی اور
نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیر وغیرہ کے مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہوگئی کذا فی الطحطاوی قتل لبعض الحجاج عذر
فی ترک الحج مرض الحج مقتول ہوجانا بعضے حاجیوں کا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور وہ مذکور ہوچکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو
یسکن معہا فی بیتہا نشوز علماً کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس سکے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ
کے گھر مین نافرمانی ہی حکماً چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کی باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہی ہم نافرمانی اسواسطے کہ اسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب
نہوگا رد کنکاس ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب اسکنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر مین لیجاے تو زوجہ
نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنیٰ فیہ حرام بخلاف ما لو کان
فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گھر مین رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہی اسلیئے کہ غصب کے مکان مین رہنا
حرام ہی برخلاف اس صورت کے کہ مکان مین شبہہ ہو ہم شبہہ کی یہ صورت ہی کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی قال مجہول وہ ہی جسکی
حالت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع امتک واریدہ بیتا علحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکما مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ
مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور مین علیحدہ گھر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہین اور
یہ سب باب النفقہ مین مذکور ہوگیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے
مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہی نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای
لانہ کنایۃ علے ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اسنے اپنے غلام سے کہا اے موے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہی بنا بر اس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی یعنی
کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہ اکر ظاہر امولے کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون تعلیل
مذکور ہی کہ مولے کے حقیقی معنے ثبوت ولا رعلے العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط

نیت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع
فیہ نکالا جاے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی کذا فی الحموی) گواہ نگذرانے بخلاف منقول
کے یعنے حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے پر کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین ہی مواضعت یعنی دونون کے
گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے سپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جب
حکم کیا تو اب اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہین یہان تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے
مواضعت کی تہمت دفع ہوجاویگی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہوجانے اسکے قبضہ کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی
یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضہ کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الاصح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ
کی تصدیق کہ وہ عقار اسکے یعنے میرے قبضہ مین ہی قول صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنے باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قد مر غیر مرۃ
آخرہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتأمل مین کہتا ہون ہمنے چند بار آگے ذکر کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک
ہی کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین یہ ہی کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرے وہذا اذا ادعی ملکا مطلقا اور یہ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے
ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی بلکہ مطلق کے دعوی مین ہی اما اذا ادعی الشراء منہ ای من ذی الید
و اقرارہ بانہ فی یدہ فانکر الشراء و اقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما بسط
فی البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ مین ہی سو قابض ذی الید نے اسکے
خرید کا انکار کیا اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہین اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ خرید کا دعوی
جیسا ذی الید پر صحیح ہی ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین شرح مذکور ہی عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کمنقول ہو الصحیح وتقدم
فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بدیعنے ویکتب بالحکم لقاضی تلک الناحیۃ لیأمرہ بالتسلیم ایسا عقار قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اسمین
قاضی کا حکم اس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب القضاء مین آگے مذکور ہوچکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی
قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ الکنز والملتقی
اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی ثم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق
کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہو اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت مین نہ ہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وہو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر گیا یا اسکے بجز کچھ اور
ظاہر ہوا یعنے مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین گواہون کے فریب مین پڑ گیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین
قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ھم اور دوسری وجہ یہ ہی کہ راے اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو راے
ثانی سے جو اسکے برابر ہی منتقض نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض الخ بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح
دعوے اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو صحیح دعوی وہ ہی جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضاء مین
اور مطالبہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو تو فاسد بھی

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور نا مسموع دعوے کی صورت یہ ہو کہ مدعی نے دعویٰ کیا اور یہ بیان
نہ کیا کہ وہ بالغ ہو یا صاف زمین ہوا ور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہو کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا
لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ملخصاً بتصرف الا انی نکت مرتبۃ القضاء العلماء وبخلاف مذہبہ اذا ظہر خطاؤہ قاضی کا حکم دعوے صحیح اور شہادت مستقیمہ کے
بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضاء میں مذکور ہوگئیں یعنے اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف
مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ یعنے قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ وزاد فی البزازیۃ
خلافاً لمحمد رح زاد فی البحر مالم ینفذہ قاض آخر فحینئذ لا یکون القول لہ فانہ لم ینقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف وہو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر
جبکہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہوا ور قاضی حکم دینے کا منکر ہو تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہو ایسا کہا ہو ابن الغرس نے
فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا ہو کہ یہ قول محمد رح کے خلاف ہو بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہو کہ جب تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی
نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہو میں واقف
نہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں شرط النفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان تتقدم دعوے
صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہ ہو کہ حکم ہو حادثہ میں اسطرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح
مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے مخاصم پر جو منازع شرعی ہو صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو
جاری کرے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق میں چنانچہ حدود
اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی چنانچہ فضولی اور موجر اور مستعیر
نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع معتبر نہیں انتہی فلو برہن مالکی علی آخر عند قاض فقضی بہ برہانہ بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینہما لم ینفذ لفقد
شرطہ وہو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا بغیرہ لما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر کسی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں
سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا
دار القضا میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط انفاذ کے یعنے تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے
مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الحنفی قضاء
مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما منعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ اسلئے
کہ شرط انفاذ القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی
بمقتضاء اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوے یعنے
انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہو گئی بسبب عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انفاذ قضا کی حق العباد میں اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول
لہ طلب شہود الاصل مر فی القضاء قید بارتیابہ فی حکم الاول لما فادہ انہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اسکو جائز ہے
اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمیں اسکو تردد
نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنے اذا تبین وجہ فسادہ الملحق
فلا تنافی نقضہ فواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہاء نے کہا ہو کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہو بخلاف قضاء اس قاضی کے کہ

متقی نہیں یا جاہل ہے کہ اسکا نقض قضا جائز ہے یعنے اس شہر سے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اُسکے طریقے مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اُسکا توڑنا
جائز ہے ہم قاضی اول کی قضا میں ریاست کی صورت ہے کہ وہ متقی نہیں جو یا ہنا ہے اُسکا حکم کر دیا ہو اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور جانکے
بیان آیندہ میں کہ وہ بالغ ہے یا صاف نہیں یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی اور ترتب بیع المتعاطی علی بیع
باطل او فاسد لا ینعقد مرقی اول البیع عن الخلاصۃ والبزازیۃ والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب البیع میں خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے کہ جن میں وہ شرط ہو جو مقتضاے بیع نہیں اور
ترتب کی لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین میں متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی جیسا قوما ثم سال
رجلا عن شیئ فاقر بہ وہم یرونہ ویسمعون کلامہ وہو لا یراہم جازت شہادتہم علیہ بذلک المال الخ اگر ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے
پوچھا سوال اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اسکو دیکھتے ہیں اور اسکا کلام سنتے ہیں اور وہ اپنی مقر اُنکو نہیں دیکھتا ہے تو اُنکی گواہی اس شخص کے اس اقرار پر
جائز ہے وان سمعوا کلامہ ولم یروہ لا یجوز شہادتہم علیہ الا ان یکونوا دخلوا البیت فقبع الشہبۃ الا اذا علموا انہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابہ ولا
مسلک لہ غیرہ ثم دخل رجل فسمعوا اقرارہ ولم یروہ وقتئذ اور اگر لوگوں نے کلام اُسکا سنا اور اُسکو نہ دیکھا تو اُنکی گواہی اُسپر جائز نہیں اسواسطے کہ آواز مشابہ
ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ دفع ہو گا مگر جبکہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوا اسکے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہیں ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی
کوٹھری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اسکے دروازہ پر بیٹھے اور اُس کوٹھری کی سواے اس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں پھر ایک مرد اُس کوٹھری میں داخل ہوا سو اُن
لوگوں نے اسکا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اسکو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنے عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عقارا او عروضا او ثوبا وابنہ وامرأتہ او غیرہما من
اقاربہ حاضر یعلم بہ ثم ادعی الابن مثلا انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا اطلقہ فی الکنز والملتقی وجعل سکوتہ کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیع عقار یا جانور یا کپڑا
اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اسکی عورت یا اُنکے سوا کوئی اور قرابت والا حاضر ہے اور بیع کو جانتا ہے پھر مثلا بائع کے بیٹے نے یہ دعوی کیا کہ بیع میری ملک تھی
نہ بائع کی تو اسکا یہ دعوی مسموع نہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہے کنز اور ملتقی میں اور اسکا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر کے
قطع حیل فاسدہ کے واسطے ہم نے جعل سازی اور حیلہ اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کرکے
اسمیں تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوی اسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید
تو قریب اور مناسب ہے مسجد جاتا ہے اور حالانکہ عصبا یہ قید پائے کے برابر نہیں چنانچہ مخفی نہیں اسپر جو تمہاسکے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی کما تجعل قالوا فی نسخۃ و بلا
اجھا انہ ان سکوتہ عن طلب الجہاز رضی فلا یملک طلب الجہاز بعد سکوتہ کما مر فی باب المہر اور فقیہوں نے اُس مرد کے حق میں جسکا نکاح بدون مہر کے
کر دیا گیا ہے کہ اُس مرد کا ساکت رہنا طلب مہر سے زفاف کیوقت رضامندی ہے وہ مہر پر تو اب طلب مہر کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر
میں گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوتہ ولو جارا لا یکون رضی بر خلاف اجنبی شخص کے ہو اسلئے کہ اُسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا
سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیہ زرعا وبناء حینئذ لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی قطعا للاطماع الفاسدۃ مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع
اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اسمیں تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اُس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہے تاکہ فاسد
لالچ قطع ہو جاویں وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوتہ رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیہ آخر الفصل
الخامس وغیرہ و بیہ خلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اُسکا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم
حنفیوں کے نزدیک بخلاف مذہب ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہے اور اُسکے سوا اور کتابوں میں بھی ہم سکوت مالک اسواسطے

رضا ہوا کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی البحر ادعی بائع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا وکنت وقفتہا وارادتحلیف المدعی
علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لان الصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما صححہ الزیلعی
وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص سے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو بیچنے پر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا مین نے اسکو وقف کیا تھا
اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہے تو یہ اسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے
نہ اسوجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف مین بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے برخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصحیح کی ہے یعنی عدم قبول شہادۃ
کو صواب کہا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق مین بیان کیا ہے وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی
مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ہذا ما اعتمدہ فی الخانیۃ تبعا لروایۃ الجامع الصغیر لکن نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد
علی تلک الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول للمنکر الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثون نے اسکا مہر زوج
سے طلب کیا اور یہ کہا کہ یہ ہبہ مہر اسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اسنے صحت مین ہبہ کیا تو وارثون کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان
مین جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی مین ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اسواسطے
کہ ان سبھون نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر مین اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ اور باقی کلام قاضیخان کا یہ ہے کہ امر حادث ہے اور حوادث مین اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات
کیطرف مضاف ہون قلت وا قرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان
بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر مین اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر
مین کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر
ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہرہ ابن الہمام فی آخر المہر فقال وجہ الظاہر ان الورثۃ
لم یکن لہم حق بل لہا وہم یدعونہ لانفسہم والزوج ینکر فالقول لہ مین کہتا ہون اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر
باب مہر مین سو یون کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثون کا حق مہر مین نہین بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اُسکا دعوی کرتے ہین اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج
منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثون کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلہ لانہا یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل
کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہین کر سکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے یعنی وکیل کرنے مین معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ
کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین مین رجوع کا اختیار نہین لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری مین مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجکو وکیل
کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہوتی ہے برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہین ہے اور رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک
بکذا علی انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے
سے کہا کہ مین نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ مین جب تجکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یون کہے کہ مین نے تجکو معزول
کیا پھر تجکو مین نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک
فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما فینئذ ینعزل تو اگر یون کہا کہ ہر بار مین تجکو
معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے مین یون کہے کہ مین پھرا وکالت معلقہ سے اور مین نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل
ہوئی کلما کی لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہو جاویگا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح علی دراہم عن دنانیر او

بھی اسمین کوئی روایت وارد نہین تو اسی واسطے عالمون کا اسمین اختلاف واقع ہوا ختان المرأة لیس سنة بل مکرمة للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہین ہی
بلکہ عورتون کا مردون کے واسطے تکریم ہی ہم یعنی حق تعالی نے مشروعیت ختان نساء سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ الذ ہی جماع مین کذا فی الطحطاوی و
وقیل سنة اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورتون کا ختنہ سنت ہی وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوة والسلام فقال شعر وسبعة فی الرسل مختونا
لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم ۔ وہم زکریا شیث ادریس یوسف ۔ وحنظلة عیسی وموسی وآدم ۔ ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان
یحیی ہود یس خاتم اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کر دیا ہی ان انبیا علیہم الصلوة والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سولہ کہا کہ
رسولون مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت
یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور
حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہی علیہم الصلوة والسلام طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح
معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز ثقب اذن الصغیرة ولو طفلا وقرطہ بخرص من الذہب اور جائز ہی طفل صغیر کا اغنا اور اسکے ذریعہ کو چیرنا
پھاڑنا اور اسکے سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہی کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم
وکیہا وکل علاج فیہ منفعة لہا اور جانورون کی فصد کھولنا اور انکو داغنا اور جس علاج مین کہ انکے واسطے فائدہ ہو درست ہی وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرة تضر
ویذبحہا ای الہرة ذبحا ولا یضربہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور جانورون مین اس جانور کا مار ڈالنا درست ہی جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی
ضرر پہونچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اسکو نہ مارے اسلیے کہ مارنا اسکا فائدہ نہین کرتی اور نہ اسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد
وقملة وعقرب ولا بأس باحراق حطب فیہا نمل وفی القاموس القملة لیس بادب اور مبتغی مین ہی کہ مکروہ ہی آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین
ان لکڑیون کے جلانے کا جنمین چیونٹیان ہین اور جون کا ادب کرنا دین پر ادب نہین ہی اسواسطے کہ جوئین سر شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی اور موجب نسیان ہی اور گرینگی
سے اسکے ناحق تعذیب ہی تو اسکا مارنا ہی بہتر ہی گرانیسے کذا فی الطحطاوی بتصرف وجاز المسابقة بالفرس والابل وفی الارجل والرمی للریاضة للجہاد او مسابقت
یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکلنا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہو کر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہی جہاد کی ریاضت کے واسطے ہم سابقت کی شرط یہ ہی کہ
دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہانتک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کر سکیگا بالضرور تو جائز نہین اسلیے کہ مسابقت
خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کی وجہ سے اور اس صورت مین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہی اس شرط سے ہمین منفعت نہین تو کیونکر جائز ہوگا کذا فی المنح ریاضت جہاد
کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہو اور دل بہلانا تو ایسا مسابقت مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہی مسابقت مین مال کا شرط کرنا
دونون جانب سے صورت اسکی یہ ہی کہ زید اور خالد نے گھوڑے سے دوڑ اسیطرح اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجاوے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجاے
تو زید مال دیوے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہی الا اذا ادخلا ثالثا محللا لشرط کما مر فی البحر یا دونون جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہین ہی جبکہ دونون شخص تیسرے شخص
محلل کو داخل کر لین اسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا ہم صورت ادخال محلل کی یہ ہی کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین کہ اگر تم ہم دونون سے
سبقت کر جاوے تو ہم دونون کے دو مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کر جاوین تو ہم تجھ سے کچھ نہ لین ولیکن جو زید وخالد مین مال مشروط ہوا ہی وہ بحال خود باقی ہی جو آگے نکل
بڑھجاے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لیوے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کر گئے تو
انکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہی کہ اسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑنے مین زیادہ ہو
یقینا یا دونون سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ہی ایک جانب

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر میں سبقت کر جاؤں تجھپر تو سو اشرفی تجھسے لونگا اور اگر تو بڑھ جاے تو میں تجکو دونگا
پس اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہیں سو اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دونوں طرف کی بازجیت کے احتمال سے سو یہاں دونوں طرف ایسا احتمال نہیں بلکہ ایک طرف
ہارنا ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سواروں کی جماعت سے کہا کہ جو تم میں سے آگے
بڑھجاے تو وہ مجھسے اسقدر مال لیے یا اسنے تیراندازوں سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو جائز ہے اور مسابقت کے مانند تفقہ میں اگر کسی مسائل میں
تنازع واقع ہوا اور تفقہ کے واسطے مال مقرر ہوا یکجانب سے یا دونوں جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے اسلیے کہ علت کی وجہ سبب کو شامل ہے کیونکہ دونوں
بابوں میں سکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل و اما بلا جعل فیجوز فی
کل شیء کما مر فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیراندازی کے سوا اسکے اور چیزوں میں چنانچہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا
مال شرط کرکے جائز نہیں اور بدون مال کے تو ہر شیء میں مسابقت جائز ہے اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری
میں زیلعی سے منقول ہیں اور یہی مذکور ہے کہ باب مسابقت میں جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال شرط دینے سے انکار کرے تو حاکم جبر سے
اسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کے ساتھ اسپر نافذ نہ کریگا ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوٰۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے
حضرات ملائکہ کے اوروں پر نہ بولا جاے مگر بطریق پیروی مثلاً یوں نہ کہنا چاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد ولا علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یوں کہنا
درست ہے کہ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضوں نے غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ کا دینا بالاستقلال جائز کہا اسلیے کہ
حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی ہو الذی یصلی علیکم وقولہ وصل علیہم ان صلوٰتک لیکن جمہور علما اسکے مانع
ہیں اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا انکے ساتھ شریک ہونگے اور جو آیتیں اور حدیث مذکور ہوے وہ دعا پر محمول ہیں اور اسمیں اختلاف
ہے کہ آیا یہ مکروہ تحریمی [illegible] ہے یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار میں اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کرنا بلفظ
صلوٰۃ اسواسطے شروع ہوا کہ اسمیں تعظیم و تکریم ہے ابوالعالیہ نے کہا کہ معنی صلوٰۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوٰۃ
ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوٰۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمیں دو قول ہیں
جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یوں کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہیں ہم بعضوں سے کہا
کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اسلیے کہ صلوٰۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہیں کرتا ہے ولہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اسواسطے
کہ انبیا مرحوم ہیں یقیناً اور بعضوں نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہیں رحمت الہی کے [illegible]
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسما معظمہ سے واجب ہے تو فقیر غریب [illegible] پر یہ طریقہ کہنا جائز نہیں اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حرمین کی
مجاورت کے سبب خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم ہے تعظیم اولاد علی اور آل ابوبکر اور عمر اور عثمان کے رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی
ویجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالاً فلیکن التوفیق و باللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا
سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہیں ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طالب رضاے الہی میں نہایت
سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں امت کے اور لوگ اگرچہ قطب یا اقطاب ہوں انکے ادنی
مرتبہ کی برابر نہیں ہوسکتے جسکا اسمیں تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے

ان لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہی جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور
بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی انکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی والترحم
للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہی اور جو انکے بعد مین از قسم علما اور عباد اور باقی نیک لوگ ہین
(یعنی رحمۃ اللہ علیہ)
وہ لوگ ہین جنہون نے حضرت کو نہین دیکھا اگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وہو الترحم للصحابۃ والترضی
(صلی اللہ علیہ وسلم)
للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسی طرح عکس اسکا جائز ہی یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور انکے بعد کے صالحین
کے واسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا کرمانی نے ولہذا اکثر کتب فقہ مین امام محمد کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور ہین قال الزیلعی
الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہی کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا
کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کے واسطے غفر اللہ لہم او تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے یعنی مغفرت اور تجاوز کی اسلیے دعا
(خدا انکو بخشے — اللہ انکی تقصیر درگذر کرے)
ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز
لہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہی یوم نوروز عبارت ہی آفتاب کے
آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہوین تاریخ ہی مہر ماہ کی آتش پرست دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی
حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہی کہ مشابہت ہی ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک
یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر
نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی ۵۰ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اسکا عمل حبط ہوگیا یعنی
ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اس دن کی تعظیم کا ارادہ
نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اسکے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع
کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہی تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبل ان اراد
تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اسکے قبل خریدنہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہی تو کافر ہوگیا اور
اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا باس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس حاشیۃ ابریسیم فوق اربع اصابع سراجیہ اور کچھ مضائقہ
نہین قلانس کے پہننے مین سوائے ریشمی کے اور سوائے اس کپڑے کے جسپر ریشم ہی چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہی قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہی کہ
اہل عجم اسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف نے جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہی کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی سے
وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر تین انگل سے زیادہ ریشم ہو اسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہی برخلاف اس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی
حلت مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہی لباس سیاہ اور
عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت وکرہ للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ
لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور مردون کو مکروہ
ہی جیسا کہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے
منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہی شیطان کا وتستحب التجمل لما اباح اللہ الزینۃ لقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ اور

مستحب ہی تجمل اور آرائش اپنی نعمتون سے زینت کو مباح کیا ہی بدلیل قول حق تعالے کے کون ہی جسنے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون
کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ ہم مرد کو مستحب ہی کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظمؒ اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ درہم دینار
تھی بدلیل آیۃ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حقتعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر نمودار ہو
اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے رداء مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ ملتقی
نے ذکر کیا ہی امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا امیر المومنین عمرؓ ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر ایسے اور ایسے پیوند تھے امامؒ نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے
ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو انکے عمال اسمین انکی پیروی کرتے اور اگر عمال کو بھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے
حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود ولاشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا قال اللہ تعالی والذین
اوتوا العلم درجات فالرافع لہم اللہ فمن یضعہم یضعہ اللہ فی جہنم وہم اولوا الامر علی الاصح وورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہی اگرچہ جاہل قرشی
کی قوم سے ہو حقتعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالی ہی جو اسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی
اسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولوا الامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید مین امر ہی علماء دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیاء کے بالاتفاق
اسمین خلاف نہین ہم پوری آیت یون ہی واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاے
کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات انکے جو ایمان لاے تم مین سے اور انکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اسکا عالم
اور دانا ہی تفسیر بیضاوی مین ہی کہ اللہ تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلندی قدر کی سے تقاضا
اس عمل کا کرتا ہی جو مقرون بمزید رفعت ہی اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر
جیسے چودھوین رات کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن مین ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگون پر اہل علم کو
مجالس مین رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرتؐ کے نزدیک انکے زائد فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسی طرح حضرتؐ کے بعد بھی علماء کی
تعظیم کرنا چاہیے ابن عباسؓ سے کہا کہ علماء کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد
کا حق شاگرد پر یکسان ہی برابر وہ یہ ہی کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بلا ادب سے رد نکرے اور چلنے
مین اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہی وہ یہ ہی کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہی زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے
فرمایا کہ طالب علم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین
امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہی کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہی اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہی کہ جاہل بھی
جہالت سے بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہو جاتا ہی اختضاب لاجل التزین للنساء والجواری جائز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا وتمامہ فی الحظر ایک
شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لیے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ
مکروہ نہین اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ہم ابو یوسفؒ سے مروی ہی کہ جیسے مجکو یہ پسند آتا ہی کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہی اسکو میرا
آرائش کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہی کہ نہین کیا وہبانیہ مین ہی کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پاون مین لگانا لائق
نہین کہ یہ آرائش ہی اور وہ عورتون کو مباح ہی اکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب
کیا یا نہین انسؓ نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمرؓ کی حدیث ہی کہ انھون نے حضرتؐ کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہے خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرے مقام
یہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہی اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام کی
ایک جماعت نے خضاب کیا ہی صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور بعضی سیاہ خضاب
کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیون کا مذہب یہ ہی کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ فتاوی
قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہی مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہی اسواسطے کہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہی اور غازیون کو حرام نہین کافرون پر رعب ڈالنے کیواسطے
اور اصحاب کبار سے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محمل ہی قالہ الحموی کذا فی الطحطاوی اور مین نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے
کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک کو خضاب وسمہ تھی واللہ اعلم

کما یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہی کہ کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہی کہ آپ نے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب اقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل
ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کی طرف تو یہ مکروہ نہین بلکہ بھاگنا مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے
واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی
یکرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اس شہر سے جسمین وبا ہی
سو اگر وہ یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حقتعالی کی تقدیر سے ہی تو کچھ مضائقہ نہین اسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہی اور اگر اسکے
نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اسمین مبتلا ہوگا تو اسکو یہ مکروہ ہی تو وہان نجاے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اسکا اعتقاد
محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس
لہ ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اس سے زیادہ ترکوئی عالم نہین اسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اسکو یہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا مین ہی ہم یہ قول محمول ہی اس جہاد پر جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہی ثواب مین اس جہاد کے ثواب
سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یأخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما
الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قد قدمتہ قبیل فصل القرض مدیون
نے دین مؤجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مر گیا سو اسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی مؤجل نرہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے
ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علما متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہی اور اسیکا فتوی
دیا ہی مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہی اور مقرر مین نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی ہم صورت اسکی یہ ہی
کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیچی کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مر گیا تو
صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نقد لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ تتمہ شارح کا فی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر
کنز الدقائق مین ہی کہ حافظ قران کو لائق یہ ہی کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قران مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہی نہ مجرد تلاوت قال تعالے
افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان پر سلام کرنا چاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا ندینا دونون درست مین قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے

نہیں کی اور پھر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کردیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم
اور حج وغیرہا سے کہ انکے نصوص مجمل ہیں سنت نبویہ میں انکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قال فقد رکذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص
لا غیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری میں کہتا ہوں اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم
رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہوا اور گاہے قیاس سے ہم بیان اسکا یہ ہے کہ علم یا فقط نص سے
ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور
علوم دینی ہیں اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہیں وقیل لتعلقہ بالموت وغیرہ
بالحیوۃ او یعنی اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہم یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے
دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف میں فرائض کو
نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض بسبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض بسبب اختیاری سے ثابت ہے ہم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی
ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا والحق
ان الارث من الحی ام من المیت استمداد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہے یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے
مردے کا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزا جزا حیات مورث سے وقت ہے میراث
کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث اس حالت
میں مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہیں کرتیں کذا فی الطحطاوی فیبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ
عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاوے میت کے اس ترکے سے جو خالی ہے تعلق
حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہے اور اجارہ کا گھر ترکہ لغت میں بمعنی متروک ہے اور اصطلاح میں
ترکہ وہ مال ہے جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل و عیال ترکہ سے خارج ہوگئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن
کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم
ہے راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر ادائے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز میں صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام
نے اپنے مولی کی حیات میں کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہیں سوا غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولی سے ہاں اگر دیت دیکر
کچھ باقی رہے تو اس سے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اسپر لوگوں کے دین ہیں مالک کی زندگی میں پھر مالک مرگیا اور اسکا کچھ مال
نہیں سوائے اسکے تو ارباب دیون مقدم ہیں تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہیں کیا اور بائع نے
غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوائے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ
نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے
کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہوے تکفین پر
مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے اور یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہو گئے تھے
بتجہیزہ یعم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاوے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ کفن مسنون یا بقدر اسکے

حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع حفاظت کا بدل ہے بخلاف زکوٰۃ کے اسواسطے
کہ اسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد وصیت کی وصیت
مقدم کیجاوے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہے اور وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت
سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو کسی معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ
اجنبی ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درہم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کے مانند [illegible]
سے منقول ہے یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تہائی سے
جو باقی رہ گیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادا دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جبکہ دوسرا
امر نہ پایا جاے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پائے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جلگیا اور نہ اسکو کفنایا اور وہ کسی کا دیون نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت
جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصیت کا
ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال جز قسمت سے ساقط کیا جاے نہ اسقدر کو جدا کر کے باقی مال سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا
فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے بسبب ہونے وصیت
کے مظنہ تفریط کا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام
منظور ہوا بوجہ مظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش
کر کے لے سکتے ہین تو اسکے ادا کرنے مین احتمال تھا تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا واسطے
وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابع بل خامس یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبہ بلکہ پانچوین مرتبہ مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت
کیا جاے میت کے وارثون مین ہم صرف ترکہ مین پہلے تجہیز و تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادا ے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان
حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان حقوق
متعدد پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام
مال اسی کا ہے سواے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے زوج الشرح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علما فرائض کے عرف مین وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد
ہو جانے اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے وہ بمعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہین بعد فنا خلائق کے لیکن نسب اور
سبب کی قید خالق عز شانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحطاوی ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے اسم کتاب اللہ مین باپ اور مان اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹیون اور بھائی اور بہنون کی میراث
ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات
کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ انکو دو ہم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہوا اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے
کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا اصحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی
او الاجماع کجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

ہم اجماع امت سے مراد اتفاق ایسے مجتہدین امت محمدی ہے کہ حکم شرعی پر جس زمانہ میں کہ واقع ہوا ور مراد اس سے اہل حل و عقد ہیں اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق
کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو لمصحف بہ یفتی وقیل لا یورث وانما للقار
من ولدہ صیرفیہ باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک
جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ مصحف ہو اسی
قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو بیٹا کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ سبب نکاح
صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہے نکاح فاسد وہ ہے جس میں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو اور نکاح باطل جیسا
متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے یہانتک مروی ہے کہ
تو ایک وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلا کتاب یا باغ آپ لے اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور قرضخواہوں
مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسیواسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کرلیں کذا فی الطحطاوی
والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے آیندہ قول میں اسکو بیان کیا ہے فیبدا
بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجاوے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں یعنی سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ معین او مصرح
ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ چھ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس یعنی آدہا اور چوتہائی
اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وہم اثنا عشر اربعۃ من الرجال وسبعۃ من النساء وواحدۃ من الحمیلۃ وہی الجدۃ اور تمام اہل فروض
بارہ ہیں ان میں نسب کی راہ سے تین ہیں مردوں میں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں تین ہیں مرد ایک باپ دوسرا
دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات
النسبیۃ لانہا اقوی ثم بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق ولو انثی ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم
شارح نے کلمہ العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو شامل واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے ثم عصبہ سببی یعنی معتق یہ
اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وہی العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث
شروع کیجاوے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد ارث شروع
کیجاوے آزاد کرنیوالے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولا سے کچھ حق نہیں سوائے اسکی ولا کے جسکو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی
اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک
کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات ترکہ میں کوئی نہیں تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے
حقوق کے یعنی بقدر نسبت انکے حصوں کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قالہ ابن الکمال ہم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی
خارج ہوگئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا
ابن الفضل نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں نہ رکھا جاوے بلکہ
انکو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاوے کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہۃ السبب بنسبت اور شخصوں کے اور اسی طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی روح الشروح اور حاشیہ
عمر زادہ میں قنیہ سے ہے کہ بیت المال معتق اور اسکے ذوی الارحام وارث ہوسکتے ہیں ہمارے زمانہ میں جنکے معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسی طرح ہمارے زمانہ میں

زوجین پر رد و میراث ہوگا اور اسکو مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتویٰ ہے انتہی پھر ترجمہ زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتویٰ یہ ہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال
تو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد الواحد شہید
میں بھی اسیطرح رد علی الزوجین تعلیل مذکورہ سے لکھا ہے اور در ح الشروح میں قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی بمسلم
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ درست ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوی الارحام پھر ذوی الارحام ہیں یعنی جب اہل فروض نسبیہ و عصبات مذکورہ نہوں تو ترکہ
میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا
اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال سے انکو دیا جاتا
ہے قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابتدار ہیں جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی ماں کی طرف سے قرابتدار ہوں یا اسکے باپ
کی طرف سے اور لغت میں ذورحم قریب من جہۃ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ثم بعدہم مولی الموالاۃ کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولی الموالاۃ
ہے جیسا کہ بیان اسکا کتاب الولاء میں گذر گیا ہے یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولا سے موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت میں
معنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنی دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہوتا جبکہ میں مروں اور میری طرف
سے خونبہا دینا اگر میں کسی کو قتل کروں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا جب
وہ مرجاویگا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافا للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے
کہا شرائط ولاء یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ اسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال
یا موالا سے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا ہونے کی شرط میں اختلاف ہے اور اسی طرح اسلام کی شرط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
ملخصا ثم للباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولا موالاۃ کا ہے سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ثم وارثیت مولا موالاۃ
مروی ہے حضرت عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوای ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہے اور دلیل ہے قولہ تعالی والذین
عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس عقد موالاۃ کا ہے اور امر وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف خصوصا
پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان او معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاتوہم نصیبا اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول کہ آیتہ
کریمہ میں قسم مراد ہے اسواسطے کہ اسوقت میں فاتوہم نصیبہم کہنے سے ترتیب نہیں ہوتا بلکہ مراد وہ عقد بالیمین ہے بنا بر عادت کے اسطرح پر کہ ہر واحد متعاقدین دوسرے
کا ہاتھ پکڑتا ہے معاقدہ کیوقت اور احادیث آئی ہیں بہت ازانجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے
پاس آتا ہے اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اسکی زندگی اور موت میں انتہی یعنی زندگی میں اسکی طرف سے
دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصا عن ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہیں ہوا صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے
خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی
وارث نہیں اور اسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اسکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پر ہے کہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جبکہ مقر مرجاوے
اسی اقرار پر کہ اصرار ہو جیسا کہ یوں اقرار کرے کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور مانند اسکے انتہی فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او قبل اقرارہ او شہد بہ رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

ورا احکم الورثة وان رجع المقر تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہوگیا اسطرح کہ مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے
اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اسکا نسب حقیقۃً ثابت ہوجا دیگا اور مقرلہ مقر کے وارثوں سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہوجا
مقرلہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہاں خالد میرا بیٹا ہے اور بکر ابھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں مثلاً
زید کی اولادیوں کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہرچند رجوع اقرار سے منع ارث میں معتبر ہے لیکن جب
مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شرح السراجیۃ لسبط المصنف
وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسی طرح نسب مقرلہ کا ثابت ہوگا اگر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرح
میں مذکور ہے جو مصنف کے نواسہ کی تصنیف ہے اور الشارح نے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں ہم طحطاوی سے کہا کہ شارح آئین یعنی تصدیق مقرلہ
سے اثبات نسب ہوجانے میں مصنف کی شرح کا تابع ہوگیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے
اسواسطے کہ مقرلہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شرح مصنف کی عبارت آئین میں صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقرلہ کی انتہی ملخصاً ثم لہ ای
الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مرتبہ سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت
کی ہو اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بالاضرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کیونکہ
اسکا حق متعلق ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو بیشک واسطے موصی معین
کردیگا وہ پورا اسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقرلہ
مگر اسوجہ سے کہ مقرلہ میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمیں قرابت کا کچھ احتمال نہیں ہم کہتے ہیں حال مقرلہ کا تو یہی ہے کہ اس میں احتمال
کہ شاید یہ مقر صادق ہو اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مصر رہا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع
بیت المال لانہ مال فیئ للمسلمین پھر مراتب مذکورہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جاوے ارث کی راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لاوارثی
مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے اور مروح الشروح میں ہے کہ علی مرتضی سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہوکر پڑھا تو اسکا حق بیت المال میں ہر سال
دوسو درہم ہے اور ایک روایت میں دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا میں نپاویگا تو آخرت میں لیگا اور شرح مختصر طحطاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج بیماروں کا اور کفن
موتی اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب اور پیشے سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموافقہ علی ما ہنا اربعۃ اور موانع ارث کے برابر اس مقام کے چار ہیں ہم جب اسباب ارث کے ذکر
ہوچکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کے متحقق ہونے فقط اسباب کا وجود کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے
مقتضا سبب نہوسکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال میں یا اسکے اس حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح
یا صاحب ولا کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہوجاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذرجانے کے
مدت کے داخل ہوجاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب میں لاحق ہوگیا اور نسب اور نکاح اور ولا میں حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہوے ولد نسب اور نکاح اور ولا جو فقط میت
کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصاً کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا
اگرچہ ملک ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہیں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو
حر فیرث ویحجب قال الشافعی لا یرث بل یورث قال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث
ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی رحمہ نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اسکا مال اسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وارث ہوگا اور مورث ہوگا اور حاجب ہوگا بقدر اسکے حریت کے جو اسمیں ثابت ہے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک اسکے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن میں اُنکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کہ حربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں اہم لیتے حربی مرگیا دار الحرب میں اور اُسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اُس حربی کا وارث نہ ہوگا
اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اُس ذمی کا وارث نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الکافی او حکما کمستامن و ذمی و کحربین
من دارین مختلفین لترکی و ہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکما ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف
کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو اُنمیں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان اُنکے ہم قولہ کحربین کو اگر اُسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک اپنے مختلف ملکوں
میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ بھی قبیل اختلاف دارین ہے حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اُسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف
کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک مختلف میں ہیں حکما تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربین کمستامنین
کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ایک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اُسکو پاتا ہے تو اُمیں اس کلام
کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونوں دار مختلف نہیں ہیں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں
کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین بر خلاف مسلمین کے کہ اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور
سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور
اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم اُن سب کو شامل ہے تو اُنمیں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب دار الاحکام
نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور روح الشروح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود
وسعت اور تباعد کے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارح کی نظر میں چنانچہ کافروں کے دین باوجود ہونے نفس الامر میں کثرت
کے ہیں ایک ہی ہیں شارح کی نظر میں کذا فی الطحطاوی قلت وبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی قال علی کما بسطہ فی کتابی میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث
کے باقی رہے ہیں پہلے میں نہ جاننا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے
آویگا یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق ... سے مرگئے تو اُنمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ
مانع نہیں اسواسطے کہ جو علت ہے مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جنہوں نے جہالت
تاریخ موتی کو مانع کہا اُنہوں نے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث بذلک خمس مسائل ذکرہا فی تکلیمۃ منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور
منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یاد رکھی ہیں ازانجملہ پہلا یہ کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے
لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اُسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہ ہوگا ولذا لو اشتبہ
ولد مسلم وولد نصرانی عند الظئر وکبر فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جاوے
مسلمان کا لڑکا اور نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نہ پاوینگے اپنے باپوں کی منیہ میں اتنا زیادہ
بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپس میں صلح کرلیں تو اُنکو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہو وے کہ دونوں کا مسلمان ہونا اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی
صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انہیں کی ہے بلا شک ... مگر عدم تعیین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اُسکا حق ہے اور جو
دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد اذ منہا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے
ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اُسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

ماں کی ماں صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے ناتی کا حصہ مجھکو دیجئے صدیقؓ نے جواب دیا کہ تیرا حصہ کتاب اللہ میں نہیں پاتا ہوں اور تیری بابت
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو
سدس دیا ہے پھر اس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھکو دیجئے تو صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے
کچھ حصہ نہیں پاتا لیکن ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الاختیار وعن الاکمل بعضا و للسدس لبنت الابن
فاکثر مع البنت الواحدة تکملة للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے ہم جیسا مصنف نے سدس کو ذکر کیا
تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ خواہ بعض صورت میں جیسے پوتیاں اور پوتوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک
پوتی کو نصف اور دو پوتیوں کو یا زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ انکا بھائی بھی ہو تو بھائی انکو عصبہ کریگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص
ہیں ازانجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملیگا دوسرا حال یہ ہے کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہو جاوینگی لیکن اگر انکے ساتھ
بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو انکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو ثلثین سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور
یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین ہے زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ
بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تا کہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و
السدس للاخت لاب فاکثر مع الاخت الواحدة لابوین تکملة للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں
کے پورا کرنے کے واسطے ہم یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہو تو نصف تو سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تا کہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے
کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور یہی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاوینگی تیسرا
یہ کہ اگر انکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو انکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا الاخوات مع البنات
عصبات پانچواں یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی
ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ہوئے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ
سدس پاتی ہے چنانچہ ابھی مصنف نے اسکو بیان کیا اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ انکے ساتھ بھائی ہو تو
انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو گی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی و السدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین
فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد انکی عورتوں کے برابر
ہیں حصہ میں ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد
سے شاکرہ نے نکاح کیا اس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہیں طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے
تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہو تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے
سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ انکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس ہم کما مر اور تہائی ماں
کے واسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہوں جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ اسکے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی
ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمناہ اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں
وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلہا حینئذ الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں ہے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے

ہے اُم کا لفظ یہاں زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ میں بھول چوک ہے شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین میں ہے افضل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث ما بقی یہ ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہیں او زوج والوین و ام فلہا نصف السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین میں تو اسوقت میں درحقیقت ماں کے واسطے سدس ہے ہم یہ صورت بھی ترجمہ میں ذکر کر چکے کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اسکو ثلث کیوں کہا شارح نے اسکا جواب اس قول آیندہ میں دیا وسمّی ثلثا تادبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث یعنے اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اسکے وارث ہوں تو اسکی ماں کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اسواسطے صریحا ذکر نہ کیا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہیں اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے وعلی ہذا القیاس یوں ہے کہ ماں کا حصہ جبکہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث باقی ہے چنانچہ جمہور کا قول ہے ثلث مال نہیں چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمیں تفضیل انثی کی اُس ذکر پر لازم آتی ہے جو اسکے برابر ہے جہت اور قرب میں اور یہ فروع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی

فنصفا و ثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرض لہ النصف وہو خمسة البنت و بنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لا یتعدد اور ثلثین یعنے دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں ہیں اسواسطے کہ اسمیں تعدد اور کثرت نہیں ہے یعنے زوج کے حق میں دو تہائیوں کا حق نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد تنہا ہیں جو کہ انفراد کی حالت میں نصف کے وارث ہوا کرتے ہیں فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنے ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور دو سگی بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بھائی بہن نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ ذکور ہوں یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہے جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی بہن ہوں یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند بحالت برابر ہونے کے وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریہ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں اور عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقا لغت میں عبارت ہے محیط بالشئی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات نسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ و عصبۃ بغیرہ و عصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہیں عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوئی کیونکہ عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت میں غیر بھی اسکا شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے

یحوز العصبة بنفسه وہو کل ذکر فالانثی لا تکون عصبة بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبة کولد الام فانہ
ذو فرض وکاب الام وابن البنت فانہما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہی جسکے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے
عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہی پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ
وہ صاحب فرض ہی نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور نواسا اسواسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما ابقتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ وہی ہی اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فرض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند
اہل فرض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اُسکی تفسیر بلفظ جنس کر کے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند الانفراد یحوز جمیع
المال بجہة واحدة اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا ہی ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا
فقط ایک عصوبت کی جہت سے نہ اُن دونوں جہت سے واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہی جبکہ اُسکے ساتھ عصبہ نہو
اسلیے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے ہی اور باقی مال کا سبب رد کرنے کے تو دو جہت سے سب مال پایا بلکہ وہ جہت رد سے بخلاف عصبہ بنفسہ
کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہی ثم العصبات بالنفس اربعة اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جہات
چار قسم ہیں میت کا جزء پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جزء پھر میت کے دادا کا جزء میت کا جزء چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزء
چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزء چنانچہ چچا اور اُسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب وہ عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی
پھر اُسکے بعد اُس سے جو قریب ہو وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزء مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا
بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پرپوتا اور پرپوتے کا پوتا ہو اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہی دلیل نقلی تو قرآن مجید میں مذکور ہی یعنے
باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ انسان ولد کو اپنے والدین پر مقدم جانتا ہی صرف
مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہی فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہی کہ اُسکا مال فرزند سے تجاوز کر کے اُسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی نے بقدر
حصہ پدری کے اُسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اُسکی خواہش کی رعایت رکھی کذا فی الطحطاوی ملخصاً ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے
باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہیں ہی تو میت کا باپ عصبہ ہو کر متروکہ لیگا ویکون مع البنت ذا فرض وعصبة وذا سہم کما مر اور باپ
ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فرض کے بیان میں طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس
مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہی یعنے باپ کا باپ
جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا پھر دادا الی غیر ذلک اما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہی ذوی الارحام
میں داخل ہی نہ عصبات میں ثم جزء ابیہ الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جزء یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلا بھائی
مقدم ہی بھتیجوں پر ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہی اگرچہ ابن الاخ سافل ہو
یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوة عن الجد وان علا قول ابی حنیفة وہو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل وعلیہ الفتوی تاخیر بھائیوں کی دادا
اگرچہ دادا اعالی ہو قول ہی امام ابوحنیفہؒ کا اور یہی قول مختار ہی فتوی کے واسطے برخلاف صاحبینؒ اور شافعیؒ کے بعضوں نے کہا کہ صاحبینؒ کے قول پر
فتوی ہی یعنے بھائی مقدم ہیں دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہی ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم لاب یعنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اسکا سوتیلا چچا ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری
کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد یعنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر
اسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلوا یعنی جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسی طرح مقدم ہے یعنے سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند او
عم جدی کے فرزند سافل ہوں کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ھم اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار انکے ابدان
کے قسمت ہوگا نہ باعتبار انکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے
گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق
معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا و بعد ترجیحھم بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بالقوۃ
واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالاخت مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب
اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ انمیں تفاوت ہو سگے سوتیلے کا جیسا کہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات
میں سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ھم درجہ سے
مراد قرابت کی جہت ہے یعنے تقدیم میں راجح جہت معتبر ہے تو جزء میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبوں میں سے
ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے جیسا کہ جزء میت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ
قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں
اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کی یعنے سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات
بنفسہ کے اصناف کا [illegible] ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ بے محل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے
کہ اسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اسکی دلیل میں بہن کی قوت قرابت کو مذکور کردیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون
دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند ھم
یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنے مرد وارث ہوتا ہے اپنے
سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور حاصل کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے
نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلے یعنے اقرب مقدم ہوتا ہے ھم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا
سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے اور تفاوت
درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات
بابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا یعنی عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور
پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں ھم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ
الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا
اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے
ہوں اسی طرح بہنیں اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابوین او لاب یعنی سگی اور سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے ھم اور بہنوں کا

عصبہ ہونا اپنے بھائیون کے ہونے سے حق تعالی کے کلام سے ثابت ہو وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین نصف اور ربع و واسطے نصف و الثلثین ابن الثلثین
عصبہ ہوا جو تین تو عصبہ لغیرہ چار عورتین ہین بعینہ وہ لڑکیان کہ حصہ انکا بیان ہوا عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بھائیون کے ہونے سے ہم اور جس عورت کا حصہ فرض نہین اور اسکا بھائی
عصبہ ہو تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم
کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن ابن وان سفل اور فوقہ اگرچہ بہنون کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ بیٹے کے
بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو اوعصبہ لغیرہ مین بھائی سے مراد وہ ہی
جو برادر حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو سو حقیقی برادرین ہین ہوتا ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے
ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنون کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنون کے جو درجہ مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ
کر دیتا ہے جو انسے اسفل ہو درجہ مین تو انمین سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہین چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع
غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس ہو مصنف نے
عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھ یا پوتیون کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون کے ساتھ
عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونون جمعون سے جنس مراد ہو مترجم اور اسکی شرح مین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم
چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر
الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا و ولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی ماں کا مولی ہے
ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا اسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین مین فراق ہوگیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے
طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اسکی ماں کے ساتھ ملا دیا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جسکے باپ کی جانب سے
کچھ قرابت نہین تو اب یہ واجب ہوا کہ اسکی ماں کے موالی اسکے وارث ہون اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو
چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب
مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولی کے
قرابت دار اسکی میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہین اور اگر مولی مر گیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی
میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی والمراد بالمولی ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور متن مین مولی سے
مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونون کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو بشرح
بیان کیا ہے ماں کا مولی ہوا اسلئے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہے یعنی شرعا انکا کوئی باپ نہین جس سے انکا نسب ثابت ہوا اور وہ اسکے وارث
ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث من توامہ
میراث اخ لام و ولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین
وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے ماں جائے بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے
وختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا
آزاد کرنے والا ہم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

یعنی صلبی اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبوں میں دونوں اصلین یا ایک اصل
پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے وارث نہ ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب منہم من سواہم الا الیہ بالامر ونہ اقدم الاقرب فالاقرب اتحد الی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے
کہ انکے سوا سے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں
قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہوں ہم جنس حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ
میت کا جزو میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع دانی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے و علی ہذا القیاس فروع الفروض میں اقرب
ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیۃ یعنی سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ بھائی
ہے والثانی ان من ادلی الی المیت بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت میت سے بواسطہ ایک شخص کے ہو تو وہ وارث نہوگا اس
شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت بیٹے کے واسطہ سے ہے تو پوتا بیٹے کے ہوتے وارث نہوگا سوا اولاد الام فرضا لہم
لعدم استحقاقہا المترکہ بجہتہ واحدۃ مگر مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام ترکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے یعنی ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے
بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضا اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہ ہوتا مگر اسکی وراثت اس وجہ سے ہوئی کہ ماں سب ترکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک
فرضیت کی جہت سے اور اگر اخیافی اور عصبات میں کوئی باقی نہیں ہو تو ماں کے تو اب وہ تمام ترکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضا و ردا والمحروم
کابن کافر او قاتل لا یحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان اسواسطے کہ محروم میں
صلاحیت میراث کی اصلا نہیں تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہے بسبب فوات اہلیت کی وجہ سے ویحجب المحجوب
اتفاقا کام الاب تحجب بالاب وتحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے
ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وکالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان ویحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان
اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنی بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک
حجب نقصان کر یعنی بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے اور دوسری حجب نقصان کی
ویختص حجب النقصان بخمسۃ بالام وبنت الابن مع البنت والاخت لاب مع الاخت لابوین والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو
ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے
نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک
ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام بثلثۃ بالابن وابنہ وان سفل وبالاب اتفاقا والجد
عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے انمیں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہے
باتفاق امام و صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران ثانی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت ہے اور بعضی مصنفین نے مصنف کے مانند فرض کے
اور انکے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اسکے ذکر کے وقت
بیان کر دیئے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا یقاسمہم علی اصول
زید ویفتی بالاول وہو السقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ واصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ دادا سگے بھائیوں سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
کے اصول پر اور فتوی دیا گیا ہے اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ میں بشرح مذکور ہیں ہم نے بخوف اختصار ان اصول

مطلقا فافہم والاخری ذات قرابتین واکثر کام ام الام وہی ایضا ام اب الاب بہذہ الصورۃ

اب ... ام ... ام
ام ... ام ... اب ... ام

ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ ہذہ ذات قرابتین

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو
چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہو صورت اسکی یہ ہے

ام ... ام محمود پسر شاکر
اب ... ام ... شاکر
ام کلثوم ایک قرابت والی ... اب حامد
ام

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسیطرح کام الاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور غیر مذکور رہ چکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ
کو محجوب کرتی ہے مطلقا تو وہ جیسے اس غلطی مصنف کو وہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح مانا جائے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجب ہو اسکے
ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہ کتابوں کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے کہ موجب قاعدہ گذشتہ کے قریبہ بعیدہ کی حاجب ہے
اور حالانکہ یہاں یہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ ام ام الاب کا
ترجمہ کیا و توضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدۃ الابوین اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت
نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو اُنسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی اور ماں
کی نانی ہے اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جسنے اپنے بیٹے کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اُسکی بیٹی سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا
تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ جمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی
کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی
رضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا اُنسے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی ہے اور اُسکی ماں کی نانی اور سماۃ کلثوم نے
اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا اُسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اسکے باپ کی یعنی
شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا
محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی نانی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی
یعنی راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم سے اور وہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے
فقسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے ہم یعنی ایک
قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی حصہ اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس میں اس وجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے

تو جسمیں ایک قرابت کی جہت ہوئی اسکو ایک حصہ دیا اور جسمیں دو جہتیں قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئیں تو صورت میں وہ ایک ہے اور حقیقت میں متعدد ہے لہٰذا
اسکو دو حصے دیئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی بوجہ جہت کے تھی وہما ای ابو حنیفة وابو یوسف اعتبرا الفصل باعتبار الابدان وبہ قال مالک والشافعی وبہ جزم فی الکنز
فقال وذات جہتین کذات جہۃ اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے انفصال قسمت کو ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہے امام مالک اور امام شافعی کا
اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں جو کنز میں یوں کہا ہے کہ دو جہت والی بہ منزلہ ایک جہت والی کے برابر ہے اور شیخین کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ نام میں
متعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا ورنہ اسم متعدد نہیں فقط جہت کا تعدد ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ دو قرابت والی کو بھی بمنزلہ
ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی بہ منزلہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو تینوں کو سدس نصف النصف تقسیم ہوگا اور محیط میں ہے کہ
سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کا اور تین حصے تین قرابت والی کو پہنچینگے طحاوی نے کہا کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہے اسی پر امام ابو یوسف کا ساتھ ہے
امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ فرائض شریفی میں ہے کہ شریح نے کہا کہ متعدد قرابت ذوی الجہتین میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الحمید
بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب نے فرائض میں یوں ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استکمل البنات الثلثین فاخذوا
الابن فرضہن وہو الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا اذا اخذ الاخوات الشقیقات الثلثین الا ان یعصب ابن ابن فی الصورۃ الاولی واخ فی الثانیۃ
موازیا ای مساویا او نازلا ای سافلا فیعصبہن لکون الباقی للذکر کالانثیین قال المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض یعنی دو تہائیاں
پوری کر لیں تو پوتیاں ساقط ہو جاینگی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کہ عصبہ کر دیتا ہے پہلی صورت میں اور بھائی کہ عصبہ کر دیتا ہے دوسری
صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلا بھائی
اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور بنات کا حق کامل ثلثان ہے
ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور اخوات کا حق آخر سورہ نسا میں مذکور ہے فلہما الثلثان اطلاق اللفظ ظاہرۃ لتعمیم
ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانہا من ذوی الارحام قال
فی السراجیۃ ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق ہونیمیں ظاہر اقرار ہے علما کی
اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد
کرنے والے کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام ہے
سراجیہ میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو نسب میں یعنی پھوپھی کو ان صورتوں مذکورہ میں عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ
عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہ ہو چنانچہ مسئلہ مذکورہ میں تو اسکا بھائی اسکو
عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو
اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہیں پڑ سکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف مناسب تھی کذا فی الطحطاوی
ملخصا بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل
درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو یعنی پھوپھی کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے ان عورتوں کو جو اس سے
نیچے درجے والیاں ہیں یعنی اگر پھوپھی صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اسکا بھتیجا اسکو عصبہ نہیں کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجہ میں نیچے ہونگی وہ ساقط
ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضہن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بہذہ

کہتے ہین اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف ہم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہین کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہین مگر مسئلہ اکدریہ مین اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہین صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہو اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن کیواسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین سو اسیلئے کہ ایک سہم دادا کے واسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی طرف تو چھ سہم مین تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نہ رہا تو اصل مسئلہ چھ مین تین سہم کو زیادہ کیا تو نو سہم ہوگئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونون حصون کا چار سہم ہوا انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصون پر مستقیم نہین لہذا تین کو نو سہم مین ضرب کیا تو حاصل ستائیس ہوئے زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو انکو دونون پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا مین صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا مین اسکو عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہو جائے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت کا مذہب اس مسئلہ مین مشتبہ اور مکدر ہوگیا کذا فی شرح السراجیہ وشرحہا الشریفی ملتقطا وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ مین امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ہم تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کی مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشترکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کہا مین کہتا ہون اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیون کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ بالاتفاق نہین اور صاحبین کے نزدیک ثابت نہین اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب مین عند قولہ ویسقط بنو الاعیان بالاب والابن والجد امام کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہین ہر حال مین تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل مین ہم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت مین بمعنی جور وغلبہ ورفع وزیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہین معنی اصطلاحی سے اسواسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض مین نقصان داخل ہو جائے وضدہ الرد کما سیجی اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہین اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہین اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یون تقریر کیجیے کہ عول مین سہام فاضل ہو جاتے ہین مخرج پر اور رد مین مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادۃ فی سہامہم اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح مین عبارت ہے سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاوین فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اسکی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے بقدر حصہ متروکہ کی تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت مدیون کے متروکہ مین ارباب دیون حصہ رسد اور ادا ناقص پاتے ہین ہم الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادائے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذالک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر تقسیم کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثون کے حصون مین ایک نسبت پر یعنی یکساں کمی ہو بقدر حصون کے کذا فی شرح الطحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا تو ہر سہم مین سبع یعنی ساتوین حصہ کا نقص ہوگا ... اور بہنون پر چار سبع کا نقص ہوگا ان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی
انکے ... ہو کہ ایک ... ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے ... ساتوین سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم مین کمی ہوگی
واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالی عنہ ... عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہین ہم فاروق اعظم کے زمانے مین ایک صورت
واقع ہوئی ... فرض ... تو عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا ...
صحابہ کرام نے ... اتفاق کیا ... طحطاوی ... اور عالمگیری مین ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام مین
واقع ہوا ... زوج اور مان اور دو سگی بہنین وارث ... اور عول کیا
... ان کے ساتھ ... فرض مذکور ... مخرج ...
اور مخارج ... پانچ ... نوع اول ... تو مخرج ... ہوگا اور اسی سے مسئلہ
ہوگا اور اگر ... ہون تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس ... ہون تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور
... نوع اول ... نصف نوع ثانی ... مختلط ہو ... تو مسئلہ ... سے ہوگا
مخارج ... داخل ہے اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ بارہ سے ہوگا اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے
ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے ... مخارج ... سات ... دو تین چار آٹھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ
مخارج ... چار ... عول نہین کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ ... ان مخارج کے فرض ... واسطے مال ترکہ کا
پورا ... باقی رہتا ہے تو ... عول کی حاجت نہین ہوتی ... چنانچہ زوج اور سگی بہن ... نصف باقی چنانچہ
زوج اور سگا بھائی ... فی الباب ... قد تعول بالاختلاط ... باب المخارج اور تین مخارج مین کبھی عول ہوتا ہے
اختلاط ... کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج مین آچکا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہے فستۃ تعول اربع عولات
الی عشرۃ وترا وشفعا ... چھ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونون کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کی طرف
اور آٹھ کی طرف ... دس ... ستۃ تعول الی سبعۃ ... چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہونے مین ہم
تو اس صورت مین سدس کے ساتھ عول ہوا یعنی سدس کے زیادہ کرنے سے سات ہوگئے اور ... ہر سہم کی ... ترجمہ مین طحطاوی سے مذکور
ہوگئی والثمانیۃ کہم وام اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور مان ہین یعنی زوج اور دو سگی بہنون اور مان ہین ہم تو اس صورت
مین ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ کی تہائی دو ہے جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم ورثہ مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا
والتسعۃ کہم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی ہین یعنی زوج اور دو سگی بہین اور مان اور اخیافی بھائی ہین ہم تو
اس صورت مین نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے
نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو ... چاہا کہ مین نصف مال لون تو
علما حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انہون نے فرمایا کہ ثلث مال اسکا حق ہے والعشرۃ کہم واخ آخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی
اخیافی ہین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور مان اور دو اخیافی بھائی ہین ہم تو اس صورت مین ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ
کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہرون

لکھو منا پھرتا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑ کر اور اسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہیں چھوڑا اسو زوج کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے تھے کہ نصف ہی تو وہ
کہتا تھا کہ شریح قاضی نے مجکو نصف دیا نہ ثلث پھر یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اسکو طلب کیا یون کہکر کہ تجھپر سے لیے باقی ہی ہمارے پاس پھر جب وہ آیا تو اسکو تعزیر دی اور کہا کہ
کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور رد ہی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہی اور یہ حکم کی تجھپر پہلے امام عادل نے سبقت کی ہی یعنی عول کا حکم امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ
کیا ہی انتہی مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہی جبکہ چھ سے عول
یا نو یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہی کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی واثنا عشر تعول لثلاثۃ اسلئے
سے چھ عشر وترا لا شفعا فتعول لثلاثۃ عشر وخمسۃ عشر وسبعۃ عشر ... اور بارہ عول کرتا ہی تین بار سترہ تک
طاق عدد میں یعنی تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں ہون اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں
اور اخیافی بھائی ہون اور سترہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہون ... جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت
مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول میں عورت اور مرد دونوں کا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ واربعۃ وعشرون تعول الی سبعۃ وعشرین فقط کامراۃ وبنتین
وابوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں اور باپ وارث ہون اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہیں
ہم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفہ کی مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا
سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہیں ہی تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعا یعنی اسکا آٹھوان حصہ نوان ہو گیا اور خطبہ خوانی میں مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطانت
اور ذکاوت کا اور منسوری نے شرح سراجیہ میں بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ جس خطبہ میں آپسے یہ سوال ہوا وہ خطبہ یہ تھا الحمد للہ الذی
یحکم بالحق قطعا ویجزی کل نفس بما تسعی والیہ المعاد والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعا انتہی خواہر زادہ کی شرح میں ہی کہ علی مرتضی کمال حاذق
و ماہر تھے علم حساب میں حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپسے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے میں ہم اپنی کتاب یعنی قرآن میں پڑھتے ہیں ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا اور
ہماری کتاب میں ثلث مائۃ سنین مذکور ہی اور نو کا ذکر نہیں تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہی تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو یونان کے
حساب کے موافق ہی یعنی شمسی حساب پر ہی اور ہماری کتاب میں عرب کے حساب پر ہی یعنی قمری حساب کے موافق ہی اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب سے تین سو نو ہوتے ہیں
تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب سنکر اور مسلمان ہو گیا اور لہذا کہا گیا ہی کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود
اسقدر تبحر کے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے انکی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہی جیسا بعضے علما نے
کہا کہ امام ابو حنیفہ رح معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضدہ کما مر اور رد ضد ہی عول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا ہم مسائل فرائض کے تین
قسم ہیں فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑیں اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنیں اور دو
سوتیلی بہنیں چھوڑیں تو سوتیلیون کا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام سے اور
وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہی یعنے پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے
سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور ماں کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہیں اور ماں کا سدس ہی
اور یہان کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہی رد کا یعنے سدس باقی انھیں وارثون کو پھیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ ہی کہ اصحاب
فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالیں عول کے مسائل میں مذکور ہو چکیں کذا فی العالمگیریۃ فحینئذ فان فضل عنہا ای عن الفروض
والحال انہ لا عصبۃ ثمۃ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعا الا علی الزوجین ... لبیت المال یعنے جبکہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ...

فرض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فرض سے اور حالانکہ وہان کوئی عصبہ نہین ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب
فروض پر بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے ہم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضی اور انکے تابعین چنانچہ حنفیہ
وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک نے اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق
کہتے ہین کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیون کے بہت دلائل ہین ازانجملہ یہ آیت قرآنی ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض
فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہین بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت
مواریث نے مال کے جزو معین کا استحقاق واجب کردیا ہر وارث کے واسطے تو دونون آیتون پر عمل کرنا واجب ہے اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موافق
کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انھین وارثون کو پھیر دیا جاتا ہے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو
علت بیان کیا سو ظاہرا صحیح نہین اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے نزدیک بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بیت
معتق اور اسکے قرابت دار ہین یعنی اگر مرنیوالے کا انھین سے کوئی نہو سواے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہین بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد
بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور درست نہین اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل
مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی الا علی الزوجین فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا
ہم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمین قرابت ثابت نہین اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہون تو انپر
قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم
من الراوی فراجعہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور اختیار شرح مختار
مین اسپر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اسکی طرف رجعت کرو طحطاوی نے کہا کہ نقل قول
عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہین اور تحقیق مرجح مین اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور کسی کا جواب ہی انتہی
وفی الاشباہ انہ [illegible] فی زماننا لفساد بیت المال قدمناہ فی الولاء اور اشباہ مین ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے
اور ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہین کتاب الولاء مین ہم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر مین حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہوچکا ثم مسائل الرد اربعۃ
اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر فعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ او لا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہین اسواسطے کہ
جن لوگون پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہین یا چند قسم ہین اور ہر تقدیر پر یا انکے ساتھ وہ لوگ ہین جنپر رد نہین ہوتا ہے یا وہ لوگ نہین ہین فالاول ان اتحد جنس
المردود علیہم کبنتین او اختین او جدتین فقسمۃ المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والون کی جنس متحد ہو
چنانچہ دو بیٹیان یا دو بہنین یا دو دادیان ہون تو سر سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثون کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جاوے یعنی چونکہ جمیع ترکہ انھین وارثون کا ہی فرض اور رد
کی راہ سے اور ذاتین انکی یکسان برابر ہین ایک کو دوسرے پر زیادتی نہین تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے دیا جا
پھر دوسرے بار یہ باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جا تو دوبار قسمت کرنا ہوگا تو سب ترکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود
علیہ جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہون تو انکے سہام کے شمار سے
قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسون سے زیادہ نہین ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسون سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی
پائی نہین گئی فمن اثنین لو سدسان وثلثۃ لو ثلث وسدس واربعۃ لو نصف وسدس وخمسۃ لو ثلثان وسدس تقصیر المسافۃ تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہوں اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور
ایک سدس ہو سہولت گنانے کے واسطے طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونے کی یہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوا اور انمین سے دو سہم
ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور ترکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک کو چھٹا حصہ مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو
تین پر تقسیم کرنے کی ضرورت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہوں تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہو اور دو
کے سب سہام ہیں تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور ایسا ہی سہام ہے کہ تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور
سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہو یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہو تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہوا اور مجموع سہام چار ہیں تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی
یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سے قرار دیے اور ترکہ کو چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع پوتی یا ماں کا ہوا اور ثلثین اور سدس کی صورت یہ
کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہوں یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہوں یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو جیسا کہ ایک حقیقی بہن اور دو اخیافی بہنیں خواہ
ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی مسئلہ چھ سے ہوا اور سہام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے چار سہم ہوئے اور ماں کا ایک سہم تو
ترکہ کے پانچ حصے کیے انمیں سے چار خمس بیٹیوں کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت میں تین سہم وارثوں کی تین سہم تو مجموع چھ کے سہام
ماخوذہ بھی پانچ ہیں انمیں سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو پھر ترکہ کے پانچ حصے کر کے بانٹ دیا لہذا انکے سہام کے تین خمس بیٹی کے تین خمس
اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذہ ہیں کیونکہ سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنوں کے دو سہم اور اسی طرح ماں کے
سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور ترکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا اور سہولت کے واسطے دو قسموں کو ایک قسمت قرار دینگے

والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وہو الزوجان فاعط فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی
رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فہی من اربعۃ للزوج واحد لبقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول
قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہیں ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہیں ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جائے اسکے کم سے کم مخرج سے
اور باقی رد کیا جاوے انکی ذاتوں پر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا اور زوج کو ایک دیا تو باقی رہے
تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اسکا کم مخرج چار ہے جسمیں سے زوج کو چہارم میں سے
ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہو گئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق الباقی رؤس من یرد علیہ کزوج وست
بنات ضرب وفقہا وہو ہنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وہو ہنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض
زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی میں اور انکی ذاتوں میں جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیاں ہیں تو انکا وفق
جو کہ یہاں دو ہے اسکے مخرج میں ضرب کیا جاوے جسپر رد نہیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھ
ہم قول مخرج زوج چار ہیں پھر جب مخرج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر منقسم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق بالثلث ہے تو رؤس
بنات کے وفق کو جو یہاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی والا توافق بل باین ضرب کل عدد رؤس من یرد علیہ فی
المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ہنا اربعۃ للزوج واحد لبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین
کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فہی لہ والباقی ثلثۃ اضربہا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ اور اگر
باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثوں کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے انمین زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کر
مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیون کا تین ہے اسکو بھی مضروب مین یعنی پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ
تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ہم صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اسکی بارہ سے ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا
وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب انمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے
تو عدد رؤس بنات کو مخرج مین یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا کذا فی الفرائض الشریفیہ والرابع لو کان مع الثانی ای
الجنسین فقط لا الکل ھنا بحکم الاستقراء اذ لا یرد مع الربع طوائف اصلا بالاستقراء اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسون کے ساتھ
دو جنسون سے بیان یعنی قسم رابع نہین ہوسکتا بحکم استقراء کے اسواسطے کہ رد کرنا چار جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقراء یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ہم یعنی اگرچہ
قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اسکی مثال مذکور ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسون کے ساتھ
من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین ہوجاتی ہین اور جاننا کہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھ ہرگز نہین ہوتا استقراء کی دلیل سے ولعل ھذا
نکتۃ اقتصارہ فیما مر فقط علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہو مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا ہم یعنی مصنف نے
جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو
جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا لصرح بالثانی بعینہ لا بکل فتأملہ اور اگر اقتصار
علی الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کرو ہم یعنی قسم ثانی کی بعض صورتین
یعنی جنسین دو جنسین مجتمع ہون مراد ہے نہ اسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج
فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ
یعنی احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کر ان وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاوے
چنانچہ زوجہ اور چار دادیان اور چھ اخیافی بہنین وارث ہون ہم استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی فمخرج فرضہا
مخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ یستقیم علی سہم الجدات وسہم الاخوات لکنہ ینکسر علی احاد کل فریق کما سیجیء تو مسئلہ
مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے انمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیون کا ایک سہم اور بہنون کے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ
اسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ہم چار دادیون کا حصہ ایک تھا وہ انپر قسمت نہین ہوتا اور اسی طرح بہنون کا حصہ دو ہے وہ انپر بٹ نہین سکتا وان لم یستقم
ضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل بھذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو مردود علیہم کے تمام
مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونون فریق کے حصون کا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے
حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ
من یرد علیہ وھی خمسۃ لان الثلثین والسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین وھی مخرج فروض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھ
دادیان وارث ہون تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلیے کہ بیٹیون اور
دادیون کے دو فرض ہین ثلثین اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہے دونون فریق کے فرض کا ہم

مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو ثلث کے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو کل مجموعہ پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج ہے فروض کا اسکے بعد مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وہو ثمن للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فہو حق الزوجات الاربع من الاربعین پھر من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنے زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ مین ضرب کیا تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق ممن یرد علیہ وہی اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی وہی سبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الآتیۃ فی باب المخارج تصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کر ان سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے اٹھائیس بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اسکی تصحیح کر ان سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج مین تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایک ہزار چار سو اور ۴۰ سہم سے ہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی کیا مختصرا وتصح الاولیٰ من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنے ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہوجاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل مین رحم مفرد بیت ہے کہ رحم اصل مین بچہ دان ہے پھر کنایہ قرابت و صلت من جہۃ الولاد سے رحم ہو گئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی ہے کہا لغت مین ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقا خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو وہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فہو قسم ثالث یعنے ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین ہم نے اصطلاح شرعی کا بیان کیا ہے اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور انکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رض روایت شاذ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین انکے نزدیک بعد اصحاب فرائض اور عصبات کے جو مال بچے وہ بیت المال مین رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والون کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالے نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ ذکر نہین کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والون کی دلیل یہ آیت ہے (واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ) انتہا یہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا ہے کتاب الفرائض اشارۃ مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہین ہوتا صاحب فرض اور عصبہ کے ساتھ سوائے زوجین کے یعنے زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ انپر رد کرنا فرض نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کی وجہ سے تمام مال کے لینے مین اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کبھی ہوتا ہے قرب درجہ سے اور کبھی قوت قرابت سے جیسے عصبات مین ہے مقدم ہے اسی طرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہونا ہے کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربہم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنے جیسے عصبات مین قریب بعید کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام مین

۵ اور ایک نسخہ مین بجائے اسکے والشارع علم بالصواب ۱۲ کہ ۱۲ اسکے یعنے یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیۃ ۱۲ منہ یعنے قرابت والے اپنے بعض بعض سے بہتر ہین بعض کتاب اللہ مین ۱۲

باب توریث ذوی الارحام

بالاجماع یعنی سگا اوسکے بعد سوتیلا ہے اور سوتیلا اوسکے بعد اخیافی ہے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت ہو اور اگر قوی برابر ہوں تو حصہ برابر ہو۔ قوله فالقرابة فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر
قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مادری کے واسطے ایک
تہائی ہے کذا فی الطحطاوی ثم اعمامهم یعنی بنات الاعمام و اولاد هولاء اور صنف رابع چچوں کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال و خالات اور
اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہیں ثم عمات الاباء والامهات واخوالهم وخالاتهم واعمام الاباء
لام واعمام الامهات كلهم واولاد هولاء وان بعدوا اسفلوا یعنی پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور انکے ماموں اور خالائیں
اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہوں یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہوں اور نیچے اور نیچے ہوں ثم یعنی جبکہ میت کے
عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہوں تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اسکی ماں کے چچی اور ماموں اور خالہ کی طرف
تو اگر انمیں سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بدون مزاحمت کے سبب اور اگر چند اشخاص جمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمیں سے قوی تر مقدم ہو خواہ مرد ہو یا عورت
اور اگر قرابت انکی برابر ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہو تو باپ کے قرابت والون کو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی قرابت والون کو ایک تہائی ہے اور پھر
اگر یہ لوگ بھی نہوں تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کی طرف پھر انکے
بعد انکی اولاد کی طرف الی غیر النهاية کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں ہم
قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہیں اسواسطے کہ انمیں کوئی اقرب نہیں ہاں انکی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی وان استووا
فی الدرجة واتحدت الجهة قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث
کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع میں نہیں ہوتا ہاں انکی
اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابة الاب الثلثان ولقرابة الام الثلث
اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیاں ہیں متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہے ہم طحطاوی نے کہا
یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور انکی اولاد میں ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفة الاصول فی الذكورة والانوثة
اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکسان اور متفق ہو تو
فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رح کے ہم در صورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر
مختلط ہوں تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نانی دو ثلث پاویگا اور نانا ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلك الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذكورة والانوثة وهو هنا البطن الثانی وهو ابن بنت وبنت بنت فمحمد اعتبر
صفة الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیهم اثلاثا واعطی كلا من الفروع نصيب اصله فحينئذ يكون ثلثا لبنت
ابن البنت نصیب ابیها وثلثه لابن بنت البنت لانه نصیب امه وتمامه فی السراجیة وشرحها اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول
کی صفت میں چنانچہ نانی کی بیٹی اور نانا کا بیٹا تو اسمین محمد رح نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو تقسیم کیا ہے اوس اول بطن پر جسمین اختلاف
ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی نانی اور نانا میں تو محمد رح نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن
ثانی میں ہمارے مفروضہ مسئلہ میں تو انپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیاں نانی کی بیٹی
کی ہونگی جو اسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی نانا کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اسکی ماں کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اسکی

سبقت اور سبقت کچھ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شیخ زادہ محشی الشرنبلالی فانہ جہل عینہ اور اگر سبقت سابق کی ذات معلوم
ہو پھر مجہول ہو جائے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہوا اسکی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے پانچ صورتوں میں سے جو مذکور ہوچکیں کذا فی الطحطاوی اعطی کل یقینہ
و وقف المشکوک فیہ حتی یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جائے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنے یاد پڑ جائے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثا باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما اول یجعل کانہما
ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما قدمناہ میں کہتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب
بمحمد اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مرگیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مر گئے ثبوت تعارض
کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو جواب دیا ہم نے ضوء سراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع میں ہے وہ صورت ثانیہ ہے تو منافات
تخالف دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بالتعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اسباب تخالف قولین باقی نہ رہا
واذا لم یعلم ترتیبہم یقسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں جو اسکے زندہ وارث ہوں
تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں ثابت ہے شک سے یعنے استحقاق میراث کے سبب میں یہاں شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے
کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب متحقق نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متحقق نہیں کذا فی الطحطاوی فی الفرائض
شرعیہ یہی ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمواس میں
طاعون سے لوگ مر گئے تو عمر فاروق نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم
اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق پر جبکہ کفار حکام مسلمین کی طرف
مرافعہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع فی شخص قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الاخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر میں
ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے مثلا مجوسی نے اپنی ماں
سے نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے
اور محجوب ہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الاخر ورث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر
وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہم نے اسکو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے اس صورت کی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
اس سے فرزند پیدا ہوا تو عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی مسترد کہ پاویگی اور بہن
ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم لانہم یستحلونہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث
بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان وما لا فلا انتہی وصححہ فی الظہیریۃ اور کفار
وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اسکا مضمون یہ ہے
کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رکھے جاویں
تو باہم وارث نہ ہونگے انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب
لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے

کہ ان دونون کا باپ ایک ہی ہے یعنی احکام شرعی مین نہ واقع مین ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث پائیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی مان سے گی فرضاً اور رداً اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی و وقفت للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدة ایھما کان اکثر وعلیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفلون احتیاطاً اور اٹھا رکھا جاے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ ان مین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اسقدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کرڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹیون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اٹھا رکھا جاے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول صحیح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ ایک ابن واحد یا بنت واحد پیدا ہو تا مگر ایک اکثر مین ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کالو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول لسبعۃ وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور ستائیس عول کریگا اسی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴ سے اسواسطے کہ شوہر اگر فرض زوجہ کا والدین کے ساتھ بیٹیون کے ساتھ ملا ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم یعنی ۳ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم یعنی چار چار ماں باپ کے باقی رہے تیرہ وہ کمبیٹا اور بیٹی کے بین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونون بیٹیون کو ۱۶ اسلیے چاہئین اسلیے مسئلہ عول کریگا ۲۷ کی طرف قلت ہذا اسلیے کون الحمل من المیت والامثلۃ کثیرۃ مین کہتا ہون یہ مثال اس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت کا ہو اور اگر حمل غیر میت کا ہو تو اسکی مثالین بہت ہین اکثر مثال اسکی یہم اور مثال ہم خاص اور مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت کا ہو تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجا وامّا حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور مان کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اسکے واسطے نصف مقرر کہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہین ہے ہم یہ مسئلہ چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الاخر لا کہم واخرین لام فان قدر ذکرا لم یرث لاستغراق الفروض ان یقدر انثی ورثت وتعول بالستۃ احتیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنی ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو اخیافی بھائیون کو چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اسکے واسطے کچھ باقی نرہیگا تو لائق یقیناً یہ ہے کہ اسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی ہم مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نرہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور مان کا سدس ہے اور اخیافی بھائیون کا ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف بہن کا اور سدس مان کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھینگے نو مین سے کذا فی الطحطاوی ہم صرف وفی الوہبانیۃ قال ولو حاملہ ان تات لا بن لم یرث فان ولدت انثی ورثا النلث ہم اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے تہائی مقرر ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابھی ذکر کیا ثلث نصف عائلہ ہے اسواسطے کہ تین نو کی تہائی ہوتی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات یہ فصل ہے مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فقہ الفرائض مین مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام انکے پچھلون کی طرف منقول ہو جاوین بوجہ استحقاق یعنی ورثہ کے وارثون کو پہنچ جاوین کذا فی الطحطاوی

مثال مناسخہ

میت اول

لیکن ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ روس سے کہ بیٹے چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی انکے مافی الید میں جو نو ہیں اور انکے مسئلہ میں جو چھ ہیں تو ان میں توافق ہوا
بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اسکو ضرب کیا تین تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۴۸ جبکہ سہام سولہ سے تھے یعنے میت اول کے ورثہ کے سو وہ اینکا دو میں
ضرب کرنے کے اسواسطے کہ وہ وفق ہے میت اول کے مسئلہ کا اور جبکہ سہام چھ سے ہیں یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین میں ضرب کیا کیونکہ اسواسطے کہ تین ہے میت ثانی کے مافی
الید کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو میں ضرب
کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہے انہیں سے زوجہ کے دو سہم اور انکے باپ کے چار سہم اور انکی ماں کے دو سہم اور
میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے انمیں سے
ہر بیٹے کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۴۸ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحطاوی والشریفیہ فلتحفظ والا یکن بینهما موافقة بل مباینة ضرب کل الثانی فی کل الاول
فالحاصل مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلہ میں موافقت نہ ہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کرے گا تو تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول
میں موافقت اور مباینت سے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ میں دو جدہ ہے جو زوج اور دو اخیافی کو چھوڑ کر مر گئی اور انکے ساتھ
میں نو سہم میں چھ سہم اسکے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی نانی سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح
سے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر تقسیم نہیں ہو سکتا
کی وجہ سے تو بھائیوں کے روس کو اصل مسئلہ میں یعنے دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار انہیں سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو سہم
ہیں اور نو میں اور چار میں مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۳۶ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۴۴ تو جسکا حصہ ۳۶ میں تھا وہ چار میں یعنے
ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنے نو میں ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اسکا دوسرے کی زوجہ کا حصہ دو تھا
اسکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اسکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ انکی ماں کا حصہ ٹھہرا اور
میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دونوں فرزندوں
کا حصہ چھ تھا ۳۶ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل
ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے مافی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے
یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو سہم کا ہوا کذا فی شرح السراجیة والطحطاوی
فتضرب سهام ورثة الميت الاول في المضروب اي في التصحيح الثاني او في وفقه تو مول تصحیح کے ورثہ میت اول کے سہام
ضرب کرے تو مضروب میں یعنے تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے
اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا
وورثة الميت الثاني في كل ما في يده او في وفقه من التصحيح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مافی الید میں
علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقۃ تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فعلنا سابقا
ثم من يرث من الميتين ضربت نصيبه من الاول في الثاني او وفقه ونصيبه من الثاني فيما في يد الميت الثاني او وفقه اور اگر
وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہو تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو

اور ضرب کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو پہلی صورت کی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کر ایک عورت سے اور تین بیٹیان چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہوا اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ مین ایک ہو اور ایک مین اور تین مین مباینت ہو تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کا اول سے ایک سہم ہو اسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنے تین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے انکو ایک مین ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہو کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی مان اور دادا میت اول کے بھی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہو اسواسطے کہ ثمن ملا ہو سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہو تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہو ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہو اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کرکے اسواسطے کہ چار وفق ہو میت ثانی کی مافی الید کا یعنے بارہ کا تو مسئلہ اولی مین زوجہ کے تین تھے انکو ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے انکو بھی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین مان کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اسکو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین مین انکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثة مقام الثانیة فی العمل وہکذا کلما مات واحد تقیم مقام الثانیة والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الی ما لا یتناہی** اور اگر وارثون مین تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولی کے مقام پر ٹھہرایا جاوے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاوے عمل کرنے مین اور اسی طرح جب ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرو اور جو مبلغ اسکے پہلے حاصل ہو چکا ہو اسکو مسئلہ اولی کے مقام پر قائم کر یا جاوے اسی طرح غیر متناہی تک عمل یعنے ثالث کی موت قبل القسمت سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولی اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہو وہ بجائے تصحیح مسئلہ اولی کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہو وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول و ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا اسی طرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایة عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول و ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہو گئی تینون دریا ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہو گئی چارون مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی ما لا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحد مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچھ فرق نہین ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہو جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا **وہذا علم العمل فلا تغفل** اور یہ جو مذکور ہوا علم ہو عمل کرنے کا سو اسمین غفلت نکیجیو شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہو اسمین ہوشیاری اور بیداری لازم ہو اسواسطے کہ وہ دقیق ہو اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہو کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہو مخارج مین جمع مخارج جمع ہو مخرج کی یعنے جائے خروج فروض سے اب ان قاعدون کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہو اور چونکہ سب فروض کسور ہین تو انکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہو جس سے وہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہو مخارج کو تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہو مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین بین العددین کو پھر معرفت حصہ ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثہ والغرماء **والفروض المذکورة فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرج کل کسر سمیہ کالربع من اربعة الا النصف** نا من اثنین فرض حصے جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہو اور مخرج ہر کسر کا اسی کسر کا ہمنام ہو چنانچہ ربع نکلا ہو اربعہ سے سوائے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہو اثنین سے یعنے دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہو کہ مخرج اور کسر حروف مین مشترک

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام مین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوا ے آدہے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہی کیونکہ اسکا مخرج دو ہی اور معلوم
کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہی ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہی ربع کے مخرج سے والربع من اربعۃ
والثمن من ثمانیۃ والثانی الثلث والثلثان کلاہما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور منجملہ قسم اول ربع ہی چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض
کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہی دوسرا سین تے
کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال ستہ ہوگئی اور پہلے تے دوسری تے مین مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فنقول مثلا الثمن وضعفہ وضعف ضعفہ
او نقول النصف ونصفہ ونصف نصفہ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف او تنصیف کے ہی تو مثلا تو یون کہہ کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا دونا یا تو یون
کہہ کہ نصف اور اسکا آدہا اور آدہے کا آدہا اس کلام سے مراد یہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسیطرح
سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثلثین اور
ثلث کی تنصیف مین ہی اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اسکا سبب یہ ہی کہ انہون نے ان فروض مین اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا
مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلا کسر نکلتے ہین تو انہون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فروض کو تلاش کیا
تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلا کسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفیۃ قلت واخصر الکل ان
نقول الربع والثلث ونصف کل وضعفہ مین کہتا ہون اور جمیع فروض ہین سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا
نصف اور ہر ایک کا دو چند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہی اور ربع کا دو چند نصف ہی اور ثلث کا
نصف سدس ہی اور ثلث کا دو چند ثلثین ہی فاذا جاء بعض ہذہ الفروض احادا فمخرج کل فرض منفرد سمیہ الا النصف کما مر پھر جبکہ مسئلہ فرائض
مین ان چھ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج سوا ے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا
فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہی یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ و اذا جاء مثنی او ثلث وہما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا
لجزء فذلک العدد ایضا یکون مخرجا لضعفہ واضعافہ کالستۃ ہی مخرج للسدس ولضعفہ ولضعف ضعفہ اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ
سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جسکا مخرج ہی سو وہی عدد اسکے دو چند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ
ستہ یعنے چھ سدس کا اور اسکے دو چند یعنے ثلث کا اور سدس کے دو چند کے دو چند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہی ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فروض
جمع ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہی سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہی اور سبب اسکا یہ ہی
کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہی بلا کسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہی سو وہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود ہی
اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہی فافہم واذا اختلط النصف من النوع الاول بکل الثانی ای الثلثۃ او ببعضہ
فاذا کان فی المسئلۃ نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستۃ لترکبہا من ضرب اثنین فی ثلثۃ پھر جب فروض
کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنے تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جس وقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث
اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہی اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل
ہوا ہی ہم یہ مثال ہی اختلاف نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفیہ مین اسکا یون
بیان ہی کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہی کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اسی طرح کہ زوج

اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور ماں وارث ہوا اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہون اور اختلاط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہا فاذا کان فی المسئلۃ زوجۃ ومن لہ الثلثان فمن اثنی عشر لانک اذا ضربت الاربعۃ فی الثلث الموافقۃ للستۃ بالنصف یا اختلاط اور مجمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلہ مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اسکا بارہ سے ہو بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف ہو ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کیے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں یہ مثال ہو اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم ذکر کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیاں وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دادا و دادی سے ایک شخص وارث ہوا و اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں وارث ہوا و اختلاط ربع کا ثلثین و ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مثالات ثمانیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ ہی سے ہو اسواسطے کہ چھ تمام نوع ثانی کا مخرج ہی پھر جبکہ ربع کا مخرج لیا وہ چار ہی اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چھ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی اور اختلاط الثمن من النوع الاول ببعض الثانیۃ واما بکلہ فغیر متصور الا علی رای ابن مسعود او فی الوصایا فالمخرج فمن اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہو اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہوسکتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہی بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہوگیا ربع سے ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب مین یہ متصور نہین اسواسطے کہ سبب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیاں ہون اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہوسکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہی یا اسکی اولاد اور ماں یہاں محجوب ہوچکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد تو تمیز ثلث سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہی کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت یعنی ۲۴ کرا ۳۱ کی طرف عول کرکے قسمت کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصر اگر زوجۃ وبنتین وام لستۃ کیہاں من ضرب الثانیۃ فی ثلثۃ لمابینہما من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم ذکر کرچکے کہ چھ مین توافق بالنصف ہی ہم بیان اسکا یہ ہی کہ اقل جز ثانی کا مخرج چھ ہی اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہی تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا مخرج ہی موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا یجتمع اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہی کہ کبھی پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہوجاتی ہین چنانچہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کبھی چھ فرض بھی جمع ہوسکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ خنثیٰ مشکل پر ایک مرد نے دعوے کیا کہ یہ میری زوجہ ہی اور ایک عورت نے اسپر دعوے کیا کہ وہ میرا زوج ہی اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہی کہ اسمین مسئلہ اکدریہ ہوگیا اور کلام

اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھ انکے عدد رؤس پر یعنی چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے تو بیٹیون کے رؤس کو نصف
کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھیر تین کو اصل مسئلے اور انکے عول مین یعنی چودہ مین ضرب کیا تو ۴۲ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے
مین سے تین سہم کا تھا اسکو مضروب یعنی تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ یعنی چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب یعنی
تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول
ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از تصحیح وارثون پر مستقیم ہو گئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا
اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین
مین موافقت ہے یا نہین اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی فاذا انکسر سہام فریقین
او اکثر و عدد رؤسہم متماثلۃ ضرب احد الاعداد فی اصل المسئلۃ و عولہا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور وارثون کے
رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور انکے عول مین یعنی اگر عول ہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل
مسئلے مین انکے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہان اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو ما بین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اسکے شروح مین عول مذکور نہین مگر
فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کثلاث بنات و ثلثۃ اعمام فتکتفی باحد
المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین
کو اصل مسئلے مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا کہ اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور
انکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین
ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ
ایک تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار و ان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ اولا بین السہام
والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمی
جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی البعض کاربع زوجات و ثلث جدات و ستۃ عشر
عما فضربنا اکثر الاعداد لانہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ و اربعۃ و اربعین منہا تصح اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین
یا چار گروہ پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تونے
کیا ہے دونون فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہو اسکا نام جزء سہم ہے اور اسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا
فی الطحطاوی سو اسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ چار
زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب انکے تداخل کے اصل مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انہین
سے مسئلہ صحیح ہوگا کہ اصل مسئلہ بارہ سے ہے دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو ان پر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین مباینت ہے تو
انکے تمام رؤس کو یعنی تین کو لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو انہین بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہے تو
انکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچون کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تباین ہے تو انکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا
پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہے تو اسی بارہ

کو اصل مسئلے مین کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب دیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بالکسر صحیح ہوگئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق کے مانند عمل کرو دو فریق مین تو فقط
مماثلت ذکر ہے اور توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہوچکے سو انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فے الطحطاوی وان وافق بعضہا
بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدہما لـ احد الاعداد فے جمیع
الاخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق و الا فی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وہو جزء السہم وہو فے مسئلتنا مائة وثمانون
فے اصل المسئلة وہو ہنا اربعة وعشرون تحصل اربعة الاف وثلثمائة وعشرون منہا تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ
چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چھ چچا تو ان اعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اسکو
تیسرے اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اسکے تمام مین ضرب کرے پھر چوتھے مین اسی طرح ضرب کرے یعنے اگر توافق
ہو تو اسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پھر مجتمع کو جو سب سے حاصل ہو جزء سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہے اصل مسئلہ مین جو ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے
ان اعداد سے تقسیم بالکسر صحیح ہوگی کیونکہ اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنے تین وہ انپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد رؤس مین تباین ہے تو تمام عدد رؤس
مین تباین ہے تو تمام عدد رؤس کو یعنے چار کو یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیون کی دو تہائیان ہین یعنے سولہ اور وہ انپر منقسم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین توافق
بالنصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنے نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ انپر منقسم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین تباین ہے تو انکے تمام
عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچون کا حصہ مابقی ہے یعنے ایک وہ انپر مستقیم نہین اور انمین اور انکے عدد رؤس مین تباین ہے تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہمارے پاس
ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہم نے ان اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون مین ایک کے نصف
کی طرف پھیلا دوسرے مین ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے
اور ۳۶ یعنے مبلغ ثانی اور پندرہ مین بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنے پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنے ۲۴ مین
ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے انسے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ مین تین تہا اسکو مضروب مین یعنے ۱۸۰ مین ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ
کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیون کا حصہ سولہ تہا اسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار
تہا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچون کا حصہ ایک تہا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے
ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فے الشرنبلالی وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیہم سہامہم کامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت
احدہما لـ احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع تحصل جزء السہم وہو ہنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات
والجدات لسہامہم بالنصف فاضربہا فے اصل المسئلة وہو ہنا اربعة وعشرون تحصل خمسة الاف واربعون ومنہا تستقیم اور اگر اعداد رؤس متباین ہون انکے
جن پر انکے سہام منکسر ہین چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیان اور دس بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے تمام ثالث مین اور اسکے
حاصل کو تمام اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزء سہم یعنے مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہے بسبب توافق بالنصف ہونے رؤس بنات اور جدات کے انکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب
کرے اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہے حاصل ہونگے پانچہزار اور ۴۰ اور انہین سے مسئلہ مستقیم ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنے تین وہ انپر منقسم نہین
اور انکے رؤس اور سہام مین تباین ہے تو یعنے انکے عدد رؤس کو یعنے دو کو یاد رکھا اور چھ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ انپر مستقیم نہین اور انکے عدد رؤس اور
عدد سہام مین موافقت بالنصف ہے تو یعنے انکے عدد رؤس کے نصف کو یعنے تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیون کا حصہ دو ثلث ہے یعنے سولہ وہ انپر مستقیم نہین اور
انکے رؤس اور سہام مین موافقت بالنصف ہے تو یعنے انکے نصف عدد رؤس کو یعنے پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ مابقی ہے یعنے ایک وہ انپر مستقیم

تین اور ایک میں اور سات میں مباینت ہے تو ہمنے انکے تمام عدد روس کو یعنے سات کو لیا تو چار سے پانچ عدد ماخوذ کا روس ہے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہیں تو ہمنے دو کو تین میں ضرب دیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے یہی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہی پھر ہمنے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنے ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰ ہوئے انہیں سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقوں پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیوں کا حصہ چار سہم کا تھا انکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے انکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچوں کا حصہ ایک تھا انکو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہی کذا فی الشرنبلالیۃ والطحطاوی اور یہ کہنا کہ جزء سہم بیان عبارت ہی مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہوا اور سہام بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے فقط تعلیل اسواسطے ذکر کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب بعضے نسخوں میں تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہی **واذا اردت معرفۃ التماثل والتوافق والتداخل والتباین بین العددین** ہذہ مقدمۃ یحتاج الیہا فی تقسیم الترکۃ اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کی کسی سے دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہی ترکہ کی تقسیم میں یعنے اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا **فتماثل العددین کون احدہما مساویا للآخر** کثلثۃ وثلثۃ سو دو عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہم اور ایسے دونوں عددوں کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں اسکا اعتبار کرنا ضرور ہی کہ دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ روس اور سہام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجیے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو متصف بمساوات نہ ہونگے قہستانی کذا فی الشرنبلالیۃ والطحطاوی **وتداخل العددین المختلفین احد امرین** علی ما بینا **ان یعد اقلہما الاکثر** ای یفنیہ **او یکون اکثر العددین منقسما علی الاقل** قسمۃ صحیحۃ بلا کسر کقسمۃ الستۃ علی ثلثۃ او اثنین اور عددین مختلفین کا تداخل ہونا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہی احد الامرین سے یا اسطرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور مٹا دے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جاے بقسمت صحیحہ بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر ہم اقل اکثر کو فنا کرتے یعنے اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائیں تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہو جاے اور اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور سراجیہ میں تداخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ تداخل وہ ہی کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہو جاے دوسرے یہ ہی کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف فی العبارۃ کے ہی **وتوافق العددین ان لا یعد احدہما الآخر** ای لا یفنی اقلہما الاکثر **لکن یعدہما عدد ثالث کالثمانیۃ مع العشرین یعدہما اربعۃ** فہما متوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہی کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو چار فنا کر دیتا ہی تو آٹھ اور چار میں توافق بالربع ہی پس توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء میں یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا میں معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح میں واحد عدد میں داخل نہیں اسواسطے کہ عدد عبارت ہی کمیت متالفہ من الوحدات سے اور واحد ایسا نہیں ہی تو متن کی تعریف توافق کی صحیح ہی اور اگر عدد کی تعریف یوں کیجیے کہ مراتب عدد میں واقع ہو یا کم ہو سکے جواب میں پڑے تو اسمیں واحد بھی داخل ہی تو یہاں یوں کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہی کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے و لیکن انکو عدد ثالث جو واحد کے سوا ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہی اور اصطلاح میں ما بین واحد اور کسی شی کے تداخل نہیں بلکہ تباین ہی کذا فی الشرنبلالیۃ والطحطاوی **وتباینہما ان لا یعد العددین المختلفین معا عدد ثالث اصلا کالتسعۃ مع العشرۃ** اور دو عددوں کا تباین اس طرح ہوتا ہی کہ

ف: بیان نسبت کا دو عددون میں ۱۲ ... توافق بالنصف ... ۱۲

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اسلا فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم پیشہ نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی الاصح
عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے انکی توضیح قول آئندہ سے شروع کی

واذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى اذا اتفقا في درجة واحدة
اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہانتک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق
ہو جاویں ہم مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور
سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں یعنی ایک ہی باقی رہا دونوں عددوں میں اسقاط کے درجات میں فان اتفقا في واحد فتباينا
ولا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور ان دونوں میں وفق نہیں ہے وان اتفقا في اثنين
فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں ہم مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہینگے
اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایا تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنی اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشرنبلالیۃ طحطاوی نے کہا توافق بالنصف
یا توافق بالثلث ونظائرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددوں کو فنا کر دیتا ہے وثلثة فبالثلث وهكذا الى العشرة ويسمى الكسور المنطقة
یا عددین متفقین ہیں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں ہم یعنی اگر عددین دو میں توافق کریں چنانچہ چار اور دس
تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں چنانچہ آٹھ اور بارہ
تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات
میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین
بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنی تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اسکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف ثلث ربع الی آخرہ
الکسور التسعة بخلاف کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من احد عشر یعنی گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم یعنی گونگا

کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی وفی احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا ويسمى الاصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ
میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ کسر ہے اصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور
گیارہ گیارہویں جزء کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہویں جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہویں جزء میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہویں میں چنانچہ
۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انیسویں جزء میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الطحطاوی ملخصاً انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہیں
اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا
عدد ثالث مخرج ہو وہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافق
اور تباین یوں پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی
پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہانتک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور آخر کا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا
ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب واذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم
من التصحيح الذي استقام على الكل فاضرب ما كان لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في جزء السهم الذي ضربته في اصل المسئلة
يخرج نصيبه اي ذلك الفريق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تصحیح سے جو مستقیم

ہو جیسے ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلہ سے اسکو مضروب کر اس جزء سہم اور مضروب مذکور سے ضرب دیا تو جو اصل مسئلہ میں تو اس فریق کا حصہ نکل آویگا
مع مثلاً بنات کی مثال مذکور میں جزء سہم یعنی مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلہ یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب دیا ۲۱۰ میں تو ۶۳۰ حاصل ہوئے
تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے وعلی ہذا القیاس معرفۃ نصیب بنات وجدات واعمام فاذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد
ذلک الفریق فاضرب سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب یخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے کہ اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت
کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب دے کہ اسکا حصہ نکل آویگا مع تو مسئلہ مذکورہ میں بنا بر انکے عدد روس کے وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلہ میں
تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵
حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلہ سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد روس یعنی ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہو
سو اسکو جبکہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلہ سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیوں پر قسمت
کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلہ سے ایک سہم
کا تھا پھر جب اسکو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا والاوضح
طریق النسبۃ اور ہر وارث کے حصہ کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی بر خلاف اور طریقوں کے
وہو ان ینسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم ثم یعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفریق اور وہ یہ ہے کہ نسبت کا طریق
یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد روس کی طرف پھر اسی نسبت کے مانند ہر مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو دے مع تو مسئلہ مذکورہ میں جبکہ
تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد روس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰
اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکے عدد روس یعنی دس کی طرف نسبت
کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد روس
کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ اسکا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد
روس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصہ کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ
چونکہ موارثیہ سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علماء نے اسکے تین طریقے ذکر کیے ہیں دو طریقے مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام
ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کریں فریق پر تو جو آوے پھر خارج قسمت کو
اسی فریق کے مقسوم علیہم پر ضرب کرے تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵
ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلہ میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس
بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب
کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو جدات کے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہر دادی کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی
واذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کل واحد واحد منہا لتقدم الغرماء علی قسمۃ المواریث کما فی شرح السراجیہ تجید لہ
اور جبکہ تو نے چاہا ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا یعنی ہر ایک فقط وارثوں میں یا فقط دائنوں میں یا دونوں میں سے ایک سا تعدد دونوں میں بسبب مقدم ہونے